تفسیرِ صافی
(جلد چہارم)
تالیف
محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ مُلّا فیض کاشانی
ترجمہ و تلخیص
مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی
تفسیرِ صافی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ھیں.
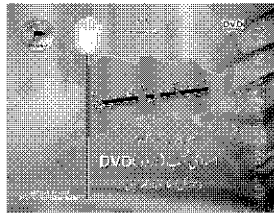
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

(جلد چہارم)

سورۃ ہود تا سورۃ مریم

—: تالیف :—

مفسّر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملّا فیض کاشانی

—: ترجمہ و تلخیص :—

مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

—: شائع کردہ :—

ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا

128, Oak Creek Road,
East Windsor, NJ-08520 (USA)

—: ملنے کا پتا :—

Tel: 34124286, 34917823 Fax: 34312882
E-mail: aniscopk@yahoo.com

نام کتاب: .... تفسیرِ صافی (جلد چہارم)

تالیف: .... مفسّر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملّا فیض کاشانی

تلخیص و ترجمہ: .... مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

کمپوزنگ: .... احمد گرافکس، کراچی

سرورق: .... رضا عباس گرافکس

طبعِ اوّل: .... ربیع الاوّل ۱۴۳۵ھ / جنوری 2014ء

ناشر: .... ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا

ہدیہ: .... -/675 روپے

—: ملنے کا پتا :—

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 34124286, 34917823 Fax: 34312882
E-mail: aniscopk@yahoo.com

انتساب

والدِ گرامی حجۃ الاسلام مولانا سیّد اظہار الحسنین رضوی

کے نام

جن کے فیضِ تربیت نے اِس منزل تک پہنچایا

اور

والدۂ ماجدہ نجمہ خاتون

کے نام

جن کی دعائیں اور نیک تمنّائیں ہمیشہ میرے لیے مشعلِ راہ ہیں

سیّد تلمیذ حسنین رضوی

اظہار تشکر

میں تفسیر صافی کی جلد چہارم کی اشاعت وطباعت کے لیے اپنے تمام مخلص دوستوں اور کرم فرماؤں کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں بالخصوص ڈاکٹر سجاد اصغر، ڈاکٹر شبیر صفدر، ڈاکٹر ہاشم رضا، شبیہ حیدر، نشید انور، فیض علی، عابد علی، اصطفیٰ نقوی، محمود جعفری، راشد حسین اور ڈاکٹر ریاض خاں کا...! اور اس کی طباعت کے لیے عالی جناب برادرم نشید انور نے خصوصی تعاون کیا ہے۔

ان کے متعلقین مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائیں۔

سید فدوی علی، سیّدہ بتول، سیّد مجتبیٰ احمد، سیدہ آمنہ بیگم، مرزا احمد علی بیگ، سیدہ معصومہ بیگم، سید اعجاز علی، ذکیہ بیگم، سید جعفر نواز حسین، رقیہ بیگم، سید مہدی احمد، رضیہ سرفراز، سیدہ وحیدہ، سید مصطفیٰ موسوی، سید حسین شہیدی، سید ناصر حسین، فاطمہ بیگم، صغریٰ بیگم، سیدہ زہراء، سیدہ جہاں آرا بیگم، سید یوسف حسین رضوی، سید مرتضیٰ۔

الملتمس: سیّد تلمیذ حسنین رضوی

گزارش احوال واقعی

تفسیر صافی کی چوتھی جلد حاضرِ خدمت ہے جو سورۂ ھود سے لے کر سورۂ مریم تک ۹ سورتوں پر مشتمل ہے اس سے پہلے تین جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں اور قارئین سے پذیرائی حاصل کرچکی ہیں۔اس جلد کی اشاعت میں کافی تاخیر ہوگئی

ع ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

جلد چہارم بالکل تیار تھی اور آخری مراحل سے گزر رہی تھی کہ اس کتاب کو منصۂ شہود پر لانے والی ہستی اچانک ہم سے جدا ہوگئی۔ میری مراد میرے عزیز دوست، ساتھی، ہم درد، مونس، غمخوار اور اشاعت کتب میں میرے مددگار عالی جناب محترم المقام رفیق احمد نقش سے ہے۔جن کی محبتوں، چاہتوں اور الفتوں کے ان مٹ نقوش ذہن وقلب پر مرتسم ہیں۔ ماہِ رجب المرجب میں ان پر دل کا دورہ پڑا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ میں اس وقت مکّہ مکرمہ عمرۂ مفردہ کے لیے گیا ہوا تھا ان کے انتقال وارتحال کی خبر نے میرے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا اور واقعی یہ صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ اللہ اُن کی مغفرت کرے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق کرامت فرمائے۔

ان کے جانے سے میرا کام بالکل تھم گیا وہی میری جملہ کُتب کی نوک پلک درست کرتے، اس کی صحت اور درستی کا اہتمام کیا کرتے اور خود ہی تمام ذمہّ داریاں بے لوث انجام دیتے تھے۔ طباعت واشاعت سب کچھ ان ہی کی ذمہّ داری تھی۔

رفیق احمد نقش نہ صرف یہ کہ اردو، ہندی اور فارسی زبان وادب کے ماہر تھے بلکہ ان گنت کتابوں کے مصنف اور مترجم اور مصحح بھی تھے۔ انھوں نے کئی کتابیں ہندی اور فارسی سے اردو میں منتقل کی ہیں۔ وہ سب رنگ ڈائجسٹ میں ایک عرصہ تک خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ املا وانشا کے اصول کے ماہر تھے وہ اچھے شاعر بھی تھے۔ بحیثیت انسان وہ عظیم انسان تھے۔ ہر طالب علم کی مدد کرنا اور اسے زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا ان کی حیات کا مقصد تھا۔ وہ کسی بھی شخص کو پریشان نہیں دیکھ سکتے تھے ہر ایک کی مالی اور اخلاقی مدد کرکے انھیں یک گونہ مسرت حاصل ہوتی تھی۔ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم ہیں جن کی حیات کا مقصد دوسروں کے لیے زندہ رہنا اور دوسروں کی مدد کرنا ہو۔

نہایت کامیاب علمی وفکری زندگی گزار کر وہ ہم سب کو سوگوار اور غم گسار چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے جاملے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را...!

والسلام

سید تلمیذ حسنین رضوی

فہرست مضامین

سورۂ ہود

سورۂ یوسف

سورۂ رعد

سورۂ ابراھیم

سورۂ الحجر

سورۃ النحل

سورۂ بنی اسرائیل

سورۂ کہف

سورۂ مریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۂ ہود

اکثر مفسرین کے نزدیک سورۂ ہود مکی سورہ ہے اور قتادہ نے کہا یہ پورا سورہ مکے میں نازل ہوا سوائے اللہ کے اس قول "واقم الصلوٰۃ طرفی النھار" کے کیوں کہ یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس سورت میں ۱۲۳ آیات ہیں۔

الٓرٰ ۟ کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ۙ﴿۱﴾ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنَّنِیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ ۙ﴿۲﴾

۱۔ الف، لام، را، یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم طور سے نازل کی گئی ہیں پھر خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

۲۔ یہ کہ اللہ علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو یقینا میں اُسی کی طرف سے تمھیں ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔

۱۔الٓرٰ۔ سورۂ یونس کے آغاز میں ان حروف مقطعات کی تاویل بیان کی جا چکی ہے۔

کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ۔

یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم ہیں یعنی نہایت تنظیم کے ساتھ محکم طریقے سے بیان کی گئی ہیں جن میں محکم عمارت کی طرح کسی قسم کا نقص اور خلل موجود نہیں ہے۔

ثُمَّ فُصِّلَتۡ ۔

پھر توحید کے دلائل، وعظ و نصیحت، احکامِ شریعت اور قصوں کو بیان کر کے ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

ثُمَّ کا لفظ حالت کی تاخیر کو واضح کرتا ہے نہ کہ وقت کی تاخیر کو۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ "کتاب" سے مراد قرآن کریم ہے۔[۱]

مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ۔

فرمایا یہ کتاب اس اللہ کے پاس سے آئی ہے جو صاحبِ حکمت اور ہر امر سے باخبر ہے۔

۲۔ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنَّنِیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ ۔

یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو بے شک میں اللہ کی طرف سے تمھارے لیے

نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ ۔شرک کے عذاب سے ڈرانے والا اور توحید کے ثواب کی خوش خبری دینے والا بن کر آیا ہوں۔

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۱

وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴

اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

۳۔اور یہ کہ اپنے ربّ سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو وہ تمھیں ایک مقررہ مدت تک بہترین متاعِ حیات فراہم کرے گا اور ہر مرتبہ والے کو اس کے درجے کے مطابق عطا کرے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو مجھے تمھارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

۴۔تم سب کو اللہ ہی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

۵۔آگاہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑ لیتے ہیں تاکہ اللہ سے چھپنے کی کوشش کریں مگر دیکھو جب یہ لوگ اپنے کپڑوں کو خوب لپیٹ لیتے ہیں تو اُس وقت بھی وہ اُن کی پوشیدہ اور علانیہ باتوں کو جان لیتا ہے بے شک وہ دلوں کے راز کو اچھی طرح جانتا ہے۔

۳۔وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ۔

اور یہ کہ تم اپنے ربّ سے شرک اور معصیت کی مغفرت طلب کرو

ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ۔

پھر ایمان اور اطاعت کے ذریعے اللہ کی طرف واپس لوٹ آؤ

يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا۔

وہ تمھیں بہترین متاعِ حیات فراہم کرے گا اور تمھیں امن و چین سے زندگی بسر کرنے دے گا۔

اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔

تمھاری مقرر شدہ مدّتِ حیات تک

وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ۔

اور ہر صاحبِ فضل کو اس کے دین میں اس کے فضل کے مطابق دنیا و آخرت دونوں میں جزا دی جائے گی

وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ

اور اگر تم نے روگردانی کی تو مجھے تمھارے لیے ایک بڑے دن یعنی روز قیامت کے عذاب کا اندیشہ ہے۔
تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی دھواں اور چیخ و پکار۔ [۱]

۴۔ اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ ۔

اس روز تم سب کو پلٹ کر اللہ ہی طرف آنا ہے

وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۔

اور وہ ہر شے یعنی عذاب شدید میں گرفتار کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔
گویا کہ یہ اس روز کی بڑائی کو واضح کرنے کی گفتگو کی جا رہی ہے۔

۵۔ اَلَاۤ اِنَّھُمۡ یَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَھُمۡ لِیَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ ۔

آ گاہ ہو جاؤ یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑ لیتے ہیں تا کہ اللہ سے اپنے راز کو پوشیدہ رکھیں تا کہ ان رازوں سے رسول خدا اور مومنین مطلع نہ ہوں یا یہ کہ یہ لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے رازوں کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔
کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ مشرکین جب خانۂ کعبہ کے گرد رسول اکرمؐ کے قرب سے گزرتے تھے تو ان میں سے کوئی اپنی پشت اور کوئی سر کو آنحضرتؐ سے موڑ لیتا تھا اور اسی طرح وہ اپنے سر کو کپڑے سے ڈھانپ لیتا تھا تا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دیکھنے نہ پائیں تو اس وقت خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [۲]
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ان کے سینوں میں حضرت علی علیہ السلام سے جو بغض تھا اسے چھپایا کرتے تھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی یہ نشانی ہے کہ وہ علیؑ سے بغض کرتا ہے اور ایک گروہ ایسا بھی تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حضرت علی علیہ السلام سے مؤدت و محبت کا اظہار کرتا تھا اور ان سے جو بغض تھا وہ اسے پوشیدہ رکھتا تھا۔ [۳]

اَلَا حِیۡنَ یَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِیَابَھُمۡ ۔

آ گاہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ جس وقت اپنے کپڑوں کو خوب لپیٹ لیتے ہیں تا کہ کلام خدا کی آواز ان کے کانوں تک نہ پہنچنے پائے جس کا مصداق اللہ کا یہ قول ہے جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَھُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِھِمۡ وَ اسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَھُمۡ (نوح: ۷) انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوپر لپیٹ لیے۔

یَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ ۔

جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپا رہے تھے اللہ اسے بھی جانتا ہے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۱ (۲) الکافی ج ۸ ص ۱۴۴ ح ۱۱۵ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۳۹ ح ۲ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۱

وَمَا يُعْلِنُوْنَ -

اور جنھیں وہ اپنی زبان سے خود ظاہر کر رہے تھے اس سے بھی واقف ہے۔

اللہ کے علم میں ان کا راز میں رکھنا اور ظاہر کرنا دونوں مساوی ہیں۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ -

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے سینوں کے راز یا دلوں کی کیفیات اور حالات کو بخوبی جانتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے کہا کہ ہم جس وقت پردہ ڈال لیں گے اور خود کو اپنے کپڑوں سے چھپا دیں گے اور اپنے سینوں کو محمدؐ کی دشمنی میں سمیٹ لیں گے تو وہ ہمارے رازوں سے کس طرح باخبر ہوں گے۔[1]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت کے بارے میں کچھ بیان کرتے یا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جن آیتوں کو نازل فرمایا ہے ان کی تلاوت کرتے تو وہ لوگ اپنے کپڑوں کو جھاڑتے ہوئے اٹھ جاتے تو اللہ فرماتا ہے يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اور جب وہ کھڑے ہوتے تو اللہ فرماتا ہے اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ -[2]

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۶۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۱

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ﴿۶﴾

وَ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَّبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۷﴾

۶۔ اور زمین پر چلنے والے ہر ایک کی روزی کا ذمہ دار اللہ ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی جائے قرار اور عارضی قیام گاہ کہاں پر ہے یہ سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔

۷۔ وہی تو ہے جس نے چھ دنوں میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ تمھارا امتحان لے کہ تم میں سے کس کا عمل بہترین ہے اور اے نبی اگر آپ یہ کہیں گے تم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پاؤ گے تو کافر یہ کہیں گے یہ تو صریحی طور سے جادو ہے۔

۶۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔

اور زمین پر چلنے والے ہر ایک کی روزی کا ذمہ دار اللہ ہے اس لیے کہ وہی اپنے فضل و کرم سے اُن سب کی کفالت کرتا ہے۔

وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا۔

اور وہ جانتا ہے کہ ان کی جائے قرار اور ٹھکانا کہاں پر ہے

وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ۔

اور آباؤ اجداد کے اصلاب اور ماؤں کے ارحام میں آنے سے پہلے ان کی رہائش گاہ بطور امانت کہاں پر تھی۔ اور جو انڈوں کی شکل میں ہیں۔

كُلٌّ۔

چوپاؤں میں سے ہر ایک کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا رزق، اس کی رہائش گاہ اور اس کی جائے قرار کہاں ہے۔

فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ۔

کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں مذکور ہے۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ اس نے سب کو روزی بانٹ رکھی ہے وہ سب کے عمل و کردار اور سانسوں کے شمار تک کو جانتا ہے وہ چوری چھپی نظروں اور سینے کی مخفی نیتوں اور صلب میں ان کے ٹھکانوں اور شکم میں ان کے سونپے جانے کی جگہوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے یہاں تک کہ ان کی عمریں اپنی حد وانتہا کو پہنچ جائیں۔[۱]

۷۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ۔

اور وہی تو ہے جس نے چھ دنوں میں آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین تمام اشیاء کی تخلیق کی جیسا کہ سورۂ اعراف میں آیت ۵۴ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ ۔

اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل عرشِ الٰہی پانی پر تھا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ تخلیق کے آغاز میں تھا۔[۲]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو اپنے علم سے بغیر کسی مثال کے ایجاد کیا اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا جب کہ ان سے پہلے نہ آسمانوں کا وجود تھا اور نہ ہی زمین موجود تھی۔ کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا کَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ ۔[۳]

کتاب کافی اور کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے سوال کیا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ امام علیہ السلام سے کہا گیا کہ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ عرش پانی کے اوپر تھا اور رب تعالیٰ اس کے اوپر براجمان تھا امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو یہ سمجھتا ہے وہ جھوٹا ہے اس نے خدا کو کسی شے پر رکھ دیا اور اسے مخلوقات کی صفت سے متصف کردیا لہٰذا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو شے خدا کو اٹھائے ہوئے تھی وہ خدا سے زیادہ قوی تھی پھر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آسمان و زمین یا جنات اور انسانوں یا سورج اور چاند کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور علم کو پانی پر اٹھا رکھا تھا۔[۴]

اور قمیؒ کی روایت میں ہے کہ پانی ہوا پر تھا اور ہوا لامحدود تھی اور ان کے علاوہ اس وقت کوئی اور مخلوق نہ تھی اور پانی میٹھا اور شیریں تھا۔[۵]

میں فیض کاشانی یہ کہتا ہوں کہ ان احادیث کی تاویل رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کے پاس ہے۔

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۔

تاکہ تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے کس کا عمل بہترین ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو مکمل حکمت کے

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۰/ ۸۸ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۱ (۳) الکافی ج ۱ ص ۲۵۶ ح ۱

(۴) الکافی ج ۱ ص ۱۳۲۔ ۱۳۳ ح ۷ والتوحید ص ۳۱۹ ح ۱ (۵) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۶۹

ساتھ خلق فرمایا ہے وہ یہ کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے رہائش گاہیں بنائیں اور انھیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا اور انھیں مکلف قرار دیا تاکہ وہ اپنے عمل کو ثواب آخرت کے لیے پیش کریں اور جو اس کے مشابہ ہو تاکہ جنھیں ان نعمتوں سے نوازا ہے ان کا امتحان لے۔ فرمایا ''لیبلوکم'' یعنی تمھارے ساتھ وہ سلوک کرے جو تمھارے احوال کا ممتحن کرتا ہے کہ تم کس طرح عمل کر رہے ہو اور جس طرح ''اختبار'' یعنی ''امتحان'' میں علم کا مفہوم پایا جاتا ہے تو گویا کہ وہ آزمانے کا ایک راستہ ہے۔ اسی لیے فرمایا اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمھارا زیادہ عمل درکار نہیں ہے بلکہ تمھارا درست عمل مطلوب ہے اور درست عمل سے مراد خوف وخشیت الٰہی اور سچی نیت ہے۔ [۱]

عامہ کی روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا سے مراد یہ ہے کہ عقل کے اعتبار سے تم میں کون احسن ہے، اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے کون محفوظ رہتا ہے اور اللہ کی اطاعت کی جانب کون تیزی سے آتا ہے۔ [۲]

وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ -

اے نبی اگر آپ یہ کہیں گے کہ تم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پاؤ گے تمھیں اس کا منتظر رہنا چاہیے۔

لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ -

تو کافر یہ کہیں گے کہ یہ تو صریحی طور سے جادو ہے یعنی کھلم کھلا دھوکا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے لفظ سحر کو ساحر بھی پڑھا گیا ہے یعنی رسول تو جادوگر ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۱۶ ح ۴ (۲) انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۶۲ و درمنثور ج ۳۔۴ ص ۳۲۲

وَ لَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعۡدُوۡدَةٍ لَّيَقُوۡلُنَّ مَا يَحۡبِسُهٗ‌ ؕ اَلَا يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمۡ لَـيۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡهُمۡ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ع ۸

۸۔اور اگر ہم ایک مقررہ مدت تک کے لیے عذاب کو ان سے مؤخر کردیں تو وہ کہنا شروع کریں گے کہ عذاب کو کس چیز نے روک لیا ہے؟ آگاہ ہوجاؤ جس دن عذاب آجائے گا تو اسے ٹالا نہیں جاسکے گا اور جس کا وہ مذاق اڑارہے تھے وہی انھیں گھیر لے گا۔

۸۔وَلَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعۡدُوۡدَةٍ۔

اور اگر ہم اُن سے عذاب کو ایک مقررہ مدت تک کے لیے مؤخر کردیں۔

کہا گیا ہے کہ امّت معدودہ سے کسی وقت کی ایسی جماعت مراد ہے جو تعداد میں کم ہو۔جس کے آنے کے وقت تک عذاب کو مؤخر کیا گیا ہے۔[۱]

تفسیر قمیؒ میں امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس سے مراد وقت ہے۔[۲]

لَيَقُوۡلُنَّ۔

تو وہ عجلت کا مطالبہ کرتے ہوئے بطور استہزاء یہ کہیں گے

مَا يَحۡبِسُهٗ‌ؕ۔

اس عذاب کو واقع ہونے سے کیا چیز مانع ہے؟

اَلَا يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمۡ لَـيۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡهُمۡ۔

آگاہ ہوجاؤ جس دن عذاب آجائے گا تو وہ عذاب اُن سے ہٹایا اور ٹالا نہیں جائے گا

وَحَاقَ بِهِمۡ۔

اور وہ عذاب انھیں گھیر لے گا اور لفظ ''حاق'' بجائے مضارع کے ماضی کے طور پر آیا ہے تاکہ اس ''تہدید'' (ڈراوا) کو محقق اور مکمل کردے۔

مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ۔

وہ جس کا مذاق اڑارہے تھے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اگر ہم نے قائم علیہ السلام کے ظہور تک انھیں دنیاوی منفعت سے نوازا ہے تو ہم انھیں پلٹائیں گے اور انھیں عذاب میں گرفتار کریں گے ''لَيَقُوۡلُنَّ مَا يَحۡبِسُهٗ'' اس لیے کہ وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہہ رہے تھے قائم کا قیام کیوں نہیں ہوتا؟ قائم ظہور کیوں نہیں کرتے؟[۳]

(۱) تفسیر بیضاوی انوارالتنزیل ج ۱ ص ۴۶۲ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۳ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۳۔۳۲۲

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ امتِ معدودہ سے مراد اصحاب قائم علیہ السلام ہیں جن کی تعداد تین سو دس سے کچھ زیادہ ہوگی۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد قائم اور اُن کے اصحاب ہیں۔ [2]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''اِلٰٓی اُمَّةٍ مَّعۡدُوۡدَةٍ'' کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی تعداد شرکائے بدر کی تعداد جتنی ہوگی ''لَيۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡهُمۡ'' امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ عذاب کو ان سے نہیں ٹالا جائے گا۔ [3]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اصحاب قائم علیہ السلام کی تعداد تین سو دس سے کچھ زائد ہوگی خدا کی قسم اللہ کی کتاب میں ''امتِ معدودة'' سے وہی لوگ مراد ہیں اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا خدا کی قسم وہ بکھرے ہوئے بادلوں کی طرح ایک ہی ساعت میں یکجا ہوجائیں گے جس طرح موسمِ خزاں میں بادل اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ [4]

کتاب کافی اور تفسیر مجمع البیان میں بھی اسی سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔ [5]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۲۳ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۱ ح ۹ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۰ ح ۷

(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۱-۱۴۰ ح ۸ (۵) الکافی ج ۸ ص ۳۱۳ ح ۴۸۷ و مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۱۴۴

وَ لَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿٩﴾

وَ لَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿١٠﴾

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١١﴾

۹-اگر ہم انسان کو اپنی رحمت سے نواز کر اس سے وہ چھین لیں تو پھر وہ مایوس اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔

۱۰-اور اگر ہم ان زحمتوں کے بعد جن سے اُسے واسطہ پڑا تھا اسے نعمتوں کا مزہ چکھائیں تو وہ کہتا دکھائی دے گا کہ تمام مصیبتیں مجھ سے دور ہو گئیں اور وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور اتراتا پھرتا ہے۔

۱۱-سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے صبر سے کام لیا اور اعمالِ صالحہ بجالائے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔

۹-وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً-

اگر ہم انسان کو اپنی رحمت یعنی نعمت سے نوازیں

ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ-

پھر ہم وہ نعمت اس سے چھین لیں

اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ-

تو وہ بہت زیادہ مایوس ہو جاتا ہے

وہ اس سلب شدہ نعمت کی بحالی اور واپسی سے ناامید ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی وسعت سے امیدیں منقطع کر لیتا ہے۔

كَفُوْرٌ-

وہ اللہ کی نعمتوں کی بہت زیادہ ناشکری کرتا ہے

۱۰-وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ-

اور اگر ہم ان زحمتوں کے بعد جن سے اسے واسطہ پڑا تھا اُسے نعمتوں کا مزا چکھائیں جیسے بیماری کے بعد صحت و شفایابی فقر و فاقہ کے بعد دولت مندی

لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ-

تو وہ کہتا دکھائی دے گا کہ مجھ سے وہ تمام مصیبتیں دور ہو گئیں جنھوں نے مجھے ملول و حزین بنا رکھا تھا

اِنَّهٗ لَفَرِحٌ -

اور وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور آپے سے باہر ہو جاتا ہے

فَخُوْرٌ -

اللہ تعالیٰ نے اسے جن نعمتوں سے نوازا ہے اس بنیاد پر لوگوں کے سامنے اتراتا پھرتا ہے اور مسرت و شادمانی نے اسے شکر ادا کرنے اور حق نعمت بجالانے سے غافل کر دیا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ اللہ جب کسی بندے کو ثروت مند بنانے کے بعد فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیتا ہے تو اسے ناامیدی بے صبری اور اضطراب اپنے حلقے میں لے لیتا ہے اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے فقر و فاقہ کو دور کر دیتا ہے وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔[۱]

کہا گیا ہے کہ لفظ "اذاقة" (چکھنا) اور لفظ "مَس" (چھونا) سے اس امر کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی ہے اور خبردار کیا گیا ہے کہ انسان دنیا میں جو نعمتیں اور مشقتیں پاتا ہے وہ آخرت کی نعمتوں اور زحمتوں کا ایک نمونہ ہیں جنھیں وہ آخرت میں پائے گا اور یہ کفرانِ نعمت اور اظہارِ مسرت معمولی چیز کے لیے کر رہا ہے اس لیے کہ ''ذوق'' کا مفہوم ہے مزے کا ادراک کرنا اور ''مس'' کہتے ہیں کسی شے کو پالینے کی شروعات۔[۲]

۱۱ - اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا -

سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے مصیبتوں اور تکلیفوں کی شدت پر صبر سے کام لیا۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ -

اور اللہ تعالیٰ کی سابقہ اور لاحقہ نعمتوں کے مل جانے پر آسائش کے وقت شکر کے طور پر اعمالِ صالحہ بجالائے

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ -

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۳ (۲) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۴۶۲

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ ۚ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۱۲﴾

۱۲۔اے نبی کیا آپ وحی کے کچھ حصوں کو محض اس لیے ترک کرنے والے ہیں اور آپ اس لیے تنگ دل ہو رہے ہیں کہ کہیں یہ لوگ یہ کہنے لگیں کہ ان کے اوپر خزانہ کیوں نہ نازل ہوا؟ یا ان کے ساتھ فرشتہ کیوں نہ آیا؟ بلاشبہ آپ تو صرف متنبہ کرنے والے ہیں اور اللہ ہر شے کا ذمہ دار ہے۔

۱۲۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ ۔

اے نبی کیا آپ وحی کے ان حصوں کی تبلیغ ترک کر دیں گے جو باتیں مشرکین کی مرضی کے خلاف ہوں اس ڈر سے کہ کہیں وہ انھیں مسترد نہ کر دیں اور ان باتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔

وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ ۔

اور آپ اس لیے تنگ دل ہو رہے ہیں کہ مشرکین یہ نہ کہیں کہ ان کے اوپر خزانہ کیوں نہ نازل ہوا تاکہ یہ بادشاہوں کی طرح لوگوں کو اپنے پیچھے چلانے کے لیے اس میں سے خرچ کریں۔

أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ ۚ ۔ یا ان کے ساتھ فرشتہ کیوں نہ آیا جو اُن کی تصدیق کرتا

إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ۚ ۔ اے نبی جو آپ پر وحی کی گئی ہے آپ کا کام اسی کے مطابق لوگوں کو ڈرانا ہے اس کے علاوہ آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے چاہے وہ آپ کے پیغام کو رد کریں یا اپنی طرف سے تجویز دینا شروع کریں تو پھر آپ کیوں دل تنگ ہو رہے ہیں۔

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۔ آپ اللہ پر توکل رکھیں اور اللہ ہر شے کا ذمہ دار ہے اس لیے کہ وہ ان حالات سے باخبر ہے اور ان کے اقوال اور افعال کے مطابق انھیں جزا دے گا اور اس آیت کے ذیل میں مزید تفسیر ان شاء اللہ سورۂ بنی اسرائیل کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ و مدینہ کے مابین قدید نامی جگہ پر جب سواری سے اُترے تو علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اپنے ربّ سے سوال کیا کہ اے علیؑ وہ میرے اور تمھارے درمیان مواخات قائم کر دے تو اس نے اسے پورا کر دیا اور میں نے اپنے ربّ سے تمنا کی تمھیں میرا وصی بنا دے تو اس نے بنا دیا تو قریش کے دو افراد نے کہا کہ خدا کی قسم ایک صاع کھجور پرانی مشک میں رکھی ہوئی ہو وہ ہمارے لیے زیادہ پسندیدہ ہے اس بات سے جسے محمدؐ نے اپنے ربّ سے

طلب کیا ہے انھوں نے اپنے ربّ سے فرشتہ کیوں نہیں طلب کیا جو دشمن کے خلاف ان کی مدد کرتا یا خزانہ کیوں نہیں مانگا جو فقر و تنگ دستی کو دور کرنے میں ان کی استعانت کرتا خدا کی قسم حضرت محمدؐ حق اور باطل کے بارے میں جو بھی طلب کرتے اللہ ضرور ان کی دعا قبول کر لیتا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ الخ۔[1]

تفسیر قمیؒ اور تفسیر عیاشی میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے البتہ عیاشی میں اضافہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے آخر میں بلند آواز سے امیرالمومنین علیہ السلام کے لیے دعا طلب فرمائی تاکہ لوگ اسے سُن لیں۔ اَللّٰهُمَّ هَبْ لِعَلِيٍّ اَلْمَوَدَّةَ فِيْ صُدُوْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْهَيْبَةَ وَالْعَظَمَةَ فِيْ صُدُوْرِ الْمُنَافِقِيْنَ. اے اللہ تو مومنین کے دلوں میں علیؑ کی مودّت ڈال دے اور منافقوں کے دلوں میں علیؑ کی ہیبت اور عظمت کو جاگزیں کر دے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم ۱۹: ۹۶) نازل فرمائی۔

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے عن قریب رحمان ان کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔"[2]

تو ایک شخص نے کہا خدا کی قسم پرانی مشک میں ایک صاع کھجور میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس بات سے محمدؐ نے اپنے ربّ سے جو کچھ طلب کیا ہے انھوں نے اللہ سے فرشتہ کیوں نہیں طلب کیا جو ان کا مددگار بنتا یا خزانہ کیوں نہیں مانگا جو فقر و فاقے کے وقت اُن کے کام آتا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ ہود کی دس آیتیں اُن پر نازل فرمائیں جن میں پہلی آیت یہ تھی فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ۔[3]

تفسیر عیاشی میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ جبرئیل روح الامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرفہ کے دن شام کے وقت ولایتِ علی بن ابی طالب کا پیغام لے کر آئے تو رسول اللہ اس بات سے دل تنگ ہوئے کہ کہیں جھوٹے لوگ اور منافقین اس بات کی تکذیب نہ کریں تو آں حضرتؐ نے کچھ اصحاب کو طلب فرمایا جن میں، میں بھی شامل تھا آں حضرتؐ نے اس بارے میں اُن سے مشورہ طلب فرمایا کہ وہ حج کے موقع پر یہ کام انجام دے دیں ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ ہم اُن سے کیا کہیں آں حضرتؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ اے محمدؐ کیا آپ حکم خداوندی سے خوف زدہ ہیں تو آں حضرتؐ نے فرمایا نہیں اے جبرئیل ہرگز نہیں میرا ربّ جانتا ہے کہ مجھے قریش نے کیا کیا دکھ دیے جب انھوں نے میری رسالت کو تسلیم نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ نے مجھے ان سے جہاد کا حکم دے دیا اور آسمان سے مجھ پر لشکر کو نازل فرمایا جنھوں نے میری نصرت کی، تو پھر بھلا یہ لوگ میرے بعد علی (علیہ السلام) کی ولایت کا کس طرح اقرار کریں گے تو جبرئیل یہ سن کر واپس چلے گئے پھر یہ آیت لے کر نازل ہوئے فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ الخ۔[4]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۳۷۸ ح ۵۷۲ (۲) قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۴ و عیاشی ج ۲ ص ۱۴۱ ح ۱۱

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۲۔۱۴۱ ح ۱۱ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۱ ح ۱۰

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۴

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝۱۵

۱۳- کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن انھوں نے خود گھڑ لیا ہے اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم اس جیسی دس سورتیں گھڑ کر لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے چاہو اپنی مدد کے لیے بلا لو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

۱۴- پھر اگر وہ تمھارے بلانے پر تمھاری مدد کو نہ آئیں تو جان لو کہ جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ خدا کے علم میں ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے کیا تم اس بات کو تسلیم کرو گے یا نہیں؟

۱۵- جو بھی دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کا خواہاں ہے تو ہم ان کے اعمال کا پورا پورا حساب یہیں کر دیں گے اور یہ لوگ دنیاوی اعتبار سے گھاٹے میں نہیں رہیں گے۔

۱۳- اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ -

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ -

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ جو بیان اور نظم میں ایسی خوبیاں رکھتی ہوں

مُفْتَرَيٰتٍ -

تم انھیں اپنی طرف سے گھڑ کر لے آؤ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس قرآن کو میں نے خود ہی گھڑ کر پیش کیا ہے تم بھی میری طرح عرب کے باشندہ اور فصیح ہو جتنی زبان و بیان پر مجھے قدرت حاصل ہے تم بھی ویسی ہی قدرت رکھتے ہو بلکہ تمھیں تو زیادہ قادر ہونا چاہیے اس لیے کہ تم نے داستانیں بھی سیکھ رکھی ہیں اور تم شعر و شاعری کے بھی دل دادہ ہو۔

وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ -

تم اس مقابلے کے لیے اللہ کو چھوڑ کر جس سے بھی چاہو اس سے مدد حاصل کر لو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ -

اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ یہ قرآن گھڑا ہوا ہے

۱۴ - فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ -

پھر اگر اے مومنین تم نے جنھیں مقابلے کی دعوت دی ہے وہ مقابلے کے لیے نہ آئیں یا اے کافرو! تم نے جنھیں مدد کے لیے بلایا ہے وہ تمھاری مدد کرنے سے قاصر رہیں۔

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ -

تو پھر جان لو کہ جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ اللہ کے علم میں ہے یعنی اسے سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں جانتا اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی اسے نازل کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ -

اور یہ بات بھی سمجھ لو کہ اس اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اس لیے کہ وہ عالم اور قادر ہے ان تمام چیزوں پر کہ غیر خدا نہ اسے جانتا ہے اور نہ ہی اس پر قدرت رکھتا ہے اس لیے کہ جنھیں مقابلے کی دعوت دی گئی تھی ان کا عجز ظاہر ہو چکا ہے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ -

تو بتاؤ کیا تم اسلام پر ثابت قدم ہو اس میں راسخ ہو یا اسلام میں داخل ہو رہے ہو اور اس بارے میں مخلص ہو

۱۵ - مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا -

جو بھی دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کا خواہاں ہے اپنے حسن سلوک اور نیکی کی بنیاد پر

نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا -

تو ہم ان کے اعمال کا پورا پورا حساب یہیں کر دیں گے یعنی دنیاوی زندگی میں انھیں صحت، ریاست، رزق میں وسعت اور کثرتِ اولاد عطا کر دیں گے۔

وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ -

اور یہ لوگ دنیاوی اعتبار سے گھاٹے میں نہیں رہیں گے یعنی ان کے اعمال کی جزا میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾

۱۶۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آتش جہنم ہوگی اور انھوں نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا وہ اکارت ہوگیا اور سارا کیا دھرا بے حقیقت بن گیا۔

۱۶۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۔

اس لیے کہ ان کے اعمال حسنہ کی جو صورت تھی اس کے تقاضوں کے مطابق انھیں پورا پورا اجر دیا جاچکا ہے۔

اب ان کے ذمے برائی کے عزائم کا جو بوجھ ہے وہ باقی رہ گیا ہے۔

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا۔

اور انھوں نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں رائیگاں ہوگیا اس لیے کہ وہ اپنے عمل کا اجر آخرت کے لیے نہیں چاہ رہے تھے

وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔

اور وہ لوگ جو عمل کر رہے تھے وہ فی نفسہ باطل ہوگیا اس لیے کہ جیسا عمل کرنا چاہیے انھوں نے اس کے مطابق عمل نہیں کیا اور ان کے عمل کا ثواب آخرت کے لیے باقی نہیں رہا

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ عمل خیر کرنے والے کی منشا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل کا ثواب دنیا ہی میں دے دے تو اللہ نے اس کا ثواب اُسے دنیا ہی میں دے دیا اور آخرت میں اس کے لیے آگ ہی آگ رہ گئی۔[1]

---

(۱) تفسیر قمی

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَ يَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِن قَبْلِهِ كِتَٰبُ مُوسَىٰٓ إِمَامًا وَ رَحْمَةً ۚ أُولَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَ مَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾

۱۷۔ (کیا وہ شخص افترا کرسکتا ہے) جو اپنے ربّ کی جانب سے واضح دلیل رکھتا ہو اور اس کے پیچھے ربّ کی جانب سے ایک شاہد بھی آیا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی امام اور رحمت بن کر آئی تھی یہی لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور تمام فرقوں میں سے جو بھی اس قرآن کا انکار کرے گا تو اس کی وعدہ گاہ آتشِ جہنم ہوگی۔ خبردار تم اس قرآن کے بارے میں کسی قسم کا شک نہ کرنا یقینا یہ تمہارے ربّ کی جانب سے حق ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

۱۷۔ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۔

''کیا وہ شخص افترا کرسکتا ہے'' جو اللہ کی جانب برھان اور واضح دلیل لے کر آیا ہو جو حق اور درستی کی جانب اس کی رہنمائی کرتی ہو کہ وہ کیا چیز پیش کرے اور کس بات کو چھوڑ دے۔

أَفَمَنْ میں همزہ انکار کے لیے آیا ہے کہ جس کی یہ شان ہو وہ اور ایسے کوتاہی کرنے والے جن کا مقصد اور تگ و دو صرف دنیا تک محدود ہے کیا دونوں منزلت میں یکساں ہوسکتے ہیں یعنی جو شخص واضح دلیل لے کر آیا ہو اس جیسا ہوسکتا ہے جو صرف دنیاوی زندگی کا طلب گار ہو ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا دونوں کے درمیان کافی فرق ہے۔

وَ يَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ۔

اور اس کے پیچھے پیچھے ربّ کی جانب سے ایک شاہد بھی آیا ہے جو اس کی گواہی دے رہا ہے۔

وَ مِن قَبْلِهِ كِتَٰبُ مُوسَىٰٓ ۔ اور اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت

إِمَامًا وَ رَحْمَةً ۚ ۔ امام اور رحمت بن کر آئی تھی

کتاب کافی میں امام کاظم اور رضا علیہما السلام سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام رسول اللہ پر شاہد بن کر آئے ہیں اور رسول اللہ اپنے ربّ کی جانب سے برھان اور واضح دلیل لے کر آئے ہیں۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام امام باقر علیہ السلام اور امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ إِنَّ الشَّاهِدَ مِنْهُ سے مراد علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں جو نبی اکرم کی شہادت دے رہے ہیں اور ان کا

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۹۰ ح ۳

تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ ۱

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو اپنے ربّ کی جانب سے واضح دلیل لے کر آئے ہیں وہ رسول اللہؐ ہیں اور جو ان کے پیچھے آئے ہیں اور اُن کے شاہد ہیں وہ امیر المومنین اور اُن کے بعد یکے بعد دیگرے ان کے اوصیاء ہیں۔ ۲

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ قریش کے ہر فرد کے بارے میں کتاب اللہ میں ایک آیت یا دو آیتوں کا نزول ہوا ہے تو قوم کے ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آپ کے بارے میں کیا نازل ہوا؟ امیر المومنین نے فرمایا کہ تم نے سورۂ ہود کی یہ آیت نہیں پڑھی ''اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ'' یعنی محمدؐ اپنے ربّ کی جانب سے واضح دلیل لے کر آئے ہیں اور میں شاہد (گواہ) ہوں۔ ۳

کتاب احتجاج میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام سے ان کی بہترین منقبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا اَنَا الشَّاهِدُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ میں شاہد ہوں اور میرا تعلق رسول اللہ سے ہے۔ ۴

تفسیر مجمع البیان میں حضرت حسین بن علی علیہما السلام سے مروی ہے کہ اللہ کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد ہیں۔ ۵ میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس بنیاد پر اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ کا مفہوم عام ہوگا ہر مومن، مخلص اور دین میں بصیرت رکھنے والے کے لیے اور یہ نفی نہیں کرتا کہ اس آیت کا نزول نبی اور وصی دونوں کے بارے میں ہوا ہے اور عموم کے لحاظ سے جس نے شاہد سے قرآن مراد لیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو اللہ کی جانب سے شاہد ہے اور وہ خود اپنی صحت کا گواہ ہے۔

اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ - یہی لوگ قرآن یا رسول پر ایمان لائیں گے

وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ - اہل مکہ کے جن لوگوں نے پارٹی بنا کر رسول اکرم کا انکار کیا

فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ - تو وہ لامحالہ آتشِ جہنم تک پہنچے گا

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے امت میں سے جو بھی میری بات نہیں سنے گا خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی اور پھر مجھ پر ایمان نہیں لائے گا وہ جہنمیوں میں سے ہوگا۔ ۶

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ - لہٰذا قرآن یا وعدہ گاہ کے بارے میں تم کسی قسم کا شک نہ کرنا

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم ولایت علیؑ کے بارے میں کسی قسم کا شک نہ کرنا۔ ۷

اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ -

یقیناً یہ تمھارے ربّ کی جانب سے حق ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۵۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۲ ح ۱۲ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۲۔۱۴۳ ح ۱۱
(۴) احتجاج ج ۱ ص ۲۳۱۔۲۳۲ (۵) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۵۰ (۶) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۵۰ (۷) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۲۔۱۱۲

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَ یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۸۔اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہی دینے والے کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹی تہمت لگائی سمجھ لو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

۱۹۔جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی نکالنا چاہتے اور یہی لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

۱۹۔اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں یعنی اس کے دین میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ۔ اور اس میں کجی نکالتے ہیں۔

جو اللہ کی راہ میں استقامت سے کجی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔تاویل کے ذریعے اس میں تحریف کرتے رہتے ہیں۔یا یہ کہ حق اور راست روی سے انحراف کے ذریعے کجی ڈھونڈھ رہے ہیں۔

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔ اور یہی لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے قریش میں چار بادشاہ گزرے ہیں جو ایک دوسرے کا اتباع کرتے تھے۔ ۱؎

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آیت میں جو لفظ "الاشھاد" آیا ہے یعنی گواہی دینے والے تو اس سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ ۲؎

تفسیر قمی میں ہے کہ اشہاد سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ ۳؎ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ سمجھ لو کہ جن لوگوں نے آل محمدؐ کا حق غصب کیا ہے اُن پر اللہ کی لعنت ہے یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جو اللہ کی راہ سے یعنی امامت سے روکتے تھے۔

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۳ ح ۱۵ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۲ ح ۱۱ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۲۵

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾

لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾

۲۰- وہ لوگ روئے زمین پر اللہ کو عذاب نازل کرنے سے عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہی اللہ کے علاوہ ان کا کوئی حامی ہے (جو عذاب کو روک سکے) ان پر عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا یہ لوگ نہ تو حق بات سن سکتے تھے اور نہ ہی اسے دیکھنے پر قادر تھے۔

۲۱- یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خود کو خسارے میں مبتلا کر رکھا ہے اور جو افترا پردازیاں کر رہے تھے وہ بھی ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

۲۲- یقیناً یہی لوگ آخرت میں خسارے میں رہیں گے۔

۲۳- بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے اور اپنے ربّ کے سامنے عاجزی سے جھکے رہے وہی اہلِ بہشت ہیں جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۲۰- أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ -

وہ لوگ روئے زمین پر یعنی دنیا میں اللہ کو نہیں روک سکتے کہ وہ ان پر عذاب نازل کرے

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ -

اور نہ ہی اللہ کے علاوہ ان کا کوئی حامی اور سرپرست ہے کہ اگر اللہ اُن پر عذاب نازل کرنا چاہے تو وہ انھیں عذاب سے بچالے اللہ نے آج تک عذاب کو اس لیے موخر کر دیا ہے تا کہ وہ زیادہ شدید اور دائمی ہو

يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ -

ان پر عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اس لیے کہ یہ حق کو نہیں سنتے اور اسے دوست نہیں رکھتے

وقف لازم

وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۔

یہ لوگ آیات خداوندی کو دیکھتے بھی نہیں کیوں کہ وہ اس سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں

۲۱ ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۔

یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خود کو خسارے میں مبتلا کر رکھا ہے اور جو افترا پردازیاں کر رہے تھے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا تبدیلی کی جب وہ خسارے میں مبتلا ہوئے اور انھوں نے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ ان کے پاس نہ رہا لہٰذا ان کے پاس سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ بھی باقی نہ بچا۔

۲۲ ۔ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ۔

یقیناً یہی لوگ آخرت میں خسارے میں رہیں گے کوئی بھی ان سے زیادہ اور واضح طور سے خسارے میں نہیں رہا

۲۳ ۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے اور اپنے ربّ کے سامنے عاجزی سے جھکے رہے وہی اہل بہشت ہیں جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۔

یعنی اپنے ربّ پر اطمینان کیا اور اس کے سامنے عاجزی سے جھکے رہے

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ ؗ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ۙ

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

۲۴-ان دونوں (کافرو مسلمان) فریقوں کی مثال اندھے، بہرے اور دیکھنے اور سننے والے کی سی ہے کیا یہ دونوں یکساں ہوسکتے ہیں تم سمجھتے کیوں نہیں؟

۲۵-یقیناً ہم نے ہی نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (انھوں نے کہا) میں واضح طور پر تمھیں ڈرانے والا ہوں۔

۲۶-خبردار اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو میں تمھارے بارے میں دردناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں

۲۷-ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تو تمھیں اپنے جیسا ایک بشر سمجھتے ہیں اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمھاری پیروی کرنے والے پست طبقے کے سادہ لوح افراد ہیں اور ہم اپنے مقابلے میں تم لوگوں کی کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو تمھیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

۲۴-مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ- دوفریق یعنی کافر اور مومن کی مثال

كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ- ایسی ہی ہے جیسے اندھا اور بہرا یا ایسا اندھا جو بہرا بھی ہو۔

وَالْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ ؕ-

اور دیکھنے والا اور سننے والا یا ایسا دیکھنے والا جو سنتا ہو اور یہ اس لیے کہا گیا کہ کفار آیاتِ الٰہی سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں اور اللہ کا کلام سننے کے روادار نہیں ہیں اور اس کے معانی و مفاہیم پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ - کیا یہ دونوں یکساں ہوسکتے ہیں تم سمجھے کیوں نہیں۔

۲۵-وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ ؗ اِنِّيْ لَكُمْ-

اور یقیناً ہم نے ہی نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا انھوں نے کہا میں تمھارے لیے

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۔

واضح طور پر ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں میں واضح کروں گا کہ عذاب کے اسباب کیا ہیں اور ان سے کس طرح نجات مل سکتی ہے۔

۲۶ ۔ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۔

یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو میں تمھارے بارے میں بڑے دردناک عذاب سے ڈرتا ہوں

حضرت نوح علیہ السلام کا نام ان کا نسب اور ان کی شریعت اور انھیں جو بشارت دی گئی وہ سب سورۂ اعراف کی آیت ۵۹ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

۲۷ ۔ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ۔

ان کی قوم کے کافر لوگوں نے کہا جن کا تعلق اشراف سے تھا

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ۔

ہم تو آپ کو اپنے جیسا ایک بشر سمجھتے ہیں آپ کو ہمارے اوپر کوئی فضیلت نہیں کہ آپ کو نبی بنا دیا گیا اور آپ کی اطاعت کو ہم پر واجب قرار دیا گیا۔

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا ۔

اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کی پیروی کرنے والے پست طبقے کے لوگ ہیں جن کی معاشرے میں کوئی وقعت نہیں ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد فقراء اور مساکین ہیں۔ [1]

بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ ۔ سادہ لوح افراد جن میں فکر و فہم کی کمی ہو۔

قوم کے سرداران لوگوں کو اُن کے فقر و فاقہ کی وجہ سے حقیر سمجھتے تھے اس لیے کہ وہ لوگ دنیاوی زندگی کے ظاہر پر نظر کر رہے تھے جسے مال دنیا میسر تھا وہی ان کے نزدیک صاحب شرف و منزلت تھا اور جو دنیاوی دولت سے محروم تھا ان کے خیال میں وہ حقیر و ذلیل تھا۔

وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ۔ اے نوحؑ ہم آپ کو اور آپ کی پیروی کرنے والوں کو نہیں سمجھتے خود سے بہترین جس کے سبب آپ نبوت کے اہل ہوں اور آپ کی پیروی کی جائے

بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ۔

بلکہ ہم آپ کو دعوائے نبوت میں جھوٹا سمجھتے ہیں اور آپ کے پیروکاروں کو بھی جھوٹا سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کی سچائی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۵

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

نوح نے کہا اے قوم کے لوگو! کیا تم نے غور کیا ہے کہ میں اپنے پروردگار کی جانب سے حقانیت کی دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بھی عطا کی ہے مگر تمھیں نظر نہ آئے تو کیا ہم زبردستی اس کا پابند بنا سکتے ہیں جب کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔

۲۸- قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ-

نوحؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم مجھے بتاؤ تمھارا کیا خیال ہے

اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ -

میں اپنے ربّ کی جانب سے ایسی دلیل رکھتا ہوں جو میرے دعوے کی درستی پر گواہ ہے

وَ اٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ -

اور اللہ نے مجھے دلیل اور نبوت دے کر اپنی جانب سے رحمت عطا کر دی ہے

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ-

وہ تم پر مخفی اور مشتبہ ہوگئی ہے یہاں تک کہ تم نے اس کی معرفت حاصل نہیں کی اور نہ ہی تم نے اسے سمجھا ہے اسی لیے تم نے ہدایت نہیں پائی

اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ -

کیا ہدایت پانے کے لیے ہم تمھیں مجبور کر سکتے ہیں جب کہ تم ہدایت کو اختیار نہیں کرتے اور نہ ہی اس بارے میں غور کرتے ہو۔

وَ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

وَ يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾

وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّ لَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۖۚ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

۲۹-اے میری قوم والو! میں اس کام پر تم سے کسی مال کا مطالبہ نہیں کرتا میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمے ہے اور میں صاحبانِ ایمان کو (اپنی بزم سے) نکال بھی نہیں سکتا وہ لوگ اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے والے ہیں البتہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ تم ایک جاہل قوم ہو۔

۳۰-اے قوم والو! اگر میں ان لوگوں کو خود سے دور کر دوں تو اللہ کی طرف سے میرا مددگار کون ہوگا؟ کیا یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی؟

۳۱-اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمھاری نظروں میں حقیر ہیں میں ان کے بارے میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اللہ انھیں بھلائی سے نہیں نوازے گا اللہ ان کے دلوں کا حال اچھی طرح جانتا ہے اگر میں ایسا کہوں تو میرا شمار ظالموں میں سے ہوگا۔

۲۹-وَ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ-

حضرت نوحؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! میں اس تبلیغ کے عوض تم سے کسی مال کا مطالبہ نہیں کرتا

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ - میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے اس بارے میں اسی سے امید کی جاتی ہے

وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ-

اور میں صاحبانِ ایمان کو جو فقر و فاقے کی زندگی گزار رہے ہیں اپنی بزم سے نکال بھی نہیں سکتا یہ جملہ درحقیقت ان کے اس مطالبے کا جواب ہے کہ اے نوح آپ ایسے لوگوں کو اپنی بزم سے نکال دیجیے!

اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ - وہ لوگ اپنے ربّ سے ملاقات کریں گے اور اللہ کی قربت انھیں میسر ہوگی تو اس وقت وہ نکالنے والوں سے جھگڑیں گے تو بھلا کیوں میں انھیں اپنی بزم سے نکالوں

وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ -

البتہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ تم ایک جاہل قوم ہو جو نہ حق کو پہچانتی ہے نہ ہی حق والوں کو یا یہ کہ تم انھیں معمولی اور گھٹیا قسم کے لوگ سمجھ کر انھیں ستا رہے ہو

۳۰-وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ -

اور اے میری قوم والو اللہ کی جانب اس کے انتقام کو روکنے میں کون میری مدد کرے گا

اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ - اگر تم نے ان لوگوں کو نکال دیا جب کہ وہ اس اجتماع میں شریک ہیں

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ - کیا یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ ان کے نکالنے کی گزارش اور اللہ پر ایمان لانے سے رک جانا دونوں باتیں درست نہیں ہیں

۳۱-وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ -

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے رزق کے خزانے ہیں یہاں تک کہ تم نے میرے فضل کا انکار کر دیا

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ - اور نہ ہی یہ کہ میں علمِ غیب کا دعویٰ کرتا ہوں کہ تم جھٹلا رہے ہو

تم نے یہ اس لیے کیا کہ یہ باتیں مجھ سے بعید ہیں یا تا کہ میں جان لوں کہ جن لوگوں نے میرا اتباع کیا ہے یہ سادہ لوح افراد ہیں انھوں نے بغیر سوچے سمجھے یہ اقدام کیا ہے۔

وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ -

اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں کہ تم کہو کہ "تم تو ہمارے ہی جیسے ایک بشر لگتے ہو"

وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ -

اور جو لوگ تمھاری نظروں میں حقیر ہیں میں نے ان کے بارے میں یہ نہیں کہا تھا یعنی جنھیں تم ان کے فقر و فاقے کے سبب حقیر سمجھتے ہو ان کی عیب جوئی کرتے ہو وہ تمھاری نظروں میں کھٹکتے ہیں اور لفظ "اعینکم" لا کر اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ انھوں نے بغیر سوچے سمجھے بطورِ حقارت میں صرف ان کے ظاہر کو دیکھ کر یہ بات کہہ دی ہے۔

لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ -

"کہ اللہ انھیں بھلائی سے نہیں نوازے گا" میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا اس لیے کہ اللہ نے تمھیں دنیا میں جو کچھ دیا ہے ان کے لیے آخرت میں اُس سے بہت زیادہ بڑھ کر مہیا کر رکھا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ -

اللہ ان کے دلوں کے حال سے اچھی طرح باخبر ہے۔ اگر میں اس بارے میں کچھ کہوں گا تو میرا شمار ظالموں میں سے ہوگا۔

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۳۳﴾

وَ لَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ؕ

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ع

وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ۚۖ

۳۲۔انھوں نے کہا اے نوحؑ تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت بحث و تمحیص کر لی لہٰذا جس عذاب سے تم ہمیں ڈرا رہے تھے وہ لے آؤ اگر تم سچے ہو

۳۳۔نوحؑ نے کہا تو اللہ اسے لا کر رہے گا اگر وہ چاہے گا اور تم اس کو عاجز نہیں کر سکتے

۳۴۔میں تمھیں کتنی ہی نصیحت کروں میری نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اگر اللہ تمھیں گمراہی میں رکھنا چاہتا ہے وہی تمھارا پروردگار ہے اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے

۳۵۔کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ انھوں (محمدؐ) نے اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے آپ ان سے فرما دیجیے کہ اگر اس قرآن کو میں نے گھڑا ہے تو اپنے جرم کا ذمہ دار میں خود ہوں لیکن تم جس جرم کے مرتکب ہو رہے ہو میں اس سے بری ہوں

۳۶۔اور نوحؑ کی طرف وحی کی گئی کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ کوئی اور شخص ہرگز ایمان نہیں لائے گا لہٰذا آپ ان کی کارستانیوں سے مغموم نہ ہوں

۳۲۔قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔

ان کی قوم کے لوگوں نے کہا اے نوحؑ آپ نے ہم نے جھگڑا کیا اور اسے طول دے دیا لہٰذا آپ جو عذاب کی باتیں کر رہے ہیں تو عذاب لے آیئے اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور دھمکی دے رہے ہیں

آپ کا ہم سے مناظرہ کرنا ہم پر کسی طرح کا اثر نہیں کرے گا۔

۳۳-قَالَ اِنَّمَا يَأْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ -

نوحؑ نے جواب دیا اللہ اگر چاہے تو جلد ہی یا بہ دیر اس عذاب کو لا کر رہے گا

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ -

تو اس عذاب کو خود سے دور کرنے یا اس سے فرار اختیار کرنے پر تمھیں کوئی قدرت نہ ہوگی

۳۴-وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِىْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ -

میں تمھیں کتنی ہی نصیحت کروں میری نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اگر اللہ تمھیں گمراہی میں مبتلا رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے کہ خدا کو معلوم ہے کہ تم لوگ کفر پر مصر ہو تو اس نے تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ دیا ہے۔

کتاب قرب الاسناد میں اور تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس امر کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہے وہ جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور عیاشی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔[1]

تفسیر عیاشی اور تفسیر قمیؒ میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت عباس بن عبدالمطلب کے بارے میں نازل ہوئی۔[2]

هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ -

وہی تمھارا پروردگار ہے اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۳۵-اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ -

کیا یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ محمدؐ نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ -

اے نبی آپ اُن سے فرما دیجیے کہ اگر اسے میں نے اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے تو اس کا وبال مجھ پر ہوگا

وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ -

تم لوگ مجھ پر قرآن کو اپنے پاس سے گھڑ لینے کا جو الزام لگا رہے ہو میں تمھارے اس جرم سے بری ہوں

۳۶-وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ -

اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ کوئی اور شخص ہرگز ایمان نہیں لائے گا۔

---

(۱) قرب الاسناد ص ۳۵۹-۳۵۸ ح ۱۲۸۲ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۴-۱۴۲ ح ۱۶

(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۴ ح ۱۷ و تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۳

فَلَا تَبۡتَئِسۡ ۔

اے نوحؑ آپ مصیبت زدہ اور بے چارے افراد کے حزن کی طرح محزون نہ ہوں

بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ۔

ان لوگوں کی کارستانیاں دیکھ کر۔

اللہ نے انھیں ایمان سے ناامید قرار دے دیا اور پیغمبر اکرمؐ کو منع فرمایا ہے کہ انھوں نے اے نبی آپ کو جھٹلا کر اور ایذاء پہنچا کو جو کچھ کیا ہے اس سلسلے میں آپ مغموم نہ ہوں۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان نو سو پچاس سال مقیم رہے وہ انھیں پوشیدہ طور سے اور علانیہ حق کی دعوت دیتے رہے جب ان لوگوں نے انکار کیا اور سرکشی پر آمادہ ہو گئے تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا ''اے میرے پروردگار اَنِّيۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ۞ (القمر: ۱۰) میں شکست محسوس کر رہا ہوں تو میری نصرت فرما تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن کی جانب وحی فرمائی اَنَّهٗ لَنۡ يُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ اے نوح! جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ کوئی اور شخص ہرگز ایمان نہیں لائے گا لہٰذا آپ ان کی کارستانیوں سے مغموم نہ ہوں اسی لیے نوح علیہ السلام نے فرمایا لَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۞ (نوح: ۲۷) وہ فاجر و کافر اولاد ہی پیدا کریں گے۔ [1]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۸۲۔ ۲۸۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۴ ح ۱۸

وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ يَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۷۔آپ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنایئے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے سفارش نہ کیجیے گا وہ سب کے سب یقیناً غرق کر دیے جائیں گے

۳۸۔اور نوح کشتی بنانے لگے قوم کے سربرآوردہ لوگ جب بھی وہاں سے گزرتے تو وہ نوح کا مذاق اڑاتے نوح نے کہا اگر تم ہمارا مذاق اڑاؤ گے تو ہم اسی طرح تمھارا مذاق اڑائیں گے جس طرح تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو۔

۳۷۔وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا۔

آپ ہماری نگرانی میں کشتی بنایئے، جس نے ہماری نگاہوں کا لباس پہن رکھا ہو یہاں لفظ "**اَعْيُن**" لا کر اس آلۂ حسّی کا ذکر کیا ہے جس کے ذریعے سے اشیاء کی حفاظت کی جاتی ہے اور رخنے اور کجی سے محفوظ رکھا جاتا ہے اس پر مزید یہ کہ حفاظت اور رعایت کے لیے بھی اسے بطور مثال بیان کیا گیا ہے۔

وَوَحْيِنَا۔

اور ہماری وحی کے مطابق کہ آپ کشتی کو کس طرح بنائیں گے

وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ۔

اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے سفارش نہ کیجیے گا اور نہ ہی ان سے عذاب کو دور کرنے کے لیے مجھے آواز دیجیے گا

اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔

وہ سب کے سب یقیناً غرق ہو کر رہیں گے ان کی غرقابی کا فیصلہ کیا جا چکا ہے اب اُس سے باز رہنے کی کوئی سبیل نہیں ہے

۳۸۔وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ۔

اور نوحؑ کشتی بنانے لگے یہ گزرے ہوئے واقعے کی حکایت ہے

وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ۔

اور قوم کے سربرآوردہ لوگ جب بھی وہاں سے گزرتے تھے تو وہ نوحؑ کا مذاق اڑاتے تھے کہ وہ کشتی

کیوں بنا رہے ہیں

کہا گیا ہے کہ وہ کشتی خشکی میں بنا رہے تھے جب انھوں نے کشتی بنانا شروع کی تو اس وقت وہ جگہ پانی سے بہت دور تھی وہ لوگ ہنستے تھے مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے "پہلے تم نبی تھے اب بڑھئی بن گئے ہو" ۱

کتاب کافی میں ہے کہ حضرت نوحؑ نے جب کھجور کا بیج بویا تو قوم کے افراد ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کی ہنسی اڑاتے اور ان سے مذاق کرتے ہوئے کہتے تھے کہ "یہ کسان بن گئے ہیں" یہاں تک کہ جب کھجور کا درخت بڑا ہوا اور پوری لمبائی کو پہنچ گیا تو انھوں نے اسے قطع کیا پھر اسے چھیل کر اس کے تختے بنائے تو وہ کہنے لگے "اب یہ بڑھئی بن گئے ہیں" پھر حضرت نوحؑ نے ان تختوں کو جوڑ کر جب کشتی بنانا شروع کیا تو وہ گزرتے ہوئے ہنسی اڑاتے تھے اور مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اب ملاح بن گئے ہیں اور خشکی میں کشتی چلائیں گے یہاں تک کہ وہ کشتی بنا کر فارغ ہوئے۔ ۲

قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ -

نوحؑ نے کہا اگر تم ہمارا مذاق اڑاؤ گے تو اسی طرح ہم تمھارا مذاق اڑائیں دنیا میں جب تم ڈوب رہے ہو گے اور آخرت میں جب تم جل رہے ہو گے۔

---

(۱) طبرسی تفسیر جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۴۵ و انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۶۸ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۸۳ ح ۴۲۵

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾

۳۹۔عنقریب تمھیں پتا چل جائے گا کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوگا

۴۰۔یہاں تک کہ جب ہمارا امر آ گیا اور تندور سے پانی ابلنے لگا تو ہم نے کہا کہ تم اس کشتی میں ہر چیز کے دو دو جوڑے سوار کر لو اور اپنے گھروں والوں کو بھی لے لو سوائے اُن کے جن کے بارے میں پہلے بات ہو چکی ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں (انہیں بھی ہم سفر بنا لو) اگر چہ ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی تعداد کم تھی

۳۹۔فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ۔

عنقریب تمھیں پتا چل جائے گا کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے۔اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر عذاب آئے گا اور عذاب سے مراد غرق ہونا ہے

وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔

اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں جلنا ہے

۴۰۔حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ۔

یہاں تک کہ جب ہمارا امر آ گیا اور تندور سے پانی ابلنے لگا اور اس طرح بلند ہوا جیسے ہنڈیا جوش مارتی ہے

کتاب کافی اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تندور ایک بوڑھی مومنہ کے گھر میں تھا جو مسجد کوفہ کے قبلہ کی سمت دائیں جانب پشت پر واقع تھا امام صادق علیہ السلام کو بتایا گیا کہ اس گوشے میں ہے جہاں آج باب الفیل موجود ہے پھر امام علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کیا اسی تندور سے پانی نکلنا شروع ہوا تھا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاہا کہ قوم نوح کو ایک نشانی دکھلا دے پھر اس کے بعد خداوند عالم نے ان پر بارش برسائی پانی ہر طرف پھیل گیا اور فرات ابلنے لگی اور تمام چشمے پانی اگلنے لگے اللہ نے اس قوم کو ڈبو دیا اور صرف نوح علیہ السلام کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے انھیں نجات ملی۔[1]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام مروی ہے نوحؑ کی زوجہ ان کے پاس آئیں جب کہ وہ کشتی بنا رہے تھے اور انھوں نے حضرت نوحؑ سے کہا کہ تندور سے پانی نکل رہا ہے حضرت نوح علیہ السلام تیزی

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۸۱ ح ۴۲۱ و مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۶۳

سے اٹھے وہاں تشریف لے گئے اس تندور کو ڈھانپ دیا اور اس پر مہر لگا دی تو پانی تھم گیا جب وہ کشتی بنا کر فارغ ہوئے تو انھوں نے اس مہر کو توڑ دیا اور ڈھکنا ہٹا دیا تو پانی ابلنے لگا۔[1]

کتاب کافی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب نوحؑ کشتی بنانے سے فارغ ہو گئے اور ان کے اور اُن کے رب کے درمیان قوم کی ہلاکت کے بارے میں یہ طے پایا تھا کہ تندور سے پانی ابلے گا تو وہ ابلنے لگا تو نوحؑ کی بیوی نے ان سے کہا کہ تندور ابلنے لگا تو نوحؑ اٹھے اور اسے مہر لگا کر بند کر دیا۔ پانی ٹھہر گیا اور جسے کشتی میں داخل کرنا تھا اسے داخل کرلیا اور جسے کشتی سے باہر نکالنا تھا اسے باہر نکال دیا پھر نوح اٹھے اور مہر کے پاس آئے اور اسے اکھاڑ کر پھینک دیا اللہ فرماتا ہے فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ (سورۃ القمر: ۱۱۔۱۲) تو ہم نے ایک موسلادھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین سے بھی چشمے جاری کر دیے اور پھر دونوں پانی ایک خاص مقررہ مقصد کے لیے باہم مل گئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اور تمھاری مسجد کے بیچوں بیچ ہم نے اسے (پانی کو) جاری کر دیا۔[2]

قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا۔

اور ہم نے کہا کہ اے نوحؑ اس کشتی میں سوار کرلو

مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۔

ہر چیز کے دو دو جوڑے یعنی نر و مادہ دونوں ہوں یعنی ہر صنف میں سے نر و مادہ کو سوار کرو یعنی حیوانات کی جن اقسام سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے ان میں جوڑے جوڑے کو سوار کرلو

وَاَهْلَكَ ۔

اور اپنے گھر والوں کو بھی یہاں "اہل" سے مراد حضرت نوحؑ کی بیوی، ان کے بیٹے اور ان کی بیویاں مراد ہیں

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ ۔

سوائے ان کے جن کے بارے میں پہلے بات ہو چکی ہے کہ وہ ڈوبنے والوں میں سے ہوگا اس سے نوح علیہ السلام کا بیٹا "کنعان" اور نوح علیہ السلام کی بیوی مراد ہیں اس لیے کہ یہ دونوں کافر تھے۔

وَمَنْ اٰمَنَ ۔

اور ان کے علاوہ جو لوگ بھی ایمان لائے ہیں انھیں بھی ہم سفر بنالو

وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۔

اگرچہ ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی تعداد کم تھی

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کے صرف

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۸۲ ح ۴۲۳ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۷ ح ۲۲ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۸۲۔۲۸۱ ح ۴۲۲

آٹھ افراد نے ایمان قبول کیا تھا۔ ۱ کتاب میں امام باقر علیہ السلام سے اسی قسم کی روایت کی گئی ہے۔ ۲

تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی بنا کر فارغ ہوئے تو اللہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ سریانی زبان میں آواز دیں ان کی آواز پر ہر چوپایہ اور جانور حاضر ہوگیا انھوں نے حیوانات میں سے ہر حیوان کے دو جوڑے کشتی میں سوار کیے اور پوری دنیا سے جو لوگ اس وقت ان پر ایمان لائے تھے ان کی تعداد اسی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ کہ اے نوح آپ اس کشتی میں دو دو جوڑے سوار کیجیے اور کشتی کا لنگر مسجد کوفہ میں تھا، جب وہ دن آ گیا جس روز اللہ نے ان لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا تو نوحؑ کی بیوی اس جگہ روٹی پکا رہی تھی جو مسجدِ کوفہ میں ''فار التنور'' کے نام سے مشہور ہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے جانوروں کی تمام اقسام کے لیے کشتی میں جگہ متعین کر دی تھی اور جانوروں کو جن غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب کشتی میں اکٹھی کر دی تھیں جب تنور ابلنے لگا تو نوحؑ کی بیوی نے انھیں پکارا نوح علیہ السلام تنور کے پاس آئے اور اس کے اوپر مٹی رکھ دی اور اسے مہر لگا دی یہاں تک کہ تمام جانوروں کو کشتی میں سوار کر لیا پھر وہ تندور کے پاس آئے اور مہر کو اکھاڑ دیا اور مٹی کو ہٹایا، سورج کو گرہن لگ گیا اور آسمان سے موسلا دھار بارش ہونے لگی اور زمین سے چشمے ابلنے لگے اور یہی اللہ کا قول ہے فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ (القمر: ۱۱۔۱۲) ۳

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ زمین میں جتنے بھی بنی آدم ہیں وہ سب کے سب حضرت نوحؑ کی اولاد سے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے ''احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ''

تم اس کشتی میں ہر چیز کے دو دو جوڑے سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی ان کے جن کے بارے میں پہلے بات ہو چکی ہے۔۔۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں انھیں بھی ہم سفر بنا لو۔

اور فرمایا ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ (الاسراء: ۳)

اے اُن لوگوں کی اولاد جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔ ۴

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی آٹھ جوڑوں کو سوار کیا تھا جسے اللہ نے ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ کہہ کے بیان کیا ہے بھیڑ اور دنبہ میں سے دو وہ بھیڑ جسے لوگ گھروں میں پالتے ہیں اور وہ بھیڑ جو پہاڑوں میں رہتی ہے اور جنگلی ہے لوگوں کے لیے جس کا شکار کرنا جائز قرار دیا گیا۔ ۵ اور پوری مکمل حدیث ہم سورہ انعام کی آیت ۴۳ کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۶۰ (۲) معانی الاخبار ص ۱۵۱ ح ۱ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۲۷

(۴) تفسیر نور الثقلین ج ۲ ص ۳۵۷ ح ۸۶ (۵) الکافی ج ۸ ص ۲۸۴۔۲۸۳ ح ۴۲۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۸۔۱۴۷ ح ۲۶

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو چالیس سال تک عورتوں کے رحم کو بانجھ بنا دیا اس دوران کسی بچے نے جنم نہیں لیا اور جب نوح علیہ السلام کشتی بنا کر فارغ ہوئے تو اللہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ سریانی زبان میں منادی کریں کہ تمام جانور آ کر اکٹھے ہو جائیں اس طرح ہر جانور حاضر ہو گیا انھوں نے حیوانات کی ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا کشتی میں داخل کیا سوائے چوہے اور بلی کے اور جب لوگوں نے چوپاؤں کے گوبر اور غلاظت کی شکایت کی تو انھوں نے خنزیر (سور) کو طلب کیا اس کی پیشانی کو چھوا اس نے چھینک ماری تو اس کی ناک سے چوہا برآمد ہوا اور اس کی نسل چلی اور جب چوہے بڑھ گئے تو لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے چوہے اور سور کی شکایت کی تو حضرت نوح علیہ السلام نے شیر کو بلوایا اور اس کی پیشانی کو چھوا اس نے چھینک ماری تو اس کی ناک سے بلاّ برآمد ہوا۔[۱]

اور دوسری حدیث میں ہے کہ لوگوں نے فضلے کے بارے میں شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کو حکم دیا اس نے چھینک ماری تو اس سے سور برآمد ہوا۔[۲]

اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں کتے کو تو سوار کیا تھا لیکن ولدِ زنا کو سوار نہیں کیا تھا۔[۳]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ولد الزنا کی گواہی قبول نہ کی جائے اور نہ ہی وہ لوگوں کی امامت کا فریضہ انجام دے حضرت نوح علیہ السلام نے ولد الزنا کو کشتی میں سوار نہیں کیا تھا حال آنکہ انھوں نے کشتی میں کتے اور سور کو سوار کیا تھا۔[۴]

کتاب علل الشرائع میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے اور وہ اپنے آباؤ اجداد سے اور وہ امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اُن سے سوال کیا گیا کہ بکری کا کیا قصور ہے جو اس کی دُم اوپر کی جانب اٹھی ہوئی ہے اس کی شرم گاہ نظر آتی رہتی ہے؟ تو امام علیہ السلام نے جواب دیا اس لیے کہ بکری نے حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی جب انھوں نے اسے کشتی میں داخل کیا تھا حضرت نوحؑ نے اسے دھکا دیا اور اس کی دم ٹوٹ گئی اور بھیڑ اپنی شرم گاہ کو پوشیدہ رکھے ہوئے ہے اس لیے کہ اس نے کشتی میں داخل ہوتے وقت سبقت سے کام لیا تھا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اس کی دم اور مقام حیا پر پھیرا تو اس کی چکی نے برابر ہو کر اسے ڈھک دیا۔[۵]

کتاب خصال میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جانوروں کے لیے کشتی میں ۹۰ گھر بنائے تھے۔[۶]

(۱،۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۶۰ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۸ ح ۲۷ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۸ ح ۲۸

(۵) علل الشرائع ص ۴۹۵۔۴۹۴ ص ۲۶۲ ح ۱ (۶) الخصال ص ۵۹۸ ح ۱

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو یہ حکم دیا کہ ہر ایک کے دو دو جوڑے کشتی میں سوار کریں تو انھوں نے سانڈ اور دودھ دینے والی گائے کو سوار کیا تو دونوں جوڑے ہو گئے۔[۱]

نوٹ: ہوسکتا ہے حدیث میں یہ الفاظ ہوں فحمل العجل والعجوۃ فکانا زوجا کھجور کا درخت اور عجوہ کو اٹھایا تو اس طرح وہ جوڑے بن گئے عجوہ ایک کھجور کا نام ہے جو سعودی عرب میں ملتی ہے اور یہ درخت نبی اکرمؐ نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔

کتاب کافی میں اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سفینۂ نوحؑ کی لمبائی بارہ سو ہاتھ اور اس کی چوڑائی آٹھ سو ہاتھ اور آسمان کی طرف اس کی لمبائی اسی ہاتھ تھی (یہاں ہاتھ سے مراد کہنی سے بیچ کی انگلی تک کا حصہ یعنی بازو)[۲]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔[۳]

کتاب عیون میں شامی کی روایت میں کشتی کی لمبائی آٹھ سو اور چوڑائی پانچ سو بیان کی گئی ہے۔[۴]

کتاب کافی میں مسجد کوفہ کی فضیلت کے بارے میں مروی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا اور وہیں سے تندور ابلا اور وہیں پر کشتی بنائی گئی۔[۵]

اور مجمع البیان میں ایسی ہی روایت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔[۶]

اور کافی کی ایک روایت میں ہے اور مسجد کوفہ سے ہی پانی جوش میں آیا۔[۷]

اور تفسیر عیاشی میں سلمان امیر المومنین علیہ السلام سے مسجد کوفہ کی فضیلت کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ یہیں پر کشتی بنائی گئی اور اسی جگہ سے تندور ابلا اور اسی جگہ نوح کا گھر اور اُن کی مسجد تھی۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا گھر ایک بستی میں تھا جو مغربی کوفے کے نزدیک فرات سے ایک منزل پر واقع تھا اور نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے اللہ نے انھیں نبی بنایا اور انھیں منتخب کر لیا اور نوح علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنھوں نے پانی پر چلنے والی کشتی بنائی فرمایا کہ نوح اپنی قوم میں نو سو پچاس سال رہے جیسا کہ ارشاد باری ہے اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا" (العنکبوت ۱۴) وہ لوگوں کو ہدایت کے راستے پر بلاتے تھے لوگ ان کے پاس سے گزرتے اور اُن کا مذاق اڑاتے تھے جب نوح علیہ السلام نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو ان کے لیے بددعا کی اور فرمایا رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح: ۲۶) اے میرے ربّ زمین پر بسنے والے کسی کا گھر نہ چھوڑ تو

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۲ ح ۴۰ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۳۸ ح ۳۲۶ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۹ ح ۳۵
(۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۲۶ (۴) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۴۴ ح ۱ (۵) الکافی ج ۳ ص ۴۹۲ ح ۳
(۶) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۶۳ (۷) الکافی ج ۳ ص ۴۹۲۔۴۹۱ ح ۲

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح پر وحی کی اے نوح تم کشتی بناؤ اور اسے وسیع کرو اور جلد ہی یہ کام ہماری نظروں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق انجام دو تو حضرت نوح علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں اپنے ہاتھوں سے کشتی بنائی وہ لکڑی لے کر آئے یہاں تک کہ انھوں نے کشتی مکمل کر لی تو امام علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ نوح علیہ السلام نے کتنے عرصے تک کام کیا اور کشتی مکمل کی امام علیہ السلام نے فرمایا دو دور دریافت کیا گیا کہ دو دَور سے کیا مراد ہے تو فرمایا اسّی سال امام علیہ السلام سے کہا گیا کہ عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے پانچ سو سال میں کشتی بنائی تو امامؑ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے ایسا کیسے ہوسکتا ہے اللہ فرماتا ہے (وَوَحْيِنَا) ''ہماری وحی کے مطابق'' [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ حدیث کے آخری لفظ وَوَحْيِنَا کے دو مطلب نکلتے ہیں پہلا مفہوم یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے اور اس کی تعلیم سے انجام پذیر ہوا تو یہ عرصہ اتنا طولانی کیسے ہوسکتا ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے اس مقام پر وحی سے مراد سرعت اور عجلت ہو اس لیے کہ یہ لفظ اس معنی میں بھی آیا ہے کہا جاتا ہے الوحا الوحا یعنی جلدی کرو جلدی کرو دوسرا مفہوم اس مقام سے مناسبت رکھتا ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۵۔۱۴۴ ح ۱۹ کے ذیل میں

وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

وَ هِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَ نَادٰى نُوْحُ ا۟بْنَهٗ وَ كَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

۴۱-اور نوح نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور رکنا اللہ ہی کے سہارے پر ہے یقینا میرا پروردگار بخشنے والا اور مشفق ہے۔
۴۲-اور یہ کشتی انھیں لے کر پہاڑ نما موجوں کے درمیان چل پڑی۔ اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جو کشتی سے دور تھا اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ رہو

۴۱-وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا-

اور نوح نے کہا تم سب اس کشتی میں اسی طرح سوار ہو جاؤ جس طرح خشکی میں چوپاؤں پر سوار ہوا جاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ-

اللہ کا نام لے کر یہ کہو اس کا مفہوم ہے کہ اس کشتی کا چلنا اور رکنا اللہ ہی کے سہارے پر ہے

تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ہے کشتی کا روانہ ہونا اور اس کا ٹھہر جانا۔ [۱]

اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -

بے شک میرا پروردگار بخشنے والا اور مشفق و مہربان ہے

یعنی اگر اس کی مغفرت نہ ہوتی تو پانی تم تک پہنچ جاتا اور یہ اسی کی رحمت تھی جو اس نے تمھیں نجات دے دی۔

۴۲-وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ -

اور یہ کشتی ان سب کو لے کر طوفان سے بچا کر پہاڑ نما موجوں کے درمیان چل پڑی۔ ہر موج اپنی بلندی اور لہروں کی وجہ سے پہاڑ کی طرح نظر آ رہی تھی

کتابِ خصال میں امام کاظم علیہ السلام سے اور کتابِ عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی میں سوار ہوئے تو اللہ نے اُن کی طرف وحی کی اے نوح اگر تمھیں ڈوبنے کا

(۱) تفسیر قمیؔ ج۱ ص ۳۲۷

خطرہ ہوتو ہزار مرتبہ لاالٰہ الا اللہ کہو پھر تم مجھ سے نجات طلب کرو میں تمھیں اور تم پر ایمان لانے والوں کونجات دوں گا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت نوح اور جولوگ اُن کے ساتھ تھے وہ کشتی میں بیٹھ گئے اور پانی بلند ہونا شروع ہوا اور ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے تو نوح محفوظ نہ رہے اور ہوا نے انھیں جلد ہی آ لیا لہٰذا وہ ہزار مرتبہ لاالٰہ الااللہ نہ کہہ سکے انھوں نے سریانی زبان میں کہا ھیلولیا ألفًا ألفًا یا ماریا اتقن امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کنویں سے پانی کا ابلنا بند ہوگیا اور کشتی ہموار ہوگئی تو نوح علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے جس کلام کے ذریعے غرق ہونے سے نجات دی ہے مجھ پر لازم ہے کہ وہ کلام مجھ سے جدا نہ ہو لہٰذا انھوں نے اپنی انگوٹھی پر نقش کروالیا لاالٰہ الا اللہ الف مرۃ یارب أصلح -۱

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی میں سوار ہوئے اور انھیں ڈوب جانے کا خوف ہوا تو انھوں نے کہا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَسْاَلُكَ بِمُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ لَمَّا اَنْجَيْتَنِیْ مِنَ الْغَرَقِ ''اے اللہ میں محمدؐ اور آل محمدؐ کے واسطے سے تجھ سے ملتجی ہوں کہ مجھے ڈوبنے سے نجات دے'' تو اللہ نے انھیں نجات دے دی۔ ۲

وَنَادٰی نُوْحُ ۨابْنَهٗ -

اورنوح نے اپنے بیٹے کنعان کوآواز دی

تفسیر قمیؒ اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ نوح کا اپنا بیٹا نہ تھا بلکہ وہ ان کی بیوی کا بیٹا تھا اور یہ قبیلہ طی کی زبان ہے کہ جس میں بیوی کے بیٹے کو "اِبْنَهٗ" کہتے ہیں۔ ۳

وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ -

جوکشتی سے دور تھا۔ یعنی اس نے اپنے آپ کوسواری سے الگ کرلیا تھا

يّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا -

اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوجاؤ

وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ -

اور کافروں کے ساتھ نہ رہو

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا کہ وہ بیٹھ رہا ہے اور کھڑا ہو رہا ہے تو اس سے کہا یابنی ارکب معنا اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہوجاؤ۔ ۴

---

(۱) الخصال ص ۳۳۵ ح ۳۶ وعیون اخبار الرضاج ۱ ص ۵۵ ح ۲۰۶ (۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۵۶
(۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۸ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۲۷

قَالَ سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَیۡنَہُمَا الۡمَوۡجُ فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ ﴿۴۳﴾

وَ قِیۡلَ یٰۤاَرۡضُ ابۡلَعِیۡ مَآءَکِ وَ یٰسَمَآءُ اَقۡلِعِیۡ وَ غِیۡضَ الۡمَآءُ وَ قُضِیَ الۡاَمۡرُ وَ اسۡتَوَتۡ عَلَی الۡجُوۡدِیِّ وَ قِیۡلَ بُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۴﴾

۴۳۔ بیٹے نے جواب دیا میں پہاڑ پر پناہ حاصل کرلوں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا۔نوحؑ نے کہا: آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں شامل ہوگیا۔

۴۴۔اور کہا گیا: اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان تھم جا پانی گھٹ گیا، امر پورا ہوگیا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھہر گئی اور کہا گیا قومِ ظالمین کے لیے ہلاکت ہے۔

۴۳۔ قَالَ سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ ؕ۔

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب آپ نجف اشرف کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ''یہی وہ پہاڑ ہے جس پر میرے جد نوحؑ کے بیٹے نے پناہ حاصل کی تھی اور اس نے کہا تھا: سَاٰوِی اِلٰی جَبَلٍ یَعۡصِمُنِی مِنَ الۡمَاءِ'' تو اللہ نے پہاڑ کی طرف وحی کی اے پہاڑ کیا کوئی شخص میرے سوا تجھ سے پناہ لے گا؟ تو وہ پہاڑ نشیب میں چلا گیا اور شام کے پہاڑوں سے مل گیا۔ [۱]

کتاب علل الشرائع میں اس سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔ [۲]

قَالَ لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ ۚ۔

نوحؑ نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے کیوں کہ رحم کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

وَ حَالَ بَیۡنَہُمَا الۡمَوۡجُ ۔

نوحؑ اور ان کے بیٹے کے درمیان موج حائل ہوگئی

فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ ۔

اور وہ ڈوبنے والوں میں شامل ہوگیا

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۳۵۱ ح ۱۶۱۲ (۲) علل الشرائع ص ۳۱ ح ۱ باب ۲۶

۴۴۔وَ قِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ ۔

اور کہا گیا: اے زمین اپنے پانی کو نگل لے

وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ ۔

اور اے آسمان تھم جا

زمین اور آسمان دونوں سے اس طرح خطاب کیا گیا جیسے عقلا سے خطاب کیا جاتا ہے یہ بات اللہ کے کمالِ قدرت اور اقتدار پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کو واضح کرتی ہے کہ یہ اجرام سماوی وارضی جو عظمتوں کے حامل ہیں اللہ کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہیں جیسا وہ چاہتا ہے یہ اس پر عمل کرتے ہیں اس کے کسی حکم کا انکار نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کی معرفت رکھتے ہیں اور بغیر کسی تاخیر کے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

وَغِيْضَ الْمَآءُ ۔

اور پانی گھٹ گیا

وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۔

اور اللہ نے کافرین کی ہلاکت اور مومنین کو نجات دینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوگیا

وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ ۔

اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہر گئی

اور جودی موصل میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔

اور کہا گیا قومِ ظالمین کے لیے ہلاکت ہے

بُعْدًا کی اصل ہے بَعُدَ بُعْدًا بَعِيْدًا وہ بہت دور چلا گیا اب اس کی واپسی کی کوئی امید نہیں پھر بطورِ استعارہ اسے ہلاکت سے تعبیر کیا گیا اور یہ لفظ بددعا کے لیے مخصوص ہوگیا۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت نہایت فصیح ہے اس لیے کہ اس کے الفاظ عظیم الشان ہیں اس کی ترتیب خوب صورت ہے اور کم سے کم الفاظ میں حقیقت حال کی ایسی ترجمانی کی ہے جو خلل سے خالی ہے۔ اور لفظ قُضِيَ لاکر فاعل کی عظمت کو واضح کیا ہے اس لیے کہ ذات واجب الوجود اپنے ذکر سے مستغنی ہے اس کے علاوہ کسی اور کی طرف وہم وگمان بھی نہیں جاسکتا اس لیے کہ سب جانتے ہیں کہ اس قسم کے افعال پر سوائے واحد قہار کے کسی اور کو قدرت حاصل نہیں ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے ایک روایت کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ کشتی نے چکر لگایا اور موجوں کے تھپیڑوں نے اسے مکہ پہنچا دیا اور اس نے خانۂ خدا کا طواف کیا اور پوری دنیا ڈوب گئی سوائے اس مقام کے جہاں پر اللہ کا گھر تھا اور اس کا نام ''بیت العتیق'' اس لیے رکھا گیا کہ وہ ڈوبنے سے بچ گیا اور پانی

آسمان سے چالیس روز تک برستا رہا اور پانی کے چشمے زمین سے ابلتے رہے یہاں تک کہ کشتی بلند ہوگئی اور اس نے آسمان کو چھو لیا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا ''یارحمان اتقن'' اور اس لفظ کی تفسیر یہ ہے کہ ''یاربّ احسن'' اے میرے پروردگار تو اپنا کرم کر تو خداوندِ عالم نے زمین کو حکم دیا کہ وہ اپنے پانی کو نگل لے اور یہی قولِ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے یٰۤاَرۡضُ ابۡلَعِیۡ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقۡلِعِیۡ (یعنی تھم جا) وَغِیۡضَ الۡمَآءُ وَ قُضِیَ الۡاَمۡرُ وَ اسۡتَوَتۡ عَلَی الۡجُوۡدِیِّ تو یہ حکم سنتے ہی زمین نے اپنا پانی نگل لیا آسمان کے پانی نے چاہا کہ زمین میں داخل ہوجائے تو زمین نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور زمین نے کہا کہ ربّ العزت نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے پانی کو نگل جاؤں لہٰذا آسمان کا پانی زمین کی سطح پر باقی رہا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہر گئی اور وہ موصل میں ایک عظیم پہاڑ ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا تو انھوں نے پانی کا رُخ سمندر کی جانب موڑ دیا جو دنیا کے اطراف میں ہے۔

اور تفسیر عیاشی میں اسی سے ملتا جلتا مضمون ہے جس پر یہ حدیث مشتمل ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اور زمین کا انکار کرنا۔

اور کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام جس وقت کشتی میں سوار تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کی جانب وحی کی کہ وہ خانۂ کعبہ کے گرد ایک ہفتہ تک طواف کرتے رہیں تو انھوں نے اللہ کی وحی کے مطابق خانۂ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر وہ اپنے گھٹنوں تک پانی میں اترے اور انھوں نے ایک تابوت نکالا جس میں آدم کی ہڈیاں تھیں انھوں نے اس تابوت کو سفینے کے درمیان میں رکھ دیا اور اللہ نے جب تک چاہا انھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر وہ باب کوفہ پر آئے اس کی مسجد کے وسط میں وہیں پر اللہ تعالیٰ نے زمین سے ارشاد فرمایا تھا ''اِبۡلَعِیۡ مَآءَكِ'' تو زمین نے اپنا پانی مسجد کوفہ سے نگل لیا جس طرح پانی کا وہاں سے آغاز ہوا تھا اور نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں جو جمعیت تھی وہ متفرق ہوگئی۔ [1]

کتابِ کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں تھے اور جب تک اللہ نے چاہا وہ کشتی میں رہے اور کشتی کو مامور کیا گیا تھا اسی لیے اس نے خانۂ کعبہ کے گرد طواف کیا اور یہ طواف النساء تھا اور نوح علیہ السلام نے کشتی کے راستے کو آزاد چھوڑ دیا تھا اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی جانب وحی کی کہ میں اپنے بندے نوحؑ کی کشتی کو پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ پر ٹھہرانے والا ہوں، پہاڑوں نے تکبر کیا اور اکڑنے لگے صرف ''جودی'' نے انکساری سے کام لیا اور کوہ جودی تمھارے قریب ہے تو کشتی کوہ جودی کے سینے سے ٹکرائی امام علیہ السلام نے فرمایا تو نوحؑ نے اس وقت کہا "یاماری اتقن" اور یہ جملہ سریانی زبان میں ادا کیا جس کا مفہوم ہے رَبِّ اَصۡلِحۡ اے میرے ربّ میرے معاملے کو درست کر دے۔ [2]

---

(۱) تہذیب الاحکام ج ۶ ص ۲۲۔۲۳ ح ۵۱ (۲) الکافی ج ۲ ص ۱۴۴ ح ۱۲

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ''جودی'' موصل میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کوہ جودی پر کشتی کی شدید آواز سنی تو انھیں کشتی کے بارے میں خوف محسوس ہوا تو انھوں نے ہوادان سے اپنا سر باہر نکالا اور اپنے ہاتھ کو بلند کیا اور انگلی سے اشارہ کرکے کہا ''یارحمان اتقن'' جس کی تاویل ہے یاربّ احسن اے میرے ربّ تو کرم کر۔[2]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو افراد تھے انھوں نے پانی کے خشک ہونے اور کشتی میں سے باہر آنے تک کتنے روز کشتی میں گزارے تھے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا سات دن اور رات وہ کشتی میں رہے اور انھوں نے ایک ہفتے خانۂ کعبہ کا طواف کیا پھر کشتی کوہ جودی پر آکر ٹھہر گئی اور وہ فراتِ کوفہ ہے۔[3]

اور ایک روات میں ہے کہ کشتی نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی کی۔[4]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ پانی ہر پہاڑ پر اور ہر ہموار زمین پر پندرہ ہاتھ بلند ہوا۔[5]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے پانی کی یہ بلندی ٹھہرنے کے بعد رہی ہو اور اس میں ہر پہاڑ اور ہموار زمین چھپ گئی ہو۔

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے دنوں میں زمین کے تمام پانیوں کو پکارا تھا سب نے جواب دیا تھا سوائے کڑوے پانی اور گندھک کے پانی کے۔[6]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۱۶۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۱-۱۵۰ ح ۳۸
(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۱ ح ۳۹ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۶ ح ۲۱
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۹ ح ۳۵ (۵) الکافی ج ۸ ص ۲۸۴ ح ۴۲۸ (۶) الخصال ص ۵۲ ح ۶۷

وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾

۴۵۔اب نوحؑ نے اپنے ربّ کو آواز دی اور کہا اے میرے ربّ میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے

۴۶۔ارشاد باری ہوا! نوحؑ سنو: وہ تمھارے اہل میں شامل نہیں اس نے نامناسب کام انجام دیا ہے اور دیکھو جس بات کا تمھیں علم نہیں اُس کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کیا کرو، میں تمھیں سمجھا رہا ہوں کہ نادانوں میں سے نہ ہو جانا

۴۵۔وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ۔

اور نوحؑ نے اپنے ربّ کو آواز دی

فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ۔

اور کہا اے میرے ربّ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے

وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ۔

اور تیرا وعدہ سچا ہے تو نے وعدہ کیا تھا کہ تو میرے اہل کو نجات دے گا

وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ۔

اور تو تمام حاکموں سے زیادہ عدل کرنے والا اور زیادہ علم رکھنے والا ہے

۴۶۔قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ۔

اللہ نے کہا اے نوحؑ وہ تمھارے اس اہل میں سے نہیں ہے میں نے تم سے جن کی نجات کا وعدہ کیا تھا اس لیے کہ وہ تمھارے طریقے پر نہیں چل رہا ہے

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی اور عیون اخبار الرضا میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ "یہ تمھارے اہل میں سے نہیں ہے" کیوں کہ وہ حضرت نوحؑ کا مخالف تھا اور جس نے حضرت نوحؑ کا اتباع کیا اسے اہل میں سے قرار دیا۔[۱]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۶۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۱ ح ۴۱ و عیون اخبار الرضا ج ۲

إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ -

اس نے نامناسب کام انجام دیا ہے

اہل میں سے نہ ہونے کی علت بیان کی گئی ہے اور خود اس کی ذات کو عمل غیر صالح قرار دیا گیا ہے کیوں کہ اس کی بھرپور مذمت کرنا مقصود تھا۔

اور اس آیت کو اس طرح بھی پڑھا گیا ہے "عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ" اس نے غیر صالح کام انجام دیا۔

کتاب عیون اخبار الرضا میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ دریافت کیا کہ لوگ اس آیت کو کس طرح پڑھتے ہیں؟

تو ان سے کہا گیا کہ لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو اس آیت کو اس طرح پڑھتا ہے إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ اور ایسے لوگ بھی ہیں جو پڑھتے ہیں انّہ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ لہٰذا جو یہ پڑھتا ہے انہ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ یعنی وہ غیر صالح عمل کا نتیجہ ہے تو گویا وہ اس کی اہلبیت کی نفی کرتا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہے وہ حضرت نوحؑ کا بیٹا تھا لیکن جب اس نے اللہ کی نافرمانی کی تو اسے اللہ نے نوح سے دور کر دیا اسی طرح جو شخص بھی ہم سے تعلق رکھتا ہے اور اللہ کی اطاعت نہیں کرتا تو اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ [۱]

اور دوسری روایت میں ہے اللہ نے نوحؑ کے بیٹے کو نوحؑ سے اس وقت دور کر دیا جب اس نے اُن کے دین میں مخالفت کی۔ [۲]

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ -

اور دیکھو جس بات کا تمہیں علم نہ ہو کہ وہ صحیح ہے یا غلط اور جب تک اس کی حقیقت کا پتا نہ چل جائے اس بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔

---

(۱) عیون اخبار الرضاج ۲ ص ۲۳۲ ح ۱ (۲) عیون اخبار الرضاج ۲ ص ۷۵۔۷۶ ح ۳ کے ذیل میں

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ‌ ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔نوحؑ نے کہا: میرے ربّ میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس چیز کا سوال کروں جس کی حقیقت کا مجھے علم نہ ہو اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر مہربان نہ ہوگا تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤں گا۔

۴۷۔قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ۔

نوحؑ نے کہا میرے ربّ میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں آئندہ تجھ سے اس چیز کا سوال کروں

مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ‌ ؕ۔

جس کی درستی کا مجھے علم نہ ہو تیرے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور تیری نصیحت پر عمل کرتے ہوئے

وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ۔

اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا

وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ۔

سوال کر کے جو میں نے زیادتی کی ہے توبہ قبول کر کے اور مجھ پر فضل و کرم کے ذریعے اور مجھ پر مہربانی نہ کی

اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ۔

تو میں عمل کے اعتبار سے خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤں گا۔

حضرت نوحؑ نے یہ جملہ اس لیے کہا تا کہ اللہ کے حضور خضوع اور انکساری اور خاکساری کا اظہار ہوجائے۔

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ؕۛ فَاصْبِرْ ؕۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾

۴۸۔کہا گیا اے نوحؑ ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ کشتی سے اترو جو تم پر اور تمھارے ساتھ آنے والی قوم پر ہے اور کچھ قومیں ایسی بھی ہیں جنھیں ہم چند روزہ راحت کے سامان مہیا کریں گے اس کے بعد انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا

۴۹۔اے نبی یہ غیب کی کچھ باتیں ہیں جنھیں ہم وحی کے ذریعے آپ کو بتلا رہے ہیں اس سے پہلے آپ کو اور آپ کی قوم کو ان کا کچھ علم نہ تھا آپ صبر سے کام لیں یقیناً (بہترین) انجام صاحبانِ تقویٰ ہی کے واسطے ہے۔

۴۸۔قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔

کہا گیا اے نوحؑ تم کشتی سے اتر جاؤ مصیبتوں سے محفوظ اور ہماری جانب سے مکمل حفاظت کے ساتھ

وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ ۔

اور تم پر برکتوں کا نزول ہو برکات کے معنی ہیں ایسی اچھائی جس میں اضافہ ہوتا رہے۔

وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ۔

اور ان اقوام پر جو تمھارے ساتھ کشتی میں سوار تھیں اُمم اس لیے کہا کہ ان کی مختلف جماعتیں تھیں یا اس وجہ سے ان کے مختلف قبیلے تھے

وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ۔

تمھارے ساتھ وہ قومیں بھی ہیں جنھیں ہم دنیاوی زندگی میں سامانِ بہم پہنچائیں گے

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔

پھر انھیں ہماری جانب سے دردناک عذاب پہنچے گا

جو لوگ نوحؑ علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اس سے مراد اُن کی ذرّیت میں آنے والے کافر ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے حضرت نوح علیہ السلام موصل میں اسّی افراد کے ساتھ کشتی سے اترے اور انھوں نے اسّی افراد کا شہر بنایا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی ایک بیٹی بھی ان کے ساتھ کشتی میں

سوار تھی اس سے انسانوں کی نسل آگے بڑھی اور یہ نبی اکرم ﷺ کے قول سے پتا چلتا ہے "نوح احد الابوین" یہ کہ نوحؑ ابوین میں سے ایک ہیں۔[1]

۴۹-تِلْكَ -

یہ لفظ قصۂ نوحؑ کی طرف اشارہ کرتا ہے

مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ -

غیب کی کچھ باتیں ہیں

نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۖ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ -

جنھیں ہم وحی کے ذریعے آپ کو بتلا رہے ہیں اس سے پہلے آپ کو اور آپ کی قوم کو ان باتوں کا کچھ علم نہ تھا آپ رسالت کی دشواریوں اور قوم کی ایذا رسانی پر حضرت نوح کی طرح صبر سے کام لیں

إِنَّ الْعَاقِبَةَ -

بہترین انجام دنیا میں کامیابی کے ساتھ اور آخرت میں نجات کے ذریعے سے

لِلْمُتَّقِينَ -

ان افراد کے لیے ہے جو شرک اور گناہوں سے خود کو محفوظ رکھتے ہیں

تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان تین سو سال تک انھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلاتے رہے مگر قوم نے ان کی آواز پر لبیک نہیں کہی لہٰذا انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ قوم کے لیے بددعا کریں تو صبح سویرے طلوع شمس کے وقت دنیاوی آسمان کے فرشتوں میں سے بارہ ہزار فرشتوں کی جماعت جن کا شمار باعظمت فرشتوں میں ہوتا تھا حضرت نوح کی خدمت میں آئے نوح علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا تم لوگ کون ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم دنیاوی آسمان کے فرشتوں کی جماعت کے بارہ ہزار فرشتے ہیں اور دنیاوی آسمان کی دَبازَت (موٹائی) پانچ سو سال کی مسافت ہے اور دنیاوی آسمان سے دنیا میں آنے تک پانچ سو سال درکار ہیں ہم طلوع فجر کے وقت روانہ ہوئے تھے اور اس وقت آپ کی خدمت میں رسائی حاصل کی ہے ہم آپ سے ملتمس ہیں کہ آپ اپنی قوم کے لیے بددعا نہ کریں۔

نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے انھیں تین سو سال کی مزید مہلت دے دی جب چھ سو سال گزر گئے اور لوگوں نے ایمان قبول نہیں کیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لیے بددعا کا ارادہ کیا تو دوسرے آسمان سے فرشتوں کی جماعت میں سے ۱۲ ہزار فرشتوں کی جماعت حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا تم لوگ کون ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم دوسرے آسمان

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۲۸

کے فرشتوں میں سے ۱۲ ہزار فرشتوں کی جماعت ہیں اور دوسرے آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور دوسرے آسمان سے دنیاوی آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور دنیاوی آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور دنیاوی آسمان سے دنیا کی مسافت پانچ سو سال ہے ہم طلوع شمس کے وقت روانہ ہوئے تھے اور چاشت کے وقت آپ کی خدمت میں پہنچے ہیں ہم آپ سے ملتجی ہیں کہ آپ اپنی قوم کے لیے بددعا نہ کیجیے۔

نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے انھیں تین سو سال کی مزید مہلت دے دی۔ جب نو سو سال پورے ہوگئے اور وہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لائے تو حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لیے بددعا کا ارادہ کیا تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (ہود: ۳۶) (کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ کوئی اور شخص ہرگز ایمان نہیں لائے گا لہٰذا آپ ان کی کارستانیوں سے مغموم نہ ہوں)۔ تو نوح علیہ السلام نے کہا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۞ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۞ (نوح: ۲۶۔۲۷) (اور نوح نے کہا پروردگار اس زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑنا۔ اگر تو انھیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو بہکائیں گے اور فاجر وکافر کے علاوہ کوئی اولاد بھی پیدا نہ کریں گے) تو خداوند عالم نے انھیں حکم دیا کہ وہ کھجور کا پودا لگائیں انھوں نے کھجور بونا شروع کردی جب بھی قوم ان کے قریب سے گزرتی تو ان سے مذاق کرتی، ان کی ہنسی اڑاتی اور یہ کہتی کہ نو سو سال کا بوڑھا کھجور کا درخت بو رہا ہے اور وہ لوگ حضرت نوحؑ کو پتھر بھی مارتے تھے جب پچاس سال گزر گئے اور کھجور کا درخت توانا ہوگیا تو اللہ نے انھیں اسے کاٹنے کا حکم دیا لوگوں نے پھر مذاق اڑایا اور کہا کہ کھجور کا پھل پک چکا ہے اور وہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے اور یہ ارشاد باری ہے وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۞ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (ہود: ۳۸۔۳۹) قوم کے سربرآوردہ لوگ جب بھی وہاں سے گزرتے تو وہ نوح کا مذاق اڑاتے نوحؑ نے کہا اگر تم ہمارا مذاق اڑاؤ گے تو ہم اسی طرح تمھارا مذاق اڑائیں گے جس طرح تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو عن قریب تمھیں پتا چل جائے گا) تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو حکم دیا کہ وہ کشتی بنانا شروع کریں اور جبرئیل سے کہا کہ وہ نوحؑ کے پاس جائیں اور انھیں کشتی بنانا سکھائیں۔ انھوں نے کشتی کی لمبائی زمین میں ۱۲ سو ہاتھ رکھی اور اس کی چوڑائی آٹھ سو ہاتھ اور اس کی اونچائی آسمان کی طرف اسی ہاتھ مقرر کی انھوں نے کہا کہ اے میرے ربّ اس کے بنانے میں کون میری مدد کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی تم اپنی قوم میں یہ اعلان کردو کہ کشتی بنانے میں جو بھی میری مدد کرے گا اور چھیل کر ہموار کرے گا تو گرنے والا چھلکا سونے اور چاندی میں تبدیل ہوجائے گا تو نوحؑ نے قوم کے درمیان یہ اعلان کردیا تو انھوں نے نوحؑ کی اس بارے میں مدد کی اور وہ ان کا مذاق بھی اڑاتے رہے اور کہتے رہے کہ خشکی میں کشتی بنا رہے ہیں۔[1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۲۵۔۳۲۶

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کے لیے عذاب میں تاخیر کا سبب یہ ہوا کہ جب انھوں نے اپنی قوم کے لیے آسمان سے عذاب نازل کرنے کی درخواست کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے روح الامین جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور اُن کے پاس کھجور کی سات گٹھلیاں تھیں انھوں نے کہا اے اللہ کے نبی اللہ نے آپ کو یہ پیغام بھیجا ہے کہ یہ لوگ میری مخلوق اور میرے بندے ہیں میں انھیں بجلی کی ایک کڑک بھیج کر ہلاک نہیں کروں گا لیکن مسلسل دعوت دینے اور حجت پوری کرنے کے بعد لہٰذا آپ اپنی قوم میں تبلیغ کا سلسلہ اور دین کی دعوت کا معاملہ جاری رکھیں میں اس عمل پر آپ کو ثواب عطا کروں گا اور کھجور کی ان گٹھلیوں کو بو دیجیے کہ جب درخت اگ جائے گا، اور پھل آ جائیں گے اور درخت توانا ہوجائے گا تو اس وقت کشائش اور چھٹکارا میسر آئے گا آپ ان مومنین کو خوش خبری سنا دیں جو آپ کے پیروکار ہیں جب درخت اگ گئے اور تناور ہوئے اور ان کی شاخیں نکل آئیں اور کافی عرصے کے بعد ان میں کھجوریں نظر آنے لگیں تو نوح علیہ السلام نے اللہ سے ایفائے وعدہ کی درخواست کی اللہ نے انھیں حکم دیا کہ ان درختوں کی گٹھلیوں کو بوئیں اور صبر کریں اور کوشش جاری رکھیں اور اپنی قوم کے سامنے حجت و دلیل پیش کرتے رہیں حضرت نوح علیہ السلام نے ایمان لانے والوں کو اس بات سے مطلع کیا تو ان میں سے تین سو افراد مرتد ہوگئے اور انھوں نے کہا کہ نوحؑ نے جو دعویٰ کیا تھا اگر وہ درست ہوتا تو کبھی ان کا ربّ وعدہ خلافی نہ کرتا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسلسل حضرت نوحؑ کو یہ حکم دیتا رہا کہ وہ یکے بعد دیگرے گٹھلی بوتے رہے سات مرتبہ ایسا ہوا اور مومنین کے زمرے میں سے ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ مرتد ہوتا چلا گیا یہاں تک ستر اور کچھ افراد باقی بچ گئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی اور کہا اے نوحؑ اب رات ختم ہوگئی اور صبح کا سپیدہ نمودار ہوگیا جب سچ واضح ہوگیا اور جن کی طینت خراب تھی ان کے مرتد ہونے کی وجہ سے گدلا پانی چھٹ گیا اب تمھاری مدد کریں گے اگر میں کفار کو ہلاک کرتا اور جو لوگ تم پر ایمان لاکر مرتد ہوگئے انھیں میں باقی رہنے دیتا تو تمھارا وعدہ سچ ثابت نہ ہوتا جو تم نے پہلے سے ان مومنین سے کر رکھا تھا۔

تمھاری قوم کے جن لوگوں نے خالص توحید کا اقرار کیا تھا اور تمھاری نبوت کی ریسمان کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا کہ میں انھیں زمین میں جانشین بناؤں گا اور ان کے دین کو استحکام بخشوں گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کردوں گا تاکہ وہ اپنے دلوں سے شرک کو دور کرنے کے بعد صرف میری عبادت کریں اور جانشینی، استحکام اور امن میری جانب سے اُن لوگوں کے لیے کیسے ممکن ہوتا میں جن مرتدین کے ضعف یقین اور طینت کی خباثت اور نسب کی خرابی کو اچھی طرح جانتا تھا جو منافقت اور گمراہی میں راسخ ہوجانے کے نتائج تھے اس لیے کہ دشمنوں کو ہلاک ہوجانے کے بعد جب مومنین کو جانشین بنایا جاتا تو وہ لوگ بھی اس اقتدار میں حصہ دار بن جاتے وہ اس کی خوشبو کو سونگھتے اور ان کے نفاق کی عزیمت مستحکم ہوجاتی اور ان کے دلوں کی گمراہی کا زہر ہر طرف پھیل جاتا اور

ان کے بھائیوں پر ان کی دشمنی آشکار ہوجاتی اور وہ طلبِ اقتدار کے لیے ان سے دست بگریباں ہوتے اور امرونہی میں اپنا الگ راستہ بنا لیتے تو ایسی صورت میں دین میں تمکنت اور مومنین کے امر کی اشاعت فتنہ پردازی اور جنگ کی بھڑکتی ہوئی آگ کے ساتھ ساتھ کیسے ہوسکتی تھی ایسا ہرگز نہ ہوتا لہٰذا **فاصنع الفلك باعيننا ووحينا** تم ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔ ۱

کتاب العیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا اے فرزند رسول، اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کو حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کس وجہ سے غرق کر دیا جب کہ اس میں بچے اور ایسے افراد بھی تھے جو بے گناہ تھے؟ تو امام عالی مقام نے فرمایا ان میں بچے نہیں تھے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے اصلاب اور ان کی عورتوں کے ارحام کو چالیس سال تک کے لیے بانجھ بنا دیا تھا لہٰذا اُن کی نسل منقطع ہوگئی جب وہ غرق ہوئے تو ان میں کوئی بچہ نہ تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ بے گناہوں پر عذاب نازل کرکے انھیں ہلاک نہیں کرتا اور قوم نوحؑ کے جو لوگ باقی بچے تھے تو وہ اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب (جھٹلانے) کے سبب ڈوب گئے اور دیگر افراد اس لیے غرق ہوئے کہ وہ جھٹلانے والوں کی تکذیب پر راضی تھے اور جو کسی امر کے موقع پر غائب ہو لیکن اس پر راضی ہو تو گویا کہ اس نے اس معاملے کو دیکھا ہے۔

کتاب کافی اور اکمال الدین میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب مردوں کی ہڈیوں سے پانی ہٹا اور نوحؑ کی اس پر نظر پڑی تو انھیں نہایت شدید غم ہوا اور دامنِ صبر ہاتھ سے چھوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی کی اے نوحؑ یہ تو تمھارا ہی کیا دھرا ہے تم نے ہی تو ان کے لیے بددعا کی تھی تو نوح نے کہا اے میرے ربّ میں تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں اور توبہ کرتا ہوں تو اللہ نے اُن کی طرف وحی کی کہ کالا انگور کھاؤ تاکہ تمھارا غم دور ہوجائے۔ ۲

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قوم نوحؑ کی عمریں تین سو سال تھیں۔ ۳

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دو ہزار تین سو سال زندہ رہے ان میں سے ۸۵۰ سال قبل بعثت اور ۹۵۰ سال بعد بعثت جب وہ اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلا رہے تھے اور کشتی سے اترے اور پانی خشک ہونے کے بعد ۵۰۰ سال انھوں نے شہر بنائے اور اپنی اولاد کو مختلف شہروں میں بسایا جب ملک الموت آئے تو وہ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے ملک الموت نے کہا السلام علیک، نوح علیہ السلام نے جواب سلام دیا اور اس سے پوچھا اے ملک الموت تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں آپ کی روح

(۱) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۳۵۶-۳۵۵ طولانی حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی قائم آل محمد کے بارے میں 'نص' ان کی غیبت کا ذکر اور یہ کہ وہ بارھویں امام ہیں۔

(۲) ہمیں یہ روایت اکمال الدین اور اتمام النعمۃ میں نہیں ملی بلکہ کتاب المحاسن ج ۲ ص ۳۶۳ میں موجود ہے۔

(۳) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ۵۲۳ ح ۲

قبض کرنے آیا ہوں تو نوحؑ بولے اتنی مہلت دے دو کہ میں دھوپ سے اٹھ کر سائے میں آ جاؤں تو ملک الموت نے کہا ہاں ایسا کر سکتے ہیں وہ دھوپ سے اٹھ کر سائے میں آ گئے پھر نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت دنیا میں میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ایسا ہی ہے جیسے میں دھوپ سے اٹھ کر سائے میں آ گیا لہٰذا تمھیں جو حکم دیا گیا ہے اسے بجالاؤ ملک الموت نے اُن کی روح قبض کر لی۔ [1]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ۵۰۰ سال زندہ رہے اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام اُن کے پاس آئے اور اُن سے کہا اے نوحؑ آپ کی نبوت کا عرصہ تمام ہوا اور آپ کی مدت حیات مکمل ہوگئی لہٰذا آپ اسمِ اکبر پر نظر کریں اور میراثِ علم اور علم نبوت کے جو آثار آپ کے پاس ہیں انھیں اپنے بیٹے سام کے سپرد کر دیں۔ اس لیے کہ ارشاد ربّ العزت ہے کہ میں کسی زمین کو بغیر عالم کے نہیں رہنے دوں گا جس کے ذریعے میری اطاعت کی معرفت حاصل کی جائے اور جس کی وجہ سے میری طرف ہدایت کی جائے اور ایک نبی کے دنیا سے جانے اور دوسرے نبی کے مبعوث ہونے تک نجات کا سامان باقی رہے اور میں لوگوں کو بغیر حجت، بغیر داعی اور اپنے راستے کے ہادی کے بغیر نہیں چھوڑوں گا جو میرے امر کو پہچانتا ہوگا۔

میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ میں ہر قوم میں ہادی مقرر کردوں جس کے ذریعے نیکوکاروں کی ہدایت کروں اور وہ ہادی بدبختوں کے لیے میری حجت بن کر رہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا تو نوح علیہ السلام نے اسم اکبر میراثِ علم اور علم نبوت کے آثار کو سام کے سپرد کر دیا نوح کے بیٹوں حام اور یافث کے پاس علم نہ تھا جس سے وہ فائدہ اٹھاتے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے انھیں ہود علیہ السلام کے آنے کی بشارت دی اور انھیں اُن کی پیروی کا حکم دیا اور ان لوگوں کو یہ بھی تاکید کی کہ وہ ہر سال وصیت کو کھول کر دیکھیں اور وہ دن اُن کے لیے روزِ عید قرار پایا۔ [2]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۸۴ ح ۴۲۹ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۸۵ ح ۴۳۰

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۵۲﴾

۵۰-اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہُود کو بھیجا انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم سب اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ بس تم لوگ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا رہے ہو

۵۱-اے میری قوم والو! میں اس کام کے عوض تم سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا میرا اجر تو اس ہستی کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے

۵۲-اور اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس سے لو لگاؤ وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمھاری قوت میں مزید قوت عطا کرے گا تم مجرم بن کر اس سے روگردانی نہ کرنا

۵۰-وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ-

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی یعنی انھی میں سے ایک فرد ہُود کو بھیجا جیسا کہ پہلے سورۂ اعراف کی آیت ۶۵ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ -

ہُود نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم صرف اللہ کی عبادت کرو

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ-

اس کے سوا تمھارا کوئی اور معبود نہیں ہے

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ -

تم اللہ پر جھوٹا الزام لگا رہے ہو بتوں کو خدا کا شریک بنا کر اور انھیں اپنا شفیع مان کر۔

۵۱-یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ-

اے میری قوم والو! میں اس کام کے عوض تم سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا میرا اجر تو اس ہستی کے ذمے

ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے

ہر رسول نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر یہی کہا تھا تہمت کو برطرف کرنے اور نصیحت کو خالص قرار دینے کے لیے اس لیے کہ موعظت اثر نہیں کرتی اگر اس میں طمع و حرص کا ذرا سا بھی شائبہ موجود ہو

اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۔

تمھیں کیا ہو گیا ہے تم اپنی عقلوں کو استعمال کیوں نہیں کرتے تاکہ حق والوں کو باطل والوں سے پہچان سکو اور درست کو غلط سے شناخت کر سکو۔

۵۲۔ وَ يٰقَوۡمِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ ۔

اور اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے ربّ سے مغفرت طلب کرو پھر اس سے لو لگاؤ

یعنی تم ایمان کے ذریعے اللہ کی مغفرت طلب کرو اور توبہ کو مغفرت کا وسیلہ قرار دو

يُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا ۔

وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا

وَّيَزِدۡكُمۡ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ ۔

اور تمھاری قوت میں اضافہ کر کے اسے دگنی کر دے گا

کہا گیا ہے کہ بارش کی کثرت اور زیادہ قوت کے ذریعے انھیں ایمان کی طرف راغب کیا گیا ہے اس لیے کہ وہ لوگ زراعت پیشہ تھے اور باغات کے مالک تھے اور انھیں دوسروں کے مقابل میں اپنی قوت اور طاقت پر ناز تھا۔[1]

وَلَا تَتَوَلَّوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ۔

اور تم مجرم بن کر اس سے روگردانی نہ کرنا

یعنی اپنے جرم پر اصرار کر کے نہ تو مجھ سے اعراض (روگردانی) کرنا اور نہ ہی اس چیز سے منہ موڑنا جس کی طرف میں تمھیں بلا رہا ہوں۔

---

(۱) جوامع الجامع طبرسی ج ۲ ص ۱۵۱

قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۳﴾

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾

۵۳-قوم نے جواب دیا اے ہُود، تم کوئی معجزہ لے کر نہیں آئے ہم صرف تمھارے کہنے پر اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لائیں گے۔

۵۴-بس ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمھیں آسیب پہنچا کر دیوانہ کر دیا ہے انھوں نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم جو بھی شرک کر رہے میں اس سے بیزار ہوں۔

۵۵-یعنی اللہ کے علاوہ تم جنھیں اپنا شریک بناتے ہو، لہٰذا تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔

۵۳-قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ -

قوم نے جواب دیا اے ہُود آپ کوئی حجت، دلیل اور معجزہ لے کر نہیں آئے جو آپ کے دعوے کو درست ثابت کرے، اور ان کی یہ بات مبنی پر کذب تھی کیوں کہ وہ دشمنی میں حد سے بڑھ گئے تھے اور ہُود علیہ السلام جو معجزات لے کر آئے تھے قوم کے لوگ اسے ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔

وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا -

اور ہم اپنے معبودوں کی عبادت کو ترک نہیں کر سکتے

عَنْ قَوْلِكَ -

آپ کی بات کو مان کر

وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ -

اور نہ ہی ہم آپ پر ایمان لانے والے ہیں

قوم نے حضرت ہُود کی بات ماننے اور تصدیق کرنے سے انھیں مایوس کر دیا۔

۵۴-اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ -

بس ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو آسیب پہنچایا ہے

بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ -

ہمارے کسی معبود نے بصورتِ دیوانہ پن کیوں کہ آپ انھیں گالیاں دیتے تھے اور اُن تک جانے سے روکتے تھے اسی وجہ سے آپ دیوانوں جیسی گفتگو کرتے ہیں۔

قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ -

ہود نے کہا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو تم جو بھی شرک کر رہے ہو میں اس سے بیزار ہوں

۵۵-مِنْ دُوْنِهٖ -

یعنی اللہ کے علاوہ جنھیں تم اپنا شریک قرار دیتے ہو

فَكِيْدُوْنِیْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ -

لہٰذا تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو

حضرت ہُود نے ان سے ایسی زبردست گفتگو کی باوجود ے کہ انھیں ان لوگوں کی قوت اور طاقت کا علم تھا اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ ان کے خون کے پیاسے ہیں۔ ان کا خون بہانا چاہتے ہیں مگر حضرت ہود کو اللہ پر بھروسا تھا اور انھیں یقین تھا کہ اللہ اُن کی حفاظت کرے گا اور ایسا انداز گفتگو اس لیے اختیار کیا تاکہ ان کی سازش کو بے وقعت ثابت کر دیں اگرچہ وہ لوگ ان کے خلاف اکٹھے ہو گئے تھے اور انھیں ہلاک کرنے کے در پے تھے۔

اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ ؕ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ اِلَّا ہُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِہَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۶﴾

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ مَّاۤ اُرۡسِلۡتُ بِہٖۤ اِلَیۡکُمۡ ؕ وَ یَسۡتَخۡلِفُ رَبِّیۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۚ وَ لَا تَضُرُّوۡنَہٗ شَیۡئًا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ حَفِیۡظٌ ﴿۵۷﴾

۵۶- میں نے تو اللہ پر توکل کیا ہے جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے، اور روئے زمین پر جتنے چلنے والے ہیں سب اللہ کے قبضے میں ہیں بے شک میرے پروردگار کا راستہ بالکل سیدھا ہے۔

۵۷- اگر تم اس کے بعد بھی انحراف کرو تو مجھے جس کام پر مامور کیا گیا تھا وہ میں نے تمھیں پہنچا دیا ہے اور میرا ربّ تمھاری جگہ دوسری قوموں کو لے کر آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے یقیناً میرا پروردگار ہر شے کا نگہبان ہے۔

۵۶- اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ ؕ-

میں نے تو اللہ پر توکل کیا ہے جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے

یہ پہلے بیان کی وضاحت ہے مفہوم یہ ہے کہ اگر تم اپنا پورا زور لگا دو پھر بھی مجھے ہرگز کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکو گے اس لیے کہ میں نے اللہ پر توکل کر رکھا ہے اور مجھے اس کی حفاظت پر پورا بھروسا ہے وہی میرا اور تمھارا مالک ہے مجھے کوئی چیز گھیر نہیں سکتی اگر اللہ خود نہ چاہے اور تم مجھ پر قابو نہیں پا سکتے اگر اس نے میرے لیے وہ چیز لکھ نہ دی ہو۔

مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ اِلَّا ہُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِہَا ؕ-

اور روئے زمین پر جتنے چلنے والے ہیں سب اللہ کے قبضے میں ہیں

یعنی وہی ان کا مالک ہے، وہ ان پر غالب ہے، ان سے جو کام لینا ہوتا ہے انھیں اسی طرف پھیر دیتا ہے

"الاخذ بالناصیۃ" پیشانی سے پکڑنا بطورِ تمثیل بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ -

بے شک میرے پروردگار کا راستہ بالکل سیدھا ہے وہ حق اور عدل پر مبنی ہے اس کے پاس پناہ طلب کرنے والا برباد نہیں ہوتا اور ظالم اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

تفسیر عیاشی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ حق پر قائم ہے وہ احسان کا بدلہ احسان سے دیتا ہے اور برائی کا برائی سے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جسے چاہتا ہے معاف

کر دیتا اور بخش دیتا ہے۔ [1]

۵۷-فَإِنْ تَوَلَّوْا-

اگر تم اس کے بعد بھی انحراف کرو

فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ-

تو مجھے جس کام پر مامور کیا گیا تھا وہ میں نے تمھیں پہنچا دیا ہے

مجھ پر تبلیغ اور دلیل میں مغلوب کرنے کی جو ذمہ داری عائد کی گئی اسے میں نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔

وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ-

اور میرا ربّ تمھاری جگہ دوسری قوموں کو لے آئے گا

انھیں سرزنش کی جارہی ہے کہ وہ ہلاک ہوجائیں گے اور انھیں تبدیل کر دیا جائے گا

وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا-

اور تمھاری روگردانی کے سبب تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ -

یقیناً میرا پروردگار ہر شے پر نگران ہے، تمھارے اعمال اس سے مخفی نہیں ہیں اور وہ تمھارا مواخذہ کرنے سے غافل بھی نہیں ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۱ ح ۴۲

وَ لَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا هُوۡدًا وَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِیۡظٍ ﴿۵۸﴾

وَ تِلۡکَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ وَ عَصَوۡا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ ﴿۵۹﴾

وَ اُتۡبِعُوۡا فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا لَعۡنَةً وَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا کَفَرُوۡا رَبَّهُمۡ ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّعَادٍ قَوۡمِ هُوۡدٍ ﴿۶۰﴾

ع ۵ / ۵ (بقیۃ الآخر)

۵۸- اور جب ہمارا فیصلہ کن امر آ گیا تو ہم نے ہُود اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دے دی اور انھیں سنگین عذاب سے بچا لیا۔

۵۹- یہ وہی قومِ عاد ہے جس نے اپنے ربّ کی نشانیوں کا انکار کیا، اپنے رسولوں کی نافرمانی کی اور اپنے تمام متکبر اور سرکش زعماء کا حکم تسلیم کیا۔

۶۰- اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور روزِ قیامت بھی وہ ان کا پیچھا کرے گی۔ جان لو! کہ قبیلۂ عاد نے اپنے ربّ کا انکار کیا دیکھو ہود کی قوم عاد کے لیے رحمتِ حق سے دوری ہو گئی۔

۵۸- وَ لَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا هُوۡدًا وَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِیۡظٍ -

اور جب ہمارا فیصلہ کن امر آ گیا تو ہم نے ہُود اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دے دی اور انھیں سنگین عذاب سے بچا لیا

یہ مکرر بیان ہے کہ انھیں کس وجہ سے نجات دی گئی یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ انھیں عذابِ آخرت سے بھی نجات مل گئی ہے اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ہلاک ہونے والے جس طرح دنیا میں عذاب سے دوچار ہوئے وہ آخرت میں بھی سنگین عذاب کا سامنا کریں گے۔

۵۹- وَ تِلۡکَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ -

اور یہ وہی قوم عاد ہے جس نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا ہے

وَ عَصَوۡا رُسُلَهٗ -

اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کی ہے

چوں کہ انھوں نے اپنے رسول کا حکم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو گویا کہ ان لوگوں نے اللہ کے تمام

رسولوں کی نافرمانی کی ہے۔

وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۔

اور اپنے تمام متکبر اور سرکش زعماء کا حکم تسلیم کیا ہے

یعنی وہ زعماء جو انھیں رسولوں کو جھٹلانے کی دعوت دے رہے تھے

۶۰۔ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی ہے اور وہ روزِ قیامت بھی ان کا پیچھا کرے گی۔ یعنی لعنت دونوں جہانوں میں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہے وہ انھیں عذاب میں جھونک کر رہے گی

اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۔

جان لو! کہ قبیلۂ عاد نے اپنے ربّ کا انکار کیا ہے دیکھو ہود کی قوم عاد کے لیے رحمتِ حق سے دوری ہوگئی

یہ اُن کی ہلاکت کے لیے بددعا ہے اور اس امر کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ وہ لوگ اس عذاب کے حق دار تھے جو ان پر نازل ہوا۔ لفظ ''الا'' اور ذکر عاد کا اعادہ ان کے معاملے کی قباحت کو واضح کرنا اور اس بات پر آمادہ کرنا ہے کہ ان کے حالات سے عبرت حاصل کریں اور انھوں نے جو اعمال کیے تھے ان سے ہوشیار رہیں اور عاد کے ساتھ قوم ہود کا لفظ اس لیے لایا گیا تا کہ ''عادِ ارم'' سے ممتاز کیا جاسکے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ قوم عاد کے شہر صحرا میں تھے مشرقی جانب اجفر[1] سے چار منزلوں کے فاصلے پر اور ان کی کھیتیاں اور بہت سے نخلستان تھے ان کی عمریں طولانی تھیں وہ لمبے قد والے اور جسیم تھے انھوں نے بتوں کی پرستش شروع کردی اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا جو انھیں اسلام کی جانب دعوت دینے لگے اور اللہ کے شریکوں کو ترک کرنے کا مطالبہ کیا۔ ان لوگوں نے انکار کیا اور ہودؑ پر ایمان نہیں لائے بلکہ انھیں اذیت پہنچانا شروع کردیں۔ سات سال تک آسمان تھم گیا بارش نہیں ہوئی انھیں قحط کا سامنا کرنا پڑا اور حضرت ہودؑ بھی زراعت کرتے تھے اور اپنے کھیت کو سیراب کیا کرتے تھے۔ قوم کے لوگ ان کے دروازے پر ان سے ملاقات کے لیے آئے تو اس سے ایک عورت برآمد ہوئی جس کے بالوں کی رنگت سفید و سیاہ تھی اور وہ کانی عورت تھی اس نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا ہم فلاں فلاں شہر سے آئے ہیں ہمیں خشک سالی کا سامنا ہے ہم ہود کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تا کہ وہ اللہ سے ہمارے لیے دعا طلب کریں کہ بارش ہوجائے اور ہمارے شہر سرسبز ہوجائیں تو اس عورت نے جواب دیا اگر ہود کی دعا قبول ہوتی تو وہ خود اپنے لیے دعا نہ کرتے پانی کی کمی کے سبب خود ان کی زراعت جل چکی ہے افراد قوم نے دریافت کیا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں؟

---

(۱) اجفر جمع جفر وسیع کنواں فید اور خزیمہ کے درمیان ایک جگہ کا نام اس کے اور فید کے درمیان مکے کی جانب ۳۶ فرسخ کا فاصلہ ہے (معجم البلدان ج ۱ ص ۱۰۲)

تو اس عورت نے جواب دیا فلاں جگہ جاؤ اُن سے ملاقات ہوجائے گی۔

وہ لوگ وہاں آئے اور اُن سے کہا اے اللہ کے نبی ہمارے شہروں میں قحط پڑ گیا ہے بارش نہیں ہوئی آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہمارے شہر سرسبز ہوجائیں اور بارش برس جائے حضرت ہود نے نماز پڑھنے کی تیاری کی نماز پڑھی اور ان کے لیے دعا طلب کی اور اُن سے کہا واپس جاؤ بارش ہوگئی اور تمھارے شہر ہرے بھرے ہوگئے انھوں نے کہا اے اللہ کے نبی ہم نے تو عجیب بات دیکھی انھوں نے کہا تم نے کیا دیکھا وہ بولے ہم نے آپ کے گھر میں کھچڑی بالوں والی کانی عورت کو دیکھا اس نے ہم سے دریافت کیا تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟ ہم نے جواب دیا ہم حضرت ہود کے پاس آئے ہیں تاکہ وہ ہمارے لیے بارش کی دعا کریں تو اس عورت نے جواب دیا کہ ان کی دعا قبول ہوتی تو وہ اپنے لیے دعا نہ کرلیتے ان کا کھیت تو جل چکا ہے۔ ہُود علیہ السلام نے جواب دیا وہ میری بیوی ہے اور میں اللہ سے اس کی طولانی زندگی کے لیے دعا مانگتا ہوں انھوں نے دریافت کیا آپ کیوں ایسا کررہے ہیں حضرت ہود نے جواب دیا کہ اللہ نے ہر مومن کے ساتھ اذیت دینے والے دشمن کو بھی پیدا کردیا ہے اور یہ بیوی میری دشمن ہے لہٰذا میرا دشمن جو میرے زیرِ نگیں ہو اس سے بہتر ہے کہ میرا دشمن مجھے اپنا زیرِ نگیں بنالے۔

حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم میں باقی رہے انھیں اللہ کی طرف بلاتے رہے اور اصنام پرستی سے منع فرماتے رہے یہاں تک کہ ان کے شہر ہرے بھرے ہوگئے اور اللہ نے ان شہروں پر بارش نازل کردی اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اے میری قوم کے لوگو تم اپنے ربّ سے مغفرت طلب کرو۔ پس جب وہ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر ریح صرصر یعنی ٹھنڈی ہوائیں چلائیں اور وہ سورۂ قمر میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ (قمر: ۱۸۔۱۹)

اور قومِ عاد نے بھی تکذیب کی تو ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا رہا؟ اور ہم نے ان کے اوپر تیز وتند آندھی بھیجی ایک مسلسل نحوست والے منحوس دن میں۔

اور سورۂ حاقہ میں فرمایا وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا (الحاقہ: ۶۔۷)

اور قومِ عاد کو انتہائی تیز وتند آندھی سے برباد کردیا گیا، جسے ان کے اوپر سات رات اور آٹھ دن کے لیے مسلسل مسخر کردیا گیا تھا۔

اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قمر سات رات اور آٹھ دنوں تک زحل کی وجہ سے منحوس تھا۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں قومِ عاد کی بیخ کنی کا تذکرہ سورۂ اعراف کی آیت ۶۵ سے ۷۳ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۰۔۳۲۹

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۶۲﴾

۶۱۔ اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا انھوں نے کہا اے میری قوم والو! تم اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں وہی تمھیں زمین (مٹی) سے وجود میں لایا اور تمھیں زمین میں بسایا، تم اس سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی طرف رجوع کرو بے شک میرا ربّ قریب ہے اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

۶۲۔ انھوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں کیا تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روک رہے ہو، ہمارے باپ دادا جن کی پرستش کیا کرتے تھے؟ تم ہمیں جس طرف بلا رہے ہو اس کی بابت ہم ایسے شک میں گرفتار ہیں جو حیران کن ہے۔

۶۱۔ وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۔

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا انھوں نے کہا اے میری قوم والو! تم اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں وہی تمھیں زمین (مٹی) سے وجود میں لایا اسی نے تمھیں زمین سے بنایا ہے نہ کہ اس کے غیر نے اس لیے کہ اسی نے آدم کو خلق کیا اور نطفے کا وہ مواد جس سے آدم کی نسل کو پیدا کیا ہے اس کا تعلق مٹی سے ہے۔

وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا ۔

تمھیں ایک عرصے تک اس میں باقی رکھا یا تمھیں زمین کو آباد کرنے کا حکم دیا

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ ۔

تم اس سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو بے شک میرا پروردگار تم سے نزدیک ہے

مُّجِیْبٌ ۔

جو بھی دعا طلب کرے اس کی دعا کو قبول کرتا ہے

۶۲ - قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ -

انھوں نے کہا کہ اے صالح اس سے پہلے ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں ہم تم سے خیر کی امید رکھتے تھے تمھاری انتظامی صلاحیتیں ہمیں نظر آ رہی تھیں اسی لیے اپنے فیصلوں میں ہم تم سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور اپنے امور میں تم سے ہی مشورے لیا کرتے تھے لیکن اب ہماری امیدیں تم سے منقطع ہو چکی ہیں اور ہم نے جان لیا ہے کہ اب تم میں کسی قسم کا خیر باقی نہیں رہا۔

اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ -

کیا تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روک رہے ہو ہمارے باپ دادا جن کی پرستش کیا کرتے تھے تم ہمیں جس طرف بلا رہے ہو یعنی توحید اور بتوں سے بیزاری

مُرِیْبٍ -

ہم اس بابت حیران کن شک میں گرفتار ہیں

مریب کے دو معنی ہیں شک کی جگہ یا شک میں مبتلا ہونا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾

وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾

۶۳- صالح نے کہا کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ جب میں اپنے ربّ کے پاس سے روشن دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنی رحمت سے نوازا ہے اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو اس کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا اس صورت میں سوائے خسارے کے تم کچھ اور اضافہ نہیں کر سکتے۔

۶۴- اے میری قوم کے لوگو! یہ خدا کی بھیجی ہوئی اونٹنی تمھارے لیے ایک معجزہ ہے اسے آزاد چھوڑ دو تاکہ زمینِ خدا میں چین سے کھائے اسے کسی طرح کی اذیت نہ پہنچانا ورنہ تمھیں جلد ہی کوئی عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا۔

۶۵- ان لوگوں نے اس اونٹنی کی کونچیں (ٹانگیں) کاٹ دیں تو صالح نے کہا تم لوگ تین دن تک اپنے گھروں میں مزے اڑا لو یہ وعدۂ الٰہی ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

۶۳- قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ-

صالح نے کہا کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ جب میں اپنے ربّ کے پاس سے روشن دلیل رکھتا ہوں

یہ بیان بھی ہے اور بصیرت کا سامان بھی

وَ اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً-

اور اللہ نے اپنی جانب سے مجھے رحمت سے نوازا ہے یعنی نبوت عطا کی ہے

فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ-

تو اللہ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا، مجھے اس کے عذاب سے روکے گا

اِنْ عَصَيْتُهٗ -

اگر میں اس کے پیغام کی تبلیغ اور اللہ کی ذات میں شرک سے منع کرنے میں اللہ کی نافرمانی کروں

فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ -

اس وقت اگر میں خاص طور سے تمھارے نقش قدم پر چلنے لگوں تو تم سوائے خسارے کے کچھ اور اضافہ نہیں کر سکتے ہو

غیر تخسیر کا مفہوم ہے کہ سوائے اس کے کہ میں تمھیں نقصان سے نسبت دوں۔ یا یہ کہ اللہ نے مجھے جن چیزوں سے نوازا ہے انھیں ختم کر کے تم مجھے خسارے میں مبتلا کر دو۔

۶۴ - وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ -

اے میری قوم کے لوگو! یہ خدا کی بھیجی ہوئی اونٹنی تمھارے لیے ایک معجزہ ہے اسے آزاد چھوڑ دو تا کہ زمینِ خدا میں چین سے کھائے۔ اس کے نباتات کو چرے اور اس کا پانی پیے

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ -

اور اسے کسی قسم کی اذیت نہ پہنچانا

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ -

ورنہ تمھیں جلد ہی کوئی عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا

۶۵ - فَعَقَرُوْهَا -

ان لوگوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں

فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ -

حضرت صالح نے فرمایا تم تین دن تک اپنے گھروں میں مزے اڑا لو پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے

ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ -

یہ وعدۂ الٰہی ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْیِ یَوْمِىٕذٍؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۶۶﴾

وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَۙ ﴿۶۷﴾

كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَاؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾

۶۶۔ جب ہمارا فیصلہ کن حکم آ گیا تو ہم نے صالح اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے انھیں اپنی رحمت سے نجات دے دی اور اس دن کی رسوائی سے بچا لیا۔ بے شک تمھارا ربّ طاقت ور اور غالب ہے

۶۷۔ اور جنھوں نے ظلم کیا تھا انھیں زبردست چنگھاڑ نے اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے

۶۸۔ جیسے کبھی یہاں رہتے ہی نہ تھے، آگاہ ہو جاؤ کہ قبیلہ ثمود نے اپنے ربّ کا انکار کیا دیکھو ثمود رحمتِ حق سے دور ہو گئے

۶۶۔فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْیِ یَوْمِىٕذٍؕ۔

جب ہمارا امر آ گیا تو ہم نے انھیں اس دن کی رسوائی سے نجات دی اور ذلت و فضیحت سے محفوظ رکھا اور جس کی ہلاکت اللہ کے غضب اور عذاب کی وجہ سے ہو تو اس رسوائی سے بڑھ کر کوئی اور رسوائی نہیں ہو سکتی یا "یومئذٍ" سے روز قیامت مراد ہو۔

اور یہ لفظ یَوْمَئِذٍ پڑھا گیا ہے جب یوم کو "اذ" کی طرف مضاف کیا جائے تو مبنی ہونے کی بنیاد پر یہ بفتح میم یَوْمَئِذٍ ہوگا۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ۔ بے شک تمھارا ربّ طاقت ور اور غالب ہے

۶۷۔ وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۔ اور جنھوں نے ظلم کیا تھا انھیں زبردست چنگھاڑ نے اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے

جثمین یعنی مردہ ہو گئے اور جثوم کا مفہوم ہے کسی جگہ سے چمٹ جانا۔

اور اس آیت کی تفسیر مکمل قصے کے ساتھ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۷۳۔۷۹ میں بیان کی جا چکی ہے۔

۶۸۔ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۔ گویا کہ یہاں پر کبھی زندگی میں انھوں نے قیام ہی نہیں کیا تھا

اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْؕ ۔ آگاہ ہو جاؤ کہ قبیلہ ثمود نے اپنے ربّ کا انکار کیا

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۔ دیکھو ثمود رحمت حق سے دور ہو گئے۔

وَ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ بِالۡبُشۡرٰی قَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِیۡذٍ ﴿۶۹﴾

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیۡدِیَہُمۡ لَا تَصِلُ اِلَیۡہِ نَکِرَہُمۡ وَ اَوۡجَسَ مِنۡہُمۡ خِیۡفَۃً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰی قَوۡمِ لُوۡطٍ ؕ﴿۷۰﴾

---

۶۹ - اور بلاشبہ ابراہیم کے پاس ہمارے نمائندے بشارت لے کر آئے انھوں نے کہا "سلام" ابراہیم نے بھی سلام کیا، تھوڑی ہی دیر میں ابراہیم بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

۷۰ - جب ابراہیم نے یہ دیکھا کہ وہ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے ہیں تو تعجب کیا اور دل ہی دل میں ان سے خوف محسوس ہوا وہ بولے آپ خوف زدہ نہ ہوں ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔

---

۶۹ - وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ -

آیت میں رسلنا سے مراد فرشتے ہیں

بِالۡبُشۡرٰی -

بیٹے کی بشارت دینے

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ چار فرشتے تھے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور کروبیل۔[۱]

مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ بشارت ہاجر کے بطن سے اسماعیل کی تھی۔[۲]

اور علل الشرائع اور عیاشی میں روایت ہے کہ یہ بشارت اسحاق کے بارے میں تھی۔[۳]

قَالُوۡا سَلٰمًا ؕ -

انھوں نے کہا سَلام (علیکم) ہم نے آپ کو سلام کیا یعنی آپ کی سلامتی چاہی

قَالَ سَلٰمٌ -

ابراہیم نے بھی سلام کیا۔ یعنی تمہارا امر سلام ہے اور یہ سِلۡمٌ بھی پڑھا گیا ہے یعنی سلامتی۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۱۷۹ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۱۷۹ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۲ ح ۴۴

(۳) علل الشرائع ص ۵۵ ح ۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۲

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ -

تھوڑی ہی دیر میں ابراہیم بھنا ہوا بچھڑا لے آئے

حنیذ کے معنی ہیں بھنا ہوا، خوب پکا ہوا۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے یعنی پاک، بھنا ہوا اور خوب پکا ہوا۔[۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے "مَشْوِيًّا نضيجًا" یعنی بھنا ہوا اور خوب پکا ہوا۔[۲]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا کھاؤ انھوں نے جواب دیا ہم نہیں کھائیں گے جب تک آپ اس کی قیمت نہ بتلا دیں۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تم کھانے لگو تو "بسم اللہ" کہو اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو "الحمد للہ" کہو تو یہ سن کر جبرئیل اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے اور ان کی تعداد چار تھی اور جبرئیل علیہ السلام اُن کے قائد تھے، جبرئیل نے کہا اللہ کے لیے یہ بات حق ہے کہ ان کو اپنا خلیل بنالے۔[۳]

۷۰۔فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ -

جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ وہ اپنا ہاتھ اس طرف نہیں بڑھا رہے ہیں

نَكِرَهُمْ -

تو تعجب کیا، انھیں نہ پہچانا

وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً -

اور دل ہی دل میں ان سے خوف محسوس ہوا کہ کہیں وہ کسی ناپسندیدہ کام کا ارادہ تو نہیں کر رہے ہیں

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ -

انھوں نے کہا ہم فرشتے ہیں ہم قوم لوط کی طرف عذاب کے ساتھ بھیجے گئے ہیں اور ہم کھانے کی طرف اس لیے ہاتھ نہیں بڑھا رہے ہیں کہ ہم کھاتے نہیں۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۲ ح ۴۴

(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۴ ح ۴۸

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۴۔۱۵۳ ح ۴۷

وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

۷۱۔اور ان کی بیوی کھڑی ہوئی تھیں وہ مسکرا دیں تو ہم نے انھیں اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری سنائی۔

۷۲۔انھوں نے کہا یہ کیسی رسوائی ہے اب میں بچہ جنوں گی جب کہ میں بڑھیا ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

۷۳۔ان فرشتوں نے کہا، کیا تم اللہ کے فیصلے کو تعجب کی نظر سے دیکھتی ہو اے اہلِ بیت تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں بے شک اللہ قابلِ ستائش اور صاحبِ مجد (بزرگی والا) ہے۔

۷۱۔وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ ۔ اور ان کی بیوی کھڑی ہوئی ان کی گفتگو سن رہی تھیں بیوی کا نام سارہ تھا جو لاج کی بیٹی تھیں اور یہ ابراہیم کی خالہ کی صاحبزادی تھیں

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد سارہ ہیں۔ ۱؎

فَضَحِكَتْ ۔ وہ خوشی سے ہنس دیں یا خوف کی وجہ سے حائضہ ہوگئیں

کتاب علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے "ضحکت" کا مفہوم ہے کہ انھیں فرشتوں کی بات پر تعجب ہوا۔ ۲؎

کتاب معانی الاخبار تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ "ضحکت" کے معنی میں حَاضَتْ یعنی وہ حائضہ ہوگئیں۔ ۳؎

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ضحکت کا مفہوم ہے حَاضَتْ یعنی انھیں حیض آ گیا کافی عرصے سے انھیں حیض آنا بند ہوگیا تھا۔ ۴؎

"ضحکت الشمرۃ" اس وقت بولتے ہیں جب اس کا گوند بہنے لگے۔

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۲ ح ۴۴ کے ذیل میں (۲) علل الشرائع ص ۵۵۰ ص ۴۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۲ ح ۴۴ کے ذیل میں (۳) معانی الاخبار ص ۲۲۴ ح ۱ و مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۸۰ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۴

تو ہم نے انھیں اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری سنائی

کہا گیا ہے کہ ''وراء'' کے معنی میں بیٹے کا بیٹا۔ [1]

۷۲- قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى - انھوں نے کہا ہائے یہ کیسی رسوائی ہے؟

اور یاوَیۡلَتٰی ہمیشہ برائی کے موقع پر بولا جاتا ہے پھر اس کا اطلاق ہر اس امر سے ہوگیا جو سخت قبیح و دشوار اور مشکل ہو۔

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ - کیا اب میں بچہ جنوں گی جبکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا شوہر بھی شَيۡخًا‌ؕ - بوڑھا ہے

علل الشرائع میں صادقین میں سے کسی سے روایت ہے کہ سارہ اس وقت نوّے سال کی تھیں اور ابراہیم کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ [2]

اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ - یعنی دونوں بوڑھے افراد کے ذریعے بچے کا معرضِ وجود میں آنا یہ عادةً نہایت تعجب خیز امر ہے قدرت کے اعتبار سے نہیں۔

۷۳- قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ‌ ؕ-

ان فرشتوں نے کہا، کیا تم اللہ کے فیصلے کو تعجب کی نظر سے دیکھتی ہو اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں

اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ - بے شک اللہ لائق حمد

مَّجِيۡدٌ - صاحب مجد یعنی بہت زیادہ خیر اور احسان کرنے والا ہے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تمھارے ہاں اولاد ہوگی انھوں نے سارہ سے تذکرہ کیا تو سارہ نے تعجب سے کہا ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ؟ کیا اب میں بچہ جنوں گی جب کہ میں بڑھیا ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی طرف وحی کی کہ سارہ کے ہاں ولادت ہوگی اور چوں کہ انھوں نے میری بات کو مسترد کر دیا تھا اس کے پاداش میں ان کی اولاد کو چار سو سال تک عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا امام علیہ السلام نے فرمایا جب بنی اسرائیل پر عذاب طول پکڑ گیا تو چالیس دن تک وہ اللہ کے حضور گڑگڑاتے اور آنسو بہاتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون کی طرف وحی کی کہ انھیں فرعون سے نجات دلا دیں تو اس طرح ایک سو ستر سال ان سے کم کر دیے گئے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ ہم سب سے غم کو زائل کر دے گا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو امر اپنی انتہائی منزل تک پہنچ جائے گا۔ [3]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۱۸۰ و کشاف ج ۲ ص ۴۱۱ (۲) علل الشرائع ص ۵۵۱ ح ۶
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۴ ح ۴۹

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾
يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

۷۴۔جب ابراہیم کے دل سے خوف جاتا رہا اور انھیں خوش خبری مل گئی تو وہ قومِ لوط کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے۔

۷۵۔بے شک ابراہیم بڑی قوت برداشت کے مالک، نرم دل اور اللہ سے لو لگانے والے تھے۔

۷۶۔فرشتوں نے کہا: اے ابراہیم اس بات کو رہنے دیں یقیناً آپ کے ربّ کا فیصلہ کن حکم آچکا ہے اور بلاشبہ ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جسے پلٹایا نہیں جاسکتا۔

۷۴۔فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ۔

جب ابراہیم کے دل سے خوف جاتا رہا یعنی خوف کے بعد ان کا دل مطمئن ہوگیا

وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى۔

اور خوف کے بدلے انھیں بشارت مل گئی

يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ۔

تو وہ قومِ لوط کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے

یعنی وہ ہمارے فرستادہ فرشتوں سے قومِ لوط کے حالات اور مدعا کے بارے میں بحث کرنے لگے اور جیسا کہ سورۂ اعراف میں بیان کیا جاچکا ہے لوط ابراہیم کی خالہ کے فرزند تھے فرشتوں سے یہ بحث کر رہے تھے کہ ابراہیم نے اُن سے کہا اگر اس جگہ سو مومنین ہوں پھر بھی تم ان سب کو ہلاک کر دو گے؟ تو جبرئیل نے جواب دیا نہیں، (ہم باقی حِصہ حضرت لوط علیہ السلام کے قصے کے ذیل میں بیان کریں گے۔)

۷۵۔اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ۔

بے شک ابراہیم بڑی قوت برداشت کے مالک تھے

جو بھی ان سے برا سلوک کرتا تھا وہ اس سے انتقام لینے میں عجلت سے کام نہیں لیتے تھے

اَوَّاهٌ۔

کثیر الدعا

تفسیر عیاشی میں صادقین سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ وہ ''دعاء'' تھے یعنی اخلاص کے ساتھ بہت زیادہ دعا کیا کرتے تھے۔ [1]

مُّنِيْبٌ ۔

اللہ کو جو چیز محبوب ہے اور وہ جس بات سے راضی ہوتا ہے اس میں اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

اس کلام کا مقصود یہ ہے کہ ان صفات کی وجہ سے وہ فرشتوں سے محوِ بحث ہوئے یعنی دل کی نرمی اور مہربانی کی کثرت نے انھیں ایسا کرنے پر وادار کیا۔

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۔

فرشتوں نے ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا اے ابراہیم

اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۔

آپ اس بات کو رہنے دیں۔ اس بارے میں بحث نہ کریں اگرچہ مہربانی آپ کی عادت ہے لیکن اب اس کا کوئی فائدہ نہیں

اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۔

آپ کے ربّ کا فیصلہ کن امر آچکا ہے۔ اس کا فیصلہ اور اس کا حکم جو حکمت کی بنیاد پر صادر ہوتا ہے

وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۔

بلاشبہ ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جسے پلٹایا نہیں جاسکتا نہ بحث سے اور نہ ہی اس کے علاوہ دوسرے طریقوں سے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۴ ح ۴۹

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ﴿۷۷﴾

وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ﴿۷۸﴾

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ﴿۷۹﴾

۷۷۔اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کے خیال سے رنجیدہ ہوگئے اور اُن کی وجہ سے تنگ دل ہوئے اور کہا یہ تو بڑا دشوار گزار دن ہے۔

۷۸۔اور ان کی قوم کے باشندے تیز تیز چلتے ہوئے ان کے پاس آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے بدکاری کا ارتکاب کیا کرتے تھے تو لوط نے اُن سے کہا اے لوگو! یہ میری بیٹیاں تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں تم خدا کا خوف کرو اور میرے مہمانوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی سمجھ دار شخص نہیں ہے؟

۷۹۔انھوں نے جواب دیا آپ جانتے ہیں کہ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں اور آپ کو ہماری خواہشات کا علم ہے۔

۷۷۔وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ۔

اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی آمد کے سبب رنجیدہ ہوگئے اس لیے کہ وہ فرشتے لڑکوں کی شکل میں آئے تھے حضرت لوط یہ سمجھے کہ یہ انسان ہیں اگر قوم کے لوگ ان کی طرف قصد کریں گے تو وہ ان کی مدافعت سے قاصر رہیں گے۔

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا۔

اور ان کی وجہ سے دل تنگ ہوگئے اور یہ جملہ کنایہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ ناپسندیدہ امر کی مدافعت سے عاجز ہونے کے سبب سخت مصیبت میں مبتلا ہوگئے۔

وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ۔

اور لوط نے کہا یہ تو بڑا دشوار گزار دن ہے

۷۸۔ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ۔

اور ان کی قوم کے باشندے تیزی سے اُن کی طرف بڑھے کہ وہ گویا یکبارگی حملہ کردیں گے لوط کے مہمانوں کو برے کام کے لیے حاصل کرنے میں

وَمِنْ قَبْلُ ۔

اور یہ لوگ پہلے ہی سے یعنی اس واقعے سے قبل ہی

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ۔

بدکاری کا ارتکاب کیا کرتے تھے، وہ اس کے عادی تھے اور انھیں اس کام سے حیا نہیں آتی تھی یہاں تک کہ وہ حضرت لوط تک علانیہ جلدی جلدی آئے

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىْ ۔

حضرت لوط نے اُن سے کہا اے قوم والو یہ میری بیٹیاں ہیں ان سے شادی کرلو از روئے کرم اور حمیت اپنی بیٹیوں کو مہمانوں کا فدیہ قرار دیا

کتاب کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت لوط نے انھیں نکاح کرنے کی تجویز دی۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں صادقین میں سے ایک سے روایت ہے کہ حضرت لوط نے اپنا ہاتھ دروازے پر رکھا پھر انھیں پکار کر کہا اتقوا اللہ ولا تخزونی فی ضیفی اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو پھر اپنی بیٹیوں کو ان کے نکاح میں دینے کی پیشکش کی۔ [۲]

تفسیر قمیؒ میں روایت مرفوع ہے کہ اس سے ان لوگوں کی بیویاں مراد ہیں اس لیے کہ نبی امت کا باپ ہوتا ہے انھوں نے ان لوگوں کو حلال کی دعوت دی وہ انھیں فعلِ حرام کی دعوت نہیں دے رہے تھے۔ [۳]

هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ ۔

یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں

اس لیے کہ عمل کے اعتبار سے یہ زیادہ پاک و پاکیزہ ہیں اور ان میں کم برائی ہے یعنی اگر ان کے ساتھ دُبر میں عمل کیا جائے تو اس کی برائی نسبۃً کم ہے۔

کتاب تہذیب اور تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا مرد عورت کے دبر میں ہم بستری کرسکتا ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب اللہ کی ایک آیت جو قوم لوط کے

---

(۱) الکافی ج ۵ ص ۵۴۸ ح ۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۵ ح ۵۳ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۶ ح ۵۴
(۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۵

بارے میں ہے اُس سے اس کی حلیت ثابت ہوتی ہے هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ اور حضرت لوط جانتے تھے کہ ان کی قوم کے افراد ''فرج'' کا مطالبہ نہیں کر رہے تھے۔[1]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔

لہٰذا اغلام بازی کے سلسلے میں اللہ کا خوف کرو

وَلَا تُخْزُوْنِ ۔

تم مجھے شرمندہ نہ کرنا یہ لفظ ''خزایۃ'' سے ماخوذ ہے جو بمعنی حیا ہے یا ''خزی'' سے ماخوذ ہے یعنی تم مجھے رسوا نہ کرنا

فِيْ ضَيْفِيْ ۔

میرے مہمانوں کے بارے میں اس لیے کہ کسی شخص کے مہمان کی رسوائی خود اس کی رسوائی کے مترادف ہے۔

اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۔

کیا تم میں کوئی سمجھدار شخص نہیں ہے، جو حق کی طرف راہ نمائی حاصل کرے اور برائی سے دوری اختیار کرے یعنی برائی سے باز رہے۔

۷۹۔ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۔

انھوں نے کہا آپ جانتے ہیں کہ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں

وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۔

اور آپ کو ہماری خواہشات کا علم ہے۔ ان کی مراد تھی مردوں سے اپنی خواہشات کی تکمیل۔

---

(۱) تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۵۔ ۴۱۴ ح ۱۶۵۹ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۵۶

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾
قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَکَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾

۸۰۔لوط نے کہا اے کاش میرے پاس تمھیں باز رکھنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔

۸۱۔فرشتے گویا ہوئے: اے لوط ہم تو آپ کے ربّ کے فرستادے ہیں یہ لوگ ہرگز ہرگز آپ تک رسائی نہ پاسکیں گے آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جائیں اور آپ میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے سوائے تمھاری بیوی کے (جو ساتھ نہ ہوئی)، اُس تک وہی عذاب پہنچے گا جو ان لوگوں کو پہنچے گا ان کے لیے صبح کا وقت مقرر کیا جاچکا ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں؟

۸۰۔قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً۔
لوط نے کہا کاش میرے پاس اتنی قوت ہوتی کہ میں تمھیں باز رکھ سکتا
اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ۔
یا میں ایسے مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا جہاں میں تم سے محفوظ رہ کر اپنے مہمانوں سے تم کو دور کر دیتا۔
قوی اور غالب کو مشابہ قرار دیا ہے پہاڑ کے مضبوط کنارے سے اس کی شدت اور مضبوطی کی بنیاد پر
جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ کا سہارا مضبوط ہے آپ دروازہ کھولیے اور ہمیں اُن سے نمٹنے دیجیے۔[۱]
تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کاش انھیں علم ہوتا کہ ان کے پاس کون سی قوت ہے اور نبی اکرمؐ سے روایت کی گئی ہے "رَحِمَ اللّٰهُ اَخِیْ لُوْطاً کَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ" اللہ نے میرے بھائی لوط پر اپنا کرم کیا جب انھوں نے رکنِ شدید کی پناہ طلب کی۔[۲]
کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ لوط پر مہربان ہو اگر وہ جان لیتے کہ کمرے میں اُن کے ساتھ کون موجود ہے تو انھیں پتا چل جاتا کہ جیسا وہ فرما رہے ہیں "لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ" کہ ان کی مدد کی جاچکی ہے اور جبرئیل امین سے بڑھ کر کون سا رکنِ شدید ہوسکتا ہے جو ان کے ساتھ کمرے میں موجود تھا۔[۳]

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۶۰ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۸۴ (۳) الکافی ج ۵ ص ۵۴۴ ح ۵

۸۱۔ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ ۔

فرشتے گویا ہوئے اے لوط! ہم آپ کے رب کے فرستادہ ہیں ہم انھیں ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں آپ غمگین نہ ہوں

لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ ۔ یہ لوگ یہ ہرگز ہرگز اپنے اقدام میں آپ تک رسائی حاصل نہ کرسکیں گے

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ ۔ یہ لفظ ''اسراء'' سے مشتق ہے رات کو سفر کرنا آپ اپنے اہل کو لے کر چلے جائیں۔

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ ۔ رات کے کسی حصے میں

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''رات کے تاریک حصے میں'' فرمایا کہ امیرالمومنین بھی یہی مفہوم مراد لیتے تھے۔ [۱]

وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ ۔ اور آپ میں سے کوئی بھی پیچھے مُڑ کر نہ دیکھے

نہ پیچھے رہ جائے اور نہ ہی پیچھے مڑ کر دیکھے۔

اِلَّا امْرَاَتَكَ ۔ سوائے تمھاری بیوی کے

اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ ۔

اس تک وہی عذاب پہنچے گا جو ان لوگوں کو پہنچے گا ان کے لیے صبح کا وقت مقرر کیا جاچکا ہے۔کیا صبح کا وقت قریب نہیں؟

اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۔ کیوں کہ وہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی

یہ جواب ہے لوط کے لیے کہ انھوں نے عذاب کو جلد از جلد طلب کیا تھا اور عذاب نے آنے میں دیر کی تھی۔

کتاب جوامع میں ہے کہ انھوں نے فرشتوں سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کی ہلاکت کا کون سا وقت مقرر کیا گیا ہے فرشتوں نے کہا صبح کا وقت تو لُوط نے کہا میں اس سے جلدی چاہتا ہوں کیوں کہ وہ ان لوگوں سے دل تنگ ہوچکے تھے تو فرشتوں نے کہا ''اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ'' [۲]

کتاب علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے بقطع اللیل کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ اے لوط آج کے دن سے لے کر سات دن اور رات گزر جانے کے بعد جب آدھی رات گزر جائے تو اپنے اہل وعیال کو لے کر روانہ ہوجاؤ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب آٹھواں دن آ گیا تو طلوع صبح صادق کے وقت اللہ نے اپنے فرستادے ابراہیم علیہ السلام کی طرف روانہ کیے جو انھیں اسحاق کی بشارت دے رہے تھے اور قوم لوط کی ہلاکت پر صبر کی تلقین کر رہے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى (هود: ۶۹) [۳]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۸ ح ۵۸ (۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۶۰

(۳) علل الشرائع ص ۵۵۰۔۵۴۹ ح ۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۵۷

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

ع ۱۵

۸۲-پس جب ہمارا فرمان آ گیا تو ہم نے اس بستی کو تہ و بالا کر دیا اور ہم نے اس بستی پر سخت مٹی کے کنکروں کی لگاتار بارش کی۔

۸۳-جن پر تمھارے پروردگار کی طرف سے نشان لگائے گئے تھے اور یہ عذاب ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔

۸۲-فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا-

پس جب ہمارا فرمان آ گیا تو ہم نے اس بستی کو تہ و بالا کر دیا۔ اس طرح کہ جبرئیل نے اپنا بازو اس کے نیچے رکھا پھر اسے آسمان کی طرف بلند کیا پھر اسے ان پر پلٹ دیا پھر اوپر سے مسلسل پتھر آنے لگے۔

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ-

اور ہم نے اس بستی کے اوپر سخت مٹی کے کنکروں کی بارش کر دی

لفظ سجّیل فارسی کے لفظ سنگ گل (مٹی کا پتھر) سے معرب کیا گیا ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے

حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۙ﴿۳۳﴾ (ذاریات: ۳۳) "مٹی کا پتھر"

مَّنْضُوْدٍ -

جو لگاتار تھے جسے ان کے عذاب کے لیے تیار کیا گیا تھا

یا ان میں سے بعض کو بعض کے پیچھے مسلسل بھیجا گیا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ کنکریاں ایک دوسرے کے اوپر رکھی ہوئی تھیں۔ [۱]

۸۳-مُّسَوَّمَةً-

جس پر عذاب کے نشانات لگے ہوئے تھے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ان پر نقطے لگے ہوئے تھے۔ [۲]

عِنْدَ رَبِّكَ ؕ-

تمھارے پروردگار کی جانب سے اس کے ذخیروں میں

وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ- اور یہ عذاب ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے

(۱-۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۶

وہ اپنے ظلم کی بنیاد پر اس بات کے مستحق ہیں کہ ان پر پتھروں کی بارش کی جائے۔

نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ آپ نے جبرئیل سے ظالمین کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا اس سے مراد آپ کی امت کے ظالم لوگ ہیں۔ ان میں سے ہر ظالم پتھر کے نشانے پر ہے جو وقتاً فوقتاً اس پر گرتا رہتا ہے۔ [۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے "وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ" کی تفسیر کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد امت پیغمبر کے ظالم افراد ہیں وہ اگر قوم لوط کے عمل جیسا عمل انجام دیں۔ [۲]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص لواطت (اغلام بازی) پر اصرار کرتے ہوئے مر جاتا ہے تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اللہ ان پتھروں سے اسے سنگسار نہ کرے جن پتھروں میں اس کی موت پنہاں ہو۔ [۳]

اور تفسیر عیاشی میں یہ اضافہ ہے اور اس شخص کو کوئی نہیں دیکھے گا۔ [۴]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب بھی کوئی بندہ دنیا سے روانہ ہوتے وقت قوم لوط کے عمل کو جائز سمجھتا ہے تو وہ اس وقت تک اس دنیا سے نہیں جائے گا جب تک اللہ ان پتھروں سے اس کے دل کو سنگسار نہ کردے اسی سبب سے اس کی موت واقع ہوگی لیکن مخلوقات اسے نہ دیکھ پائے گی۔ [۵]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ پیغمبر اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ قوم لوط کو جو عمل کرنا تھا جب انھوں نے وہ عمل کیا تو زمین نے اپنے ربّ سے گریہ کیا یہاں تک کہ اس کے آنسو عرش تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب وحی کی کہ ان لوگوں پر کنکریاں پھینکے اور زمین کی طرف وحی کی انھیں زمین میں دھنسا دے۔ [۶]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جن اقوام کو خلق فرمایا ہے، ان میں قومِ لوط افضل ترین مخلوق تھی ابلیس نے بہت سخت طریقے سے اپنی گرفت میں لے لیا ان کی فضیلت اور خوبی یہ تھی کہ وہ جب بھی کام کے کے لیے روانہ ہوتے تو سب کے سب ایک ساتھ جاتے تھے اور وہ اپنے پیچھے صرف عورتوں کو چھوڑ کر جایا کرتے تھے اور ابلیس نے یہ عادت بنالی تھی کہ وہ لوگ جو کام کر کے جاتے وہ اسے برباد کردیتا تو انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم گھات لگا کر دیکھیں کہ کون ہمارے سرمائے کو بار بار خراب کرتا ہے؟ تو انھوں نے نگرانی شروع کردی تو کیا دیکھا کہ وہ لڑکوں میں سب سے زیادہ خوبصورت لڑکا ہے انھوں نے اس سے کہا کیا تم ہی ہو جو یکے بعد دیگرے ہمارے سرمائے کو برباد کر رہے ہو؟ تو سب نے بالاتفاق یہ فیصلہ

---

(۱) الکشاف ج ۲ ص ۴۱۶ و انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۷۷ (۲) الکافی ج ۵ ص ۵۴۶ ح ۵ کے ذیل میں
(۳۔۴) الکافی ج ۵ ص ۵۴۸ ح ۹ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۸ ح ۵۹ (۵) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۳۶۔۳۳۷
(۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۱ ح ۶۰

کرلیا کہ اسے قتل کردیں گے انھوں نے ایک شخص کے گھر پر اسے سلا دیا۔ جب رات ہوئی تو اس لڑکے نے چیخ ماری اس شخص نے کہا کہ تمھیں کیا ہوگیا تو اس لڑکے نے جواب دیا کہ میرا والد مجھے اپنے سینے پر سلایا کرتا تھا تو اس شخص نے کہا آؤ اور میرے سینے پر سو جاؤ وہ لڑکا اپنی ٹانگیں رگڑتا رہا یہاں تک کہ اسے سکھا دیا کہ وہ اس کے ساتھ عمل کرے تو سب سے پہلے ابلیس نے یہ عمل سکھایا اور دوسری منزل میں اس نے لوگوں کو اس عمل کی تعلیم دی پھر وہ چپکے سے کھسک گیا اور ان لوگوں سے راہِ فرار اختیار کی۔

جب صبح ہوئی تو اس شخص نے بتایا کہ اس نے لڑکے کے ساتھ کیا کیا؟ وہ ان لوگوں کو اس بات سے حیران کر رہا تھا اور وہ لوگ اس لڑکے کو نہیں پہچانتے تھے ان لوگوں نے یہ عمل شروع کردیا یہاں تک کہ مرد مردوں میں ایک دوسرے سے مطمئن ہونے لگے پھر انھوں نے گزرگاہوں اور شاہراہوں کی نگرانی شروع کردی وہ گزرنے والوں کو لے کر آتے اور ان سے یہ عمل قبیح انجام دیتے یہاں تک کہ لوگوں نے ان کے شہر سے گزرنا چھوڑ دیا۔ وہاں کے باشندوں نے عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کا آغاز کردیا جب شیطان نے یہ دیکھا کہ اس نے مردوں میں اپنے امر کو محکم کردیا ہے تو وہ عورتوں کے پاس آیا اور اس نے خود کو عورت بنایا اور پھر کہا کہ تمھارے مرد لوگ ایک دوسرے کے ساتھ یہ عمل انجام دے رہے ہیں عورتوں نے کہا ہاں ہم نے ایسا ہی دیکھا ہے حضرت لوط اس کے باوجود انھیں نصیحت اور وعظ کر رہے تھے اور ابلیس گمراہی کے درپے تھا یہاں تک کہ اس نے عورتوں کو عورتوں کے ساتھ مستغنی کردیا جب ان پر حجت مکمل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کو لڑکوں کی شکل میں بھیجا جو قبائیں پہنے ہوئے تھے وہ فرشتے لوط کے قریب سے گزرے اور وہ کھیت میں ہل چلا رہے تھے انھوں نے دریافت کیا تمھارا کہاں کا قصد ہے؟ میں نے تم سے زیادہ حسین (چہرے) کبھی نہیں دیکھے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے سردار کی جانب سے اس شہر کے مالک کی طرف بھیجے گئے ہیں لوط نے کہا کیا تمھارے سردار تک یہ بات نہیں پہنچی کہ اس شہر کے لوگ کیا عمل کرتے ہیں؟

اے میرے بیٹو خدا کی قسم یہ لوگ مردوں کو پکڑ لیتے ہیں اور اُن سے ایسا عمل کرتے ہیں کہ خون نکل آتا ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے آقا نے حکم دیا ہے کہ ہم شہر کے درمیان سے گزریں۔ حضرت لوط نے کہا میری تم سے ایک خواہش ہے انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ حضرت لوط نے فرمایا تم یہیں انتظار کرو جب اندھیرا چھا جائے تو پھر یہاں سے روانہ ہوجانا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹی کو روانہ کیا کہ ان کے لیے روٹیاں لے کر آئیں اور ان کے پینے کے لیے ظرف میں پانی لائیں اور اُن کے لیے عبائیں لے کر آئیں تاکہ وہ سردی سے بچنے کے لیے اسے اوڑھ لیں۔ بیٹی کے روانہ ہوتے ہی وادی میں برسات ہونے لگی لوط نے کہا بچوں کو وادی سے لے جانے کے لیے یہ وقت زیادہ مناسب ہے انھوں نے اُن سے کہا اٹھو تاکہ ہم روانہ ہوجائیں حضرت لوط تو دیوار کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور جبرئیل، میکائیل اور

اسرافیل راستے کے درمیان میں چل رہے تھے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بچو! یہاں پر چلو انھوں نے جواب دیا ہمارے آقا نے حکم دیا ہے کہ ہم راستے کے درمیان میں چلیں۔

حضرت لوط اندھیرے کو غنیمت جان رہے تھے، ابلیس گزرا اور اس نے ایک عورت کی گود سے بچہ لے کر اسے کنویں میں پھینک دیا تو شہر کے تمام لوگ چیخ و پکار کرتے ہوئے حضرت لوط کے دروازے پر آگئے جب انھوں نے حضرت لوط کے گھر میں لڑکوں کو دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ اے لوط آپ بھی ہمارے عمل میں شریک ہوگئے انھوں نے جواب دیا کہ یہ میرے مہمان ہیں دیکھو مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو وہ بولے کہ یہ تین لڑکے ہیں ان میں سے ایک کو آپ رکھ لیں اور دو کو ہمارے حوالے کر دیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت لوط نے ان لڑکوں کو کمرے میں داخل کردیا اور لوط نے کہا اے کاش میرے ایسے اہل بیت ہوتے جو مجھے تم لوگوں سے بچاتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ انھوں نے دروازے کو دھکا دیا اور حضرت لوط کے گھر کے دروازے کو توڑ دیا اور لوط کو دور پھینک دیا تو اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت لوط سے کہا اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ (ہم آپ کے ربّ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے) ان فرشتوں نے کشادہ وادی سے ایک مٹھی بھر کر مٹی ان لوگوں کے چہروں پر ڈال دی اور فرمایا "شاھتِ الوجوہ " چہرے بدصورت ہوجائیں تمام شہر والے اندھے ہوگئے اور حضرت لوط نے اُن سے کہا کہ اے میرے ربّ کے فرستادو! میرے ربّ نے ان لوگوں کے بارے میں تمھیں کیا حکم دیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں حکم دیا ہے ہم صبح کے وقت ان کا مواخذہ کریں حضرت لوط نے کہا تم سے میری ایک حاجت ہے فرشتوں نے دریافت کیا کہ وہ حاجت کیا ہے؟ لوط نے فرمایا انھیں ابھی گرفت میں لے لو مجھے یہ ڈر ہے کہ ان کے بارے میں میرے ربّ سے بدا واقع ہوجائے تو انھوں نے جواب دیا اے لوط: اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ان کے لیے صبح کا وقت معین کیا گیا ہے کیا صبح قریب نہیں ہے؟ کہ اللہ جسے چاہے گا اپنی گرفت میں لے لے گا آپ اپنی بیٹیوں کو لے کر روانہ ہوجایئے اور اپنی بیوی کو یہیں چھوڑ دیجیے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار فرشتے بھیجے تھے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور کروبیل وہ فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس سے گزرے وہ عمامے پہنے ہوئے تھے انھوں نے حضرت ابراہیم کو سلام کیا لیکن انھوں نے ان فرشتوں کو نہیں پہچانا انھوں نے ان فرشتوں کو اچھی ہیئت میں دیکھا تو کہا کہ ان آنے والے مہمانوں کی میں خود ہی خدمت کروں گا اور ابراہیم بڑے مہمان نواز تھے انھوں نے ان کے لیے ایک فربہ بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت تیار کرایا پھر ان کے قریب لے گئے جب گوشت ان کے سامنے رکھا گیا تو انھوں نے محسوس کیا کہ ان مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی جانب نہیں بڑھ رہے ہیں تو اس سے انھیں تعجب ہوا اور ان سے دل ہی دل میں خوف کا احساس ہوا جب جبرئیل نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ کیفیت دیکھی تو انھوں نے چہرے سے عمامے کو ہٹا دیا اور ابراہیم نے انھیں پہچان لیا اور کہا کیا تم جبرئیل

ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہاں۔ جب ابراہیمؑ کی بیوی سارہ وہاں آئیں تو جبرئیل نے انھیں اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری سنائی جو سوال و جواب کی صورت میں قرآن کریم میں موجود ہے ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت کیا کہ تم کیوں آئے ہو؟ وہ بولے کہ ہم قومِ لوط کو ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں تو ابراہیم نے کہا کہ اگر اس میں مومنین کی تعداد سو ہو پھر بھی تم انھیں ہلاک کر دو گے تو جبرئیل نے کہا نہیں فرمایا کہ اگر ان میں پچاس ہوں تو جبرئیل نے کہا اگر ان میں تیس ہوں تو جبرئیل نے کہا نہیں فرمایا اگر ان میں بیس ہوں کہا، نہیں فرمایا اگر ان میں دس ہوں کہا نہیں فرمایا اگر ان میں پانچ ہوں کہا نہیں فرمایا اگر ان میں ایک ہو کہا نہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۚ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ (عنکبوت: ۳۲) اس میں تو لوط بھی ہیں انھوں نے جواب دیا کہ ہم زیادہ باخبر ہیں کہ یہاں کون ہے؟ ہم انھیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دیں گے ان کی بیوی کے علاوہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں اس قول کا مقصد کچھ نہیں سمجھتا سوائے اس کے کہ وہ ان کی بقا چاہتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے قول سے ظاہر ہے يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ (ھود: ۷۴) ابراہیم لوط کے بارے میں ہم سے اصرار کر رہے تھے۔ وہ فرشتے لوط کے پاس آئے اور وہ بستی کے قریب اپنی زرعی زمین پر تھے انھوں نے لوط کو سلام کیا اور وہ عمامے پہنے ہوئے تھے جب ان کی اچھی ہیئت کو دیکھا کہ وہ سفید لباس اور سفید عمامے پہنے ہوئے ہیں تو لوط نے انھیں گھر لے جانے کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کر لی ان سے آگے چلے اور وہ ان کے پیچھے پیچھے آنے لگے لوط انھیں گھر بلا کر پچھتا رہے تھے انھوں نے خود سے کہا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں ان لوگوں کو اپنی قوم کے درمیان لے کر آ رہا ہوں جنھیں میں اچھی طرح پہچانتا ہوں لوط ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم اللہ کی بدترین مخلوق کے درمیان آئے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے کہا کہ قومِ لوط پر عذاب لانے میں جلدی نہ کرنا جب تک لوط تین مرتبہ اُن کے خلاف گواہی نہ دیں جبرئیل نے کہا یہ پہلی گواہی ہوگئی پھر کچھ دیر چلے تھے کہ لوط اُن سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم اللہ کی بدترین مخلوق کے درمیان آ رہے ہو جبرئیل نے کہا یہ دوسری گواہی ہوگئی پھر چلنے لگے جب وہ لوگ شہر کے دروازے پر پہنچے تو لوط نے ان کی طرف دیکھ کر کہا تم اللہ کی بدترین مخلوقات کے پاس آئے ہو جبرئیل نے کہا یہ تیسری گواہی ہوگئی لوط اور وہ فرشتے شہر میں داخل ہو کر لوط کے گھر پہنچ گئے جب لوط کی بیوی نے انھیں دیکھا تو انھیں نہایت خوب صورت ہیئت میں دیکھا وہ چھت کے اوپر چڑھ گئی اور اس نے تالی بجا کر اس بستی والوں کو متوجہ کرنا چاہا انھوں نے اس کی آواز نہیں سنی لوط کے گھر سے دھواں بلند ہوا تو لوگ دھویں کو دیکھ کر جلدی جلدی ان کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے جب لوگ دروازے پر پہنچ گئے تو لوط کی بیوی ان کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ لوط کے پاس کچھ لوگ آئے ہیں میں نے آج تک ان سے زیادہ خوب صورت چہرے نہیں دیکھے وہ دروازے پر آئے تاکہ گھر کے اندر آجائیں جب لوط نے انھیں دیکھا تو ان سے مخاطب ہو کر کہا اے میری قوم کے لوگو! فَاتَّقُوا

اللّٰہَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (ھود: ۷۸) تم خدا کا خوف کرو اور میرے مہمانوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی سمجھدار شخص نہیں ہے اور فرمایا هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ یہ میری بیٹیاں تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں حضرت لوط نے انھیں حلال عمل کی دعوت دی انھوں نے جواب دیا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ۝ آپ جانتے ہیں کہ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں اور آپ کو ہماری خواہشات کا علم ہے۔ حضرت لوط نے انھیں جواب دیا لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ (ھود: ۸۰) اے کاش میرے پاس تمھیں باز رکھنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے کاش لوط کو معلوم ہوتا کہ ان کے پاس کون سی قوت ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: قوم لوط نے حضرت لوط کے ساتھ زیادتی کی اور گھر میں داخل ہوگئے جبرئیل علیہ السلام نے چیخ کر کہا اے لوط آپ انھیں داخل ہونے دیں جب وہ گھر کے اندر آگئے تو جبرئیل نے ان لوگوں کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا تو اُن کی آنکھیں جاتی رہیں اور اللہ کا قول اسی امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے فَطَمَسْنَاۤ اَعْیُنَهُمْ (قمر: ۳۷) (ہم نے ان کی بصارت کو زائل کر دیا) پھر جبرئیل نے حضرت لوط سے مخاطب ہو کر کہا اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ ہم آپ کے ربّ کے فرستادے ہیں یہ لوگ ہرگز ہرگز آپ تک رسائی نہ پاسکیں گے آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جائیں۔ اور جبرئیل امین نے اُن سے کہا کہ ہمیں تو ان لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا تو لوط علیہ السلام نے فرمایا اے جبرئیل تم جلدی کرو جبرئیل نے جواب دیا اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ۝ (ان کے لیے صبح کا وقت مقرر کیا جاچکا ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں؟ جبرئیل نے انھیں اللہ کا یہ حکم پہنچایا کہ وہ خود اور اپنے اہل وعیال کو لے کو یہاں سے روانہ ہوجائیں سوائے اپنی بیوی کے۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے شہر کو اپنے بازوؤں سے ساتوں زمین کے طبقات سے اکھاڑا پھر اسے بلند کیا یہاں تک کہ آسمان والوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز اور مرغوں کی چیخ و پکار سنی پھر اس تختۂ زمین کو الٹ دیا اور اس شہر میں اور شہر کے اردگرد سخت مٹی کے پتھروں کی بارش برسائی۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ قوم لوط کی داستان کا کچھ حصہ پہلے سورۂ اعراف آیت ۸۰۔ ۸۵ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے اور اس کا دوسرا حصہ ان شاء اللہ سورۂ حجر آیت ۵۶۔ ۷۴ کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

تفسیر قمیؒ میں حضرت ابراہیم اور لوط علیہ السلام کی داستان کسی معصوم کی سند کے بغیر بیان کی گئی ہے ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس روایت میں اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں ہیں جو مزید جاننا چاہتا ہے اس روایت کی طرف رجوع کرے۔ [۲]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۵ ح ۵۳ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۳۲۔ ۳۳۵

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾

وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

۸۴۔اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا شعیب نے اُن سے کہا: اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تمھیں اچھی حالت میں دیکھ رہا ہوں اور میں تم پر اُس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو سب کو گھیر لے گا۔

۸۵۔اور اے میری قوم کے لوگو! انصاف کے ساتھ پورے طور سے ناپ تول کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

۸۴۔وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ۔

اس کی تفسیر سورۂ اعراف کی آیت ۸۵۔۹۴ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ۔

میں تمھیں اچھی حالت میں دیکھ رہا ہوں ایسی مرفہ الحالی جو تمھیں بخس چیز سے مستغنی کردے گی

کتاب فقیہ اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں روایت ہے کہ ان کی قیمتیں کم تھیں وہ اشیاء کو سستے داموں فروخت کرتے تھے۔

وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ۔

اور میں تم پر اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو سب کو گھیر لے گا

یہاں پر محیط کا مفہوم ہے مہلک ہلاک کرنے والا جیسا کہ (سورۂ کہف ۴۲ میں) اللہ کا قول ہے واحیط بثمرہ اور پھر اس کے باغ کے پھل آفت میں گھیر دیے گئے یا یہ مفہوم ہوگا کہ تم میں سے کوئی بھی اس سے الگ نہ ہوگا۔

۸۵۔وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ۔

اور اے میری قوم کے لوگو! پورے طور سے ناپ تول کیا کرو کم ناپنے اور تولنے سے منع کرنے کے بعد اب اس کی ضد بیان کرکے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ پورے طور سے انصاف کے ساتھ ناپ تول کرو دراصل اس کا

مقصد تاکید کرنا اور تنبیہ کرنا ہے کہ کم ناپ تول سے رُک جانا ہی کافی نہیں ہے بلکہ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ پورا پورا دیا جائے خواہ کچھ زیادہ ہو اس لیے کہ اس کے بغیر کسی کو کچھ نہ دے۔

بِالْقِسْطِ -

عدل اور مساوات کے ساتھ

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جب کوئی ناپ تول میں کمی کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے لوگوں کا مواخذہ کرے گا بنجر زمین اور مال کی کمی سے۔ [۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ نان ونفقہ کی سختی اور بادشاہ کے ظلم سے آزمائے گا۔ [۲]

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ -

اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو

پہلے مکیال اور میزان کو مخصوص طور سے بیان کرنے کے بعد اب عمومی گفتگو کی جا رہی ہے کہ چیزوں میں کمی نہ کرو خواہ ان کا تعلق مقدار سے ہو یا اس کے علاوہ کسی اور سے۔

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ -

اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو

یہاں بھی تخصیص کے بعد تعمیم ہے اس لیے کہ کفر وفساد حقوق کم کرنے کے علاوہ دوسرے امور سے بھی متعلق ہے جیسے چوری، غارت گری، راستے میں لوٹ مار اور ڈکیتی وغیرہ۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۷۴ ح ۲ (۲) الکافی ج ۲ ص ۳۷۳ ح ۱

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ ﴿۸۶﴾
قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِىۡۤ
اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنۡتَ الۡحَلِيۡمُ الرَّشِيۡدُ ﴿۸۷﴾

۸۶۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ طرف سے جو باقی بچ گیا ہے وہی تمھارے لیے بہتر ہے اور میں تمھارے معاملات کا نگہبان تو نہیں ہوں۔
۸۷۔انھوں نے جواب دیا اے شعیب کیا آپ کی نماز یہ حکم دیتی ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد جن کی پرستش کیا کرتے تھے ہم اُنھیں چھوڑ دیں یا اپنے اموال میں اپنی مرضی سے تصرف سے باز رہیں آپ یقیناً بردبار اور سمجھ دار ہیں۔

۸۶۔بَقِيَّتُ اللّٰهِ ۔
حرام سے محفوظ رکھنے کے بعد جو حلال اللہ نے تمھارے لیے باقی رکھا ہے
خَيۡرٌ لَّكُمۡ ۔
وہ تمھارے لیے اس مال سے بہتر ہے جو کم تول کر تم جمع کرتے ہو
اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۚ ۔
اگر تم ایمان کی دولت سے مالا مال ہو اس لیے کہ ثواب، اور عذاب سے نجات، بغیر ایمان کے حاصل نہیں ہوسکتی یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں جو نصیحت کر رہا ہوں تم اس میں میری تصدیق کرو
وَ مَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ ۔
اور میں تمھارے معاملات کا نگہبان تو نہیں ہوں
کہ میں تمھارے تمام امور اور کارکردگی کی نگہبانی کرتا رہوں۔
کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب مدین کا دروازہ شعیب علیہ السلام پر بند کر دیا گیا اور انھیں بازاروں میں جانے سے روک دیا گیا تو وہ ایک پہاڑ کی بلندی پر تشریف لے گئے جو مدین والوں کے سامنے تھا اور انھوں نے مدین والوں سے بلند آواز میں خطاب فرمایا یآأهلَ المدينة الظّالم أهلها، انا بقيّة الله. يقول الله ''بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ ''۔اے شہر کے باشندو! اے ظلم کرنے والو! میں بقیۃ اللہ ہوں اور اللہ کا فرمان ہے بقیۃ اللہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم صاحبانِ ایمان ہو اور میں تمھارے معاملات کا نگہبان تو نہیں ہوں۔
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اُن کے درمیان ایک معمر شخص تھا اُس نے آکر اُن سے کہا اے قوم کے لوگو!

خدا کی قسم یہ شعیب نبی اللہ کی دعوت ہے اگر تم بازاروں میں ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے نہیں نکلے تو تمھارے اوپر اور تمھارے پیروں کے نیچے سے عذاب تمھیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔ [۱]

کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ قائم علیہ السلام تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے اس آیت "بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" کی تلاوت کریں گے اور اس کے بعد فرمائیں گے اَنَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ وَحُجَّتُهٗ وَخَلِيْفَتُهٗ عَلَيْكُمْ (میں بقیۃ اللہ، اللہ کی حجت اور تم پر اللہ کا خلیفہ ہوں) تو اس وقت ہر مسلمان سلام کرتے ہوئے ان سے اس طرح مخاطب ہوا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَقِيَّةَ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ (اے زمینِ خدا میں بقیہ خدا آپ پر سلام ہو) [۲]

۸۷۔ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ۔

انھوں نے جواب دیا اے شعیب کیا آپ کی نماز آپ کو حکم دیتی ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد جس کی پرستش کیا کرتے تھے ہم اسے چھوڑ دیں۔

انھوں نے جواب دیا اے شعیب کیا آپ کی نماز یہ حکم دیتی ہے کہ آپ ہمیں اس امر پر مکلف کریں حضرت شعیب کی دعوتِ توحید پر بطور استہزاء، انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہمارے آباؤ اجداد جن بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے ہم انھیں چھوڑ دیں، انھوں نے شعیب کی نماز کا مذاق اڑایا اور اس بات کا احساس دلایا کہ کوئی بھی عقل مند ایسی دعوت نہیں دے سکتا آپ جو وظیفہ کر رہے ہیں اسی سبب سے خطرات اور وسوسوں نے آپ کو اس بات پر آمادہ کیا ہے اور حضرت شعیب بہت زیادہ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ اسی لیے ان لوگوں نے اس بات پر اکیا کیا اور خاص طور سے نماز کا ذکر کیا۔

اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔

یا اپنے اموال میں ہم اپنی مرضی سے تصرف کرنے سے باز رہیں

یہ درحقیقت جواب ہے اس بات کا جس سے انھیں روکا گیا تھا یعنی تولنے میں کمی کرنا اور جس بات کا حکم دیا گیا تھا یعنی پورے طور سے ناپ تول کرنا۔

اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۔

بے شک آپ یقیناً بردبار اور سمجھ دار ہیں

کہا گیا ہے کہ وہ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ آپ انتہائی احمق اور گمراہ ہیں انھوں نے اس کے برعکس کہا تاکہ اس طرح ان کا مذاق اڑائیں۔ [۳]

تفسیر قمی میں ہے کہ انھوں نے کہا تھا انك لانت السفيه الجاهل آپ تو احمق اور جاہل ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے قول کی اس طرح حکایت کی اور فرمایا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ۔ [۴]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۷۲۔ ۴۷۱ ح ۵ (۲) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۳۳۱ ح ۱۶

(۳) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۲۰ (۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۳۷

قَالَ یٰقَوۡمِ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ کُنۡتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَ رَزَقَنِیۡ مِنۡہُ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُخَالِفَکُمۡ اِلٰی مَاۤ اَنۡہٰکُمۡ عَنۡہُ ؕ اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَ مَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ اِلَیۡہِ اُنِیۡبُ ﴿۸۸﴾

۸۸-شعیب نے کہا کہ اے میری قوم والو! کیا تم نے کبھی غور کیا کہ میں اپنے ربّ کی طرف سے روشن دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھے بہترین رزق سے نوازا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں نے تمھیں جن باتوں سے روکا ہے میں خود انھیں کرنے لگوں، میرا مقصد تو اصلاح کرنا ہے جہاں تک میں کرسکتا ہوں، ہر طرح کی توفیق مجھے اللہ ہی کی جانب سے ملی ہے، اسی پر میرا بھروسا ہے اور میں اسی سے لو لگاتا ہوں۔

۸۸-اِنۡ کُنۡتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ-

کہا گیا ہے یہ جملہ اشارہ ہے علم و نبوت کی طرف جسے اللہ نے انھیں عطا فرمایا تھا۔ [۱]

وَ رَزَقَنِیۡ مِنۡہُ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ-

کہا گیا ہے کہ یہ اشارہ اس مالِ حلال کی طرف اللہ نے انھیں جس سے نوازا تھا۔ اور جوابِ شرط محذوف ہے جملہ اس طرح ہوگا

فھل یسع لی مع ھذہ الانعام ان اخون فی وحیہ واخالفہ فی امرہ ونھیہ ولا امرکم بترك عبادۃ الاوثان والکف عن القبائح وانّما بعثنی ذلك۔ کیا اس انعام و اکرام کے بعد میرے بس میں ہے کہ میں وحی الٰہی میں خیانت کروں اور اس کے امر و نہی میں اس کی مخالفت کروں اور بتوں کی عبادت ترک کرنے کے لیے تمھیں منع نہ کروں اور ناپسندیدہ باتوں سے تمھیں باز نہ رکھوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انھی کاموں کے لیے مبعوث کیا ہے۔ [۲]

وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُخَالِفَکُمۡ اِلٰی مَاۤ اَنۡہٰکُمۡ عَنۡہُ ؕ-

اور میں نہیں چاہتا کہ میں نے تمھیں جن باتوں سے روکا ہے میں انھیں خود کرنے لگوں۔ یعنی میں نہیں چاہتا کہ ان خواہشات پر تم سے سبقت لے جاؤں جن سے میں نے تمھیں روکا ہے، میں تمھارے بجائے خود ان کو اپنے لیے مخصوص کرلوں۔

اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ -

میرا مقصد تو صرف تمھاری اصلاح ہے

(۱-۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۷۸

مَا اسْتَطَعْتُ ؕ -

جب تک اصلاح کرنا میرے لیے ممکن ہو۔ تم جو بھی کام کر رہے ہو اگر میں اس میں بھلائی دیکھوں گا تو ہرگز تمھیں اس سے منع نہیں کروں گا۔

پہلا جواب: اللہ کے حق کو ملحوظ رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔

دوسرا جواب: نفس کے حق کا خیال رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔

تیسرا جواب: انسانوں کے حق کی پاس داری کی جانب توجہ دلاتا ہے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ -

حق اور درست بات تک پہنچنے کے لے ہر طرح کی توفیق مجھے اللہ کی ہدایت اور نصرت سے حاصل ہے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ -

میں نے اسی پر توکل کیا ہے۔

اس لیے کہ وہی ہر شے پر قادر اور صاحبِ اقتدار ہے نہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور۔ اس میں اشارہ ہے توحید خالص کی طرف جو مراتب علم کے آغاز کی انتہائی منزل ہے۔

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ -

اور میں اسی سے لو لگاتا ہوں

اس میں معرفت معاد کی طرف اشارہ ہے اور ان کلمات کے ذریعے متنبہ کیا ہے کہ وہ مکمل طور سے اللہ کی جانب مائل ہیں خواہ کچھ ملے یا باقی رہ جائے اور کفار کی لالچ کی بیخ کنی اور دشمنی کے سبب ان کی عدم توجّہی پر متنبہ کرنا اور جزا کے لیے اللہ کی طرف رجوع کر کے ان کی تہدید (دھمکی دینا) کرنا مقصود ہے۔

وَ یٰقَوۡمِ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شِقَاقِیۡۤ اَنۡ یُّصِیۡبَکُمۡ مِّثۡلُ مَاۤ اَصَابَ قَوۡمَ نُوۡحٍ اَوۡ قَوۡمَ هُوۡدٍ اَوۡ قَوۡمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوۡمُ لُوۡطٍ مِّنۡکُمۡ بِبَعِیۡدٍ ﴿۸۹﴾
وَ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡهِ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ رَحِیۡمٌ وَّدُوۡدٌ ﴿۹۰﴾

۸۹-اور اے میری قوم والو! میری مخالفت تمھیں مجرم نہ بنا دے کہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب آجائے جیسا نوح کی قوم پر یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر آیا تھا اور لوط کی قوم کا زمانہ بھی تم سے کچھ دور نہیں ہے۔
۹۰-تمھیں چاہیے کہ اپنے ربّ سے مغفرت طلب کرو پھر اس سے رجوع کرو بے شک میرا پروردگار نہایت مشفق اور محبت کرنے والا ہے۔

۸۹-وَ یٰقَوۡمِ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ- اور میری قوم والو کہیں تم سے گناہ کا ارتکاب نہ کرادے
شِقَاقِیۡۤ- میری مخالفت اور دشمنی
اَنۡ یُّصِیۡبَکُمۡ مِّثۡلُ مَاۤ اَصَابَ قَوۡمَ نُوۡحٍ-
کہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب آجائے جیسا نوح کی قوم پر آیا تھا یعنی غرقابی
اَوۡ قَوۡمَ هُوۡدٍ- یا قوم ہود پر آیا تھا ہواؤں کا چلنا
اَوۡ قَوۡمَ صٰلِحٍ ؕ- یا صالح کی قوم پر آیا تھا بھونچال
وَ مَا قَوۡمُ لُوۡطٍ مِّنۡکُمۡ بِبَعِیۡدٍ-
اور لوط کی قوم کا زمانہ بھی تم سے کچھ دور نہیں ہے
یعنی وہ لوگ تمھارے زمانے سے قریب کے زمانے ہی میں ہلاک کر دیے گئے تھے اگر تمھیں پہلے لوگوں پر جو عذاب آیا اُن سے عبرت حاصل نہیں ہوتی تو قومِ لوط پر جو عذاب آیا تھا اس سے تو عبرت حاصل کرو۔
۹۰-وَ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡهِ ؕ-
تم اپنے ربّ سے مغفرت طلب کرو پھر اس سے رجوع کرو
یعنی تم جس حالت میں ہو اسے ترک کرکے اللہ کی طرف رجوع کرو۔
اِنَّ رَبِّیۡ رَحِیۡمٌ وَّدُوۡدٌ-
بے شک میرا پروردگار نہایت مشفق اور محبت کرنے والا ہے
اس کی رحمت عظیم ہے، وہ بندوں سے الفت و مودت کرتا ہے، وہ انھیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے وہ بار بار وعید (دھمکی) کے بعد بھی توبہ قبول کرنے کا وعدہ کر رہا ہے۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿۹۱﴾

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۹۲﴾

وَ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَ ارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ ﴿۹۳﴾

۹۱-انھوں نے جواب دیا اے شعیب! آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں اور اپنے درمیان ہم آپ کو کمزور پاتے ہیں اگر آپ کے خاندان کا پاس نہ ہوتا تو ہم کب کا آپ کو سنگ سار کر چکے ہوتے اور آپ کو ہم پر کوئی بالادستی حاصل نہیں ہے۔

۹۲-شعیب نے کہا کیا میرا قبیلہ تمھاری نظر میں اللہ سے زیادہ عزیز ہے؟ تم نے اللہ کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے یقینا میرا رب تمھارے ہر عمل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۹۳-اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ جو چاہو کرو میں اپنا عمل جاری رکھوں گا عن قریب تمھیں پتا چل جائے گا کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے؟ تم انتظار کرو اور میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۹۱-قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ -

انھوں نے کہا: اے شعیب آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں

وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ -

اور اپنے درمیان ہم آپ کو کمزور پاتے ہیں نہ تو آپ کی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی غلبہ اگر ہم آپ سے سختی کرنا چاہیں تو آپ ہم سے بچنے کی طاقت نہیں رکھتے

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ ان کی نظر کمزور ہو گئی تھی۔ [1]

وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ -

اور اگر آپ کے خاندان اور قبیلے کا پاس نہ ہوتا اور ہمارے نزدیک ہماری ملت پر ہونے کی وجہ سے جو انھیں مرتبہ حاصل ہے وہ نہ ہوتا

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۳۷)

لَرَجَمْنٰكَ ۔ تو ہم آپ کو سنگ سار کر دیتے یعنی ہم آپ کو بدترین طریقے سے قتل کر دیتے

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۔

آپ کو ہم پر کوئی بالا دستی حاصل نہیں ہے کہ وہ ہمیں آپ کو قتل کرنے سے روک دے۔ بلکہ آپ کا قبیلہ آڑے آرہا ہے کیوں کہ وہ ہمیں عزیز ہے

۹۲۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ ۔

شعیب نے کہا کیا میرا قبیلہ تمھاری نظر میں اللہ سے زیادہ عزیز ہے؟ تم نے خدا کو بالکل بھلا دیا ہے اور اسے نظر انداز کر کے پس پشت ڈال دیا ہے

اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۔

میرا رب تمھارے ہر عمل کا احاطہ کیے ہوئے ہے اس میں سے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے

۹۳۔ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۔

اور اے میری قوم والو! تم اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے شرک اور دشمنی کرتے رہو

اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ ۔

میں اپنا عمل جاری رکھوں گا عن قریب تمھیں پتا چل جائے گا کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور مجھ میں اور تم میں سے کون جھوٹا ہے

سورۂ انعام کی آیت ۱۳۵ کے ذیل میں ایسا ہی جملہ گزر چکا ہے۔

وَارْتَقِبُوْٓا ۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کا انتظار کرو

اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۔

میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں

کتاب اکمال اور تفسیر مجمع البیان میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے مَاحسن الصبر وانتظار الفرج! أما سمعت قول الله عزّوجلّ وارتقبوا انی معکم رقیب کتنا اچھا ہے صبر اور ظہور کا انتظار کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا تم انتظار کرو میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ ۱

تفسیر عیاشی میں ہے امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے ان انتظار الفرج من الفرج ظہور کا انتظار بھی سبب راحت ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ۲

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے۔ ۳

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۶۴۵ ح ۵ و مجمع البیان ۵۔۶ ص ۱۸۹   (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۹ ح ۶۲

(۳) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۸۸

وَ لَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا شُعَیۡبًا وَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنۡ لَّمۡ یَغۡنَوۡا فِیۡهَا ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡیَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ﴿۹۵﴾

ع ۸ ۱۲ ۸

۹۴۔اور جب ہمارا فیصلہ کن حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ظلم کرنے والوں کو ہول ناک چیخ نے آ لیا وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔
۹۵۔ایسا لگتا تھا کہ وہ لوگ وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ مدین والے اللہ کی رحمت سے اسی طرح دور ہو گئے جس طرح قوم ثمود ہوتی تھی۔

۹۴۔وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا شُعَیۡبًا وَّالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا۔

اس مقام پر اور قوم عاد کا قصہ بیان کرتے وقت ''وْ'' سے ذکر کیا ہے اور جہاں صالح اور ھود کا واقعہ بیان کیا وہاں پر حرف ''ف'' لایا ہے اس لیے کہ صالح اور ھود کے واقعے میں وعدہ کا ذکر جو پہلے بیان کیا گیا ہے وہ سبب بن گیا دوسرے قصے میں ایسا نہیں ہوا۔

وَاَخَذَتِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَةُ ۔

اور ظلم کرنے والوں کو ہول ناک چیخ نے آ لیا

جوامع میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جبرئیل نے ان پر ایک چیخ ماری تو وہ جس کیفیت میں تھے ان میں سے ہر ایک کی روح پرواز کر گئی۔ [1]

فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ ۔

وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے

۹۵۔ كَاَنۡ لَّمۡ یَغۡنَوۡا فِیۡهَا ؕ۔

گویا کہ وہاں پر کبھی بھی زندہ حیثیت سے وہ رہے ہی نہیں

اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡیَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ۔

مدین والے اللہ کی رحمت سے اسی طرح دور ہو گئے جیسے قوم ثمود ہوئی تھی

کہا گیا ہے ان لوگوں کو قوم ثمود سے تشبیہ دی اس لیے کہ ان کا عذاب بھی ایک چنگھاڑ تھی البتہ قوم ثمود کے لیے چنگھاڑ ان کے نیچے سے آئی تھی اور مدین والوں کے لیے چنگھاڑ ان کے اوپر سے آئی تھی۔ [2]

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۶۴ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۸۰

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۹۶﴾
اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۠ئِہٖ فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ ۚ وَ مَاۤ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِیۡدٍ ﴿۹۷﴾
یَقۡدُمُ قَوۡمَہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فَاَوۡرَدَہُمُ النَّارَ ؕ وَ بِئۡسَ الۡوِرۡدُ الۡمَوۡرُوۡدُ ﴿۹۸﴾
وَ اُتۡبِعُوۡا فِیۡ ہٰذِہٖ لَعۡنَۃً وَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ بِئۡسَ الرِّفۡدُ الۡمَرۡفُوۡدُ ﴿۹۹﴾

۹۶۔ اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور واضح اقتدار کے ساتھ بھیجا۔

۹۷۔ فرعون اور اس کے رؤساء کی طرف تو ان لوگوں نے فرعون کے حکم کا اتباع کیا حالاں کہ فرعون کا حکم عقل وخرد کے مطابق نہ تھا۔

۹۸۔ وہ روزِ قیامت اپنی قوم کی قیادت کرے گا اور انھیں آتش جہنم تک پہنچا دے گا کیا بری منزل ہوگی جہاں یہ وارد کیے جائیں گے۔

۹۹۔ ان لوگوں کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی گئی ہے اور روزِ قیامت بھی کیا برا نصیب ہے جو اُن کے حصے میں آیا۔

۹۶۔ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ۔

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور واضح اقتدار کے ساتھ بھیجا یعنی انھیں غالب آنے والے معجزات اور ظاہر و باہر دلائل کے ساتھ بھیجا

۹۷۔ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۠ئِہٖ ۔

فرعون اور اس کے رؤساء کی طرف

فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ ۚ ۔

انھوں نے فرعون کا حکم مانا اس نے حکم دیا تھا کہ موسیٰ کا انکار کردو

وَ مَاۤ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِیۡدٍ ۔

اور فرعون کا حکم عقل وخرد کے مطابق نہ تھا بلکہ وہ گمراہی اور تباہی تھی

۹۸۔ یَقۡدُمُ قَوۡمَہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ۔

وہ روزِ قیامت اپنی قوم کی قیادت کرے گا۔ انھیں جہنم کی طرف لے جائے گا اور وہ سب لوگ اس کا اتباع کریں گے جس طرح وہ دنیا میں گمراہی میں اُن کا پیشوا تھا۔

فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ۔

اور وہ انھیں آتش جہنم تک پہنچا دے گا

لفظ اَوْرَدَ فعل ماضی ہے اور فعل ماضی اس کے تحقق (ثابت ہونے) کی تاکید کے لیے لایا گیا

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۔

کیا بری منزل ہوگی جہاں یہ وارد کیے جائیں گے

ان کی منزل کتنی بری ہے جو انھیں آگ کی طرف لے جا رہی ہے "ورد" وہ پانی کا گھاٹ ہے جہاں لوگ آتے ہیں جہاں پیاس بجھتی ہے اور جگر کو ٹھنڈک ملتی ہے اور النَّار (آگ) اس کی ضد ہے۔

۹۹۔وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ ۔

اور اس دنیا میں ان لوگوں کے پیچھے لگا دی گئی ہے

لَعْنَةً ۔

لعنت

وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ۔

اور روز قیامت بھی یعنی ان پر دنیا و آخرت دونوں میں لعنت ہے

بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۔

کیا برا نصیب ہے جو اُن کے حصے میں آیا

رفد سے مراد کمک اور عطا ہے اور یہ لفظ منفعت کے لیے بولا جاتا ہے۔اور لعنت دونوں جہانوں میں عذاب کو جاری کرنے والی ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے "فی هذه لعنة" سے مراد ہلاکت اور ڈوبنا ہے اور "یوم القیامة" سے اللہ کا انھیں عذاب میں مبتلا کرنا ہے۔[1]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۷

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾
وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

۱۰۰۔اے رسول یہ کچھ بستیوں کے حالات ہیں جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں ان میں سے کچھ باقی بچ گئی ہیں اور کچھ کا قلع قمع ہو چکا ہے۔

۱۰۱۔ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم ڈھا رہے تھے وہ اللہ کے علاوہ جن معبودوں کو پکارا کرتے تھے وہ ان کے کسی کام نہ آئے اور جب آپ کے ربّ کا فیصلہ کُن امر آ گیا تو ان خداؤں نے سوائے تباہی کے مزید کچھ نہ دیا۔

۱۰۰۔ذٰلِكَ ۔ یعنی یہ خبر

مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى ۔ ان بستیوں کی خبر ہے جنھیں ہلاک کر دیا گیا

نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ ۔ ہم جن کے حالات آپ سے بیان کر رہے ہیں

مِنْهَا قَآئِمٌ ۔ ان میں سے کچھ بستیاں قابل کاشت زمینوں کی طرح باقی ہیں

وَّ حَصِيْدٌ ۔ اور اُن میں سے کچھ بستیاں ایسی ہیں جن کے نشانات مٹ چکے ہیں جیسے کٹی ہوئی فصل

۱۰۱۔وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ ۔ ہم نے انھیں ہلاک کر کے کوئی ظلم نہیں کیا

وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ۔

بلکہ وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم ڈھا رہے تھے اس طرح کہ انھوں نے خود کو اس کے سامنے پیش کر دیا ان امور کا ارتکاب کر کے جس کی وجہ سے وہ تباہ ہوئے

فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۔

ان کے معبودوں نے جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے نہ انھیں کوئی فائدہ پہنچایا اور نہ ہی اُن سے عذاب کو دور کر سکے

لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ ۔ جب آپ کے ربّ کا امر یعنی اس کا عذاب اور انتقام آ گیا

وَ مَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۔ تو ان خداؤں نے سوائے تباہی اور خسارے کے مزید کچھ نہ دیا۔

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۰۲﴾

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾

وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ؕ ﴿۱۰۴﴾

یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ﴿۱۰۵﴾

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ۙ ﴿۱۰۶﴾

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۲- اور آپ کے ربّ کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ یقیناً اس کی گرفت دردناک اور سخت ہوتی ہے۔

۱۰۳- اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں اُس شخص کے لیے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے ایک نشانی ہے وہ ایسا دن ہوگا جب سب لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور وہ سب کی حاضری کا دن ہوگا۔

۱۰۴- اور ہم اسے ایک معینہ مدت تک کے لیے مؤخر کر رہے ہیں۔

۱۰۵- جب وہ دن آجائے گا تو اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی متنفس بات نہ کرسکے گا ان میں سے بدبخت بھی ہوں گے اور خوش نصیب بھی۔

۱۰۶- جو لوگ بدبخت ہوں گے وہ جہنم میں جائیں گے جہاں پر ان کے لیے سوائے لمبی آہیں بھرنے اور سسکیوں کی چیخ و پکار کے کچھ نہ ہوگا۔

۱۰۷- جب تک آسمان و زمین قائم ہیں وہ لوگ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے مگر یہ کہ آپ کا ربّ وہاں سے نکالنا چاہے بے شک آپ کا ربّ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے کر گزرتا ہے۔

۱۰۲- وَ كَذٰلِكَ - اور اسی گرفت کی طرح

اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى -

آپ کے ربّ کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستی والوں کا مواخذہ کرتا ہے

وَهِيَ ظَالِمَةٌ۔ جن بستیوں کے لوگ ظالم ہوتے ہیں

إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ۔

یقیناً اس کی گرفت دردناک، سخت اور دشوار ہوتی ہے

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے "اِنَّ اللّٰهَ یمهل الظّالم حتی اذا اخذه لم یفلته" پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی بے شک اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب اس کی گرفت کرلیتا ہے تو پھر اسے چھوڑتا نہیں۔ [1]

۱۰۳۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ ۔ یعنی جو کچھ ہلاک ہونے والی امتوں کے بارے میں نازل ہوا ہے

لَآيَةً ۔ اس میں یقیناً عبرت ہے

لِمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۔

اس شخص کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ اس کا نمونہ ہے

ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ ۔

یعنی وہ روز قیامت اور عذاب آخرت تمام گزشتہ اقوام اور آنے والے افراد کے جمع ہونے کا دن ہے

وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَشْهُودٌ ۔ اور وہ ایسا دن ہے جس کے گواہ بہت زیادہ ہیں

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ انبیاء اور مرسلین جس کی گواہی دیں گے۔ [2]

اور کہا گیا ہے کہ اس دن آسمان و زمین کے ساکنین کی بھی گواہی لی جائے گی۔ [3]

تفسیر عیاشی میں صادقین میں سے کسی ایک سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ وہ روزِ قیامت ہے اور وہی وعدے کا دن ہے یعنی جس دن کا وعدہ کیا گیا ہے۔ [4]

کتاب کافی میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے اپنے کلام میں جو مَوْعِظت اور زہد سے متعلق تھا فرمایا واعلم ان من وَرَاء هذا اعظم وافظع واوجع للقلوب یوم القیامة "ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَشْهُودٌ" یجمع الله عزّوجل فیه الاوّلین والاخرین اور جان لو کہ اس کے پیچھے سب سے بڑھ کر سب سے ناگفتہ بہ اور دلوں کو تکلیف پہنچانے والا قیامت کا دن ہے اور وہ ایسا دن ہوگا جب سب لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور وہ سب کی حاضری کا دن ہوگا جس دن اللہ تبارک وتعالیٰ اولین اور آخرین سب کو ایک جگہ جمع کر دے گا۔ [5]

۱۰۴۔ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَعْدُودٍ ۔

اور ہم اس کو ایک معینہ مدت تک کے لیے موخر کر رہے ہیں

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۹۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۸

(۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۸۱ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۹ ح ۶۴ (۵) الکافی ج ۸ ص ۷۶ ح ۲۹

۱۰۵-یَوۡمَ یَاۡتِ - جب وہ دن آجائے گا

لَا تَکَلَّمُ نَفۡسٌ -

تو کوئی متنفس اس چیز کے بارے میں بات نہیں کرے گا جو اسے نفع پہنچائے گی اور نجات دے گی

اِلَّا بِاِذۡنِہٖ -مگر اللہ کی اجازت سے

جس طرح اللہ کا قول ہے لَا یَتَکَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَہُ الرَّحۡمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا (النبا: ۳۸) یَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَہُ الرَّحۡمٰنُ وَ رَضِیَ لَہٗ قَوۡلًا (طٰہٰ: ۱۰۹)

(وہ بات نہ کرسکیں گے الا یہ کہ رحمن اسے اجازت دے دے اور وہ ٹھیک ٹھیک بات کرے)

(اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئے گی سوائے اس کے جسے رحمن نے اجازت دے دی ہو اور وہ اس کی بات سے راضی ہو۔)

اور یہ اس دن کی جگہوں میں سے ایک جگہ ہے جہاں ایسا ہوگا اور اللہ کا قول ھٰذَا یَوۡمُ لَا یَنۡطِقُوۡنَ وَ لَا یُؤۡذَنُ لَہُمۡ فَیَعۡتَذِرُوۡنَ (المرسلات: ۳۵-۳۶) آج کے دن یہ لوگ بات بھی نہ کرسکیں گے اور نہ انھیں اس بات کی اجازت ہوگی کہ عذر پیش کرسکیں۔ اس کا تعلق کسی دوسری جگہ سے ہے جیسا کہ کتاب توحید میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے۔ [1]

فَمِنۡہُمۡ شَقِیٌّ -

ان میں سے بدبخت بھی ہے وعید کے تقاضوں کی بنیاد پر جس کے لیے جہنم لازمی ہوچکی ہے

وَّ سَعِیۡدٌ -

اور ان میں سے خوش نصیب بھی ہیں وعدے کی بنا پر جس کے لیے جنت کو واجب کردیا گیا ہے۔

۱۰۶-فَاَمَّا الَّذِیۡنَ شَقُوۡا فَفِی النَّارِ لَہُمۡ فِیۡہَا زَفِیۡرٌ وَّ شَہِیۡقٌ -

زَفیر — لمبی آہ کا نکلنا۔ سانس کا باہر کی طرف آنا

شھیق — سسکی لینا یعنی اندر ہی اندر مصیبت میں مبتلا ہونا

یہ دونوں لفظ دلالت کرتے ہیں کہ انھیں شدید کرب اور تکلیف ہوگی

۱۰۷-خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ -

جب تک آسمان و زمین قائم ہیں وہ لوگ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے مگر یہ کہ آپ کا رب وہاں سے نکالنا چاہے بے شک آپ کا رب جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے کرگزرتا ہے۔

---

(۱) التوحید ص ۲۶۱ ح ۵ باب ۳۶

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾

ع ۹ / ۱۴

۱۰۸- جہاں تک خوش نصیب افراد کا تعلق ہے تو جب تک آسمانوں اور زمین کا وجود باقی ہے وہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہیں گے مگر جو آپ کا ربّ چاہے وہاں پر ایسی عطا ہوگی جو منقطع ہونے والی نہیں ہے۔

۱۰۹- اے نبی یہ لوگ جن چیزوں کی عبادت کر رہے ہیں آپ اس بارے میں کسی شبہے میں نہ پڑیں یہ لوگ تو اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جس طرح ان سے پہلے ان کے آباؤ اجداد عبادت کیا کرتے تھے ہم (روز قیامت) انھیں ان کے عمل کا پورا پورا حصہ بغیر کسی کمی کے دیں گے۔

۱۰۸- وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ۔

غیر مجذوذ کے معنی ہیں منقطع نہ ہونے والی

تفسیر قمیؒ میں اس آیت "یوم یات" اور اس کے بعد والی آیت کا تعلق قیامت سے قبل نارِ دنیا سے ہے اور اللہ کا قول وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا سے مراد دنیاوی جنتیں ہیں جہاں مومنین کی ارواح منتقل ہوتی ہیں مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ یعنی یہ آخرت کی نعمتوں سے منقطع نہیں ہے جنت میں جو نعمتیں ہوں گی وہ اسی سے متصل ہوں گی امام علیہ السلام نے فرمایا یہ درحقیقت تردید ہے اس کی جو قیامت کے دن سے پہلے اور برزخ میں عذاب قبر اور دنیا میں ثواب وعذاب کا منکر ہے۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس تفسیر کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا (غافر: ۴۶) وہ جہنم جس کے سامنے یہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قیامت سے قبل برزخ کی آگ میں ہوگا اس لیے کہ قیامت میں صبح و شام کا تصور نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿﴾ (غافر: ۴۶) جس دن قیامت برپا ہوگی تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔ [2]

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۳۸ (۲) تفسیر علی بن ابراہیم ج ۱ ص ۳۳۸

اور اس کی تائید بھی اللہ کے قول "مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ " جب تک آسمانوں اور زمین کا وجود باقی ہے یعنی دنیاوی آسمان وزمین) سے ہوتی ہے جیسا کہ سب جانتے ہیں۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جنت وجہنم سے اس آیت میں ولایتِ آل محمدؑ اور ان کے دشمنوں کی ولایت مراد ہے۔ [۱]

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ علم تفسیر سے جاہل ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ کی طرف سے استثناء اُس کے لیے ہے جو جنت وجہنم میں داخل ہو چکا ہے بات دراصل یہ ہے کہ دونوں فریق جنت وجہنم سے نکلیں گے اور دونوں باقی رہیں گے اور جنت وجہنم میں کوئی نہ رہے گا جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ کہا امامؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم جنت والوں اور نہ ہی تمام جہنم والوں کو ان میں سے نکالے گا بھلا یہ کیسے ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے "مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا" (کہف: ۳) وہ لوگ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور اس میں کسی قسم کا استثنا نہیں ہے۔ [۲]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ دونوں آیتیں بدبختوں اور نیک بختوں میں اُن کے لیے ہیں جو اس میں دائمی طور سے نہیں رہیں گے۔ [۳]

۱۰۹- فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ - اے نبی آپ کسی شبہے میں مبتلا نہ ہوں

مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ - یہ لوگ جن چیزوں کی عبادت کر رہے ہیں

جب کہ اللہ نے آپ پر یہ داستانیں نازل فرمائی ہیں کہ انھیں بت پرستی کے کتنے برے انجام دیکھنے پڑے اور ان سے پہلے ان جیسے لوگوں کو جو عذاب پہنچ چکا ہے انھیں بھی اس کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ آیت رسولِ اکرم کو تسلی دینے کے لیے اور ان لوگوں سے انتقام کے لیے نبی اکرمؐ سے وعدہ کرنا ہے اور مشرکین کے لیے وعید ہے۔

مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ -

یہ لوگ تو اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جس طرح ان سے پہلے ان کے آباؤ اجداد عبادت کیا کرتے تھے

یعنی شرک میں ان کی حالت ان کے آباء جیسی ہے دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہے تو ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوگا جو ان کے آباء پر ہو چکا ہے شک وشبہے سے روکنے کی علت بیان کی جارہی ہے۔

وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ - اور یقینا ہم (روزِ قیامت) ان کے عمل کا بھرپور حصہ دیں گے

یعنی ان کے آباء کی طرح عذاب میں جو ان کا حصہ ہے وہ انھیں ملے گا۔

غَيْرَ مَنْقُوْصٍ - اس میں کسی قسم کی کمی نہ ہونے دیں گے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۰ ح ۶۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۰-۱۵۹ ح ۶۶ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۰ ح ۶۷

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۱۰﴾
وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۰۔ اور ہم نے ہی موسیٰ کو کتاب دی تو اُس میں اختلاف پیدا کر دیا گیا اور اگر آپ کے ربّ کی جانب سے پہلے ہی طے نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا بھی فیصلہ کر دیا جاتا اور یہ لوگ اس (قرآن) کے بارے میں الزام لگانے والے شک میں مبتلا ہیں۔

۱۱۱۔ اور بے شک آپ کا ربّ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اللہ ان کی کارکردگی سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۱۱۰۔ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ۔

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف پیدا کر دیا گیا ایک قوم اس پر ایمان لائی اور ایک قوم نے اس کا انکار کر دیا

جس طرح ان لوگوں نے قرآن مجید میں اختلاف پیدا کر دیا ہے

وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ ۔ اور اگر آپ کے ربّ کی جانب سے پہلے ہی طے نہ ہو چکا ہوتا

یعنی قیامت تک کی مہلت نہ دی جا چکی ہوتی۔

لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ۔ تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا باطل پرست پردہ نازل کر کے جس کا وہ مستحق ہے تاکہ حق پرست کو اس سے ممیز کیا جاسکے۔

وَ اِنَّهُمْ ۔ یعنی آپ کی قوم کے کفار

لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ۔ قرآن کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں

مُرِیْبٍ ۔ الزام لگانے والا شک، تہمت لگانا

۱۱۱۔ وَ اِنَّ كُلًّا ۔ اور ان مومنین اور کافرین میں سے ہر اختلاف کرنے والے کو

لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ۔ بے شک آپ کا ربّ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ”قیامت میں“ [1]

اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔ اللہ ان کی کارکردگی سے اچھی طرح باخبر ہے

اس سے کوئی بھی شے بچ نہیں سکتی خواہ وہ مخفی ہی کیوں نہ ہو۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۸

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾

وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۲- لہٰذا آپ حکم الٰہی کے مطابق استقامت سے کام لیں اور آپ کے ساتھ جولوگ اللہ کی طرف واپس لوٹ آئے ہیں (وہ بھی مستقیم رہیں) اور خبردار سرکشی نہ کرنا تم جو عمل کر رہے ہو اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۱۱۳- اور اے مسلمانو! تم ظالموں کی طرف مائل نہ ہوجانا اگر ایسا کیا تو جہنم کی آگ تمھیں چھولے گی اور اللہ کے علاوہ تمھارا کوئی سرپرست نہ ہوگا پھر تمھاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔

۱۱۲- فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ -

لہٰذا آپ حکم الٰہی کے مطابق استقامت سے کام لیں

جادۂ حق پر ڈٹے رہیں اس سے انحراف نہ کریں اور یہ حکم عقائد و اعمال پر مشتمل ہے۔

وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ -

اور آپ کے ساتھ وہ لوگ بھی مستقیم رہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کی ہے اور آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں

وَ لَا تَطْغَوْا ؕ -

اور تم لوگ حدود اللہ سے باہر نہ نکلنا سرکشی نہ کرنا

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ -

تم جو عمل کر رہے ہو اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے وہ تمھیں اس کے مطابق بدلہ دے گا

جوامع میں امام صادق علیہ السلام سے "فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ" کی تفسیر یہ ہے کہ افتقر الی اللہ بصحة العزم تم عزم کی درستی کے ساتھ اللہ کی جانب مائل رہو۔

اور ابن عباس سے مروی ہے کہ کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو اس آیت سے زیادہ آنحضرتؐ کو مشقت میں ڈالنے والی ہو اسی لیے آپ نے فرمایا شَيَّبَتْنِي هود و الواقعة و اخواتها مجھے سورۂ ہُود، سورۂ واقعہ اور انھی جیسی سورتوں نے بوڑھا کردیا۔ [1]

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۷۰

۱۱۳۔وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۔

اور اے مسلمانو! تم ظالموں کی طرف ذرا سا بھی مائل نہ ہونا

رُکُون کے معنی ہیں آسانی کے ساتھ جھک جانا۔

فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔

ان کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے جہنم کی آگ تمھیں چھو لے گی

تفسیر مجمع البیان میں ائمہ علیہم السلام سے مروی ہے کہ "رکون" کا مفہوم ہے المؤدة والنصيحة والطّاعة مودّت، نصیحت اور اطاعت۔ [۱]

تفسیر قمیؔ میں بھی ایسی ہی روایت ہے۔ [۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ ایسا شخص ہے جو بادشاہ کے پاس جاتا ہے اور اس کی بقا چاہتا ہے تاکہ وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے اور اسے کچھ عطا کر دے۔ [۳]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے ہے کہ اللہ نے ان کے لیے آگ کو دائمی نہیں بنایا البتہ آگ تمھیں چھو لے گی لہٰذا اُن کی طرف مائل نہ ہونا۔ [۴]

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۔

اور اللہ کے علاوہ کوئی تمھارا سرپرست نہ ہوگا۔ ایسا ناصر نہ ہوگا جو تم سے عذاب کو روک سکے

ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۔

پھر تمھاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ پھر اللہ بھی تمھاری مدد نہیں کرے گا۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۰۰
(۲) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۳۸
(۳) الکافی ج ۵ ص ۱۰۹۔۱۰۸ ح ۱۲
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۱ ح ۷۲

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۴-اور تم نماز قائم کرو دن کے دونوں اطراف میں اور رات کے پہلے حصے تک یقینا نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے اس میں نصیحت ہے۔

۱۱۵-تم صبر سے کام لو یقینا اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔

۱۱۴-وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ-

اور تم نماز قائم کرو دن کے دونوں اطراف اور رات کے کچھ گھنٹوں تک جو دن سے قریب ہوں اور زُلَف زُلْفَة کی جمع ہے جس کے معنی ہیں قریب کتاب تہذیب میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ دونوں اطراف سے مراد مغرب اور صبح کی نماز ہے اور زلفا من الیل سے نماز عشاء مراد ہے۔ ۱

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے بھی ایسی ہی روایت ملتی ہے۔ ۲

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ-

بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں

مشہور حدیث نبوی میں ہے اِنَّ الصَّلَاةَ اِلَى الصَّلَاةِ كَفَّارَةٌ مَابَيْنَهُمَا مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرِ.

ایک نماز دوسری نماز تک کے لیے دونوں نمازوں کے مابین کفارہ ہے جب تک گناہِ کبیرہ سے اجتناب کیا جائے۔ ۳

کتاب امالی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے اِنَّ اللهَ يُكَفِّرُ بِكُلِّ حَسَنَةٍ سَيِّئَةً (بے شک اللہ ہر حسنہ (اچھائی) کے ذریعے ہر سیئہ (برائی) کو دور کر دیتا ہے) پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ۴

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے مومن کی رات کی نماز دن کے وقت اس نے جو گناہ کیے تھے انھیں دور کر دیتی ہے۔ ۵

تفسیر قمیؒ میں اسی جیسی روایت ہے۔ ۶

اور کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

(۱) تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۲۴۱ ح ۹۵۴ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ح ۷۳ (۳) انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۸۴

(۴) امالی شیخ طوسی ص ۲۶ ح ۳۱ (۵) الکافی ج ۳ ص ۲۶۲ ح ۱۰ تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۳ ح ۷۶ (۶) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۳۸

جس میں چار باتیں ہوں اللہ ان کی وجہ سے کسی کو ہلاک نہیں کرے گا مگر یہ کہ وہ خود ہلاک ہونا چاہے۔ ایک شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل کرلیتا ہے۔ اگر اس نے عمل نہیں کیا تو اللہ اُس کے لیے اس کی حسن نیت کی بنیاد پر ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ اس پر عمل کرلیتا ہے تو اس کے لیے دس لکھ دیا جاتا ہے اور اگر بندہ برائی پر عمل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اگر وہ اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کے لیے کچھ بھی نہیں لکھا جائے گا اور اگر وہ اس برائی پر عمل کرلے تو اسے سات گھنٹوں کی مہلت دی جائے گی اور حسنات والا فرشتہ برائیوں والے فرشتے سے کہے گا جو بائیں ہاتھ کی طرف ہے تم لکھنے میں جلدی نہ کرو ہوسکتا ہے یہ نیکی کا کوئی کام کرے جو اس کی برائی کو مٹا دے اس لیے کہ اللہ ربّ العزت نے فرمایا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ یا ہوسکتا ہے یہ شخص اللہ سے مغفرت طلب کرلے اس لیے کہ اگر بندے نے کہا استغفر اللہ الّذی لا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ تو اس صورت میں اُس کے نامۂ عمل میں کچھ بھی نہیں لکھا جائے گا اور اگر سات گھنٹے گزر گئے اور اس نے برائی کے بعد کوئی نیکی کا کام انجام نہیں دیا اور مغفرت طلب نہیں کی تو اس وقت حسنات والا فرشتہ سیئات (برائی) والے فرشتے سے کہتا ہے اس بدبخت اور محروم کے لیے ہلاکت لکھ دو۔[1]

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جان لو! کہ کوئی شے بھی عافیت کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ اور فوری ندامت کا سبب معصیت سے بڑھ کر نہیں ہے اور یہ کہ کوئی شے طلب میں زیادہ شدید اور غلطیوں کا بہت جلدی تدارک کرنے والی حسنہ (نیکی) سے بڑھ کر نہیں ہے۔ جہاں تک حسنہ کا تعلق ہے تو یہ عظیم، قدیم اور ایسے گناہوں کی تلافی کرتی ہے جسے انسان بھول جاتا ہے وہ اسے گراتی ہے ہٹاتی ہے اور گناہ ثبت ہونے کے بعد بھی اسے لے جاتی ہے اور یہ اللہ کے قول سے ثابت ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۔[2]

اور صادقین میں سے کسی ایک سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے سنا اپنے حبیب رسول اللہؐ کو وہ فرمارہے تھے ''اے علیؑ اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اگر تم میں سے کوئی شخص وضو کے لیے آمادہ ہوتا ہے تو اس کے اعضاء سے گناہ جھڑنے لگتے ہیں پھر جب وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے دل اور چہرے کا رخ اللہ کی جانب کیے ہوئے ہو تو وہ ابھی نماز سے فارغ نہیں ہوتا کہ اس کے گناہوں میں سے کچھ بھی اس کے پاس نہیں بچتا اور وہ ایسا ہوجاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اُسے اسی وقت جنم دیا ہو، پس اگر دونوں نمازوں کے درمیان کوئی شے اس تک پہنچ جائے تو اس کو ویسا ہی اجر ملے گا یہاں تک کہ وہ پانچوں نمازیں شمار کرلے۔

پھر فرمایا یا علیؑ میری اُمت کے لیے پانچوں نمازوں کی مثال ایسی نہر کی طرح ہے جو ان میں سے کسی کے

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۳۰۔۴۲۹ ح ۴ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۰۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۳ ح ۸۰

گھر کے دروازے پر جاری ہو تو پھر ان میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اگر اس کا جسم میل کچیل سے آلودہ ہو پھر وہ اس نہر میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ اسی طرح میری امت کے لیے پنج گانہ نمازیں ہیں۔ [۱]

ذٰلِكَ -

اس میں

کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کے قول ''فاستقم'' اور اس کے بعد کی طرف اشارہ ہے۔ [۲]

ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ -

نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے وعظ ونصیحت ہے

۱۱۵-وَاصْبِرْ -

تم صبر کرو اطاعت پر اور جن باتوں سے روکا گیا ہے اُن پر

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ -

یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا

پوشیدگی کو چھوڑ کر صَرَاحَةً بیان کیا تا کہ مقصود ومطلوب پر بُرہان اور ثبوت بن جائے۔

---

(۱) تفسیر عیاش ج ۲ ص ۱۶۲-۱۶۱ ح ۷۴ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۸۴

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔تم سے پہلے گزر جانے والی اقوام میں کچھ اہل خیر کیوں نہ رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے علاوہ اُن چند افراد کے جنھیں ہم نے ان قوموں میں سے بچا لیا، ورنہ ظالم لوگ تو انھی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انھیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ سب کے سب مجرم تھے۔

۱۱۶۔فَلَوْ لَا كَانَ ۔ کاش ایسا ہوتا۔ایسا کیوں نہیں ہوا

مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ ۔ تم سے پہلے گزر جانے والی اقوام میں کچھ اہل خیر ہوں

یعنی تم سے پہلے گزر جانے والی اقوام میں سے رائے، عقل اور فضل رکھنے والے لوگ اسے بقیہ اس لیے کہا گیا کہ انسان جو کچھ باہر نکالتا ہے اس سے بہتر اپنے لیے باقی رکھتا ہے اور اسی لیے کہا جاتا ہے "فلان من بَقِيَّةِ الْقَوْمِ" یعنی فلاں شخص ان میں منتخب روزگار ہے۔

اور عرب کے لوگ کہتے ہیں فی الزوایا خبایا وفی الرّجال بقایا۔ [1]

گوشوں میں خبایا (پوشیدہ) اور انسانوں میں بقایا

يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ ۔ جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے علاوہ ان چند افراد کے جنھیں ہم نے ان قوموں میں سے بچا لیا اس لیے کہ انھوں نے فساد کرنے سے لوگوں کو منع کیا تھا

وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ ۔

ورنہ ظالم لوگ تو انھی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انھیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے

اترفوا فیه کا مفہوم ہے جو سامانِ عیش وعشرت انھیں مہیا کیا گیا تھا اس سے مراد وہ ظالم لوگ ہیں جنھوں نے نہی عن المنکر کو ترک کر دیا تھا یعنی انھوں نے اتباع کیا ان تمام اسباب عیش کا جو انھیں فراوانی کے ساتھ مہیا تھے اور خوش گوار زندگی کے اسباب کی طلب میں لگے رہے اور اس کے علاوہ ہر بات کو مسترد کر دیا۔

وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۔ اور یہ سب کے سب مجرم تھے

گویا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ گزشتہ اقوام کی بیخ کنی کے اسباب بیان کرنا چاہتا ہے اور وہ ان لوگوں میں ظلم کا عام ہو جانا، اور خواہشات کا اتباع کرنا اور نہی عن المنکر کا ترک کر دینا ہے۔

---

(۱) اقتباس از تفسیر کشاف ۴۳۶-۴۳۷

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾
اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۷-اور آپ کے پروردگار کا یہ کام نہیں ہے کہ ظلم کر کے کسی ایسے قریے کو تباہ کردے جس کے باشندے صلح پسند ہوں۔

۱۱۸-اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن یہ لوگ مسلسل اختلاف کرتے رہیں گے۔

۱۱۹-سوائے ان لوگوں کے جن پر آپ کا رب کرم کرے اور اسی کے لیے تو اللہ نے انھیں خلق فرمایا ہے اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوکر رہی کہ "میں جہنم کو تمام انسانوں اور جنات سے بھر دوں گا"۔

۱۱۷-وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ -

اور آپ کے پروردگار کا یہ کام نہیں ہے کہ ظلم کر کے کسی ایسے قریے کو ہلاک کردے یہ ظلم اللہ کی طرف سے اُن کے لیے ہو یا خود ان کی طرف سے ان کے نفوس کے لیے ہو جیسے شرک اور معصیت۔

وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ -

جس کے باشندے صلح پسند ہوں

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ کا مفہوم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ انصاف سے پیش آتے ہوں۔ باہمی انصاف سے کام لیتے ہوں۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ اس کی رحمت کی زیادتی کے سبب اور اپنے حقوق کو معاف کرنے کی وجہ سے ہے نہ کہ بندوں کے حقوق اور اسی لیے کہا گیا ہے۔

اَلْمُلْكُ يبقى مع الْكُفْرِ وَلَا يَبْقٰى مَعَ الظُّلْمِ [2]

ملک کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتا ہے لیکن وہ ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا۔

۱۱۸-وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً -

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی امت یعنی مسلمان بنا دیتا

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۰۲ (۲) انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۸۵

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ سب کو ایک ہی مذہب پر گامزن رکھتا۔ ۱؎

وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ –

لیکن یہ لوگ مسلسل اختلافات کرتے رہیں گے ان میں سے کچھ نے حق کو چُن لیا اور کچھ نے باطل کو اختیار کرلیا اور تم دو افراد کو بالکل متفق نہ پاؤ گے۔

۱۱۹ – إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ –

سوائے ان لوگوں کے جن پر آپ کا رب کرم کرے

سوائے ان لوگوں کے اللہ جن کی ہدایت فرمادے اور اُن پر اپنا لطف و کرم کرے اور وہ سب کے سب دینِ حق پر متفق ہوجائیں۔

وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ –

اور اسی کے لیے تو اللہ نے انھیں خلق فرمایا ہے

کہا گیا ہے کہ اگر ''ھم'' کی ضمیر انسانوں کے لیے ہے تو اختلاف کی طرف اشارہ ہے اور ''لام'' انجام کو ظاہر کرتا ہے یا اختلاف اور رحمت دونوں کے لیے ہے اور اگر ضمیر ''مَن'' سے متعلق ہے تو اشارہ رحمت کی طرف ہوگا۔ ۲؎

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی اور علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ''کہ سب لوگ ایک ہی امت تھے تو اللہ نے انبیائے کرام کو مبعوث کیا تاکہ وہ انھیں لوگوں پر حجت بنادے۔ ۳؎

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے ''کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خلق کیا تاکہ وہ ایسے امور انجام دیں جن کی وجہ سے وہ اس کی رحمت کے مستحق بن جائیں اور اللہ ان پر رحم کرے۔ ۴؎

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں لوگ قول کی درستی کی بنیاد پر مختلف ہیں اور سب کے سب ہلاک ہونے والے ہیں مگر جن پر آپ کا رب کرم کرے اور وہ ہمارے شیعہ ہیں اللہ نے اپنی رحمت کے لیے انھیں خلق کیا ہے اور یہ اللہ کا قول ہے ''وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ'' وہ فرماتا ہے امام کی اطاعت کے لیے۔ ۵؎

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ دین میں مسلسل اختلاف رکھیں گے مگر جس پر اللہ اپنا کرم کرے یعنی آلِ محمدؐ اور ان کے متبعین ارشاد ربّ العزت ہے وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ یعنی جن پر اللہ کا کرم ہے وہ دین میں اختلاف نہیں کرتے۔ ۶؎

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۸ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۸۵ (۳) الکافی ج ۸ ص ۳۷۹ ح ۵۷۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۴ ح ۸۱ و علل الشرائع ص ۱۲۰ ح ۲ (۴) التوحید ص ۴۰۳ ح ۱۰ (۵) الکافی ج ۱ ص ۴۲۹ ح ۸۳ (۶) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۸

تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے اللہ کے قول لَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس امت میں ہمارے مخالف ہیں ان میں سے ہر ایک نے دین میں ایک دوسرے کی مخالفت کی ہے اور اللہ کا قول إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ تو اس سے مراد مومنین میں سے ہمارے اولیا ہیں اسی لیے انھیں پاک و پاکیزہ طینت سے پیدا کیا ہے۔ [۱]

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ -

اور آپ کے ربّ کی یہ بات پوری ہو کر رہی

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ -

کہ ضرور بالضرور میں جہنم کو تمام نافرمان انسانوں اور جنات سے بھر دوں گا

تفسیر قمیؒ میں ہے یہ وہی لوگ ہیں کہ بدبختی پہلے ہی سے ان کے لیے تھی تو ان کے لیے رب کی بات سچ ثابت ہوئی کہ یہ جہنم کے لیے خلق کیے گئے ہیں اور یہ وہی ہیں الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾ (یونس: ۹۶) جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) صادر ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ [۲]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۴ ح ۸۲ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۸

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾
وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
وَ انْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ع ۱۰

۱۲۰-اور اے نبی ہم تمام رسولوں کے حالات آپ کو بتا رہے ہیں تاکہ آپ کے دل کو ثبات وقرار حاصل ہو اور ان واقعات میں حقیقت، موعظت اور مومنین کے لیے نصیحت موجود ہے۔
۱۲۱-اے نبی آپ ایمان نہ لانے والوں سے فرما دیجیے کہ تم اپنے طور پر جو چاہو کرو ہم بھی عمل کر رہے ہیں۔
۱۲۲-اور نتیجے کا تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔
۱۲۳-آسمانوں اور زمین کے تمام غیب کا علم اللہ کے لیے ہے اور ہر امر اسی کی جانب لوٹتا ہے۔تم اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسا رکھو تمھارا ربّ تمھارے کسی بھی عمل سے غافل نہیں ہے۔

۱۲۰-وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ -

اور اے نبی ہم تمام رسولوں کے حالات آپ کو بتا رہے ہیں

مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ-

تاکہ آپ کے دل کو ثبات وقرار حاصل ہو

انبیاء کے حالات اور واقعات بتانے کا مقصد واضح کیا جا رہا ہے اور وہ یقین میں زیادتی، اطمینان قلب اور ثبات نفس ہے رسالت کے پیغام کو پہنچانے اور تکلیفیں برداشت کرنے کے لیے۔

وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ -

اور یہ جو واقعات آپ سے بیان کیے گئے ہیں

الْحَقُّ -

وہ مبنی برحق ہیں

وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ -

اور مومنین کے لیے موعظت اور نصیحت اس میں موجود ہے

۱۲۱-وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ -

اے نبی آپ ایمان نہ لانے والوں سے فرما دیجیے کہ تم اپنے طور پر جس حالت میں ہو اس کے مطابق جو چاہو کرو

اِنَّا عٰمِلُوْنَ -

ہم اپنے حال کے لحاظ سے عمل کرتے رہیں گے

۱۲۲-وَ انْتَظِرُوْا -

تم ہمارے لیے حادثات کا انتظار کرو

اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ -

ہم انتظار کر رہے ہیں کہ تم پر اسی طرح عذاب نازل ہو جس طرح تم جیسے لوگوں پر نازل ہوا تھا

۱۲۳-وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ -

آسمان و زمین کے غیب کا علم اللہ کے پاس ہے اس کے غیر کے پاس نہیں

وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ -

اور ہر امر اسی کی جانب لوٹتا ہے اس کے غیر کی طرف نہیں

فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ -

تم اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسا رکھو کیوں کہ وہی تمھارے لیے کافی ہے

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ -

اور تمھارا ربّ تمھارے کسی بھی عمل سے غافل نہیں ہے

تمھیں اور انھیں ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق بدلہ دیا جائے گا

کتاب ثواب الاعمال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ ہُود ہر جمعہ کو پڑھے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن اس کو انبیاء کے زمرے میں محشور کرے گا اور قیامت کے دن اس کے عمل میں کوئی غلطی نہیں پائی جائے گی والحمدللہ۔[1]

---

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۰۶

سورہ یوسف

سورۂ یوسف مکہ مکرمہ میں نازل ہوا یہ سورہ مکیہ ہے اور معدل نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مکمل سورہ مکیہ ہے سوائے چار آیتوں کے جو مدینۂ منورہ میں نازل ہوئیں ابتدائی تین آیتیں اور چوتھی آیت ''لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ '' ہے۔

- اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۱۱۱ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الر ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿١﴾

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢﴾

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ﴿٣﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت مشفق ہے

۱۔ال۔ر۔ یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں۔

۲۔بے شک ہم نے اسے قرآن کی صورت میں عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم اس کو اچھی طرح سمجھ سکو۔

۳۔پیغمبر ہم آپ سے بہترین قصہ بیان کر رہے ہیں جس کی وحی قرآن کے ذریعے آپ تک کی گئی ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے آپ اس طرف متوجہ نہ تھے۔

۱-ال۔ر

ان حروف کا مفہوم پہلے بیان کیا جاچکا ہے

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۔

یہ آیتیں کتاب کی آیتیں ہیں معجزے کے ذریعے جس کا امر ظاہر ہے

اور جو اس کتاب میں تدبر کرتا ہے اس پر معانی واضح ہوجاتے ہیں۔

۲۔ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا ۔

ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے جو تمھاری زبان ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ -

اس ارادے سے کہ تم اسے سمجھو اور اس کے معانی کا احاطہ کرو

اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی قرار دیتے یعنی کسی اور زبان میں نازل کرتے تو یہ قرآن تم پر مشتبہ ہو جاتا تم اس کے معانی سے نا آشنا رہتے۔

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے تم عربی زبان سیکھو اس لیے کہ اس زبان میں اللہ کا کلام ہے جس زبان میں اللہ نے اپنی مخلوقات سے گفتگو کی ہے۔ [1]

۳-نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ -

پیغمبر ہم آپ سے بہترین قصہ بیان کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ خداوند عالم نے اس قصے کو بہترین اسلوب میں بیان کیا ہے یا وہ قصہ خوبصورت ہے کیوں کہ وہ مشتمل ہے عجائب، حکمتوں اور عبرتوں پر

بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ -

جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے

هٰذَا الْقُرْاٰنَ -

اس قرآن کے ذریعے

وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ -

اگر چہ اس سے پہلے آپ اس قصے کی طرف متوجہ نہ تھے یعنی آپ کے دل میں نہ ایسا خیال آیا اور نہ ہی آپ کے کانوں نے ایسا واقعہ سنا۔

---

(۱) خصال ص ۲۵۸ ح ۱۳۴

اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ رَاَیۡتُهُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ ﴿۴﴾

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاکَ عَلٰۤی اِخۡوَتِکَ فَیَکِیۡدُوۡا لَکَ کَیۡدًا ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۵﴾

وَ کَذٰلِکَ یَجۡتَبِیۡکَ رَبُّکَ وَ یُعَلِّمُکَ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ وَ یُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکَ وَ عَلٰۤی اٰلِ یَعۡقُوۡبَ کَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤی اَبَوَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۶﴾

لَقَدۡ کَانَ فِیۡ یُوۡسُفَ وَ اِخۡوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیۡنَ ﴿۷﴾

۴- وہ وقت یاد کرو جب یوسف نے اپنے والد سے کہا اے بابا جان میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں اور وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

۵- انھوں نے کہا بیٹا خبردار اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ بتانا ورنہ وہ تم سے درپے آزار ہوجائیں گے۔ یقیناً شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

۶- اور ایسا ہی ہوگا تمھارا رب تمھیں منتخب کرے گا اور تمھیں خوابوں کی تعبیر سکھائے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت اسی طرح تمام کرے گا جس طرح اس سے پہلے تمھارے آباء ابراہیم و اسحاق پر وہ اپنی نعمت پوری کر چکا ہے بے شک تمھارا پروردگار علیم اور حکیم ہے۔

۷- یقیناً یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصے میں سوال کرنے والوں کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

۴- اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡهِ -

وہ وقت یاد کرو جب یوسف نے اپنے والد یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم سے کہا

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یعقوب "اسرائیل اللہ" تھے یعنی اللہ کے عبد خالص بن اسحاق نبی اللہ ابن ابراہیم خلیل اللہ۔[1]

اور حدیث نبوی میں ہے کہ کریم ابن کریم ابن کریم، ابن کریم یوسف بن یعقوب ابن اسحاق بن ابراہیم علیہ

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۰

السلام۔ ۱

يَآأَبَتِ ۔

اے ابا جان۔اس جملہ کی اصل ہے یاأبی "اے میرے والد"

إِنِّي رَأَيْتُ ۔

میں نے خواب دیکھا ہے یہ لفظ "رویا" سے ہے یعنی خواب "رویت" سے نہیں ہے جس کا مفہوم ہے دیکھنا۔

أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سٰجِدِيْنَ ۔

گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں اور وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں

کتاب خصال میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ یہودیوں میں سے ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام بشان یہودی تھا اس نے کہا اے محمدؐ آپ مجھے ان ستاروں کے بارے میں بتلایئے جنھیں یوسف نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ انھیں سجدہ کر رہے ہیں ان کے نام کیا ہیں۔ نبی اکرمؐ نے اس روز اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا۔ جابر نے کہا کہ جبرئیل نازل ہوئے اور انھوں نے نبی اکرمؐ کو ان ستاروں کے نام بتا دیے۔ رسول اکرمؐ نے کسی ذریعے سے بشان کو بلوایا جب وہ آ گیا تو نبی اکرمؐ نے اس سے کہا کہ اگر میں ان ستاروں کے نام بتا دوں تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے اس نے کہا ہاں! تو نبی اکرمؐ نے اس سے کہا حُوبان، طارق، ذیال، ذوالکتفین، قابس، وثاب، عمودان، فلیق، مُصبح، صدوح، ذوالفروع، ضیاء اور نور۔ حضرت یوسف نے ان ستاروں کو آسمان کے افق پر دیکھا کہ وہ انھیں سجدہ کر رہے ہیں جب یوسف نے یہ بات اپنے والد یعقوب کو بتلائی تو یعقوب نے کہا یہ پراگندہ امر ہے بعد میں اللہ اسے یکجا کر دے گا۔ بشان نے کہا خدا کی قسم یہی ان ستاروں کے نام ہیں پھر اس نے اسلام قبول کرلیا۔ ۲

تفسیر قمیؒ اور عیاشی میں جابر سے ستاروں کے ناموں کے بارے میں مروی ہے کہ اُن کے نام تھے طارق، حوبان، اور اسی طرح انھوں نے ضیا اور نور کا ذکر کیا ہے۔

فرمایا یعنی سورج اور چاند اور جابر نے فرمایا کہ یہ تمام ستارے آسمان کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ۳

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام اس خواب کی تاویل کے بارے میں یہ ہے کہ یوسف عن قریب مصر کے حاکم بنیں گے اور اُن کے پاس اُن کے والدین اور برادران آئیں گے شمس سے مراد اُن کی والدہ راحیل ہیں اور قمر سے مراد یعقوب علیہ السلام ہیں۔ گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف کے بھائی ہیں جب وہ لوگ حضرت یوسف کے پاس آئے جب انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب نے اللہ وحدہ لاشریک لہ کے

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۸۶ (۲) الخصال ص ۴۵۴ ح ۲

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۳۹ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۱۔۱۷۰ ح ۸

لیے سجدۂ شکر کیا اور تمام سجدے اللہ تعالیٰ کے لیے تھے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اور دوسری روایت میں ہے کہ یوسف کے والد کے ساتھ جس خاتون نے سجدہ لیا تھا وہ ان کی خالہ تھیں والدہ نہیں۔[2]

۵۔قَالَ يٰبُنَيَّ -

انھوں نے کہا اے میرے بیٹے

بُنَیّ ابن کی تصغیر ہے از راہ شفقت اور کم سنی لفظ بُنَیّ استعمال کیا گیا۔

لَا تَقۡصُصۡ رُءۡيَاكَ -

تم اپنا خواب بیان نہ کرنا

رُؤیا (خواب) رؤیت کی طرح ہے بس فرق اتنا ہے کہ یہ نیند کے ساتھ مخصوص ہے۔

عَلٰٓى اِخۡوَتِكَ - اپنے بھائیوں سے

فَيَكِيۡدُوۡا لَكَ كَيۡدًا ؕ -

وہ در پے آزار ہو جائیں گے اور تمھیں ہلاک کرنے کے لیے حیلے بہانے تلاش کریں گے

اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ -

بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام برادرانِ یوسف کے حسد اور یوسف پر ان کے ظلم و زیادتی سے خائف ہوئے اس لیے کہ خواب اس امر پر دلالت کر رہا تھا کہ یوسف دونوں جہان کے شرف میں امر عظیم پر فائز ہوں گے۔

تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یوسف کے گیارہ بھائی تھے اور ماں کی جانب سے ان کا ایک ہی بھائی تھا جس کا نام بن یامین تھا۔ یوسف نے جب خواب دیکھا تو اس وقت وہ نو سال کے تھے انھوں نے وہ خواب اپنے والد سے بیان کیا تو ان کے والد نے کہا يٰبُنَيَّ لَا تَقۡصُصۡ الخ [3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ یوسف اور بنیامین دونوں ایک ماں کے بطن سے تھے اور وہی مشہور اور متداول ہے جس کی روایت عیاشی اور دیگر مفسرین نے کی ہے لیکن عیاشی نے ایک دوسری روایت بھی بیان کی ہے کہ بنیامین یوسف کے خالہ زاد بھائی تھے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ "یامین" حضرت یوسف کی خالہ کا نام تھا اور یہ حضرت یعقوب کے ساتھ مصر آئی تھیں اور دیگر روایات جو اس موضوع سے متعلق ہیں ان شاء اللہ اپنی جگہ پر بیان کی جائیں گی۔

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۳۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۷ ح ۸۴

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۵ ح ۷۸

اور عیاشی کی بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ ''ابن یامین'' جدا لکھا گیا ہے اور صاحب قاموس نے بنیامین لکھا ہے جہاں تک یوسف کے دیگر بھائیوں کے نام ہیں تو معصومین کی روایت سے ان کی مکمل تعداد نہیں ملتی۔

اور کہا گیا ہے کہ ان کے نام یہ ہیں۔ یہودا، روبیل، شمعون، لاوی، زبالون، یشجر ان چھ کا تعلق لیا سے ہے جو یعقوب کی خالہ زاد بہن تھی جن سے یعقوب نے پہلے شادی کی تھی پھر اس کے بعد اُن کی بہن ''راحیل'' سے عقد کرلیا تو اس سے بنیامین اور یوسف نے جنم لیا اور آخری چار بھائی دان، نفتالی، حاد اور آشر کنیزوں کی اولاد ہیں جن کا نام زلفہ اور بلھہ تھا۔ [۱]

۶- وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ - اور ایسا ہی ہوگا۔ تمھارا ربّ تمھیں منتخب کرے گا

وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ -

اور تمھیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کرے گا اس لیے کہ اگر تعبیر سچی ہو تو فرشتے کی باتیں ہیں اور اگر تعبیر جھوٹی ہو تو نفس کے خیالات یا شیطانی وسوسہ ہے

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى آلِ يَعْقُوبَ - اور تم پر اور آلِ یعقوب پر اپنی نعمت تمام کردے گا

آل یعقوب سے مراد ان کی نسل اور اہل وعیال ہیں اللہ تعالیٰ دنیوی نعمتوں کو اخروی نعمتوں سے ملا دے گا اس طرح کہ انھیں انبیاء اور بادشاہ بنائے گا پھر انھیں آخرت کی نعمتوں کی طرف اور جنت میں اعلیٰ درجات میں منتقل کردے گا۔

كَمَا أَتَمَّهَا عَلٰى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ -

جس طرح اس سے پہلے وہ تمھارے آبا ابراہیم اور اسحاق پر وہ اپنی نعمت پوری کرچکا ہے بے شک اللہ تمھارا پروردگار علیم ہے جانتا ہے کہ وہ کس کا انتخاب کرے اور صاحبِ حکمت ہے وہ اپنی مشیت کے مطابق ہر کام انجام دیتا ہے۔

۷- لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ - یقینا یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصے میں

آيَاتٌ - اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی قدرت کے دلائل اور اے نبی آپ کی نبوت کی علامات ہیں

لِلسَّائِلِينَ - ان لوگوں کے لیے جو ان کے قصے کے بارے میں سوال کریں

تفسیر جوامع میں ہے کہ روایت بیان کی گئی ہے کہ یہودیوں نے مشرکین کے سربرآوردہ لوگوں سے کہا کہ تم محمدؐ سے سوال کرو کہ آلِ یعقوب شام سے مصر کیوں منتقل ہوئی اور یوسف کا قصہ معلوم کریں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے سنے بغیر اور کسی کتاب کو پڑھے بغیر انھیں یہ داستان سنادی۔ [۲]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۱۲ (۲) جوامع الجامع ص ۲۰۷ ح ۱

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚ ﴿۸﴾

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾

۸- جب بھائیوں نے آپس میں کہا یوسف اور اس کا حقیقی بھائی ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں جب کہ ہم قوی جماعت ہیں ہمارے والد تو بالکل بہک گئے ہیں۔

۹- یوسف کو قتل کردو یا کسی ویرانے میں ڈال دو تاکہ تمھارے والد کی توجہ صرف تمھاری طرف ہوجائے اور اس کے بعد تم بھلے مانس بن کر رہنا۔

۱۰- ان میں سے ایک بولا دیکھو یوسف کو قتل نہ کرو البتہ ایسا کرو کہ انھیں کسی اندھے کنویں میں ڈال دو کہ کوئی قافلہ انھیں نکال کر لے جائے۔

۱۱- ان لوگوں نے یعقوب سے کہا بابا کیا بات ہے یوسف کے بارے میں آپ کو ہم پر اعتماد نہیں ہے۔ حال آں کہ ہم اس کے بہی خواہ ہیں۔

۱۲- کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ کچھ کھائے پیے اور کھیلے کودے ہم تو اس کی حفاظت کے لیے موجود رہیں گے۔

۸- اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ -

جب بھائیوں نے آپس میں کہا کہ یوسف اور اس کا حقیقی بھائی بنیامین

بنیامین کو یوسف کے ساتھ رشتۂ اخوت میں اس لیے مخصوص کیا کہ دونوں کی ماں ایک تھی۔

اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ -

ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہے جب کہ ہم قوی جماعت ہیں ہم چھوٹوں سے زیادہ محبت کے حق دار ہیں ان دونوں کا ہم سے کوئی مقابلہ نہیں

اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِۣ -

ہمارے والد تو بالکل بہک گئے ہیں

اس لیے کہ مفضول کو فاضل پر ترجیح دے رہے ہیں اور انھوں نے محبت و الفت میں اعتدال کو ترک کر دیا ہے۔

۹-اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا -

یوسف کو قتل کر دو یا اسے کسی ویرانے میں ڈال دو

ایسی زمین میں جو غیر معروف ہو آبادی سے دور ہو لفظ ''ارض'' نکرہ لایا گیا اور زمین کی نشان دہی نہیں کی گئی

یَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ -

تا کہ تمھارے والد کی توجہ صرف تمھاری طرف ہوجائے۔ تمھارے لیے ان کا چہرہ واضح ہوجائے وہ پوری طرح تمھاری جانب توجہ کریں اور تمھاری طرف سے ہٹ کر کسی غیر کی طرف متوجہ نہ ہوں اور نہ ہی کسی کی محبت میں تم سے جھگڑا کریں۔

وَتَكُوْنُوْا مِنْۣ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ -

اور اس کے بعد تم بھلے مانس بن کر رہنا

صالحین کا مفہوم ہے تم نے جو گناہ کیا ہے اللہ سے اس کی توبہ کر کے نیکوکار بن جانا۔

کتاب علل الشرائع میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم توبہ کرلینا۔ [۱]

۱۰-قَالَ قَآىٕلٌ مِّنْهُمْ -

ان میں کسی کہنے والے نے کہا

کہا گیا ہے کہ وہ یہودا تھا جو بہترین رائے رکھتا تھا اور اچھے مشورے دیتا تھا۔ [۲]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ اس کا نام ''لاوی'' تھا اور یہ روایت امام ہادی علیہ السلام سے جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ [۳]

لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ -

دیکھو! یوسف کو قتل نہ کرو

اس لیے کہ قتل کرنا بہت بڑی بات ہے

---

(۱) علل الشرائع ص ۴۷ ح ۱ باب ۴۱ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۸۸ (۳) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۵۶

وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ -

انھیں کنویں کی تہہ میں ڈال دو

یَلْتَقِطْهُ -

انھیں نکال کر لے جائے گا

بَعْضُ السَّیَّارَةِ -

کوئی قافلہ۔ وہ لوگ جو زمین میں سیر و سیاحت کرتے رہتے ہیں

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ -

اگر تم ایسا کر سکتے ہو جس کی وجہ سے یوسف اور ان کے والد کے درمیان جدائی ڈال دی جائے

۱۱- قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ -

ان لوگوں نے یعقوب سے کہا بابا کیا بات ہے، آپ یوسف کے بارے میں ہم سے کیوں خوف زدہ ہیں کیا آپ کو ہم پر اعتماد نہیں ہے

وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ -

حال آں کہ ہم اس کے بہی خواہ ہیں، ہم اس پر شفیق ہیں ہم اس کی بھلائی کے خواہاں ہیں

۱۲- اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا -

کل اسے ہمارے ساتھ صحرا کی طرف بھیج دیجیے

یَّرْتَعْ -

وہ اچھی طرح پھل فروٹ کھائے یہ لفظ "رتعة" سے ماخوذ ہے یعنی تر و تازہ اشیاء۔

وَ یَلْعَبْ -

کھیلے کودے۔ دوڑ میں حصہ لے اور تیر اندازی کرے

وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ -

ہم تو اس کی حفاظت کے لیے موجود رہیں گے۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾

قَالُوْا لَىٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۳۔ یعقوب نے کہا کہ اس کا لے جانا مجھے ملول وحزین کردے گا اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے اور تم سب کے سب اس سے غفلت برتو۔

۱۴۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم جیسے مضبوط جتھے کے ہوتے ہوئے اگر بھیڑیا اسے کھا گیا تو ہم یقینا بڑے خسارے میں رہیں گے۔

۱۳۔ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ -

یعقوبؑ نے کہا کہ اگر تم یوسف کو لے جاؤ گے تو اس کی جدائی اور فراق کی شدت کے سبب اور اس کی جدائی کی وجہ سے صبر کی کمی کے باعث میں ملول وحزین ہوجاؤں گا

وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ -

اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے

کہا گیا ہے کہ وہ ایسی سرزمین تھی جہاں بھیڑیے بکثرت موجود تھے۔ [۱]

وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ -

اور تم سب کے سب اس سے غفلت برتو

۱۴۔ قَالُوْا لَىٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ -

انھوں نے جواب دیا کہ ہم جو ایک طاقت ور جماعت کی شکل میں موجود ہیں ہمارے ہوتے ہوئے اگر یوسف کو بھیڑیا کھا جائے

اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ -

تو ایسی صورت میں ہم یقینا بڑے خسارے میں رہیں گے

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ تم کسی کو جھوٹ کی تلقین نہ کرو تمھیں جھوٹا قرار دیا جائے گا۔ اولاد یعقوب کو علم نہ تھا کہ بھیڑیا انسان کو کھا جاتا ہے یہاں تک کہ ان کے والد نے انھیں یہ بات بتلائی۔ [۲]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۸۹ — (۲) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۱۶

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یعقوب نے اپنے فرزندوں کے لیے علت کونزدیک کر دیا تو انھوں نے یوسف کے بارے میں اسی علت کو استعمال کیا۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یعقوب کو یوسف کی جدائی کا جو امتحان دینا پڑا اس کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے ایک فربہ دنبہ ذبح کیا تھا اور اُن کے اصحاب میں سے کوئی شخص محتاج تھا اس کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا یعقوب نے اس سے غفلت برتی اور اسے نہیں کھلایا اسی وجہ سے یوسف کے ذریعے اُن کا امتحان لیا گیا اس کے بعد ہر روز صبح کے وقت منادی یہ ندا دیتا تھا کہ جو شخص روزہ دار نہیں ہے وہ یعقوب کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھائے اور جب شام کا وقت ہوتا تھا تو یہ ندا دی جاتی تھی کہ جو روزے دار ہے وہ رات کا کھانا یعقوب کے ساتھ کھائے۔ [2]

تفسیر مجمع البیان، علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السلام سے اسی طرح ذرا مفصل اور وضاحت کے ساتھ مروی ہے۔ [3]

---

(۱) علل الشرائع ص ۶۰۰ ح ۵۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۷ ح ۴

(۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۱۲ و علل الشرائع ص ۴۵ ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۷ ح ۵

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ جب وہ اصرار کر کے یوسف کو لے گئے اور انھوں نے طے کرلیا کہ اندھے کنویں میں یوسف کو ڈال دیں اور ہم نے یوسف کو وحی کی کہ عن قریب تم ان کی سازش سے انھیں آگاہ کرو گے جب کہ انھیں شعور تک نہ ہوگا۔

۱۵۔فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ ۔

جب وہ اصرار کر کے یوسف کو لے گئے اور انھوں نے یوسف کو کنویں میں ڈالنے کا ارادہ کرلیا اس کا جواب محذوف ہے یعنی انھیں یوسف کے ساتھ جو کچھ کرنا تھا وہ کرلیا

کتاب علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ جب اپنے گھروں سے نکلے تو ان کے والد نہایت تیزی کے ساتھ ان کے پاس پہنچے اور انھوں نے یوسف کو ان کے ہاتھوں سے چھڑایا اسے سینے سے لگایا اور بغل گیر کیا اور گریہ کیا اس کے بعد یوسف کو اپنے بیٹوں کے حوالے کردیا وہ لوگ جلدی جلدی روانہ ہوگئے اس خوف سے کہ مبادا یعقوب، یوسف کو ان سے لے کر انھیں واپس نہ کریں۔ جب انھیں یقین ہوگیا کہ یعقوب انھیں واپس نہیں لیں گے تو وہ یوسف کو جھاڑیوں کے پاس لے کر آئے انھوں نے کہا ہم یوسف کو ذبح کر کے اس درخت کے نیچے ڈال دیں گے رات کے وقت بھیڑیا آ کر انھیں کھا جائے گا، جو اُن میں بڑا تھا اُس نے کہا دیکھو تم یوسف کو قتل مت کرو ہاں یہ کرو کہ انھیں اندھے کنویں میں ڈال دو تا کہ کوئی قافلہ انھیں نکال کر لے جائے وہ یوسف کو لے کر کنویں کے پاس گئے اور انھیں کنویں میں ڈال دیا وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یوسف کنویں میں ڈوب جائیں گے۔ جب یوسف کنویں کی تہہ تک پہنچے تو بھائیوں کو پکار کر کہا اے رومین کے بیٹو یعقوب کو میرا سلام پہنچا دینا جب انھوں نے یوسف کی آواز سنی تو ایک دوسرے سے کہا یہیں پر موجود رہو یہاں تک کہ تمھیں یوسف کی موت کا علم ہوجائے وہ سب وہیں موجود رہے یہاں تک کہ مایوس ہوکر واپس لوٹ آئے۔[1]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ یوسف کو کنویں کی مُنڈیر تک لائے اور اس سے کہا اپنی قمیص اتار دو یوسف رونے لگے اور کہا اے میرے بھائیو! تم مجھے برہنہ کرنا چاہتے ہو؟ ان میں سے ایک نے یوسف کے سامنے چھری نکال لی اور کہا اگر قمیص نہیں اتارو گے تو میں تمھیں قتل کردوں گا یوسف نے قمیص اتار دی انھوں نے یوسف کو پانی میں ڈال دیا اور خود ایک گوشے میں چلے گئے یوسف نے کنویں میں کہا یَااِلٰهَ اِبراهِیْمَ واسحَاقَ ویعقوبَ اِرْحَمْ ضَعْفِیْ وقِلّةَ حِیْلَتِی وصغری۔ اے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے معبود تو میری کمزوری پر میری تدبیر کی کمی پر اور میرے بچپن پر ترس کھا۔ اس کے بعد قمیؒ نے کہا اور ابن طاؤس نے اس قول کو امام صادق علیہ السلام کی طرف

(۱) علل الشرائع ص ۴۷ ح ۱ باب ۴۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۷۔۱۶۹ ح ۵

منسوب کیا ہے اور یوسف کے بھائی واپس آئے اور کہنے لگے ہم یوسف کی قمیص کو خون آلودہ کر کے اپنے والد سے کہیں گے کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، ان کے بھائی لاوی نے اُن سے کہا اے میرے عزیزو! کیا ہم یعقوب اسرائیل اللہ ابن اسحاق نبی اللہ ابن ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد سے نہیں ہیں؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس خبر کو انبیاء علیہم السلام سے پوشیدہ رکھے گا انھوں نے دریافت کیا پھر تدبیر کیا ہے انھوں نے کہا ہم انھیں غسل کریں اور باجماعت نماز پڑھیں اور اللہ سے گڑگڑا کر یہ دعا کریں کہ وہ اس بات کو اپنے انبیاء سے مخفی رکھے کیوں کہ وہ جواد اور کریم ہے۔ وہ لوگ اٹھے انھوں نے غسل کیا اور حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کی شریعت میں یہ تھا کہ جب تک گیارہ افراد نہ ہوں وہ باجماعت نماز ادا نہیں کر سکتے تھے ان میں سے ایک امام ہوتا تھا اور دس افراد اس کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے انھوں نے کہا ہم کیسے نماز جماعت ادا کریں جب کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے؟ لاوی نے کہا ہم اللہ کو اپنا امام بنا لیتے ہیں انھوں نے اس طرح نماز پڑھی تضرع و زاری کی اور کہا یاربّ اکتم علینا ھذا پروردگار اس بات کو جو ہمارے خلاف ہے اسے مخفی رکھنا۔ [۱]

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ - اور اللہ تعالیٰ نے یوسف کی طرف وحی کی جب کہ وہ بچہ تھے جس طرح اس نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی تھی

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا-

تم (ایک روز) انھیں ان کے (ناروا) سلوک سے آگاہ کرو گے

وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ -

دراں حالے کہ انھیں اس کا احساس تک نہ ہوگا کہ تم یوسف ہو تمھاری شان والا ہوگی اور زمانے کے گزر جانے کی وجہ سے شکل وصورت میں تبدیلی واقع ہو چکی ہوگی۔ اشارہ ہے ان جملوں کی طرف جو یوسف نے اُن سے کہے تھے جب وہ غذائی اجناس لینے کے لیے مصر میں اُن کے پاس آئے تھے۔

یوسف نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا تھا مگر وہ لوگ یوسف کو نہیں پہچان سکے تھے اللہ تعالیٰ نے یوسف کو بشارت دی کہ امر اُن کی طرف منتہی ہوگا تاکہ ان کو تسلی دی جائے اور ان کے دل کو اطمینان نصیب ہو۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ انھیں شعور نہ تھا کہ تم ہی یوسف ہو جبرئیل علیہ السلام نے یوسف کے پاس آ کر انھیں یہ بات بتائی۔ [۲]

کتاب علل الشرائع میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا کہ یوسف کو ان کے بھائیوں نے جب کنویں میں ڈالا تھا تو اس وقت ان کی کیا عمر تھی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا وہ نو سال کے تھے۔ [۳]

اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یوسف کی عمر اس وقت سات سال تھی۔ [۴]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۱-۳۴۰ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۰ (۳) علل الشرائع ص ۴۸ ح ۱ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۷

وَ جَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾

قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۶-وہ لوگ شام کے وقت باپ کے پاس روتے پیٹتے ہوئے آئے۔

۱۷-اور کہنے لگے بابا جان! ہم دوڑ کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہوگئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ انھیں بھیڑیا کھا گیا۔آپ ہماری بات کوتسلیم نہیں کریں گے خواہ ہم سچے ہی کیوں نہ ہوں۔

۱۸-اور وہ یوسف کے کرتے پر جھوٹا خون لگا لائے۔یعقوب نے کہا تمھارے نفس نے تمھارے لیے ایک بات بنائی ہے، خیر میں صبر کرتا ہوں، جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر خدا سے ہی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

۱۶-وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً -

اور وہ لوگ شام کے وقت اپنے والد کے پاس آئے

يَّبْكُوْنَ - روتے ہوئے

۱۷-قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ -

اور کہنے بابا جان ہم دوڑ کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہوگئے

وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ -

اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ انھیں بھیڑیا کھا گیا

وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ -

اور آپ ہماری بات کوتسلیم نہیں کریں گے، اسے نہیں مانیں گے خواہ ہم سچے ہی کیوں نہ ہوں اس لیے کہ آپ کو ہم سے بدگمانی ہے اور یوسف سے بے انتہا محبت ہے

۱۸-وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ -

اور وہ لوگ یوسف کے کرتے پر جھوٹا خون لگا لائے

کَذِب کے معنی ہیں مکذوب فیہ جسے جھٹلا دیا جائے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ذَبَحُوا جَدْيًا عَلٰى قميصه۔

انھوں نے یوسف کے کرتے پر بکری کے ایک سال کے بچے کو ذبح کر دیا تھا۔[۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یوسف کا کرتہ یعقوب کے پاس لایا گیا تو انھوں نے فرمایا اللّٰھمّ لقد كان ذئبًا رفيقًا حين لم يشق القميص یقیناً بھیڑیا نہایت مہربان تھا جس نے کرتا نہیں پھاڑا فرمایا کہ کرتے پر خون کا چھڑکاؤ تھا۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ اس بھیڑیے کا غضب یوسف پر کتنا شدید تھا اور ان کے کرتے پر کتنا مہربان تھا کہ وہ یوسف کو کھا گیا اور ان کی قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔

یعقوب نے کہا تمھارے نفس نے تمھارے لیے ایک بات بنائی ہے

یعنی تمھارے لیے آسان بنا دیا ہے اور اتنے بڑے معاملے کو تمھاری نگاہوں میں معمولی بنا دیا ہے۔

سوّلت کا لفظ سول سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ڈھیلا پن۔

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔

لہٰذا میرا معاملہ سوائے صبر جمیل کے کچھ اور نہیں

حدیث نبوی میں ہے کہ صبر جمیل وہ ہے جس میں مخلوقات سے شکوہ و شکایات نہیں کی جاتی۔[۳]

ابن عقدہ نے اسے امام صادق علیہ السلام سے اور تفسیر عیاشی نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔[۴]

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔

جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر خدا سے ہی مدد طلب کی جاسکتی ہے یعنی تم جو یوسف کی ہلاکت کی بات کر رہے ہو

کتاب علل الشرائع میں اور تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ یعقوب نے جب اپنے بیٹوں کی بات سنی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور گریہ کیا اور یاد کیا اللہ نے اُن کی طرف جو وحی کی تھی مصیبت کو برداشت کرنے کے لیے اور آزمائش کو تسلیم کرنے کے لیے یعنی بھوکے پڑوسی کو کھانا نہ کھلانے کے سبب جو غفلت برتی تھی اسی وجہ سے ایسا ہوا تھا حضرت یعقوب نے اُن سے کہا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا تمھارے نفس نے تمھارے لیے ایک بات بنائی ہے اور اللہ تعالیٰ یوسف کا گوشت بھیڑیے کو اس وقت نہ کھلائے گا جب تک میں سچے خواب کی تعبیر نہ دیکھ لوں۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۱ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۱ ح ۹ (۳) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۸۰

(۴) سعد السعود ص ۱۱۹۔۱۲۰ بحار ج ۱۲ ص ۳۱۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۸ ح ۵۷

(۵) علل الشرائع ص ۴۷ ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۹ ح ۵

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾

۱۹۔ اور اُدھر ایک قافلہ آیا انھوں نے اپنے سقے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول جو کنویں میں ڈالا تو کہا خوش خبری ہو یہ تو ایک لڑکا ہے اور انھوں نے ایک قیمتی سرمایہ سمجھ کر اسے چھپا لیا حال آں کہ جو کچھ وہ کر رہے خدا اُسے خوب جانتا تھا۔

۲۰۔ اور انھوں نے یوسف کو گنتی کے چند کھوٹے درہم کے عوض بیچ ڈالا اور وہ اس کی قیمت کے معاملے میں زیادہ پُرامید نہ تھے۔

۱۹۔ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ ۔ اور ایک قافلہ آیا اور کنویں کے قریب انھوں نے پڑاؤ ڈالا

فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ ۔ انھوں نے اپنے سقے کو بھیجا جو پانی کے ذریعے انھیں سیراب کرے

فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ۔ اس نے اپنا ڈول ڈالا

اس نے پانی بھرنے کے لیے کنویں میں جب ڈول ڈالا یوسف اس میں لٹک گئے جب اس نے یوسف کو دیکھا۔

قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ۔ تو کہا خوش خبری ہو یہ تو ایک لڑکا ہے

وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ۔

انھوں نے ایک قیمتی سرمایہ سمجھ کر اسے چھپا لیا یعنی سقے اور اس کے ساتھیوں نے اپنے دیگر رفقاء سے یا برادرانِ یوسف نے تمام دیگر لوگوں سے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۔ حال آں کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے خدا اُسے خوب جانتا تھا

ان لوگوں کے راز اس پر پوشیدہ نہ تھے۔

۲۰۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ ۔ انھوں نے یوسف کو کھوٹے سکے کے عوض بیچ ڈالا

دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۔

گنتی کے چند دراہم بہت ہی کم، وہ وزن کرتے وقت زیادہ وزن کرتے تھے اور گنتے وقت کم گنتے تھے

وَكَانُوا فِيهِ ۔

اور وہ لوگ یوسف کے بارے میں

مِنَ الزَّاهِدِينَ ۔ بے رغبت سے تھے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کل بیس درہم تھے۔ ۱

تفسیر قمیؔ اور عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے یہی مروی ہے اس میں اضافہ ہے کہ بَخْسٍ کے معنی ہیں نقص کمی اور یہ ایک شکاری کتے کی قیمت ہے جب وہ قتل کردیا جائے۔ ۲

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ وہ کل ۱۸ درہم تھے اور تفسیر قمیؔ نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔ ۳

کتاب علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو برادران یوسف نے کہا آؤ چلو دیکھیں کہ یوسف کا کیا حال ہے وہ مر گئے یا ابھی زندہ ہیں جب وہ کنویں کے پاس پہنچے تو انھوں نے کنویں کے نزدیک ایک قافلہ دیکھا جنھوں نے اپنے سقّے کو بھیجا تھا اور اس نے جب کنویں میں ڈول ڈالا اور اسے کھینچنے لگا تو کیا دیکھا کہ ایک لڑکا ڈول سے لٹکا ہوا ہے اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا مبارک ہو یہ ایک لڑکا ہے جب انھوں نے یوسف کو نکالا تو برادرانِ یوسف ان لوگوں کے پاس آئے اور کہا یہ ہمارا غلام ہے کل ہم سے اس کنویں میں گر گیا تھا آج ہم اسے نکالنے کے لیے آئے ہیں انھوں نے یوسف کو قافلے والوں سے چھین لیا اور ایک گوشے میں لے گئے اور یوسف سے کہا یا تو تم اقرار کرلو کہ تم ہمارے غلام ہو ہم تمھیں اس قافلے والوں کو فروخت کردیں گے یا دوسری صورت میں ہم تمھیں قتل کردیں گے یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تم مجھے قتل نہ کرو اس کے علاوہ جو بھی کرنا ہے کرو وہ لوگ یوسف کو لے کر قافلے کے پاس آئے اور قافلے والوں سے کہا کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس غلام کو ہم سے خرید لے تو ان میں سے ایک شخص نے بیس درھموں میں انھیں خرید لیا اور برادرانِ یوسف، اپنے بھائی سے بے رغبتی ظاہر کررہے تھے۔ ۴

کتاب کافی اور تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ برادرانِ یوسف نے جب یوسف کو کنویں میں پھینکا تھا، جبرئیل ان کے پاس آئے اور کہا اے بچے تم یہاں کیا کررہے ہو تو انھوں نے جواب دیا کہ میرے بھائیوں نے مجھے کنویں میں ڈال دیا ہے جبرئیل نے پوچھا کیا تم یہاں سے نکلنا پسند کرتے ہو یوسف نے جواب دیا یہ تو اللہ پر منحصر ہے اگر وہ چاہے گا تو مجھے یہاں سے نکال لے گا جبرئیل نے کہا اللہ تم سے یہ کہہ رہا ہے تم یہ دعا طلب کرو تاکہ میں تمھیں کنویں سے نکال لوں یوسف نے دریافت کیا وہ کون سی دعا ہے؟ جبرئیل نے فرمایا یہ کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَااِلٰهَ اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمَاوَاتِ وَالارض ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِمَّا اَنَا فِیْهِ فَرَجًا وَمَخْرَجًا۔

یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، یہ کہ تمام حمد تیرے لیے مخصوص ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے تو

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۲ ح ۱۱ و ۱۲ (۲) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۴۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۲ ح ۱۵

(۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۲۰ و عیاشی ج ۲ ص ۱۷۲ ح ۱۴ و تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۳۴۱ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۱ ح ۱۰

احسان کرنے والا آسمانوں اور زمینوں کو ازسرِنو ایجاد کرنے والا صاحبِ جلال واکرام ہے تو رحمت نازل فرما محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور میں جس حال میں ہوں مجھے اس سے کشادگی اور نجات عطا فرما۔ [۱]

قمیؒ نے دعا میں اس جملہ کو اضافہ کیا ہے وارزقنی من حیث احتسب ومن حیث لا احتسب "اور مجھے وہاں سے رزق عطا کر جس کے بارے میں گمان کرتا ہوں اور جو میرے وہم وگمان سے باہر ہے۔" انھوں نے جب ربّ سے یہ دعا طلب کی تو خداوند عالم نے انھیں کنویں سے فراخی عطا کردی اور عورت کے مکر سے باہر نکلنے کا راستہ فراہم کردیا اور جوان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا انھیں مصر کی بادشاہت عطا کردی۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں اسی مفہوم کو بیان کیا ہے۔ [۳]

کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اُن سے سوال کیا گیا کہ کنویں میں یوسف نے کون سی دعا طلب کی تھی ہمارے درمیان اس بارے میں اختلافات ہیں تو امام عالی مقام نے فرمایا کہ یوسف جب کنویں میں پہنچ گئے اور زندگی سے مایوس ہوگئے تو انھوں نے کہا اللّٰھُمّ ان کان الخطایا والذنوب قد اخلقت وجھی عندك فلن ترفع لی الیك صوتاً ولن تستجیب لی دعوۃً فانی اسئالك بحق الشیخ یعقوب فارحم ضعفه واجمع بینی وبینه فقد علمت رقته علیّ وشوقی الیه "یا اللہ اگر خطاؤں اور معصیتوں نے مجھے تیرے نزدیک رسوا کردیا ہے تو ہرگز میری آواز تجھ تک بلندی حاصل نہ کرے گی اور نہ ہی میری دعا قبولیت سے ہمکنار ہوگی میں اپنے والد حضرت یعقوب کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو ان کی کمزوری پر رحم فرما مجھے اور انھیں یکجا کردے مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر کتنے مہربان ہیں اور مجھے اُن سے کتنی محبت ہے۔" [۴]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ لوگ یوسف کو مصر لے کر گئے اور یوسف کو عزیز مصر کو فروخت کردیا۔ [۵]

کتاب علل الشرائع میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا اس زمانے میں یعقوب علیہ السلام کی رہائش گاہ سے مصر تک کتنا فاصلہ تھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا بارہ دن کی مسافت تھی۔ [۶]

کتاب کافی اور اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے آپ یوسف علیہ السلام کا ذکر فرما رہے تھے کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے والد کے درمیان اٹھارہ دن کا فاصلہ تھا اور فرمایا کہ یعقوب اور اُن کی اولاد بشارت کے بعد جب روانہ ہوئے تو آغاز سفر سے مصر پہنچنے تک انھوں نے انیس دن کی مسافت طے کی۔ [۷]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۵۵۷۔۵۵۶ ح ۴ وتفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۴ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۴
(۳) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۱۷ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۶ (۴) امالی شیخ صدوق ص ۳۲۹ مجلس ۶۳
(۵) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۲ (۶) علل الشرائع ص ۴۸ ج ۱
(۷) الکافی ج ۱ ص ۳۳۷۔۳۳۶ ح ۴ واکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۱۴۵۔۱۴۴ ح ۱۱

وَ قَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ٘ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا تھا اُس نے اپنی بیوی سے کہا اسے عزت کے ساتھ رکھنا ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں اور اس طرح ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار بخشا اور اس لیے بھی تا کہ انھیں خواب کی تعبیر کا علم عطا کردیں اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں۔

۲۱۔وَ قَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ ۔

اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا تھا اس نے کہا

کہا گیا ہے کہ وہ عزیز مصر تھا جو مصر کے خزانوں پر متعین تھا اور اس کا نام قطفیر یا اظفیر تھا اور ان دنوں جو مصر کا بادشاہ تھا وہ ریان بن الولید عملیقی تھا وہ حضرت یوسف پر ایمان لایا تھا اور یوسف کی زندگی ہی میں اس کی وفات ہوئی تھی۔[۱]

لِامْرَاَتِهٖۤ ۔

اپنی بیوی سے۔جس کا نام زلیخا تھا جیسا کہ امام ہادی علیہ السلام کی روایت میں آیا ہے۔[۲]

اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ۔

اسے عزت کے ساتھ رکھنا۔ ہمارے نزدیک انھیں باعزت مقام ملنا چاہیے۔

عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ۔

ممکن ہے یہ ہمیں ہماری جاگیر اور اموال میں ہمارے لیے منفعت بخش ہو اور ہم اپنے امور میں اس سے مدد حاصل کریں۔

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ۔

یا ہم انھیں متبنی کرلیں یعنی اپنا بیٹا بنالیں

جب عزیز نے یہ محسوس کیا کہ ان کے باطن میں خیر اور بھلائی ہے تو اس نے یہ کہا

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ عزیز لاولد تھا انھوں نے یوسف کی تکریم کی اور انھیں پروان چڑھایا جب وہ عمر اور عقل

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۹۱ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵۷

کی پختگی کو پہنچے تو عزیز کی بیوی ان پر فریفتہ ہوگئی اور یوسف پر جس عورت کی نظر پڑتی وہ انھیں چاہنے لگتی اور ہر مرد انھیں محبت کی نظر سے دیکھتا یوسف کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔ [۱]

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ -

اور اس طرح ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار بخشا

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ -

اور اس لیے بھی تا کہ انھیں خواب کی تعبیر کا علم عطا کر دیں

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ -

اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے

جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر گزرتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ -

لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ اس کی کاریگری نہایت لطیف ہے اور مکمل امر اسی کے ہاتھ میں ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۲

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

۲۲-اور جب وہ پورے طور پر جوان ہوئے تو ہم نے انھیں قوت فیصلہ اور علم عطا کر دیا اور ہم احسان کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

۲۳-اور جس عورت کے گھر میں یوسف رہتے تھے وہ ان پر ڈورے ڈالنے لگی ایک روز دروازہ بند کر کے بولی آجاؤ یوسف نے کہا مَعَاذَاللہ (پناہ بخدا) وہ میرا مالک ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے، ظلم کرنے والے ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔

۲۴-اس عورت نے تو ان کا قصد کر لیا یوسف بھی قصد کر لیتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ چکے ہوتے ایسا ہوا تاکہ ہم اُن سے برائی اور بے حیائی کو دور کر دیں، یوسف تو ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

۲۲-وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ-

اور جب وہ پورے طور پر جوان ہوئے جسمانی اعتبار سے ان کو مکمل قوت حاصل ہوگئی

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا-

ہم نے انھیں حکمت (دانائی) عطا کر دی

وَّ عِلْمًا ؕ-

اور علم کی دولت سے نوازا

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ -

اور ہم احسان کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں

اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف کو یہ کچھ ان کے نیک عمل اور آغاز امر میں تقویٰ کی بنیاد پر بطور جزا عطا کیا ہے۔

۲۳-وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ -

اور جس عورت کے گھر میں یوسف رہتے تھے وہ ان پر ڈورے ڈالنے لگی ان سے خواہش ظاہر کی اور ان سے مقاربت کے لیے داؤ پیچ کرنے لگی

رَاوَدَتْ کا لفظ راد یرود سے ہے یعنی کسی شے کی طلب کے لیے آنا جانا۔

وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ -

اور ایک روز دروازہ بند کرکے بولی آجاؤ اور جلدی کرو

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ لفظ هَأْتُ ہے یعنی تهيّاتُ لَكَ میں تمھارے لیے تیار ہوں۔ [1]

قَالَ مَعَاذَ اللهِ -

یوسف نے کہا اعوذُ باللهِ مَعَاذًا

میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ -

وہ میرا مالک ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے

میرا مالک قطفیر ہے جس نے میری اچھی نگہداشت کی ہے اس کا بدلہ یہ نہیں ہوگا کہ میں اس کے اہل کے بارے میں اس سے خیانت کروں۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ میرا خالق ہے اس نے میرا بہترین خیال رکھا ہے اور قطفیر کے دل کو میری طرف مائل کردیا ہے لہٰذا میں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ -

ظلم کرنے والے ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے

۲۴-وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ -

زلیخا نے یوسف سے مقاربت کا ارادہ کیا

وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ -

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر یوسف اپنے رب کی برہان کو نہ دیکھتے تو زلیخا کا قصد کرلیتے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے برہان سے مراد نبوت ہے جو فحش باتوں کا ارتکاب کرنے سے روکتی ہے اور حکمت ہے جو قبیح امور سے منصرف کردیتی ہے۔ [2]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۲۲ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۲۵

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ ۔

اس طرح ہم نے ان سے برائی اور بے حیائی کو دور کر دیا

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۔

یوسف تو ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے

مُخلَصین کے معنی ہیں اللہ نے جن لوگوں کو اپنی عبادت کے لیے چُن لیا ہے اور اگر اس لفظ کو مُخلِصین پڑھا جائے تو مفہوم ہوگا وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص قرار دیا ہے۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ مامون نے اُن سے عصمتِ انبیاء کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ زلیخا نے یوسف کا قصد کیا تھا اور اگر ربّ کی برھان نہ ہوتی تو یوسف بھی زلیخا کا قصد کر لیتے جس طرح زلیخا نے ان کا قصد کیا تھا لیکن یوسف معصوم تھے اور معصوم نہ ہی گناہ کا قصد کرتا ہے اور نہ ہی گناہ بجالاتا ہے۔

اور فرمایا کہ میرے والد نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زلیخا نے کام کرنے کا ارادہ کیا اور یوسف نے کام نہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ زلیخا نے معصیت کا ارادہ کیا تھا اور جس عظیم معاملے میں وہ داخل ہونا چاہتی تھی اگر وہ یوسف کو اس کے لیے مجبور کرتی تو وہ اُسے قتل کر دیتے اللہ نے یوسف کو زلیخا کے قتل سے محفوظ رکھا اور فحش کام سے بچایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ سے قتل اور زنا مراد ہے۔[2]

امام سجاد علیہ السلام سے منقول ہے کہ عزیز کی بیوی اٹھ کر بت کی طرف گئی اور اُس کے اوپر کپڑا ڈال دیا تو یوسف نے اس سے کہا کیا تم اس سے حیا کر رہی ہو جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ سمجھتا ہے، نہ کھاتا ہے اور نہ ہی پیتا ہے اور میں حیا نہ کروں اس سے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اسے زیورِ علم سے آراستہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ سے یہی مراد ہے۔[3]

اور تفسیر عیاشی میں اسی جیسی روایت امام باقر علیہا لسلام سے منقول ہے اس کے بعد جب انھوں نے لوگوں کے اس قول کو جھٹلایا کہ جس نے یہ کہا کہ انھوں نے یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی انگلیاں چبا رہے تھے۔[4]

اور تفسیر قمیؔ میں بھی امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ زلیخا اٹھ کر بت کے پاس گئی تھی۔[5]

کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ لوگوں کی مرضی کا مالک نہیں بنا جاسکتا اور ان کی زبانوں کو نہیں روکا جاسکتا اور بھلا تم ان باتوں سے کیسے بچ سکتے ہو جن سے اللہ کے انبیاء و مرسلین اور اس کی حجتیں

---

(۱) عیون اخبار الرضاج ۱ ص ۲۰۱ ح ۱ باب ۱۵ (۲) عیون اخبار الرضاج ۱ ص ۱۹۳ ح ۱ باب ۱۴

(۳) عیون اخبار الرضاج ۲ ص ۴۵ ح ۱۶۲ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۴ ح ۱۹ (۵) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۴۲

محفوظ نہ رہیں کیا لوگوں نے یہ نسبت نہیں دی کہ یوسف علیہ السلام نے زنا کا قصد کیا تھا۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کچھ لوگوں نے اللہ انھیں رسوا کرے اس جگہ یوسف علیہ السلام سے ایسے امور کی نسبت دی ہے اور ایسی مختلف روایات بیان کی ہیں کہ کسی مومن کے لیے ان روایات کا نقل کرنا بھی مناسب نہیں چہ جائے کہ انھیں تسلیم کرنا، اور کتنی اچھی بات کہی ہے کہ جن کا اس واقعے سے تعلق ہے وہ یہ افراد ہیں۔ یوسف، عورت، اس کا شوہر، عورتیں، گواہ، ربّ العالمین اور ابلیس اور ہر ایک نے یہی کہا ہے کہ یوسف بے گناہ ہیں لہٰذا کسی مسلمان کو بھی اس بارے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے جہاں تک یوسف کا تعلق ہے تو ان کا قول هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي (یوسف: ۲۶) اور یوسف کا قول رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ (یوسف: ۳۳) جہاں تک عورت کا تعلق ہے تو اس کا یہ کہنا وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ (یوسف: ۳۲) اور اس نے کہا حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ (یوسف: ۵۱)

عورتوں کا یہ قول امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (یوسف: ۳۰) اور ان عورتوں کا قول حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ (یوسف: ۵۱)

گواہوں کا یہ کہنا اللہ تعالیٰ کا قول وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا (یوسف: ۲۶)

اس بارے میں اللہ کی گواہی وہ قولِ خدا ہے كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف: ۲۴)

ابلیس کا اقرار اس بارے میں اللہ کا قول ہے فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (ص: ۸۲۔۸۳) شیطان نے اقرار کیا کہ مخلص بندوں کی گمراہی اس کے بس میں نہیں ہے۔ ابلیس نے اقرار کیا ہے کہ اس نے انھیں گمراہ نہیں کیا اور اسی مناسبت سے ہم یہ کہتے ہیں کہ ان جاہلوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جس ذلت و رسوائی کو منسوب کیا ہے اگر وہ اللہ کے دین کے پیروکار ہیں تو اللہ نے جو طہارت یوسف کی شہادت دی ہے اسے قبول کرلیں اور اگر وہ لوگ شیطان اور اس کے جنود کے پیروکار ہیں تو ابلیس نے جو یوسف کی طہارت کا اقرار کیا ہے اسے تسلیم کرلیں۔

---

(۱) امالی شیخ صدوق ص ۹۱۔۹۲ ح ۳ مجلس ۲۲

وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾

۲۵- دونوں دروازے کے پاس آگے پیچھے پہنچے، زلیخا نے یوسف کا کرتا پیچھے سے پھاڑ دیا، دونوں نے زلیخا کے شوہر کو دروازے کے پاس موجود پایا، زلیخا بولی جو تمھارے ناموس کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے اس کی جزا اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ اسے قید کردیا جائے یا دردناک سزا دی جائے۔

۲۶- یوسف نے کہا یہی مجھے برائی کی ترغیب دے رہی تھی اور اس کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی بھی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹے ہیں۔

۲۵- وَاسْتَبَقَا الْبَابَ -

دونوں دروازے کی طرف لپکے، اس لیے کہ یوسف دروازے سے باہر نکلنے کے لیے زلیخا سے بھاگ رہے تھے اور زلیخا پیچھے دوڑی تا کہ انھیں باہر جانے سے روک دے

وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ -

زلیخا نے یوسف کا کرتا پیچھے سے پھاڑ دیا۔ زلیخا نے ان کے کرتے کو پیچھے سے پکڑ کر کھینچا تو وہ پھٹ گیا

قَدّ: کے معنی ہیں لمبائی میں شق ہونا

اور قط: کے معنی ہیں چوڑائی میں شق ہونا

وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا-

دونوں کا سامنا زلیخا کے شوہر سے ہوگیا

لَدَا الْبَابِ ؕ-

دروازے کے قریب

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ -

زلیخا بولی جو تمھارے ناموس کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے اس کی جزا اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ اسے قید کردیا جائے یا دردناک سزا دی جائے۔

زلیخا نے جلدی سے یہ بات بنائی اِیہام (توریہ، اصل معاملے کو چھپا دینا) کے طور پر گویا کہ وہ یوسف

سے پیچھا چھڑا کر بھاگ رہی تھی تا کہ اپنے شوہر کے سامنے اپنی آوارگی سے براءت ثابت کردے۔

اس جگہ لفظ ''ما'' نافیہ ہے یا لفظ ''ما'' استفہامیہ ہے۔ نافیہ کے معنی ہیں انکار اور استفہامیہ کا مفہوم ہے سوالیہ

۲۶- قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي -

یوسف نے کہا یہی مجھے برائی کی ترغیب دے رہی تھی

اسی نے مجھ سے مقاربت کا مطالبہ کیا تھا یوسف نے اپنے دفاع میں کہا کیوں کہ اس نے انھیں قید کرنے اور سزا دلوانے کے لیے کہا تھا اگر زلیخا ان پر جھوٹا الزام نہ لگاتی تو یوسف کبھی بھی یہ نہ کہتے۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا -

اس کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی بھی دی

اور وہ زلیخا کے رشتہ داروں کا ایک بچہ تھا ملاقات کی غرض سے آیا تھا جیسا کہ امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے۔[1]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف پر الہام کیا وہ بادشاہ سے کہیں کہ اس بچے سے دریافت کیجیے جو ابھی گہوارے میں ہے وہ بچہ گواہی دے گا کہ زلیخا نے مجھے برائی کی ترغیب دی تھی عزیز نے بچے سے پوچھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بچے کو یوسف کے لیے قوتِ گویائی عطا کردی اس نے کہا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹے ہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف سچے ہیں۔[2]

اِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ -

اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹے ہیں اس لیے کہ یہ دلالت کرے گا کہ کرتا آگے سے اس لیے پھٹا ہے کہ عورت اپنے آپ کو یوسف سے بچا رہی تھی، یا یہ کہ یوسف تیزی سے زلیخا کے پیچھے آئے اور زلیخا نے ان کے دامن سے ٹھوکر کھائی اس طرح اس کا گریبان چاک ہو گیا۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۴ ح ۱۹ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۳

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٧﴾
فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾
يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَ اسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿٢٩﴾
وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾

۲۷-اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف سچے ہیں۔
۲۸- جب یہ دیکھا کہ یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا کے شوہر نے کہا یہ تم عورتوں کی چال ہے بے شک تمھارے چلتر بڑے غضب کے ہوتے ہیں۔
۲۹-اے یوسف اس سے درگزر کرو اور اے زلیخا اپنے گناہ کی مغفرت طلب کر بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔
۳۰-شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کیا کہ عزیز کی بیوی اپنے جوان غلام کو برائی کی طرف راغب کر رہی تھی محبت نے اس کو بے قابو کر رکھا ہے ہم تو اسے صریحی گمراہی میں دیکھ رہی ہیں۔

۲۷-وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ -

اور اگر یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف سچے ہیں۔ اس لیے کہ اس سے پتا چلتا ہے زلیخا نے اُن کا پیچھا کیا اور ان کے کپڑے کو پکڑا تو وہ پھٹ گیا۔

۲۸-فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ-

جب یہ دیکھا کہ یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا کے شوہر نے کہا یہ تم عورتوں کی چال ہے
یہ خطاب زلیخا سے اور اسی جیسی تمام عورتوں سے کیا گیا تھا۔

اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ -

بے شک تمھارے چلتر بڑے غضب کے ہوتے ہیں
اس لیے کہ ان کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور ان کے اثرات نفس انسانی تک پہنچتے ہیں اس لیے کہ دونوں آمنے سامنے ہوتے ہیں شیطانی مکر کے برعکس اس لیے کہ وہ دلوں میں چوری چھپے وسوسہ ڈالتا ہے۔

۲۹-يُوْسُفُ - اے یوسف

اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ۔
اس سے درگزر کرو، اس بات کو پوشیدہ رکھو، اس کا تذکرہ نہ کرو
وَ اسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِكِ ۔
اور اے زلیخا تو اپنے گناہ کی مغفرت طلب کر
اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِـئِيۡنَ ۔
بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔یعنی ان لوگوں میں سے جو گناہ گار ہیں
خاطئین کا لفظ خطأ سے مشتق ہے جب کوئی عمداً گناہ کا ارتکاب کرے لفظ مذکر غلبہ کی وجہ سے لایا گیا۔
۳۰۔وَقَالَ نِسۡوَةٌ فِى الۡمَدِيۡنَةِ امۡرَاَتُ الۡعَزِيۡزِ تُرَاوِدُ فَتٰٮهَا عَنۡ نَّـفۡسِهٖ ۔
شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کر دیا کہ عزیز کی بیوی اپنے جوان غلام کو برائی کی طرف راغب کر رہی تھی۔وہ چاہتی تھی کہ یہ جوان اس سے مقاربت کرے
قَدۡ شَغَفَهَا حُبًّا ۔
محبت نے اس کو بے قابو کر رکھا ہے
اس نے دل کے پردے کو چاک کر دیا اور وہی اس کا حجاب تھا یہاں تک کہ محبت اس کے فواد (دل) تک پہنچ گئی۔
تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی آپ نے فرمایا کہ انسان کی محبت نے اس کی عقل پر پردہ ڈال دیا تھا لہذا وہ اس کے غیر سے محبت کے لیے نہیں سوچ سکی۔ [1]
شغاف دل کے حجاب کو کہتے ہیں۔
اور ایک قرأت کے مطابق یہ "شَعَفَهَا" ہے (عین کے ساتھ) یعنی اسے جلا ڈالا جس طرح اونٹ پر تارکول ملا جاتا ہے اور اسے جلن ہوتی ہے اور یہ روایت مجمع البیان اور جوامع میں اہل بیت کی جانب منسوب ہے۔ [2]
اِنَّا لَـنَرٰٮهَا فِىۡ ضَلٰلٍ ۔
ہم اسے گمراہی میں دیکھتے ہیں۔وہ راہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی میں چلی گئی ہے اور دُرست راستے سے دور ہوگئی ہے
مُّبِيۡنٍ ۔ یہ ظاہر گمراہی ہے
تفسیر میں ہے کہ یہ خبر مصر میں پھیل گئی اور عورتیں اس کی داستان ایک دوسرے سے بیان کرنے لگیں۔ اسے ملامت کرنے لگیں، اور اس کے بارے میں باتیں بنانے لگیں۔ [3]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۷ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۲۸ و جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۸۶
(۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۳

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾

۳۱-اس نے جو عورتوں کی مکارانہ باتیں سنیں تو اُن کو بلاوہ بھیجا اور اُن کے لیے مسند بچھوا دی اور اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی اور اس نے کہا یوسف ان کے سامنے سے نکلو جب ان عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو وہ دنگ رہ گئیں اور انھوں نے (پھل کی جگہ) اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور کہنے لگیں حاشا للہ یہ بشر تو نہیں بلکہ کوئی مکرم فرشتہ ہے۔

۳۱-فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ -

جب زلیخا نے ان عورتوں کی مکارانہ باتیں سنیں

یعنی ان کا غیبت کرنا اور زلیخا کے بارے میں شرم ناک باتیں کہنا۔

اسے مکر سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ انھوں نے اسے اسی طرح پوشیدہ رکھا جس طرح مکار اپنے مکر کو چھپاتا ہے۔

اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ -

انھیں بلاوہ بھیجا

وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً-

ان کے لیے طعام کا بندوبست کیا، اس نے کھانے کی تقریب منعقد کی جیسا کہ امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے وہ لوگ محفل سجاتے اور اس میں کھانے پینے کا اہتمام کیا کرتے تھے اسی لیے اس سے روکا گیا ہے۔ فضول خرچی اور حرام چیزوں سے منع کیا گیا۔

تفسیر قمیؔ میں ہے **مُتْكًا** کے معنی ہیں چکوترا، بڑا لیموں۔ [۱]

وَّاٰتَتْ -

اور دے دی

كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا-

ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ اس نے ہر نمایاں عورت کی طرف پیغام بھیجا وہ سب اس کے گھر میں اکٹھی ہوئیں اس

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۳

نے اُن کے لیے ایک بزم سجائی اور ہر عورت کو ایک ایک لیموں/ ترنج دے دیا اور چھری دے دی اور اُن سے کہا اسے کاٹو۔ [1]

وَ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ –

اور اس نے کہا اے یوسف ان عورتوں کے سامنے سے نکلو

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ گھر کے اندر تھے۔ [2]

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ –

ان عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو دنگ رہ گئیں

ان کے حسن کو غیر معمولی سمجھا اور ان کے حسن فائق کو عطیہ خداوندی قرار دیا۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ میں نے دوسرے آسمان میں ایک شخص کو دیکھا اس کا چہرہ ایسا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند ہو (بدرِ کامل ہو) میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے بھائی یوسف ہیں۔ [3]

یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی اکرمؐ معراج پر تشریف لے گئے تھے۔

وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ –

دہشت کے مارے انھوں نے اپنے ہاتھوں کو چھری سے زخمی کر لیا

وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ –

اور انھوں نے کہا حاشا للہ اللہ تعالیٰ صفاتِ عجز سے پاک و پاکیزہ ہے

وہ کسی کام کرنے سے عاجز نہیں ہے، اور انھوں نے یہ جملہ اللہ کی قدرت پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے یوسف جیسی صورت بنائی۔

مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ –

یہ بشر تو نہیں ہے اس لیے کہ ایسا جمال عموماً بشر کو حاصل نہیں ہوتا

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ –

بلکہ یہ تو کوئی مکرم فرشتہ ہے۔ اس لیے کہ اس کا حسن و جمال، جمالِ بشر سے مافوق ہے اس لیے کہ جمالِ رائق (بہترین حسن و جمال) اور کمالِ فائق (اعلیٰ کمال) اور عصمتِ بالغہ (اور مکمل عصمت) فرشتوں کی خصوصیات میں سے ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۳ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۳

(۳) مجمع البیان ج ۵–۶ ص ۲۳۱–۲۳۰

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَىٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾

۳۲- زلیخا نے کہا یہی تو ہے جس کے بارے میں تم سب مجھے ملامت کر رہی تھیں میں نے ہی اسے اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے اپنے آپ کو بچائے رکھا اگر یہ میرا حکم نہیں مانے گا تو قید کر دیا جائے گا اور بہت ذلیل و خوار ہوگا۔

۳۳- یوسف نے کہا اے میرے ربّ قید خانہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے نہ پھیرا تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور نادانوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

۳۴- ان کے ربّ نے اُن کی دعا قبول کر لی اور اُن عورتوں کی چالوں کو اُن سے منصرف کر دیا بے شک وہ ہر ایک کی سننے والا اور بڑا واقف کار ہے۔

۳۲- قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ-

زلیخا نے کہا یہی تو ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کر رہی تھیں

یعنی یہی وہ کنعانی غلام ہے جس کو کما حقہ جانے بغیر تم مجھے ملامت کر رہی تھیں کہ میں اس پر فدا ہوگئی، تم نے جو کچھ مشاہدہ کیا اس کے بعد تم مجھے معذور سمجھتیں۔

وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ -

میں نے ہی اُسے اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی لیکن وہ عصمت کو محفوظ رکھنے کے لیے باز رہا

زلیخا نے اُن عورتوں کے سامنے اقرار کر لیا جب اُس نے جان لیا کہ یوسف کو دیکھنے کے بعد وہ نرم مزاجی پر محمول کرتے ہوئے اسے معذور جانیں گی۔

وَ لَىٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ -

اگر یہ میرا حکم نہیں مانے گا تو قید کر دیا جائے گا اور بہت ذلیل و خوار ہوگا

۳۳۔قَالَ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ ۔

یوسف نے کہا اے میرے ربّ قید خانہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں

یعنی انجام پر نظر رکھتے ہوئے اس کا حکم ماننے پر میں قید خانے کو ترجیح دیتا ہوں۔ یوسف نے بلانے کو تمام عورتوں کی طرف نسبت دی اس لیے کہ ان عورتوں نے یوسف کو زلیخا کی مخالفت سے ڈرایا تھا اور اس کی اطاعت کو بنا سجا کر پیش کیا۔[۱]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یوسف جب اس گھر میں رہ رہے تھے جس عورت نے بھی انہیں دیکھا تھا ان کی طرف پیغام بھیج کر انھیں اپنے لیے دعوت دی تو یوسف اُس گھر سے اکتا گئے اور انھوں نے کہا رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ الآیۃ

میرے پروردگار مجھے قید خانہ زیادہ پسندیدہ ہے۔[۲]

وَ اِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ ۔

اور اگر تو نے مجھ سے نہ پھیرا

کَیۡدَہُنَّ ۔

ان کی چالوں کو، مکر و فریب کو

تاکہ ان کے مکر نہ مجھے لبھائیں اور نہ ہی میری نگاہوں میں پسندیدہ قرار پائیں مجھے عصمت پر ثابت قدم رکھ کر

اَصۡبُ اِلَیۡہِنَّ ۔

تو میں اُن کے دام میں پھنس جاؤں گا۔ میں ان کی دعوت کو قبول کرلوں گا۔ یا ان عورتوں کی جانب مائل ہوجاؤں گا طبیعت کے اقتضا اور خواہشات کے مقتضا سے۔

لفظ "صبو" کا مفہوم ہے خواہشات کی طرف مائل ہونا۔

وَ اَکُنۡ مِّنَ الۡجٰہِلِیۡنَ ۔

اور نادانوں میں شامل ہوجاؤں گا عورتیں جس جانب بلا رہی ہیں اسے مان کر

---

(۱) جیسا کہ اس روایت سے پتا چلتا ہے جسے ابوحمزہ ثمالی نے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ جب عورتیں زلیخا کے پاس سے نکل کر چلی گئیں تو ان میں سے ہر ایک نے اپنی سہیلی سے الگ پوشیدہ طور سے یوسف سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مزید یہ ہے کہ جیسا کہا گیا کہ ان عورتوں نے یوسف سے کہا تم اپنی مالکن کی اطاعت کرو اور اس کی حاجت روائی کرو اس لئے کہ وہ مظلومہ ہے اور تم ظالم ہو اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو کہا گیا ہے کہ عورتوں نے جب یوسف کو دیکھا تو انھوں نے عزیز کی زوجہ سے اجازت طلب کی کہ ان میں سے ہر ایک عورت یوسف سے تنہائی میں ملنا چاہتی ہے۔ تاکہ وہ زلیخا کی اطاعت کرنے پر یوسف کو راضی کرے۔ لیکن جب عورتیں تنہائی میں اُن سے ملیں تو اُن میں سے ہر ایک نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اسی لئے فرمایا مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ ۔

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۳۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۳

۳۴-فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ -

تو اُن کے ربّ نے اُن کی دعا قبول کرلی جو اس قول پر مشتمل تھی اِلّاتصرف عنّی

فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ -

اور ان عورتوں کی چالوں کو ان سے منصرف کردیا

انھیں عصمت پر ثابت قدم رکھا یہاں تک کہ یوسف نے اپنے آپ کو قید خانے کی مشقت کے لیے تیار کرلیا اور ایسی لذت پر اسے ترجیح دی جو نافرمانی اور گناہ کا موجب ہو۔

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ -

جو بھی اللہ سے ملتجی ہوتا ہے وہ اس کی دعا کو سنتا ہے

الْعَلِيمُ -

ان کے احوال سے باخبر ہے اور یہ جانتا ہے کہ کون سی بات ان کے لیے مناسب ہے

علل الشرائع میں امام سجاد علیہ السلام سے منقول ہے کہ یوسف اپنے زمانے کے خوب صورت ترین فرد تھے جب وہ سنِ رُشد کو پہنچے تو بادشاہ کی بیوی نے انھیں اپنی جانب راغب کرنا چاہا یوسف نے کہا معاذاللہ ہم اس گھرانے کے فرد ہیں جو زنا نہیں کرتے اس نے خود پر اور یوسف پر دروازے کو بند کردیا اور کہا ڈرومت اور اپنے آپ کو یوسف پر گرا دیا تو یوسف علیہ السلام اس سے جان چھڑا کر بھاگتے ہوئے دروازے تک پہنچے اور انھوں نے دروازہ کھول دیا زلیخا وہاں آ پہنچی اور اس نے پیچھے سے ان کا کرتا پکڑ کر کھینچا اور اسے اتار دیا اس طرح یوسف اپنے کپڑے میں اس سے چھپ گئے ''وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ'' امام علیہ السلام نے فرمایا بادشاہ نے یوسف کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو یوسف نے اس سے کہا یعقوب کے معبود کی قسم میں نے تمھاری بیوی کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اسی نے مجھے اپنی طرف راغب کرنا چاہا آپ اس بچے سے پوچھ لیجیے کہ کس نے کس کو راغب کرنا چاہا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ زلیخا کے پاس اسی کے خاندان کا ایک بچہ تھا جو اس سے ملاقات کی غرض سے آیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کا فیصلہ کرنے کے لیے بچے کو قوتِ گویائی عطا کردی۔ بچے نے کہا ''اے بادشاہ تم یوسف کا کرتا دیکھو اگر وہ سامنے سے پھٹا ہو تو اس نے زلیخا کو راغب کیا ہے اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو پھر زلیخا نے اسے راغب کرنا چاہا جب بادشاہ نے بچے کی بات سنی تو اس بات نے اسے بہت زیادہ خوف زدہ کردیا۔ کرتا لایا گیا بادشاہ نے اسے دیکھا جب یہ دیکھا کہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اس وقت اس نے زلیخا سے کہا إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ یہ تم عورتوں کی چال ہے، بے شک تمھارے چلتر بڑے غضب کے ہوتے ہیں اور بادشاہ نے یوسف سے کہا أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا اے یوسف تم اس بات سے درگزر کرو تم کسی سے اس بات کا تذکرہ

نہ کرنا اور اسے پوشیدہ رکھنا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا یوسف نے وہ بات پوشیدہ نہیں رکھی بلکہ پورے شہر میں پھیلا دی یہاں تک کہ شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کر دیا امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ عزیز کی بیوی اپنے جوان غلام کو برائی کی طرف راغب کر رہی تھی یہ بات زلیخا کو معلوم ہوئی تو اس نے ان عورتوں کو بلوا بھیجا اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام کیا اور بزم سجائی پھر اُن میں سے ہر ایک کو ترنج (لیموں) اور ایک ایک چھری دے دی پھر یوسف سے کہا ان کے سامنے سے نکل کر چلے جاؤ جب انھوں نے یوسف کو دیکھا تو وہ دنگ رہ گئیں اور انھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور جو کچھ کہنا تھا وہ کہا زلیخا نے اُن سے کہا یہی تو ہے تم جس کی وجہ سے مجھے ملامت کر رہی تھیں اس کی مراد تھی اس کی محبت کے سبب اور عورتیں زلیخا کے پاس سے روانہ ہوگئیں ان میں سے ہر ایک عورت نے اپنی سہیلی سے پوشیدہ رکھتے ہوئے یوسف کو پیغام بھیجا اور اُن سے ملاقات کی خواہش کی یوسف نے ان سے ملاقات کو مسترد کر دیا اور قال "اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ۝" اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو ان عورتوں کے مکر وفریب سے محفوظ رکھا۔ [1]

---

(۱) علل الشرائع ص ۴۸ ح ۱

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾
وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

۳۵-یوسف کی پاک دامنی کی علامات کو دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں کی سمجھ میں یہ آیا کہ کچھ عرصے کے لیے یوسف کو قید کر دیں۔

۳۶-قید خانے میں ان کے ساتھ دو جوان داخل ہوئے ایک نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں، دوسرے نے کہا میں نے دیکھا ہے میرے سر پر روٹیاں رکھی ہیں اور پرندے اسے کھا رہے ہیں آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے ہم آپ کو نیکو کاروں میں سمجھتے ہیں۔

۳۵-ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ -

ان علامات اور شواہد کو دیکھنے کے بعد جو یوسف کی پاک دامنی پر دلالت کر رہے تھے ان لوگوں کی سمجھ میں آیا

لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ -

کہ کچھ عرصے کے لیے یوسف کو قید کر دیں

اس کا سبب یہ تھا کہ زلیخا نے اپنے شوہر کو چکمہ دیا اور اسے آمادہ کر لیا کہ وہ یوسف کو ایک عرصے کے لیے قید کر دے یہاں تک کہ زلیخا دیکھ لے کہ یوسف کا روّیہ کیسا ہوتا ہے یا اس لیے کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ یوسف مجرم ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''آیات'' سے مراد ہے بچے کی گواہی، پیچھے سے پھٹا ہوا کرتا، دونوں کا بھاگ کر دروازے تک آنا یہاں تک کہ دروازے پر زلیخا کی یوسف سے کھینچا تانی سنی گئی جب یوسف نے اس کی نافرمانی کی تو وہ اپنے شوہر پر فریفتہ ہوگئی یہاں تک کہ یوسف کو قید کروا دیا۔[1]

تفسیر قمیؒ میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے داروغۂ زندان نے یوسف سے کہا میں تمھیں بہت چاہتا ہوں یوسف نے اسے جواب دیا مجھ پر جو مصیبت بھی آئی وہ محبت کی وجہ سے ہے۔ جب میری خالہ نے مجھ سے محبت کی تو مجھے چرا لیا اور جب میرے والد نے محبت کی تو میرے بھائیوں نے مجھ سے حسد کیا اور جب عزیز کی بیوی نے مجھ سے محبت کی مجھے قید کروا دیا۔[2]

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۴ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۴ اور بحار الانوار ج ۱۲ ص ۲۴۷

تفسیر عیاشی میں ایسی ہی روایت ہے البتہ اس میں خالہ کی جگہ پھوپھی ہے۔ [1]

قمیؒ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ یوسف نے قید خانے میں اللہ سے شکوہ کیا اور کہا اے میرے پروردگار تو نے مجھے قید خانے میں کیوں بھیج دیا؟ اللہ نے اُن کی طرف وحی کی کہ اے یوسف تم نے ہی قید خانے کو پسند کیا تھا جب کہا تھا رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ پروردگارا میرے لیے قید خانہ اس سے زیادہ پسندیدہ ہے جس طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں۔ اے کاش تم نے کہا ہوتا العافیة احب الی مما یدعوننی الیه پروردگارا امن وسکون مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے جس طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں۔ [2]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بہت زیادہ رونے والے پانچ افراد ہیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا لیکن یوسف وہ یعقوب کی جدائی پر روئے یہاں تک کہ قید خانے کے قیدی اذیت میں مبتلا ہوگئے اور انھوں نے کہا یا توتم رات کے وقت روؤ اور دن کے وقت خاموش رہو یا دن کے وقت گریہ کرو اور رات کو چپ ہوجاؤ حضرت یوسف نے ان میں سے ایک امر پر مصالحت کرلی۔ [3]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے ہے تین افراد جتنا روئے ہیں اتنا کوئی نہیں رویا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا جہاں تک یوسف کا سوال ہے تو وہ اپنے باپ یعقوب کے لیے رو رہے تھے اور وہ اس وقت قید خانے میں تھے قید خانے کے ساکنین نے رونے سے اذیت محسوس کی تو انھوں نے یوسف سے اس بات پر مصالحت کرلی کہ وہ ایک دن روئیں گے اور ایک دن خاموش رہیں گے۔ [4]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے جب کہ وہ قید خانے میں تھے جبرئیل نے اُن سے کہا اے یوسف تم ہر نماز کے بعد یہ کہو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّارْزُقْنِیْ مِنْ حَیْثُ اَحْتَسِبُ وَمِنْ حَیْثُ لَا اَحْتَسِبُ یا اللہ میرے لیے فراخی اور نکلنے کی راہ فراہم کردے اور مجھے وہاں سے رزق عطا فرما جس کے بارے میں میں سوچ رہا ہوں اور وہ جو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں۔ [5]

جو کچھ دونوں روایتوں میں ہے وہ امام صادق علیہ السلام سے مجمع البیان میں مرقوم ہے۔ [6]

۳۶-وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَیٰنِ ؕ-

قید خانے میں اُن کے ساتھ دو جوان داخل ہوئے

تفسیر قمیؒ میں ہے بادشاہ کے دو غلام تھے ان میں سے ایک نانبائی تھا اور دوسرا شراب پلانے والا۔ [7]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۶-۱۷۵ و مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۳۳ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۴
(۳) الخصال ص ۲۷۳-۲۷۲ ح ۱۵ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۸ ح ۲۸
(۵) الکافی ج ۲ ص ۵۴۹ ح ۱۷ (۶) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۳۵ (۷) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۴

قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيۡۤ اَرٰىنِيۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۚ -

اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں یعنی انگور سے شراب بنا رہا ہوں

وَقَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّيۡۤ اَرٰىنِيۡۤ اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِىۡ خُبۡزًا تَاۡكُلُ الطَّيۡرُ مِنۡهُ ؕ -

اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیاں رکھی ہیں اور پرندے اسے کھا رہے ہیں

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس نے کہا میں اپنے سر پر بڑا پیالہ اٹھائے ہوئے ہوں جس میں روٹیاں ہیں اور پرندے اس میں سے کھا رہے ہیں۔ [۱]

نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِيۡلِهٖ ۚ -

آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلایئے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بادشاہ نے یوسف کو قید خانے میں قید کرنے کا جب حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر کا علم بذریعہ الہام عطا کر دیا وہ قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتلایا کرتے تھے اور یہ دونوجوان ان کے ساتھ قید خانے میں آئے تھے جس دن یوسف کو قید کیا تھا جب انھوں نے رات بسر کی اور صبح ہوئی تو دونوں نے کہا کہ اے یوسف ہم نے خواب دیکھا ہے آپ اُس کی تعبیر بتلا دیجیے یوسف نے دریافت کیا تم دونوں نے کیا دیکھا ہے تو ان میں سے ایک نے کہا اِنِّيۡۤ اَرٰىنِيۡۤ۔۔۔۔۔ الایۃ [۲]

اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ -

ہم آپ کو نیکوکاروں میں سمجھتے ہیں

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یوسف علیہ السلام مجلس کو وسعت دیتے تھے، محتاج کے لیے قرض مہیا کرتے تھے اور کمزوروں کی مدد کرتے تھے۔ [۳]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے ہے کہ وہ بیمار کی بیمار پرسی کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور محتاج کے لیے مال حاصل کرتے تھے اور قیدیوں کو مالا مال کر دیتے تھے۔ [۴]

اور کہا گیا ہے یوسف ان اشخاص میں سے تھے جو خواب کی بہترین تعبیر بیان کرتے تھے۔ یعنی وہ علم تعبیر سے آشنا تھے۔ [۵]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۷ ح ۲۵ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۶ ح ۲۳ (۳) الکافی ج ۲ ص ۶۳۷ ح ۳
(۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۴ (۵) انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۹۵

قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۷- یوسف نے کہا تمھیں جو کھانا ملتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تم دونوں کو خواب کی تعبیر بتلا دوں گا، یہ وہ علم ہے میرے ربّ نے مجھے جس کی تعلیم دی ہے میں نے اس قوم کے راستے کو اختیار نہیں کیا ہے جن کا ایمان اللہ پر نہیں ہے اور جو آخرت کے منکر ہیں۔

۳۸- بلکہ میں نے تو اتباع کیا ہے اپنے آباء ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے مذہب کا یہ بات ہمارے لیے درست نہیں ہے کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کو اس کا شریک بنائیں یہ تو ہم پر اور تمام انسانوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن لوگوں کی اکثریت شکر ادا نہیں کرتی۔

۳۷- قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا ؕ-

یوسف نے کہا تمھیں جو کھانا ملتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تم دونوں کو خواب کی تعبیر بتلا دوں گا

یوسف نے سوچا کہ ان دونوں کو توحید کی دعوت دیں اور انھیں سیدھے راستے کی جانب راہنمائی کریں قبل اس کے کہ ان کے سوال کو پورا کریں یعنی خواب کی تعبیر بتلا دیں، ہدایت و رہنمائی میں جو انبیاء اور اوصیاء کا طریقہ ہے وہی طریقہ انھوں نے استعمال کیا انھیں غیب کی خبر بتانے کا جو معجزہ عطا کیا گیا تھا اسے پیش کیا تا کہ دعوتِ دین اور تعبیر خواب میں ان دونوں کی رہنمائی کریں کہ وہ سچے ہیں۔

ذٰلِكُمَا- یعنی یہ تعبیر خواب

مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ-

وہ ہے جسے میرے ربّ نے الہام اور وحی کے ذریعے مجھے سکھایا ہے

یہ نہ تو کہانت (غیب کی باتیں بتانا) ہے اور نہ ہی اس کا تعلق نجوم (ستاروں کے علم) سے ہے۔

اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ -

میں نے اس قوم کے راستے کو اختیار نہیں کیا ہے جن کا ایمان اللہ پر نہیں ہے اور جو آخرت کے منکر ہیں۔

۳۸–وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ –

بلکہ میں نے تو اتباع کیا ہے اپنے آباء ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے مذہب کا۔ پہلے جو بات بیان کی گئی اس کی علت بیان کی ہے اور دعوت دین کی تمہید ہے اور اس امر کا اظہار ہے کہ ان کا تعلق خاندانِ نبوت سے ہے تا کہ وہ دونوں ان کی بات پوری توجہ اور مکمل وثوق کے ساتھ سنیں۔

مَا كَانَ لَنَاۤ –

ہم گروہ انبیاء کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے

اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ –

کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کو اس کا شریک بنائیں

ذٰلِكَ –

یعنی یہ توحید

مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا –

ہم پر وحی کے ذریعے اللہ کا فضل ہے

وَعَلَى النَّاسِ –

اور یہ تمام انسانوں پر فضل ہے کہ ہمیں ان کی ہدایت اور اس بات پر انھیں متنبہ کرنے کے لیے مبعوث کیا ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ –

لیکن لوگوں کی اکثریت جن کی طرف انبیاء کو مبعوث کیا گیا

لَا یَشْكُرُوْنَ –

وہ اس فضل اور نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے اس دعوت سے اعراض کرتے ہیں اور اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾
يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾

۳۹-اے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق ارباب بہتر ہیں یا اللہ جو یکتا اور غالب ہے۔
۴۰-اللہ کو چھوڑ کر تم جن بتوں کی عبادت کرتے ہو وہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے اس کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی حکم تو صرف اللہ کا چلتا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ سوائے اُس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو یہی دین حق ہے لیکن اکثر لوگ اس بارے میں بے خبر ہیں۔
۴۱-اے میرے زندان کے رفیقو! تم میں سے ایک اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور دوسرا سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ اس امر کا فیصلہ ہو گیا تم جس بارے میں مجھ سے دریافت کر رہے تھے۔

۳۹- يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ -
اے قید خانے کے باسیو یا اے میرے قید خانے کے ساتھیو عرب کے لوگ کہتے ہیں
يَاسَارِقَ اللَّيْلَة
ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ - کیا متفرق ارباب، متعدد ایک ہی جیسے کئی
خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ - بہتر ہیں یا ایک ربّ جو الوہیت میں یکتا ہو بہتر ہے
الْقَهَّارُ - ایسا غالب کہ کوئی شے اس کے مقابل میں نہ آسکے اور نہ ہی اس کا غیر اس کا مقابلہ کر سکے
۴۰-مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ - تم اللہ کے علاوہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہو
ان دونوں ساتھیوں سے خطاب ہے اور مصر کے ان لوگوں سے جو ان کے دین پر تھے۔
اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ -
وہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے اس کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی

وہ کچھ اشیاء ہیں جنھیں تم نے خدائی نام دے دیا ہے بغیر کسی دلیل کے جو ان کے معبود ہونے کے استحقاق کو ثابت کرے۔ تم تو ان کی عبادت اس اعتبار سے کرتے ہو جو تم نے ان کے لیے مقرر کر رکھی ہے تو گویا کہ تم صرف ناموں کی پرستش کر رہے ہو۔

اِنِ الْحُكْمُ - امر عبادت میں بس حکم تو

اِلَّا لِلّٰهِ ؕ - صرف اللہ کا چلتا ہے اس لیے کہ وہی فی نفسہ عبادت کا حق دار ہے

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ -

اس نے حکم دیا ہے کہ سوائے اُس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو یہی دینِ حق ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ -

لیکن اکثر لوگ اس بارے میں بے خبر ہیں وہ اپنی جہالتوں میں مخبوط الحواس ہیں

۴۱- يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ -

اے میرے قید خانے کے ساتھیو

اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ -

تم میں سے ایک اپنے آقا کو اسی طرح شراب پلاتا رہے گا جیسے پہلے پلاتا تھا تفسیر قمیؒ میں ہے یوسف نے اس سے کہا کہ تم قید خانے سے آزادی حاصل کرو گے اور بادشاہ کو شراب پلانے پر مامور ہوگے، اور اس کے نزدیک تمھاری منزلت بلند ہوگی۔ ۱

وَاَمَّا الْاٰخَرُ - جہاں تک دوسرے کا تعلق ہے یعنی نانبائی

فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ -

تو وہ سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس نے یہ خواب نہیں دیکھا تھا بلکہ جھوٹ بولا تھا یوسف نے اس سے کہا کہ تم کو بادشاہ قتل کر دے گا اور تمھیں سولی پر چڑھائے گا اور تمھارے بھیجے کو پرندے کھائیں گے اس شخص نے انکار کیا اور کہا میں نے یہ خواب ہی نہیں دیکھا۔ یوسف نے اس سے کہا قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ۔ ۲

قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ -

اس امر کا فیصلہ ہو گیا تم دونوں جس کے بارے میں مجھ سے دریافت کر رہے تھے

یعنی جس کی طرف تم دونوں کا امر لایا گیا تھا وہ معاملہ طے ہو گیا اور فیصلہ کرنے والا اس سے فارغ ہو گیا خواہ تم نے سچ کہا تھا یا تم جھوٹ بولے تھے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۴ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۴

وَ قَالَ لِلَّذِیۡ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنۡهُمَا اذۡكُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنۡسٰىهُ الشَّیۡطٰنُ ذِكۡرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجۡنِ بِضۡعَ سِنِیۡنَ ﴿۴۲﴾

ع ۱۵/۵

۴۲- پھر اُن میں سے جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ نجات پا جائے گا یوسف نے اُس سے کہا کہ اپنے ربّ (شاہِ مصر) سے میرا ذکر کرنا مگر شیطان نے اسے بھلا دیا اور وہ اپنے ربّ (شاہِ مصر) سے ذکر نہ کر سکا اس طرح یوسف کئی سال تک قید خانے میں پڑے رہے۔

۴۲- وَ قَالَ لِلَّذِیۡ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنۡهُمَا -

پھر ان دونوں میں سے جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ نجات پا جائے گا۔ یعنی یوسف کو اس کی نجات کا علم تھا یوسف نے اس سے کہا

اذۡكُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّكَ ۫ -

تم اپنے ربّ یعنی شاہِ مصر سے میرا حال بیان کرنا کہ مجھے ظالمانہ طریقے سے قید کر دیا گیا ہے تا کہ وہ مجھے قید خانے سے نجات دے

فَاَنۡسٰىهُ الشَّیۡطٰنُ ذِكۡرَ رَبِّهٖ -

مگر شیطان نے اسے بھلا دیا کہ وہ اپنے مالک یعنی شاہ مصر سے ذکر نہ کر سکا

کہا گیا ہے کہ شیطان نے شراب پلانے والے کو بھلا دیا کہ وہ اپنے مالک سے یوسف کا ذکر کرے یا مفہوم یہ ہوگا کہ یوسف نے ربّ کے ذکر کو فراموش کر دیا یہاں تک کہ انھوں نے غیرِ خدا سے استعانت طلب کی۔ [1]

فَلَبِثَ فِی السِّجۡنِ بِضۡعَ سِنِیۡنَ -

اس طرح یوسف کئی سال تک قید خانے میں پڑے رہے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا سات سال تک۔ [2]

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے یوسف نے اس حال میں خوف کے وقت اللہ کی پناہ طلب نہیں کی کہ اسے پکارتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَنۡسٰىهُ الشَّیۡطٰنُ ذِكۡرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجۡنِ بِضۡعَ سِنِیۡنَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس وقت یوسف کی طرف وحی کی اے یوسف ذرا بتاؤ تو تمھیں خواب کس نے دکھایا تھا جو تم نے دیکھا تھا؟ یوسف نے کہا تو نے اے میرے مالک۔ اللہ نے کہا تمھیں تمھارے والد کے نزدیک محبوب کس نے بنایا؟ یوسف نے کہا تو نے اے میرے پروردگار۔ اللہ نے کہا قافلے کو تمھاری طرف کس نے بھیجا تھا؟ یوسف نے کہا تو

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۹۱ زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۷۲ بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۹۷

(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۸ ح ۳۰

نے اے میرے پالنہار۔ اللہ نے کہا تمھیں وہ دعا کس نے سکھائی تھی جسے تم نے طلب کیا یہاں تک کہ اللہ نے تمھیں کنویں سے نجات دے دی۔ یوسف نے کہا تو نے اے میرے مولا۔ اللہ نے کہا تمھیں عورت کی چالبازیوں سے کس نے بچایا؟ کہا تو نے اے میرے آقا۔ اللہ نے کہا تمھاری صفائی کے لیے بچے کی زبان کو کس نے گویائی عطا کی؟ یوسف نے کہا تو نے اے میرے ربّ۔ اللہ نے کہا کہ کس نے عزیز کی بیوی اور دیگر عورتوں کے مکر کا رُخ پھیر دیا؟ یوسف نے کہا تو نے اے میرے مالک۔ اللہ نے کہا تمھیں خواب کی تعبیر کس نے سکھائی؟ یوسف نے کہا تو نے اے میرے پروردگار۔ اللہ نے کہا تو اے یوسف تم نے میرے غیر سے کیوں مدد مانگی اور مجھ سے مدد طلب نہیں کی اور نہ ہی مجھ سے سوال کیا کہ میں تمھیں قید خانے سے نجات دلا دوں تم نے مدد طلب کی اور امید لگائی میرے بندوں میں سے ایک بندے سے تاکہ وہ تمھارا ذکر میری خلق کردہ ایک مخلوق سے کرے جو میرے قبضے میں ہے اور تم نے مجھ سے پناہ طلب نہیں کی تم اپنی اس خطا کے سبب کچھ عرصے اور قید خانے میں گزارو اس لیے کہ تم نے ایک بندے کو بندے کی طرف بھیجا تھا۔ [۱]

اور دوسری روایت میں ان میں سے بعض باتیں نہیں ہیں لیکن یہ اضافہ ہے کہ ہر مرتبہ یوسف نے چیخ ماری اور اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور پھر کہا اَنْتَ یَارَبِّ (تو نے اے میرے پروردگار) [۲]

تفسیر قمیؔ میں ایسی ہی روایت ہے [۳] اور ایک دوسری روایت میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے یوسف نے کہا اَسْاَلُكَ بِحَقِّ اٰبَائِیْ عَلَیْكَ اِلَّا فَرَّجْتَ عَنِّیْ اے اللہ میں تجھے اپنے آباء کے اس حق کا واسطہ دیتا ہوں جو تجھ پر ہے کہ مجھے خلاصی عطا فرما۔ اللہ نے یوسف کی طرف وحی کی اے یوسف ذرا یہ تو بتاؤ تمھارے باپ دادا کا مجھ پر کیا حق ہے؟ تمھارے باپ آدم تھے میں نے انھیں اپنے دونوں ہاتھوں سے خلق کیا اور اُن میں اپنی روح پھونک دی، اور انھیں اپنی جنت میں ٹھہرایا اور انھیں حکم دیا کہ جنت کے ایک درخت کے قریب نہ جانا انھوں نے میری بات نہ مانی پھر مجھ سے التجا کی اور میں نے اُن کی توبہ قبول کرلی۔

جہاں تک تمھارے باپ نوح کا تعلق ہے میں نے انھیں اپنی تمام مخلوقات میں منتخب کیا اور مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا جب لوگوں نے نافرمانی کی نوح نے دعا طلب کی میں نے اُن کی دعا قبول کرلی ان سب کو غرق کردیا اور نوح اور ان کے ساتھ جو کشتی میں تھے انھیں نجات دے دی، تم اگر اپنے باپ ابراہیم کی بات کرتے ہو تو میں نے انھیں خُلّت کے درجے پر فائز کیا اور انھیں آگ سے نجات دی اور آگ کو اُن کے اوپر ٹھنڈی اور باسلامت قرار دیا اور اب رہی یعقوب کی بات تو میں نے انھیں بارہ اولاد عطا کی تو ایک اُن میں سے غائب ہوگیا تو وہ اتنا روئے کہ ان کی بینائی جاتی رہی وہ راستے پر بیٹھ کر میرے مخلوق سے شکایت کرنے لگے اب بتاؤ کہ

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۶ ح ۲۳ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۸ ح ۲۹

(۳) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۴۴-۳۴۵

تمھارے آبا و اجداد کا مجھ پر کیا حق ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے یوسف کہو اسالك بِمَنِّكَ الْعَظِيْمِ. وَاِحْسَانِكَ الْقَدِيْمِ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے احسان عظیم کے وسیلے سے اور تیرے قدیمی احسان کے واسطے سے، یوسف نے ان جملوں کو دہرایا تو بادشاہ نے وہ خواب دیکھا اور اسی وجہ سے یوسف کو رہائی ملی۔[۱]

تفسیر مجمع البیان، تفسیر قمیؒ اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جب مدرت گزر گئی اور اللہ نے انھیں نجات کی دعا طلب کرنے کی اجازت دی تو یوسف نے اپنا رخسار زمین پر رکھا اور پھر کہا

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ ذُنُوْبِي قَدْ اَخْلَقَتْ وَجْهِي عِنْدَكَ فَاِنِّي اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِوُجُوْهِ اٰبَائِي الصَّالِحِيْنَ اِبْرَاهِيْمَ. وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ۔ بار الٰہا اگر میرے گناہوں نے میرے چہرے کو تیرے نزدیک رسوا کر دیا ہے تو میں تیری طرف متوجہ ہو رہا ہوں اپنے آبائے صالحین ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب کے چہروں کے وسیلے سے اللہ نے اُن کو نجات دلا دی۔

کہا گیا ہم بھی اس وسیلے سے دعا مانگ سکتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا تم اسی جیسی دعا طلب کر سکتے ہو کہو اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ ذُنُوْبِي قَدْ اَخْلَقَتْ وَجْهِي عِنْدَكَ فَاِنِّي اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالْاَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ اے اللہ اگر میرے گناہوں نے مجھے تیرے نزدیک رسوا کر دیا ہے تو میں تیری طرف متوجہ ہو رہا ہوں تیرے نبی، نبی رحمت حضرت محمدؐ اور حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین اور ائمہ علیہم السلام کے وسیلوں سے۔[۲]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۳۔۳۵۴

(۲) تفسیر مجمع البیان ۵۔۶ ص ۲۳۵ و تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۵ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۸ ح ۲۹

وَ قَالَ الۡمَلِکُ اِنِّیۡۤ اَرٰی سَبۡعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡکُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّ سَبۡعَ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَاُ اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡیَایَ اِنۡ کُنۡتُمۡ لِلرُّءۡیَا تَعۡبُرُوۡنَ ﴿۴۳﴾

قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ وَ مَا نَحۡنُ بِتَاۡوِیۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِیۡنَ ﴿۴۴﴾

وَ قَالَ الَّذِیۡ نَجَا مِنۡهُمَا وَ ادَّکَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُکُمۡ بِتَاۡوِیۡلِهٖ فَاَرۡسِلُوۡنِ ﴿۴۵﴾

۴۳-ایک روز بادشاہ نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جنھیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیاں ہری ہیں اور دوسری خشک ہیں اے سردارو! مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر سے آشنا ہو۔

۴۴-سرداروں نے کہا یہ تو خواب پریشاں ہیں اور ہمیں خوابوں کی تعبیر کا علم نہیں ہے۔

۴۵-ان دو جوانوں میں سے جس نے نجات پائی تھی اور اسے مدت دراز کے بعد بات یاد آئی میں اس کی تعبیر بتلا سکتا ہوں مجھے (قید خانے تک) بھجوا دیجیے۔

۴۳-یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَاُ اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡیَایَ -

اے سردارو تم میرے خواب کی تعبیر بتاؤ

اِنۡ کُنۡتُمۡ لِلرُّءۡیَا تَعۡبُرُوۡنَ -

اگر تم خواب کی تعبیر کے بارے میں جانتے ہو

۴۴-قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ-

ان سرداروں نے کہا یہ تو خواب پریشاں ہیں یہ تو خلط ملط باتیں اور باطل امور ہیں سوائے اس کے کہ یہ وسوسہ یا دل کی باتیں ہوں

اضغاث ضِغث کی جمع ہے اس کا حقیقی مفہوم ہے کہ طرح طرح کی ملی جلی گھاس پھونس کو جمع کر کے اس کا گٹھا بنانا اسی سے مستعار لے کر جھوٹے خواب کے لیے بولا جانے لگا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے خواب کی تین وجہیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ اللہ کی طرف سے بشارت ۲۔ شیطان کی طرف سے خوف زدہ کرنا ۳۔ اور پریشاں خیالی۔ [1]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۹۰ ح ۶۱

وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعٰلِمِينَ۔

اور ہمیں خوابوں تعبیر کا علم نہیں ہے

ان کی مراد خاص طور پر باطل خوابوں سے ہے انھوں نے اس خواب کی تعبیر سے اس لیے معذرت چاہ لی کیونکہ بظاہر اس کی کوئی تعبیر سمجھ میں نہیں آتی

۴۵۔وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا۔

یوسف کے قید خانے کے دو ساتھیوں میں سے جو بچ گیا تھا یعنی شراب پلانے والا

وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ۔

اور اسے مدتِ دراز کے بعد بات یاد آئی

اس نے یوسف کو یاد کیا جب کہ زمانے کی ایک جماعت یعنی مدت دراز گزر چکی تھی

تفسیر قمیؒ میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ بَعْدَ أُمَّةٍ کے معنی ہیں بَعْدَ وَقْتٍ بہت عرصے کے بعد۔ [۱]

أَنَا أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ۔

میں تمھیں اس خواب کی تعبیر بتلا دوں گا مجھے اس کے پاس بھیج دو جس کے پاس خواب کی تعبیر کا علم ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۵

يُوسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۶-اس نے کہا یوسف اے راست گو ہمیں تعبیر بتایئے سات موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیاں ہیں اور دیگر بالیاں خشک ہیں تا کہ جب میں لوگوں کے پاس واپس جاؤں تو انھیں اس کا علم ہو جائے۔

۴۷-یوسف نے کہا تم لوگ متواتر سات سال تک کاشت کاری کرتے رہو گے تم جو فصل کاٹو اس کا دانہ بالیوں میں رہنے دو تھوڑا حصہ جو کھانا ہے اسے نکال لو۔

۴۸-اس کے بعد سات سال بہت سخت آئیں گے جو کچھ تم نے پہلے سے بچا کر رکھا ہے وہ سب کھا جائیں گے مگر تھوڑا سا جو تم نے بچا لیا ہوگا۔

۴۶-يُوسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ -

ان لوگوں نے اس شخص کو یوسف کے پاس روانہ کر دیا وہ اُن کے پاس آیا اور اُن سے مخاطب ہو کر کہا اے یوسف اے راست گو اور اس نے لقب سے اس لیے پکارا کہ وہ ان کو آزما چکا تھا اور اسے معلوم تھا کہ انھوں نے اس کے بارے میں اور اسی کے ساتھی کے بارے میں خواب کی صحیح تعبیر بتائی تھی۔

اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ -

ہمیں تعبیر بتایئے کہ سات موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیاں ہیں اور دیگر بالیاں خشک ہیں

لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ -

تا کہ جب میں بادشاہ اور اس کے پاس جو لوگ ہیں اُن کی طرف واپس جاؤں

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ -

تو اُن لوگوں کو اس خواب کی تعبیر معلوم ہو جائے یا وہ لوگ آپ کی منزلت اور فضیلت سے آشنا ہو جائیں

۴۷-قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا -

یوسف نے کہا تم لوگ اپنی عادت کے مطابق سات سال تک مسلسل کاشت کاری کرتے رہو گے

فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ -

تم جو فصل کاٹو اس کا دانا بالیوں میں رہنے دو تا کہ اسے گھن نہ لگ جائے کیڑا نہ کھائے یہ نصیحت تعبیرِ خواب سے ہٹ کر تھی

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ -

تھوڑا سا جو ان سالوں میں کھانے کے لیے کافی ہو اسے نکال لو

۴۸-ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ -

اس کے بعد سات سال بہت سخت آئیں گے جو کچھ تم نے پہلے سے بچا کر رکھا وہ سب کھا جائیں گے یعنی وہاں کے باشندے اس میں سے کھائیں گے تم نے اُن کے لیے جو بچا کر رکھا تھا۔

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ

مگر تھوڑا سا جو تم نے بچا لیا ہوگا۔

زراعت کے بیج کے لیے جو تم نے بچا کر رکھا ہے۔

ثُمَّ يَأْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِىْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّىْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾

ع ۱۶

۴۹-پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں بارانِ رحمت سے لوگوں کی فریادرسی ہوگی اور لوگ پھلوں کا رس نچوڑیں گے۔

۵۰-بادشاہ نے یہ سن کر کہا ذرا اُسے میرے پاس تو لاؤ جب قاصد آیا تو یوسف نے کہا اپنے مالک کے پاس جا کر پوچھو کہ ان عورتوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے بے شک میرا ربّ ان کی مکاریوں سے بخوبی واقف ہے۔

۴۹-ثُمَّ يَأْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ-

پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں بارانِ رحمت ہوگی موسلا دھار بارش ہوگی یا لوگ قحط کی وجہ سے مدد کے لیے پکار رہے ہوں گے

اگر لفظ یُغَاثُ غیث سے ماخوذ ہے تو معنی ہیں موسلا دھار بارش اور اگر غوث سے ماخوذ ہے تو مفہوم ہوگا مدد کے لیے چیخ و پکار

وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ -

اور اس سال وہ پھلوں، اناج اور کھیت میں اگنے والی چیزوں کو نچوڑ کر ان کا رس نکالیں گے۔

۵۰-وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِىْ بِهٖ ۚ -

جب فرستادہ خواب کی تعبیر لے کر آیا تو بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لے آؤ

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ -

جب قاصد یوسف کو قید خانے سے نکال کر لے جانے کے لیے آیا

قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ -

یوسف نے کہا اپنے مالک کے پاس لوٹ جاؤ

تفسیر عیاشی میں ہے کہ ربّك میں "ك" کی ضمیر عزیز کی طرف پلٹتی ہے۔ [1]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۰ ح ۳۷

فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ -

اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے

بادشاہ کے بلانے پر تاخیر سے کام لیا اور عورتوں کا سوال پیش کر دیا اور اس کی کیفیت کی جانچ پڑتال کی تاکہ اپنی براءت اس پر ظاہر کر دیں اور اسے بتلا دیں کہ اس نے انھیں قید کر کے ظلم کیا تھا اور از روئے کرم عزیز کی بیوی کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے بیان نہیں کیا۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ مجھے یوسف اور ان کی مہربانیوں اور صبر پر تعجب ہے اللہ اُن کی مغفرت کرے جب اُن سے موٹی اور دبلی گایوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں اس کی تعبیر انھیں نہ بتاتا اور اس شرط کے ساتھ مشروط کر دے گا کہ ''مجھے قید خانے سے نکالو تو میں تمھیں اس کی تعبیر بتاؤں گا'' لیکن مجھے تعجب ہے یوسف پر، ان کے صبر اور کرم پر اللہ اُن کی مغفرت کرے جب قاصد آیا تو اس سے کہا اپنے مالک کے پاس واپس جا اور اگر میں ان کی جگہ ہوتا اور قید خانے میں ہوتا تو میں فوراً لبیک کہتا اور باہر نکل جاتا اور کسی عذر کی تلاش میں نہ ہوتا۔ یوسف کتنے بردبار اور صبر و شکیبائی کے حامل تھے۔[1]

تفسیر عیاشی میں دونوں اماموں (امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہ السلام) سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر میں یوسف کی جگہ پر ہوتا تو جب بادشاہ نے اُن کے پاس اپنے قاصد کو خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا تھا تو میں کبھی بھی تعبیر نہ بتلاتا جب تک یہ شرط عائد نہ کر دیتا کہ مجھے قید خانے سے باہر نکالو تو تعبیر بتاؤں گا مجھے بادشاہ کی بیوی کے سلسلے میں یوسف کے صبر پر حیرانی ہوتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف کی بے گناہی کو ظاہر کر دیا۔[2]

اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ -

بے شک میرا ربّ ان کی مکاریوں سے بخوبی واقف ہے

یوسف نے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم کو مددگار قرار دیا اور یہ کہ ان پر جو جھوٹا بہتان لگایا گیا ہے وہ اس سے بری ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۴۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷۹ ح ۳۲

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

۵۱۔ بادشاہ نے ان عورتوں سے دریافت کیا تمھارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف راغب کرنا چاہا تھا سب عورتیں بول اٹھیں حاشا للہ ہم نے تو یوسف میں کوئی برائی نہیں دیکھی تو عزیز کی بیوی (زلیخا) نے کہا اب حق بالکل واضح ہوگیا میں نے ہی انھیں اپنی جانب راغب کرنے کی کوشش کی تھی اور یوسف تو صادقین میں سے ہیں۔

۵۲۔ یوسف نے کہا یہ سب اس لیے ہے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کاروں کے مکر کو چلنے نہیں دیتا۔

۵۱۔ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ ۔

بادشاہ نے عورتوں سے دریافت کیا تمھارا کیا معاملہ ہے؟

اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ۔

جب تم سب نے یوسف کو اپنی جانب راغب کرنا چاہا تھا

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ ۔

سب عورتوں نے ان کی عفت پر تعجب کرتے ہوئے ان کی پاک دامنی اور اللہ کی قدرت پر حیران ہوتے ہوئے کہ اس نے یوسف جیسا طیب وطاہر شخص پیدا کیا ہے یہ جملہ کہا تھا: حَاشَ لِلّٰهِ یا حاشا للہ

مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ ۔

ہم نے تو یوسف میں کوئی برائی نہیں دیکھی انھیں کسی گناہ میں ملوث نہیں پایا

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ ۔

تو عزیز کی بیوی (زلیخا) نے کہا اب حق بالکل واضح ہوگیا

حَصْحَصَ الْبَعِيْرُ کے معنی ہیں جب اونٹ بیٹھنے کے لیے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتا ہے یعنی وہ اپنی جگہ مستقر ہوجاتا ہے اس جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ مفہوم ہوگا۔ برقرار ہونا یا حصحص کے معنی ہیں ظاہر ہونا اور یہ لفظ حصص الشعر سے ماخوذ ہے یعنی جب سر کے بال جھڑ جائیں اور سر کی کھال نظر آنے لگے۔

اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ -

میں نے ہی انھیں اپنی جانب راغب کرنے کی کوشش کی تھی

وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ -

اور یوسف تو اپنے اس قول میں سچے ہیں جو انھوں نے کہا تھا ھِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ (یوسف: ۲۶) (یہی مجھے برائی کی ترغیب دے رہی تھی)

مخالف کی گواہی پر مزید شہادت کی ضرورت نہیں کہ صاحبِ معاملہ حق پر ہے اور وہ باطل پر ہے۔

۵۲-ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ -

یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ عزیز پر ثابت کردیا جائے۔عزیز پر واضح کردیا جائے

اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ -

یہ جملہ یوسف نے اس وقت کہا تھا جب قاصد دوبارہ یوسف کے پاس آیا اور ان عورتوں کے باتوں سے انھیں مطلع کیا کہ ''میں نے عزیز کی عدم موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی۔''

وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ -

اور اللہ خیانت کاروں کے مکر کو پنپنے نہیں دیتا

لایھدی کا مفہوم اس مقام پر یہ ہے اسے راہ راست پر نہیں لاتا اور اس جملے میں اشارہ ہے عزیز کی بیوی کی طرف اور امانت الٰہی کی تاکید ہے۔

وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾

وَ قَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾

قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾

۵۳- میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کر رہا ہوں نفس یقینا برائی کا حکم دیتا ہے اِلّا یہ کہ میرا ربّ اس پر کرم کرے بے شک میرا پروردگار بخشنے والا، مشفق و مہربان ہے۔

۵۴- بادشاہ نے کہا انھیں میرے پاس لے آؤ میں انھیں خود اپنے لیے منتخب کرلوں گا جب بادشاہ نے اُن سے گفتگو کی تو کہا آج سے تم ہمارے دربار میں باوقار اور بااعتبار ہو۔

۵۵- یوسف نے خواہش کی مجھے آپ زمین کے خزانوں کا ذمہ دار بنا دیں میں محافظ بھی ہوں اور صاحب علم بھی۔

۵۳-وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ -

میں اپنے نفس کی کوئی پاکیزگی بیان نہیں کر رہا ہوں

یوسف نے یہ بات اللہ کے سامنے متواضع ہونے کی حیثیت سے کہی اور اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ اس سے تزکیۂ نفس اور خود پسندی مطلوب نہیں ہے بلکہ اللہ نے یوسف کو جس عصمت و توفیق سے نوازا ہے اس کا اظہار کرنا ہے۔

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ -

نفس یقینا برائی کا حکم دیتا ہے

اس لیے کہ وہ فی نفسہ طبعی اعتبار سے خواہشات کی جانب میلان رکھتا ہے

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ -

مگر جس وقت میرا ربّ رحم کرے یا اللہ جس پر چاہے رحم کرے تو اسے اُس بات سے محفوظ رکھ سکتا ہے

یہاں پر استثناءِ منقطع کا بھی احتمال ہوسکتا ہے یعنی میرے رب کی رحمت ہی ہے۔ جو برائی کو پھیر سکتی ہے اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ دونوں آیتیں عزیز کی بیوی (زلیخا) کے کلام کا تتمہ ہیں یعنی میں نے جو بات کہی ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ یوسف جان لیں کہ میں نے ان کے خلاف غیب کے عالم میں جھوٹ نہیں کہا ہے اور میں

نے ان سے جس بات کا مطالبہ کیا تھا میں اس میں سچی تھی لیکن اس کے باوجود میں اپنے آپ کو خیانت سے بری قرار نہیں دیتی میں نے ان کے ساتھ خیانت کی جب اُن پر جھوٹی تہمت لگائی اور انھیں قید کروا دیا یوسف جن حالات سے گزرے ہیں وہ اس بارے میں معذرت چاہ رہی تھی اور یہ تفسیر مستفاد ہے قمیؒ کے کلام سے جیسا کہ اللہ کے قول لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ کے ذیل میں کہا کہ میں اس وقت یوسف کو نہیں جھٹلا رہی ہوں جس طرح میں نے انھیں پہلے جھٹلایا تھا۔[1]

اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -

یقیناً میرا ربّ بخشنے والا اور مشفق و مہربان ہے

وہ خواہشات نفسانی کو بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عصمت کے ذریعے اس پر رحم کھاتا ہے۔

۵۴-وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ -

اور بادشاہ نے کہا انھیں میرے پاس لے آؤ میں انھیں اپنی ذات کے لیے مخصوص کرلوں گا۔[2]

فَلَمَّا كَلَّمَهٗ -

جب بادشاہ نے اُن سے گفتگو کی

جب انھیں لے کر آئے اور اُن سے گفتگو کی اور بادشاہ نے اُن میں ذہانت اور امانت کو دیکھا اور اُن سے گفتگو کرکے ان کی عقل اور امانت کے بارے میں ان کی دیانت داری کو ملاحظہ کیا۔

قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ -

بادشاہ نے کہا تم آج سے ہمارے دربار میں باوقار اور بااعتبار ہو

مکین کے معنی ہیں صاحب منزلت اور باحیثیت

امین کے معنی ہیں ہر شے کے اوپر قابل بھروسا

۵۵-قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ -

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا اے بادشاہ مجھے زمین کے خزانوں کا حاکم بنادو

ارض سے مراد سرزمینِ مصر ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۶ (۲) تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت یوسف جب قید خانے سے باہر آئے تو انھوں نے اپنے اہل خاندان کے لئے دعا طلب کی اور کہا اَللّٰهُمَّ اَعْطِفْ عَلَيْهِمْ بِقُلُوْبِ الْاَخْيَارِ وَلَا تُعَمِّ عَلَيْهِمُ الْاَخْبَارَ اے اللہ ان لوگوں کی طرف پسندیدہ لوگوں کے دلوں کو مائل کردے اور ان کی خبروں کو ہر طرف نہ پھیلا۔ اسی لئے قید خانے والے ہر شہر میں تمام لوگوں سے زیادہ خبریں جانتے ہیں اور انھوں نے قید خانے کے دروازے پر یہ لکھ دیا هذا قُبُوْرُ الْاَحْيَاءِ وَبَيْتُ الْاَحْزَانِ وتجربة الاصدقاء وشماتة الاعداء یہ زندوں کی قبریں اور غموں کے گھر ہیں دوستوں کی تجربہ گاہ اور دشمنوں کی شماتت ہے۔ مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۴۲ شماتة کے معنی ہیں دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا

تفسیر قمیؒ میں ہے کنادیج (خزانہ) اور انابیر (گودام) کا حاکم بنادو۔ ۱؎

اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ -

میں محافظ بھی ہوں اور صاحب علم بھی

میں مال کو خیانت کیے جانے سے محفوظ رکھوں گا اور مجھے علم ہے کہ مال کو کہاں اور کس طرح صرف کیا جائے؟

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے اور عیون اور تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو کچھ میرے اختیار میں ہوگا میں اس کی حفاظت کروں گا اور میں ہر زبان کا جاننے والا ہوں۔ ۲؎

حضرت یوسف نے حکمرانی طلب کی تا کہ اس وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے احکام کا اجرا کرسکیں اور حق کی اشاعت کریں اور حقوق کو ان کی حقیقی جگہوں پر رکھیں۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ یہ نہ کہتے کہ مجھے زمین کے خزانوں پر حاکم بنادو تو وہ انھیں اسی وقت حاکم بنا دیتا لیکن اس کہنے کی وجہ سے اُس نے اس بات کو ایک سال مؤخر کردیا۔ ۳؎

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے یہ بات جائز ہے کہ انسان اپنی تعریف وتوصیف کرے اگر اس کے لیے مجبور ہوجائے کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نہیں سنا تو انھوں نے بادشاہ سے کہا تھا اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ اور عبدِ صالح کا قول وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ (اعراف: ۶۸) ۴؎

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جب تمام اشیاء یوسف کے قبضے میں آگئیں تو انھوں نے اناج اور غلے ایک گھر میں رکھ دیے اور اپنے کچھ نمائندوں کو اس کے لیے مقرر کردیا تو وہ کہتے تھے کہ اتنے اتنے درہم میں اسے بیچ دو اور قیمت بڑھنے نہ پائے اگر انھیں پتا چلتا کہ اس نمائندے نے زیادہ قیمت وصول کی ہے تو انھیں اچھا نہیں لگتا تھا کہ وہ گرانی (مہنگائی) کو اپنی زبان پر لائیں تو وہ اپنے نمائندے سے کہتے جاؤ اور جاکر بیچ دو اور اس کی قیمت متعین نہیں کرتے تو وکیل تھوڑی دور جانے کے بعد ان کے پاس واپس آتا تو وہ اس سے کہتے جاؤ اور جاکر بیچ دو اور انھیں ناپسند تھا کہ وہ مہنگائی کو زبان پر لاتے تو ان کا نمائندہ چلا جاتا۔

پس جب پہلا شخص آتا جس نے تول کر اپنے لیے لیا تھا تو جو اس نے کل لیا تھا اگر وہ ناپ میں اس سے کم ہوتا تو خریدار کہتا تمھارے لیے یہ کافی، میں تو یہ اور یہ چاہ رہا تھا تو اس طرح نمائندے کو پتا چل جاتا ہے کہ اس نے ایک مکیال مہنگا دیا ہے پھر دوسرا آتا تو اس سے فرماتے تم مجھے ناپ کردو تو وہ ناپتا تو اگر وہ پہلے والے سے کم ہوتا تو خریدار اس سے کہتا تمھارے لیے یہ کافی ہے مجھے تو یہ اور یہ چاہیے تھا تو اس طرح نمائندے کو پتا چل جاتا

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۶ (۲) علل الشرائع ص ۱۲۵ ح ۴ وعیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۳۹ ح ۱ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۱ ح ۳۹ (۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۴۳ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۱ ح ۴۰

تھا کہ اس نے ایک مکیال مہنگا کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ ایک ایک سے یہ دریافت کرتے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ مہنگائی خریداروں کے ایک دوسرے سے جھوٹ بولنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اناج اور غلہ جمع کرنا شروع کیا تو انھوں نے سات سال تک جو ہریالی کے سال تھے جمع کیا اور اسے خزانوں میں بند کر کے رکھ دیا جب وہ سال گزر گئے اور خشک سالی والے سال شروع ہوئے تو اس وقت یوسف نے اناج بیچنا شروع کیا تو انھوں نے پہلے سال اناج کو دراہم و دنانیر کے عوض بیچا یہاں تک مصر میں کسی کے پاس نہ درہم نہ رہا نہ ہی دینار جو یوسف کی ملکیت نہ بن گیا ہو۔ انھوں نے دوسرے سال اناج کو زیورات اور جواہرات کے عوض بیچا یہاں تک کہ مصر اور اس کے قرب و جوار کے تمام جواہرات اور نوادرات یوسف کی ملکیت میں آ گئے اور انھوں نے تیسرے سال لوگوں کو اناج چوپایوں اور مویشیوں کے بدلے میں بیچا لہٰذا مصر اور گرد و نواح کے تمام جانور حضرت یوسف کی ملکیت بن گئے اور یوسف نے چوتھے سال اناج کو غلاموں اور کنیزوں کے عوض بیچا لہٰذا مصر اور اس کے قرب و جوار کے تمام غلام اور کنیزیں یوسف کی ملکیت بن گئے اور پانچویں سال انھوں نے اناج کو گھروں اور ان کے قیمتی سامانوں کے عوض بیچا یہاں تک مصر اور گرد و نواح کے تمام گھر اور اس کے قیمتی اثاثے یوسف کی ملکیت بن گئے اور چھٹے سال انھوں نے کھیتیوں اور نہروں کے بدلے میں اناج بیچا لہٰذا تمام کھیت اور نہریں یوسف کی ملکیت بن گئے اور ساتویں سال یوسف نے اپنی غلامی کا پٹا لکھوا کر لوگوں کو اناج بیچا لہٰذا مصر اور اس کے قرب و جوار کے تمام غلام اور آزاد یوسف کے غلام بن گئے۔

اس طرح یوسف وہاں کے آزاد لوگوں وہاں کے غلاموں اور ان کے تمام اموال کے مالک بن گئے اور لوگوں نے کہا نہ ہم نے دیکھا اور نہ ہی ہم نے سنا ایسا بادشاہ جسے اللہ نے ایسا اقتدار عطا کیا ہو جیسا اس بادشاہ کو کیا ہے فیصلے، علم اور تدبیر کے لحاظ سے۔ اس کے بعد یوسف نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ آپ کی کیا رائے ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو مجھے ملک مصر اور اس کے باشندوں کی جانب سے عطا کیا ہے آپ مجھے اپنی رائے سے آگاہ کیجیے میں نے ان کے ساتھ نیکی اس لیے نہیں کی کہ میں انھیں برباد کروں اور میں نے انھیں مصیبتوں سے اس لیے نجات نہیں دی کہ میں خود ان کے لیے مصیبت بن جاؤں البتہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے انھیں نجات فراہم کی بادشاہ نے یہ سن کر کہا جو تمھاری مرضی ہو اس پر عمل کرو یوسف نے کہا میں اللہ کو گواہ بنا کر اور اے بادشاہ آپ کو گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں کہ میں نے تمام مصر والوں کو آزاد کر دیا اور میں نے انھیں ان کے تمام اموال اور غلام واپس کر دیے اور اے بادشاہ میں آپ کو آپ کی انگوٹھی آپ کا تخت و تاج واپس کر رہا ہوں بس

---

(۱) الکافی ج ۵ ص ۱۶۳ ح ۵ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۰-۱۷۹ ح ۳۵

اتنی التجا ہے کہ آپ میری سیرت پر چلیں اور میرے فیصلوں کے مطابق فیصلے کریں بادشاہ نے کہا کہ یہ امر میرے لیے باعث فخر اور موجب شرف ہے میں تمھاری سیرت پر عمل کروں گا اور تمھارے فیصلوں کے مطابق فیصلے کروں گا اے یوسف اگر تم نہ ہوتے تو یہ میری طاقت سے باہر تھا اور نہ ہی اس جانب میری رہنمائی ہوتی اے یوسف تم نے میری حکومت و سلطانی کو از لحاظ شرف و فضیلت اور مرفہ الحالی زیادہ مضبوط بنا دیا وانا اشھد ان لا الہ إلّا اللہ وحدہ لاشریک لہ وانك رسولہ (میں گواہی دیتا ہوں نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جو یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور یقینا آپ اللہ کے رسول ہیں۔) میں نے آپ کو جس امر کا والی بنایا ہے آپ اُسے جاری و ساری رکھیں اس لیے کہ آپ ہمارے نزدیک بااقتدار اور امانت دار ہیں۔ [1]

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۴۴

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع ۸

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَ هُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾

۵۶-اور اس طرح ہم نے یوسف کو زمین میں بااقتدار بنا دیا کہ وہ اس میں جہاں پر چاہیں قیام اختیار کریں ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور ہم نیکوکاروں کے اجر کو برباد نہیں ہونے دیتے۔

۵۷-اور آخرت کا اجر صاحبانِ ایمان اور متقین کے لیے زیادہ بہتر ہے۔

۵۸-اور برادرانِ یوسف مصر آئے تو یوسف کے پاس بھی پہنچے یوسف نے انھیں پہچان لیا لیکن وہ لوگ انھیں پہچان نہ سکے۔

۵۶-وَ كَذٰلِكَ - اور اسی ظاہری اقتدار کی مانند

مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ - ہم نے یوسف کو سرزمین مصر میں بااقتدار بنایا

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یوسف مصر اور بیابان کے مالک بنے اور اس کے علاوہ دوسری جگہ کی حکمرانی انھیں نہیں ملی اور اس بارے میں دوسری حدیث بیان کی جائے گی۔ [۱]

يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ - وہ اس میں جہاں پر چاہیں قیام اختیار کریں

وہ اپنی خواہش کے مطابق جہاں چاہیں رہ سکتے ہیں اس لیے کہ سب پر ان کا قبضہ ہے

نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ - ہم جسے چاہتے ہیں دنیا و آخرت میں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں

وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ -

اور ہم نیکوکاروں کے اجر کو برباد نہیں ہونے دیتے بلکہ دنیا اور آخرت میں ہم انھیں پورا پورا بدلہ دیتے ہیں۔

۵۷-وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ -

اور آخرت کا اجر صاحبان ایمان اور متقین کے لیے زیادہ بہتر ہے جو شرک اور بدکاری سے بچتے ہیں اس شرک کے بڑے ہونے اور بدکاری کے دائمی ہونے کے سبب سے

۵۸-وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ -

اور برادرانِ یوسف غلے اور گندم کے لیے مصر آئے۔ اس لیے کہ کنعان بھی دیگر شہروں کی طرح قحط اور

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۱ ح ۴۱

خشک سالی میں مبتلا تھا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے سوائے بنیامین کے اپنے تمام بیٹوں کو یوسف کے پاس روانہ کیا۔

فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ۔

یوسف نے انھیں پہچان لیا اس لیے کہ ان کی خواہش ان لوگوں کے ساتھ جڑی ہوئی تھی لیکن یوسف کے بھائی کافی عرصہ گزر جانے کے باعث انھیں نہ پہچان سکے اور اس لیے بھی کہ یوسف ان سے بچپن ہی میں جدا ہوگئے تھے اور وہ لوگ یوسف کو بھول چکے تھے اور ان کے خیال میں یوسف مر چکے تھے جب یوسف اُن بھائیوں سے جدا ہوئے تھے تو اس وقت اُن کی حالت اور تھی اور اب ان کی کیفیت تبدیل ہو چکی تھی اور انھوں نے یوسف کے رعب وجلال اور حلیہ کی تبدیلی کے باعث اس نہج پر سوچا بھی نہیں تھا۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اور برادران یوسف نے بادشاہ کی ہیبت اور عزت و عظمت کی وجہ سے انھیں نہیں پہچانا۔ [2]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ یوسف نے حکم دیا کہ اُن کے لیے پتھر کے اسٹوریج بنائے جائیں اور اسے چونے سے لیپا پوتا جائے پھر حکم دیا کہ مصر کی زراعت کو کاٹا جائے اور ہر انسان کو اس کا حصہ دے دیا اور بالیوں میں اناج چھوڑ دیا اور اسے الگ نہیں کیا گیا اسے اسٹوریج میں رکھ دیا یہ عمل سات سال تک انجام دیا اور جب خشک سالی والے سال آئے تو بالیوں کو نکال کر جس طرح چاہتے فروخت کرتے اور یوسف اور ان کے والد کے درمیان اٹھارہ روز کا فاصلہ تھا اور وہ صحرا میں تھے اور لوگ دور دور سے مصر آرہے تھے تا کہ اناج حاصل کریں یعقوب اور اُن کے بیٹے ایسے صحرا میں تھے جہاں (مُقل) لوبان[3] پایا جاتا تھا برادرانِ یوسف مقل (لوبان) لے کر مصر آئے تا کہ اس کے بدلے میں اناج حاصل کرسکیں اور یوسف خرید وفروخت کی نگرانی خود کیا کرتے تھے جب ان کے بھائی وہاں آئے تو انھوں نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا لیکن بھائیوں نے یوسف کو نہیں پہچانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ [4]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یعقوب نے یوسف کو کھو دیا تو بے انتہا غم میں مبتلا ہوگئے اور اتنا روئے کہ غم کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ان کی ضروریات میں اضافہ ہوگیا ان کی حالت میں تغیر رونما ہوا وہ دو مرتبہ مصر سے گیہوں حاصل کرتے تھے موسمِ گرما اور موسمِ سرما میں اور وہ اپنے کئی بچوں کو تھوڑا سا سرمایہ دے کر کچھ ساتھیوں کے ساتھ مصر بھیجا کرتے تھے۔ [5]

---

(۱) اقتباس انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۰۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۱ ح ۴۱

(۳) مُقل لوبان جس سے یہودی دھونی دیتے ہیں اور وہ ایک درخت کا گوند ہے یہ تین طرح کا ہوتا ہے ہندی، عربی اور صقلی یہ کھانے کے لئے، بواسیر، رحم کی صفائی، پتھری وغیرہ کے لئے مفید ہے۔

(۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۶۔۳۴۷ (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۱ ح ۴۲

وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَ أَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾

فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَ لَا تَقْرَبُونِ ﴿۶۰﴾

قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَ إِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾

۵۹۔اور جب یوسف نے ان کا سامانِ سفر تیار کرا دیا تو اُن سے کہا دیکھو آئندہ تم اپنے سوتیلے بھائی کو بھی لے کر آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ناپ تول کا کتنا کھرا ہوں اور بہترین مہمان نواز ہوں۔

۶۰۔اب اگر تم اسے نہیں لاؤ گے تو نہ تمھیں غلہ ملے گا اور نہ ہی مجھ تک پہنچ سکو گے۔

۶۱۔انھوں نے کہا کہ ہم کوشش کریں گے کہ اس کے والد اسے بھیجنے پر راضی ہوجائیں اور ہم ایسا کر لیں گے۔

۵۹۔وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ۔

اور جب یوسف نے ان کا سامانِ سفر تیار کرا دیا

جب ان کا سامان تیار کرا دیا اور ان کی سواریوں پر لاد دیا گیا جس مقصد کے لیے وہ آئے تھے

اور جَهَاز کا حقیقی مفہوم ہے کسی جگہ منتقل ہونے والی متاع کو گننا اور تیار کرنا۔

قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ۔

اُن سے کہا دیکھو آئندہ تم اپنے سوتیلے بھائی کو بھی لے کر آنا

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یوسف نے انھیں غلہ فراہم کرنے میں بھلائی سے کام لیا اور اُن سے دریافت کیا تم لوگ کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم یعقوب ابن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند ہیں جنھیں نمرود نے آگ میں ڈال دیا تھا اور وہ نہیں جلے تھے اور اللہ نے ان پر آگ کو ٹھنڈی اور باسلامت بنا دیا تھا۔ یوسف نے پوچھا تمھارے والد کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا وہ بوڑھے اور کمزور ہیں یوسف نے دریافت کیا کہ تمھارے علاوہ تمھارا کوئی اور بھائی بھی ہے انھوں نے کہا کہ ہاں ہمارا ایک سوتیلا بھائی بھی ہے حضرت یوسف نے اُن سے کہا جب تم دوبارہ میرے پاس آنا تو اسے بھی ساتھ لانا۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یوسف نے اُن سے کہا مجھے معلوم ہوا کہ والد کی جانب سے تمھارے دو بھائی اور ہیں وہ دونوں کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا جو اُن میں سے بڑا تھا اسے تو بھیڑیا کھا گیا اور اب رہا چھوٹا تو اسے ہم نے اس کے والد کے پاس چھوڑ دیا ہے اور وہ اس کے بارے میں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۷

نہایت بخیل ہیں کسی کے سپرد نہیں کرتے اور اُس پر مہربان بھی ہیں یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اب جب تم اناج حاصل کرنے کے لیے آؤ تو انھیں بھی ساتھ لے کر آنا۔ [۱]

اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ -

کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ناپ تول میں کتنا کھرا ہوں؟

میں پورا پورا تول کر دیتا ہوں اور کسی کی چیز میں کوئی کمی نہیں کرتا

وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ -

اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔ یوسف نے اپنے بھائیوں کی اچھی طرح ضیافت کی تھی اور ان کا بہت زیادہ خیال رکھا تھا۔

۶۰-فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ -

اب اگر تم اسے نہیں لاؤ گے تو نہ تمھیں غلّہ ملے گا اور نہ ہی مجھ تک پہنچ سکو گے

لاتقربون کا مفہوم ہے تم میرے شہر تک نہ پہنچ سکو گے "لا" نہی کا ہے یا نفی کا ہے۔

۶۱-قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ -

انھوں نے کہا ہم ان کے والد سے انھیں حاصل کرنے کی کوشش کریں گے

وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ -

اور یقیناً ہم ایسا کر گزریں گے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۱ ح ۴۲

وَ قَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

۶۲۔ یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا ان کی پونجی ان کے سامان میں رکھ دو ہوسکتا ہے کہ پلٹ کر جب وہ اہل وعیال کے پاس جائیں تو اسے پہچان لیں اور دوبارہ واپس آئیں۔

۶۳۔ جب وہ پلٹ کر باپ کی خدمت میں آئے تو کہنے لگے ابا جان! ہمیں غلہ لینے سے روک دیا گیا ہے آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ روانہ کردیجیے تا کہ ہم غلہ حاصل کرلیں اور بلاشبہ ہم ان کی حفاظت کریں گے۔

۶۴۔ یعقوب نے کہا میں اس کے معاملے میں تم پر ویسا ہی بھروسا کروں جیسا میں اس کے بھائی کے سلسلے میں پہلے کرچکا ہوں اللہ بہترین محافظ ہے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

۶۲۔وَ قَالَ لِفِتْيٰنِهِ ۔

اور ناپ تول کرنے والے اپنے جوانوں سے کہا

اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ ۔

یعنی غلے کی قیمت اور وہ لوگ جو کچھ لے کر آئے تھے

فِيْ رِحَالِهِمْ ۔ اسے اُن کے سامان میں رکھ دو

اور یوسف نے ایسا اس لیے کیا تا کہ ان کے مال میں وسعت ہو ان پر فضل و کرم ہو اور اللہ نے انھیں جو رفعت عطا کی ہے اس بنا پر غلے کی قیمت ان سے لینا درست نہ تھا اور اس خوف سے واپس کردیا کہ کہیں ان کے والد کے پاس پونجی نہ ہو اور یہ دوبارہ غلہ لینے کے لیے واپس نہ آئیں۔

لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ ۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اسے پہچان لیں

تا کہ وہ پونجی رد کرنے کے حق اور اس عطا کی عظمت کو بدلے کے طور پر پہچان لیں

اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ ۔ جب وہ اپنے اہل وعیال کے پاس جائیں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔

ہوسکتا ہے ان سب کی معرفت انھیں دوبارہ واپسی پر آمادہ کرے

۶۳ ۔ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ ۔

جب وہ پلٹ کر اپنے والد کی خدمت میں پہنچے تو کہنے لگے ابا جان ہمیں غلّہ لینے سے روک دیا گیا ہے

ان کی مراد یوسف کا وہ قول تھا۔ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ۔ اس لیے کہ یوسف نے انھیں غلے کے نہ ملنے سے آگاہ کردیا کہ اگر وہ بنیامین کو لے کر نہیں آئے تو ایسی صورت میں انھیں غلہ نہیں ملے گا۔

فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ ۔

آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجیے تاکہ ہم غلہ لے سکیں

ہمیں جس غلے کی ضرورت ہے ہم اس کی رکاوٹ کو دور کردیں یعنی بنیامین کو لے جائیں۔

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔

اور بلاشبہ ہم کسی ناگہانی آفت سے ان کی حفاظت کریں گے

۶۴ ۔ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ ۔

یعقوب نے کہا کیا میں اس معاملے میں تم پر ویسا بھروسا کروں؟ میں تم پر بھروسا نہیں کروں گا

اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۔

جیسا کہ میں اس کے بھائی یوسف کے سلسلے میں پہلے کر چکا ہوں

تم نے اس وقت بھی کہا تھا جب یوسف کو لے کر گئے تھے کہ ''اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ'' پھر تم نے اپنی ضمانت کا پاس نہ کیا۔

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۔ اللہ بہترین محافظ ہے میں تو اسی پر توکل کرتا ہوں اور اپنا امر اسی کے سپرد کر رہا ہوں

وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۔

اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے

وہ میری کمزوری اور میرے بڑھاپے پر رحم کرے گا وہ بنیامین کی حفاظت کرے گا اور اسے مجھ تک لوٹائے گا اور مجھ پر دو مصیبتوں کو یکجا نہیں کرے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ خداوند عالم نے کہا فبعزتی لاردنھما الیک بعد ما توکلت علی[1] اے یعقوب جب تم نے مجھ پر توکل کیا ہے میں تمھارے دونوں بیٹوں کو تمھیں لوٹا دوں گا۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۴۸

وَ لَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

۶۵- اور جب انھوں نے اپنے اسباب کھولے تو کیا دیکھا کہ ان کی پونجی لوٹا دی گئی ہے وہ پکار اٹھے بابا جان! اور ہمیں کیا چاہیے ہمارا سرمایہ بھی ہمیں لوٹا دیا گیا ہے اب ہم جائیں گے اور اپنے اہل وعیال کے لیے رسد لے کر آئیں گے ہم اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے اور ایک شتر کا بار زیادہ لے آئیں گے اور اتنے غلے کا اضافہ آسانی سے ہوجائے گا۔

۶۶- یعقوب نے کہا میں بنیامین کو تمھارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کی جانب سے ضمانت نہ دے دو کہ تم اسے میرے پاس ضرور واپس لاؤ گے۔ الاّ یہ کہ تم گھیر لیے جاؤ جب انھوں نے عہد و پیمان کرلیا تو یعقوب نے کہا اللہ ہمارے اس قول پر نگہبان ہے۔

۶۵-وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ-

جب انھوں نے اپنی خوراک کا تھیلا کھولا

وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ-

تو انھوں نے دیکھا کہ ان کی پونجی اُنھیں لوٹا دی گئی ہے

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ-

وہ پکار اٹھے بابا جان! اور ہمیں کیا چاہیے۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا ہماری عزت ہوئی، ہمیں اچھی طرح رکھا گیا، ہم سے خریدا اور پھر ہماری جنس ہمیں واپس کردی یا مفہوم یہ ہوگا ہم اس سے بڑھ کر اور احسان نہیں چاہتے یا یہ مفہوم ہوگا ہم آپ سے مزید سامانِ تجارت کے طلب گار نہیں۔

هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ-

ہمارا سامانِ تجارت ہمیں واپس کر دیا گیا ہے

وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا–

ہم اس سامان تجارت سے مدد حاصل کریں گے اور بادشاہ کے پاس جا کر اہل وعیال کے لیے مزید رسد لے آئیں گے۔

وَنَحْفَظُ اَخَانَا–

ہم آتے جاتے وقت خطرناک جگہوں سے اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے

وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ–

اور ہم اپنے بھائی کی وجہ سے ایک شتر بار اور زیادہ لے آئیں گے

ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ–

اور اتنے غلّے کا اضافہ آسانی سے ہو جائے گا

یعنی کم غلہ ہماری ضرورتوں کے لیے ناکافی ہے، جو غلہ انھیں دیا گیا انھوں نے اُسے کم جانا۔ لہٰذا انھوں نے ارادہ کیا کہ اُن کے بھائی کو جو غلہ دیا جائے گا اُس سے اس میں اضافہ کرلیں گے یا انھوں نے سوچا کہ ایک اونٹ کا بار بہت آسان ہے بادشاہ ہمیں اس بارے میں منع نہیں کرے گا۔

۶۶–قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ–

یعقوب نے کہا میں بنیامین کو تمھارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا

تم لوگوں سے جو کچھ مجھے دیکھنا تھا وہ میں دیکھ چکا ہوں۔

حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ–

یہاں تک کہ تم لوگ مجھے اللہ کی جانب سے ضمانت نہ دے دو جس پر میں بھروسا کروں۔ یعنی ایسا عہد و پیمان ہو جو ذکر خداوندی سے مستحکم ہو

لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ–

کہ تم بنیامین کو ضرور بالضرور میرے پاس واپس لاؤ گے الا یہ کہ تم گھیر لیے جاؤ، تمھیں کوئی زبردستی اس سے محروم کردے اور تمھیں مقابلے کی طاقت نہ ہو یا یہ کہ تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ

فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ–

جب انھوں نے عہد و پیمان کرلیا

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ–

تو یعقوب نے کہا ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اس پر ہمارا نگہبان ہے

وہ سب کچھ جانتا ہے اگر تم نے وعدہ خلافی تو میرے لیے تم سے انصاف کرے گا، بدلہ لے گا۔

وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَ مَاۤ اُغۡنِیۡ عَنۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیۡهِ تَوَكَّلۡتُ ۚ وَعَلَیۡهِ فَلۡیَتَوَكَّلِ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ ﴿۶۷﴾

وَ لَمَّا دَخَلُوۡا مِنۡ حَیۡثُ اَمَرَهُمۡ اَبُوۡهُمۡ ؕ مَا كَانَ یُغۡنِیۡ عَنۡهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیۡ نَفۡسِ یَعۡقُوۡبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوۡ عِلۡمٍ لِّمَا عَلَّمۡنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۸﴾

۶۷- یعقوب نے کہا! میرے بچو! شہر میں تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا میں تمھیں اللہ کی مشیت سے بچا نہیں سکتا بس حکم صرف اللہ کا ہے اسی پر میرا بھروسا ہے اور بھروسا کرنے والوں کو اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

۶۸- جیسا ان کے والد نے حکم دیا تھا وہ سب بھائی اسی کے مطابق مصر میں داخل ہوئے یہ احتیاطی تدبیر اللہ کی مشیت کے مقابلے میں بے سود ثابت ہوئی ہاں یعقوب کے دل میں جو ایک خلش تھی اسے دور کرنے کے لیے انھوں نے ایسا کیا تھا اور یعقوب صاحب علم تھے جو کچھ ہم نے انھیں سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں۔

۶۷- وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ -

ایک دروازے سے جانے کے بجائے مختلف دروازوں سے داخل ہونے میں حکمت یہ تھی کہ وہ لوگ جمال، خوب صورتی اور اچھی ہیئت کے مالک تھے اور مصر میں اُن کی یہ شہرت تھی کہ وہ بادشاہ سے قربت رکھتے ہیں اور ان کا خاص عزت و احترام کیا جاتا ہے جو اُن کے غیر کو میسر نہیں ہے لہٰذا یعقوب کو ڈر لگا کہ انھیں کسی کی نظر نہ لگے۔

وَ مَاۤ اُغۡنِیۡ عَنۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ -

اور میں تمھیں اللہ کی مشیت سے بچا نہیں سکتا

یعنی اگر اللہ تمھیں کسی مصیبت سے دوچار کرنا چاہے تو پھر متفرق دروازوں سے جانا سودمند نہیں ہوگا اور میں نے جو تمھیں الگ الگ دروازوں سے جانے کے لیے کہا تھا تم پر آنے والی مصیبت کو نہیں ٹال سکتا وہ تو بہر حال پہنچ کر رہے گی اس لیے کہ حفاظتی تدبیر قضا و قدر کو نہیں روک سکتی۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ -

بس حکم صرف اللہ کا ہے اسی پر میرا بھروسا ہے اور بھروسا کرنے والوں کو اسی پر بھروسا کرنا چاہیے

۶۸- وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ -

اور جیسا ان کے والد نے حکم دیا تھا یعنی متفرق دروازوں سے داخل ہونا وہ سب بھائی اسی کے مطابق مصر میں داخل ہوئے

مَا كَانَ يُغْنِىْ عَنْهُمْ -

یہ احتیاطی تدبیر ان کے کسی کام نہ آئی یعنی یعقوب کی رائے اور ان کی رائے پر عمل کرنا بے سود ثابت ہوا

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ -

اللہ کی مشیت کے مقابل میں ذرہ برابر

یعنی ہم نے ان کے لیے جو فیصلہ صادر کر دیا تھا وہ ہو کر رہا جیسا کہ یعقوب نے کہا تھا انھوں نے چوری کی اور بنیامین پکڑے گئے اور یعقوب پر مصیبت دوچند ہوگئی۔

اِلَّا حَاجَةً فِىْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ -

ہاں یعقوب کے دل میں ایک خلش تھی

یہاں لفظ اِلَّا استثناء منقطع ہے یعنی پہلی بات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حضرت یعقوب کے دل میں ایک حاجت تھی یعنی اپنے بیٹوں پر شفقت وعنایت اور حفاظت مقصود تھی اگر کسی ناگفتہ بہ حالات سے سامنا ہو۔

قَضٰهَا ؕ -

جسے دور کرنے کے لیے انھوں نے ایسا کیا اور اس کی تلقین کی

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ -

اور یعقوب صاحب علم تھے جو کچھ ہم نے انھیں سکھایا تھا وہ اسے جانتے تھے

وہ صاحب یقین تھے اور ہماری تعلیمات کی وجہ سے وہ عارف باللہ تھے اور اسی لیے انھوں نے کہا تھا وَمَا اُغْنِىْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ ؕ اور انھیں اپنی تدبیر پر پورا بھروسا نہ تھا۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ -

لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں وہ قضا وقدر کے راز سے ناآشنا ہیں کہ ایسے موقع پر حفاظتی تدابیر بے سود ہوجاتی ہیں۔

وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔اور جب وہ لوگ یوسف کے حضور پہنچے تو انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے نزدیک جگہ دی اور (چپکے سے) کہا میں تمھارا سگا بھائی ہوں تم پریشان نہ ہونا یہ لوگ جو برتاؤ کرتے رہے ہیں۔

۶۹۔اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَخَاهُ۔

یوسف نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے قریب جگہ دی

قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ۔

یوسف نے کہا میں تمھارا بھائی ہوں تم پریشان نہ ہونا

بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔

ہمارے بھائیوں نے ہمارے حق میں جو کچھ کیا ہے

یقیناً اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے اور ہمیں ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یوسف نے ان کے لیے کھانے کا اہتمام کیا تھا جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو یوسف نے اُن سے کہا کہ تمام مادری برادر ایک ساتھ دسترخوان پر بیٹھیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ سب بیٹھ گئے صرف بنیامین کھڑے رہے یوسف نے اُن سے کہا بنیامین تم کیوں نہیں بیٹھ رہے ہو؟ بنیامین نے جواب دیا آپ ہی نے تو کہا کہ ایک ماں کی اولاد دسترخوان پر بیٹھیں اور ان میں کوئی میرا ماں جایا نہیں ہے۔ یوسف نے دریافت کیا کہ کیا تمھارا کوئی سگا بھائی نہیں ہے۔ بنیامین نے کہا ہاں! تو یوسف نے کہا وہ کہاں ہے؟ بنیامین نے کہا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ انھیں بھیڑیا کھا گیا یوسف نے کہا تمھیں اس کا کتنا غم ہے بنیامین نے کہا میرے گیارہ بیٹے ہوئے ہیں میں نے ہر ایک کا نام انھیں کے نام سے مشتق کیا ہے یوسف نے بنیامین سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے عورتوں سے معانقہ کیا اور یوسف کے بعد یوسف کی خوشبو سونگھی۔ بنیامین نے اُن سے کہا میرے والد بڑے نیکوکار ہیں انھوں نے کہا کہ تم شادی کرلو ہوسکتا ہے تمھارے ذریعے سے ایسی ذرّیت وجود میں آئے کہ جو تسبیح سے زمین کو بوجھل بنا دے یوسف نے بنیامین سے کہا آؤ میرے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ جاؤ یوسف کے بھائیوں نے کہا بے شک اللہ نے یوسف اور اس کے بھائی کو فضیلت عطا کی ہے یہاں تک کہ بادشاہ نے اُسے اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا لیا ہے۔[1]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۴۔۱۸۳ ح ۴۵

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾

قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾

۷۰- جب یوسف نے ان کا ساز وسامان تیار کرایا تو اپنا پیالہ اپنے بھائی کے سامان میں رکھوا دیا پھر ایک منادی نے ندا دی اے قافلے والو! تم لوگ چور ہو۔

۷۱- انھوں نے اُن کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا تمھاری کیا چیز گم ہوگئی ہے؟

۷۲- وہ بولے ہم بادشاہ کا پیمانہ تلاش کر رہے ہیں اور جو اسے لے آئے گا اس کو ایک بارِ شتر انعام ملے گا اور میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔

۷۳- بھائیوں نے کہا خدا کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ ہم نہ تو زمین میں فساد کرنے کے لیے آئے ہیں اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

۷۰- السِّقَايَةَ -

پانی پینے کا برتن

فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ -

اپنے بھائی کے سامان میں

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ -

پھر اعلان کرنے والے نے اعلان کیا

اَيَّتُهَا الْعِيْرُ -

اے قافلے والو

عیر کے معنی ہیں قافلہ اور یہ اس اونٹ کا نام ہے جس پر بوجھ لادا جاتا ہے۔ لہٰذا اصحابِ کاروان کو بھی عیر کہا جانے لگا۔ [1]

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۰۳

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس کا مفہوم ہے اے قافلے والو اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے برادرانِ یوسف کا قول جو انھوں نے اپنے والد سے کہا تھا۔

وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ۱

آپ اس بستی والوں سے دریافت کرلیں جہاں ہم تھے اور اس قافلے والوں سے پوچھ لیں ہم جن کے ساتھ آئے ہیں۔

إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ -

تم لوگ چور ہو

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے نہ انھوں نے چوری کی اور نہ ہی یوسف جھوٹ بولے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے یوسف کو ان کے والد سے چرالیا۔ ۲

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یوسف نے یہ بات بغرضِ اصلاح کہی تھی۔ ۳

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کلام تین طرح کا ہوتا ہے سچ جھوٹ اور لوگوں کے مابین اصلاح۔ ۴

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے لَا کذب علی مُصلِح اگر کوئی بات اصلاح کے ارادے سے کہی جائے تو وہ جھوٹ نہیں ہے پھر آنحضرتؐ نے تلاوت فرمائی أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ پھر فرمایا واللہ ما سرقوا وما کذب۔ ۵

نہ تو برادرانِ یوسف نے چوری کی اور نہ یہ یوسف جھوٹ بولے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم نہ تو وہ چور تھے اور نہ ہی یوسف جھوٹ بولے تھے علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں اس روایت میں مزید یہ ہے کہ کیا تم غور نہیں کرتے جب برادرانِ یوسف نے کہا مَاذَا تَفْقِدُونَ؟ (تم کیا ڈھونڈھ رہے ہو) تو یوسف کے کارندوں نے کہا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (ہم بادشاہ کا صواع) سونے یا چاندی کا پیالہ ڈھونڈھ رہے ہیں اور انھوں نے یہ نہیں کہا سرقتم صواع الملك (تم نے بادشاہ کا پیالہ چرالیا ہے) بلکہ مراد یہ تھی کہ تم نے یوسف کو ان کے والد سے چرایا تھا۔ ۶

۷۱- قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ -

انھوں نے اُن کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا تم کیا چیز گم پاتے ہو

۷۲- قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ -

انھوں نے جواب دیا ہم بادشاہ کا پیالہ گم پاتے ہیں

(۱-۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۹ (۳) الکافی ج ۲ ص ۳۴۲-۳۴۱ ح ۱۷ (۴) الکافی ج ۲ ص ۳۴۳ ح ۱۶

(۵) الکافی ج ۲ ص ۳۴۱ ح ۲۲ (۶) الکافی ج ۸ ص ۱۰۰ ح ۷۰ و علل الشرائع ص ۵۲ ح ۴ و تفسیر العیاشی ج ۲ ص ۱۸۵ ح ۵۰

اس آیت میں لفظ "صواع" ہے جسے اس سے پہلے "سقایہ" کے لفظ سے بیان کیا گیا تھا اس لیے کہ اس سے پانی پیا جاتا تھا۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ صُوَاعَ الْمَلِكِ سے مراد پانی پینے کا پیالہ ہے جس سے وہ پانی پیا کرتے تھے۔ [۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ سونے کا پیالہ تھا اور یوسف کا "صواع" وہ تھا جس سے غلہ بھی ناپا جاتا تھا۔ [۲]

(نوٹ) گیل: غلہ ناپنے کے لیے تقریباً ۳ ½ گیلن کا پیمانہ (چھ مُر کا پیمانہ)

تفسیر قمیؒ میں ہے جس صاع کے ذریعے غلہ ناپتے تھے وہ سونے کا تھا۔ انھوں نے اس پیمانہ کو بنیامین کے سامان میں رکھ دیا جس کی خبر اُن کے بھائیوں کو نہ تھی۔ [۳]

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ -

اور جو اس پیمانہ کو لے کر آئے تو اسے ایک بار شتر انعام ملے گا

وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ -

اور میں اس کی ضمانت دیتا ہوں جو بھی پیمانہ لوٹائے گا میں اُسے ایک شتر اناج ادا کروں گا

۷۳-قَالُوْا تَاللّٰهِ -

بھائیوں نے کہا خدا کی قسم اس مقام پر قسم تعجب بمعنی تعجب ہے

لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ -

تم لوگ جانتے ہو کہ ہم نہ تو زمین میں فساد کرنے کے لیے آئے ہیں اور نہ ہی ہم چور ہیں

انھوں نے اپنے علم سے خود کی براءت کا ثبوت فراہم کیا جب کہ یوسف کے کارندوں کے پاس ان کی دین داری، ان کی امانت داری اور ان کی اچھی سیرت کے ثبوت تھے اور یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ معاملات ہو چکے تھے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۵ ح ۵۱ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۵ ح ۵۲ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۸

قَالُوۡا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ كٰذِبِيۡنَ ﴿۷۴﴾
قَالُوۡا جَزَآؤُهٗ مَنۡ وُّجِدَ فِىۡ رَحۡلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ‌ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۷۵﴾
فَبَدَاَ بِاَوۡعِيَتِهِمۡ قَبۡلَ وِعَآءِ اَخِيۡهِ ثُمَّ اسۡتَخۡرَجَهَا مِنۡ وِّعَآءِ اَخِيۡهِ‌ؕ كَذٰلِكَ كِدۡنَا لِيُوۡسُفَ‌ؕ مَا كَانَ لِيَاۡخُذَ اَخَاهُ فِىۡ دِيۡنِ الۡمَلِكِ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ‌ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ‌ؕ وَفَوۡقَ كُلِّ ذِىۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ ﴿۷۶﴾

۷۴-یوسف کے کارندوں نے کہا اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو اس کی سزا کیا ہے۔
۷۵-بھائیوں نے جواب دیا کہ سزا اس کی یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیمانہ مل جائے وہی اس کی سزا میں رکھ لیا جائے۔ ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔
۷۶-اپنے سگے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان بھائیوں کے تھیلے کی تلاشی شروع کی اور آخر کار اپنے بھائی کے سامان سے وہ پیمانہ نکال لیا۔ اسی طرح ہم نے یوسف کے لیے یہ تدبیر کی ورنہ وہ شاہی قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں روک سکتے تھے الا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے ہم جسے چاہتے ہیں اس کے درجات کو بلند کر دیتے ہیں اور ہر صاحب علم سے بڑھ کر ایک بڑے علم والا ہوتا ہے۔

۷۴-قَالُوۡا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ-
یوسف کے کارندوں نے کہا چوری کی کیا سزا ہے یا چور کی کیا سزا ہے یا پیمانہ چرانے والے کی کیا سزا ہے
اِنۡ كُنۡتُمۡ كٰذِبِيۡنَ -
اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے یعنی تمھاری براءت کا دعویٰ سچ ثابت نہ ہوا
۷۵-قَالُوۡا جَزَآؤُهٗ مَنۡ وُّجِدَ فِىۡ رَحۡلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ‌ؕ-
بھائیوں نے جواب دیا کہ سزا اس کی یہ ہے کہ جس کے سامان سے وہ برآمد ہو وہی اس کی سزا میں رکھ لیا جائے یعنی پیمانے کے چوری کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان سے وہ برآمد ہو اسے پکڑ لیا جائے گا اور اسے غلام بنا لیا جائے گا حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں یہی حکم تھا۔
تفسیر قمیؔ میں ہے کہ جس کے سامان میں پیمانہ ملے اسے قید کر لیا جائے۔[1]
تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد اُن کا طریقہ ہے جو ان کے درمیان

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۴۸

رائج تھا کہ اسے قید کردیا جائے۔ [1]

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ -

ہم ظالموں کو چوری کی ایسی ہی سزا دیتے ہیں

۷۶-فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ -

یوسف نے اپنے سگے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان بھائیوں کے تھیلے کی تلاشی شروع کی تاکہ بنیامین پر تہمت نہ لگ جائے

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا -

پھر آخرکار وہ پیمانہ نکال لیا

مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ -

اپنے بھائی بنیامین کے سامان سے

كَذٰلِكَ- اور ایسی تدبیر، جیسی تدبیر ہم نے کی

كِدْنَا لِيُوْسُفَ - ہم نے یوسف کے لیے یہ تدبیر کی

کہ ہم نے انھیں اس تدبیر سے آگاہ کردیا

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ -

ورنہ وہ مصر کے شاہی قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں روک سکتے تھے

اس لیے کہ اُن کی شریعت میں چور کے بارے میں یہ حکم رائج تھا کہ اسے مارا جائے اس پر جرمانہ عائد کیا جائے نہ کہ اسے غلام بنا لیا جائے۔

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ -

الا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے

کہ اس حکم کو بادشاہ کا حکم بنادے

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ -

ہم علم کے ذریعے جس کے درجات کو چاہیں بلند کردیتے ہیں جس طرح ہم نے یوسف کے درجے کو اس میں بلند کردیا ہے

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ -

اور ہر صاحب علم سے بڑھ کر ایک بڑے علم والا ہوتا ہے جو علمی اعتبار سے اس سے بڑا ہو۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۶ ح ۵۴

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷-بھائیوں نے کہا اگر اس نے چرایا ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی یوسف نے یہ بات دل میں چھپائے رکھی اور اسے اُن بھائیوں پر ظاہر نہ کیا اور کہا تم بہت برے لوگ ہو اور تم جو بیانات دے رہے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

۷۷-اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ-

اس سے پہلے اس کے بھائی نے چوری کی تھی

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ انھوں نے اس سے یوسف کو مراد لیا تھا۔ [۱]

اور تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے اُن لوگوں کی مراد مِنْطَقَه یعنی کمر میں باندھنے کا پٹکا تھا۔ [۲]

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس ایک مِنْطَقَه (کمر میں باندھنے کا پٹکا) تھا جو انبیاء اور بزرگوں سے بطور میراث ملا تھا اور وہ حضرت یوسف کی پھوپھی کے پاس تھا اور یوسف انھی کے پاس رہا کرتے تھے اور پھوپھی یوسف سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں حضرت یعقوب نے اُن کی طرف پیغام بھیجا کہ "آپ یوسف کو میرے پاس روانہ کر دیجیے میں انھیں آپ تک واپس بھجوا دوں گا یوسف کی پھوپھی نے حضرت یعقوب کی طرف پیغام بھیجا کہ آج رات آپ یوسف کو میرے پاس ہی رہنے دیجیے میں ان کی خوش بو سے دل و دماغ کو معطر کروں میں کل انھیں آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گی جب صبح ہوئی تو یوسف کی پھوپھی نے منطقہ لے کر ازار بند میں باندھ دیا اور انھیں قمیص پہنا دی اور انھیں یعقوب کے پاس روانہ کر دیا اور کہا کہ میرا منطقہ چوری ہو گیا جو یوسف کے پاس ملا اور اس زمانے میں اگر کوئی چوری کرتا تھا تو اسے اُس کے حوالے کر دیا جاتا تھا جس کے ہاں اُس نے چوری کی تھی تو یوسف کی پھوپھی نے انھیں لے لیا اور وہ اُنھی کے پاس رہے۔ [۳]

کتاب عیون اخبار الرضا، تفسیر قمیؒ اور تفسیر عیاشی میں بھی امام رضا علیہ السلام سے اس کے ہم معنی حدیث بیان ہوتی ہے۔ [۴]

اور اسی طرح کتاب الخرائج میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۴۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۶ ذیل حدیث ۵۴ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۵ ح ۵۳
(۴) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۷۶-۷۷ ح ۵،۶ و تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۵ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۵ ح ۵۳

اس کے آخر میں یعقوب نے یوسف کی پھوپھی سے کہا یہ تمھارے غلام رہیں گے مگر اس شرط پر کہ آپ انھیں نہ کسی کو بیچیں گی اور نہ ہی کسی کو بطور بخشش دیں گی انھوں نے کہا مجھے منظور ہے بشرطے کہ آپ انھیں مجھ سے نہیں لیں گے اور میں انھیں آزاد کردوں گی یعقوب نے یوسف کو اپنی بہن سارہ بنت اسحاق کے سپرد کردیا اور انھوں نے یوسف کو آزاد کردیا۔ [۱]

فَاَسَرَّهَا يُوسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۔

یوسف نے یہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھی اور اسے اپنے بھائیوں پر ظاہر نہ ہونے دی

قَالَ ۔

یوسف نے اپنے دل میں کہا

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۔

تم بہت برے لوگ ہو کہ تم نے اپنے بھائی کو چرایا اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۔

تم جو بیانات دے رہے ہو اللہ اُس سے خوب واقف ہے۔

---

(۱) الخرائج والجرائح ج ۲ ص ۷۳۸ ح ۵۳

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ؑ

ع ۱۱

۷۸- بھائیوں نے کہا اے عزیز اس بنیامین کے والد بہت بوڑھے ہیں آپ ہم میں سے کسی ایک کو ان کی جگہ رکھ لیجیے ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں۔

۷۹- یوسف نے کہا معاذ اللہ "پناہ بخدا" یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اسے چھوڑ کر دوسرے کو پکڑ لیں ایسی صورت میں ہمارا شمار ظالمین میں ہوگا۔

۷۸- قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا -

بھائیوں نے کہا اے عزیز اس بنیامین کے والد بہت بوڑھے اور صاحب عزّ و شرف ہیں انھوں نے اس لیے یہ کہا تا کہ یوسف کو اُن پر رحم آجائے

فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ -

آپ ہم میں سے کسی ایک کو ان کی جگہ لے لیں

یعنی بنیامین کے بدلے میں ہم سے کسی ایک کو لے لیں کیوں کہ اس کے والد اس کے ہلاک ہوجانے والے بھائی کو نہ پا کر بنیامین سے ہی دل بہلاتے ہیں۔

اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ -

ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے کے عادی ہیں ہم پر احسان کردیجیے

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اگر آپ نے ایسا کردیا تو ہم آپ کے احسان مند ہوں گے۔

۷۹- قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ -

یوسف نے کہا ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں

اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ -

اس بات سے کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی اسے چھوڑ کر کسی اور کو پکڑ لیں

تمھارے فتوے کے مطابق اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑ لینا ظلم ہوگا اگر تم میں سے کوئی ان کی جگہ پکڑ لیا جائے تو اس صورت میں ہم ظالمین میں سے ہوجائیں گے۔

اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ -

ہم ایسی صورت میں تمھارے نزدیک ظالمین میں سے ہوجائیں گے

یہ کلام کا ظاہری مفہوم ہے اور باطن میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بنیامین کو پکڑ لوں اور میں انھیں حبس میں رکھوں ان مصلحتوں کی وجہ سے اللہ نے مجھے جن کا علم عطا کیا ہے اگر میں بنیامین کی جگہ پر کسی اور کو پکڑ لوں گا تو میں ظالم قرار پاؤں گا اور مجھے جس امر کا حکم دیا گیا ہے اس کے خلاف عمل کروں گا۔

تفسیر قمیؔ میں ہے یوسف نے کہا اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا ہے۔ یہ نہیں کہا اِلَّا مَنْ سَرَقَ مَتَاعَنَا جس نے ہمارا سامان چرایا ہے۔ [۱]

فرمایا: برادرانِ یوسف، اُن کے پاس اکٹھے ہوکر آئے اور بنیامین کو روک لینے کی وجہ سے اُن سے بحث کرنے لگے اور جب وہ لوگ غضب ناک ہوتے تھے تو اُن کے کپڑوں سے ان کے بال باہر آتے تھے اور بالوں کے سرے سے پیلے رنگ کا خون ٹپکتا تھا اور اس کیفیت میں وہ یوسف سے کہہ رہے تھے فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ آپ بنیامین کی جگہ ہم میں سے کسی کو روک لیں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نیکو کار ہیں۔ آپ بنیامین کو چھوڑ دیں۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایت ملتی ہے۔ [۳]

(۱-۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۹ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۶ ح ۵۵

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ جب وہ لوگ یوسف کی طرف سے مایوس ہوگئے تو تخلیہ میں باہمی مشورہ کرنے لگے ان کے بڑے نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمھارے والد نے اللہ کی قسم دے کر تم سے عہد و پیمان لیا ہے اور اس سے پہلے بھی تم نے یوسف کے معاملے میں کوتاہی کی تھی میں ہرگز اس سرزمین سے نہ جاؤں گا یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں یا اللہ میرے بارے میں فیصلہ کردے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

۸۰۔ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ ۔

جب وہ لوگ یوسف اور اس بارے میں اُن کے جواب سے مایوس ہوگئے

خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ ۔

تو انھوں نے تخلیہ میں باہمی مشورہ کیا

قَالَ كَبِيْرُهُمْ ۔

جو اُن بھائیوں میں بڑا تھا اُس نے کہا

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ "یہودا" نے اپنے بھائیوں سے کہا اور وہ اُن میں سب سے بڑا تھا۔[1]

تفسیر قمی میں ہے کہ "لاوی" نے اُن بھائیوں سے کہا تھا۔[2]

اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ ۔

کیا تم نہیں جانتے کہ تمھارے والد نے اللہ کی قسم دے کر تم سے عہد و پیمان لیا ہے

وَ مِنْ قَبْلُ ۔

اور اس سے پہلے بھی

مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ ۔

تم لوگ یوسف کے معاملے میں کوتاہی کر چکے ہو

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۶ ح ۵۶ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۴۹

فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ -

میں سرزمینِ مصر سے ہرگز نہیں جاؤں گا

حَتّٰى يَأْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ -

یہاں تک کہ میرے والد مجھے واپس جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں کہ میں اُن کے پاس واپس لوٹ جاؤں

اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ -

یا اللہ میرے بارے میں فیصلہ کردے تا کہ میں روانہ ہوجاؤں

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ -

اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس کا فیصلہ برحق ہوتا ہے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور تفسیر قمیؔ میں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یوسف کے تمام بھائی اپنے والد کے پاس واپس چلے گئے یہودا مصر میں رہ گیا۔ یہودا صرف یوسف کے پاس آ کر اپنے بھائی بنیامین کے بارے میں گفتگو کرنے لگا یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں یہودا کو غصہ آ گیا اور اُن کے کندھے پر ایک بال تھا جب وہ غصے میں آتے تو وہ بال کھڑا ہوجاتا اور اس سے خون جاری ہوجاتا جب تک اولاد یعقوب میں کوئی اسے چھو نہ لے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یوسف کے سامنے اُن کا چھوٹا بیٹا تھا جس کے ہاتھ میں سونے کا انار تھا اور وہ اس سے کھیل رہا تھا۔

جب یوسف نے دیکھا کہ یہودا غضبناک ہوگیا ہے اور اس کا بال کھڑا ہوگیا ہے اور اس سے خون جاری ہے تو یوسف نے بچے کے ہاتھ سے انار لے کر یہودا کی طرف لڑھکا دیا اور بچہ انار کے پیچھے پیچھے چلا تا کہ وہ انار کو حاصل کرلے تو اس بچے کا ہاتھ یہودا سے مس ہوگیا اور یہودا کا غصہ فرو ہوگیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہودا شک میں پڑ گیا اور بچہ انار لے کر یوسف کے پاس آ گیا۔ یہودا پھر یوسف سے ہمکلام ہوا اور اپنے بھائی بنیامین کے بارے میں گفتگو شروع کی اور دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں اور یہودا کو غصہ آ گیا اور اس کے کندھے کا بال کھڑا ہوگیا اور اس سے خون جاری ہوگیا جب یوسف نے یہ دیکھا تو انار کو یہودا کی طرف لڑھکا دیا اور بچہ اس کے پیچھے پیچھے اسے لینے کے لیے چلا اور اس کا ہاتھ یہودا کے جسم سے مس ہوگیا تو اس طرح اس کا غصہ جاتا رہا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہودا نے کہا کہ ہمارے ساتھ اس گھر میں اولادِ یعقوب میں سے کوئی موجود ہے یہاں تک کہ ایسا تین بار ہوا۔[1]

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۵۰-۳۴۹

اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰۤی اَبِیۡکُمۡ فَقُوۡلُوۡا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَکَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَہِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا وَ مَا کُنَّا لِلۡغَیۡبِ حٰفِظِیۡنَ ﴿۸۱﴾

وَ سۡـَٔلِ الۡقَرۡیَۃَ الَّتِیۡ کُنَّا فِیۡہَا وَ الۡعِیۡرَ الَّتِیۡۤ اَقۡبَلۡنَا فِیۡہَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۸۲﴾

قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَکُمۡ اَنۡفُسُکُمۡ اَمۡرًا ؕ فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌ ؕ عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّاۡتِیَنِیۡ بِہِمۡ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۸۳﴾

۸۱- یہودا نے کہا تم اپنے والد کے پاس جاؤ اُن سے کہو اے ابا جان! آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم وہی گواہی دے رہے ہیں جو ہم جانتے ہیں اور ہم غیب کے نگہبان تو نہ تھے۔

۸۲- آپ اس بستی والوں سے دریافت کر لیجیے جس میں ہم تھے اور اس قافلے والوں سے جس میں ہم آئے ہیں اور یقیناً ہم سچے ہیں۔

۸۳- یعقوب نے کہا کہ تمھارے نفس نے ایک نئی بات گڑھ لی میں صبرِ جمیل اختیار کروں گا ہوسکتا ہے کہ خدا سب بچوں کو مجھ سے ملا دے بے شک وہ دانا اور صاحبِ حکمت ہے۔

۸۱- اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰۤی اَبِیۡکُمۡ فَقُوۡلُوۡا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَکَ سَرَقَ ۚ -

(یہودا نے کہا) تم اپنے والد کے پاس واپس جاؤ اُن سے کہو

ابا جان! آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے جیسا کہ بظاہر ہم نے مشاہدہ کیا ہے

وَمَا شَہِدۡنَاۤ -

اور ہم اس کے بارے میں وہی گواہی دے رہے ہیں

اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا -

جو کچھ ہم نے دیکھا ہے

اور ہم جانتے ہیں کہ بڑا پیالہ بنیامین کے سامان سے نکلا تھا

وَمَا کُنَّا لِلۡغَیۡبِ حٰفِظِیۡنَ -

اور ہم غیب کے نگہبان تو نہ تھے۔

ہمیں باطن کے حال کی کچھ خبر نہیں ہم نہیں جانتے کہ بنیامین نے چوری کی یا پیالہ اُن کے سامان میں چھپایا گیا

۸۲-وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِىْ كُنَّا فِيْهَا-

آپ اس بستی والوں سے دریافت کر لیجیے جس میں ہم تھے

آپ وہاں کے باشندوں تک کسی کو روانہ کریں اور اُن سے پورا واقعہ پوچھ لیں۔

وَ الْعِيْرَ الَّتِىْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا-

اور اس قافلے سے دریافت کر لیں کہ ہم جن کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے تھے اور ہم جن کے ساتھ آئے ہیں اور جن کے ساتھ رہے ہیں

وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ -

اور یقیناً ہم سچے ہیں

۸۳-قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا-

یعقوب نے کہا تمھارے نفس نے ایک نئی بات گھڑ لی ہے

جب وہ لوگ اپنے والد کی خدمت میں پہنچے اور یعقوب سے وہ کچھ کہا جو ان کے بھائیوں نے کہا تھا تو اسے سن کر یعقوب نے کہا۔ تمھارے نفس نے ایک نئی بات گڑھ لی ہے "سولت" کے معنی ہیں زیّنتْ وسھّلت یعنی آراستہ کیا ہے اور آسان بنایا ہے تم نے اپنے نفس کو یہ بتلا دیا ہے۔ اِنّ السّارق یؤخذ بسرقته کہ چور اگر چوری کرے تو اسے پکڑ لیا جاتا ہے۔

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ-

میں صبرِ جمیل اختیار کروں گا اور اس بارے میں انسانوں سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ [1]

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا-

ہوسکتا ہے کہ خدا سب بچوں کو مجھ سے ملا دے

اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ-

بے شک وہ اللہ میرے حال اور اُن کے حال سے آگاہ ہے

الْحَكِيْمُ-

وہ اپنی تدبیر میں حکمت کو ملحوظ رکھتا ہے۔

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۸۱ وسعد السعود ص ۱۲۰۔ ۱۱۹ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۸ ح ۵۷

وَ تَوَلّٰی عَنۡهُمۡ وَ قَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ وَ ابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ کَظِیۡمٌ ﴿۸۴﴾
قَالُوۡا تَاللّٰهِ تَفۡتَؤُا تَذۡکُرُ یُوۡسُفَ حَتّٰی تَکُوۡنَ حَرَضًا اَوۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡهٰلِکِیۡنَ ﴿۸۵﴾
قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ وَ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾

۸۴-اور یعقوب نے اُن کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے یوسف اور اُن کی آنکھیں روتے روتے سفید ہوگئیں اور وہ غم کے گھونٹ پیتے رہے۔
۸۵-بیٹوں نے کہا خدا کی قسم آپ تو بس ہمیشہ یوسف کو ہی یاد کیے جاتے ہیں آپ اسی میں گھل جائیں گے یا جان دے دیں گے۔
۸۶-یعقوب نے کہا میں اپنے رنج وغم کی شکایت تو اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے میں جو کچھ جانتا ہوں تم اس سے بے خبر ہو۔

۸۴-وَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ-
یعقوب نے بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا
وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ-
اور کہا ہائے یوسف۔ اے یوسف آجاؤ تمھارے آنے کا وقت آچکا ہے
اَسف کے معنی ہیں شدید حزن وغم اور حسرت وافسوس۔
یعقوب نے صرف یوسف کے بارے میں اظہار حزن وتأسف کیا کسی اور کے لیے نہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یوسف گزرتے ہوئے اوقات کے ساتھ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے اور اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود فراقِ یوسف کی مصیبت یعقوب کے لیے بالکل تروتازہ رہی۔
تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یعقوب کو یوسف کی جدائی کا غم کس مقام تک پہنچا تھا تو امام علیہ السلام نے جواب دیا جتنا غم ستر ماؤں کو اپنی اولاد کی جدائی کا ہوتا ہے۔[1]
عیاشی میں یہ اضافہ ہے امام علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ یعقوب یوسف کے لیے غمگین کیوں ہوئے جب کہ جبرئیل علیہ السلام نے انھیں بتلا دیا تھا کہ وہ زندہ ہیں اور عن قریب وہ یعقوب سے آملیں گے امام علیہ السلام نے سائل سے کہا کہ یعقوب اس بات کو بھول گئے تھے۔[2]

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۸ ح ۵۸ وتفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۱۸۸ ح ۵۹

قمیؔ میں یہ اضافہ ہے کہ یعقوب کلمۂ استرجاع (یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون) سے نابلد تھے اسی وجہ سے انھوں نے یٰاَسَفٰی علیٰ یوسف کہا۔ ۱

اور حدیث نبوی میں ہے کہ تمام امتوں میں سے کسی بھی امت کو مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کی طرف واپس جارہے ہیں) کا کلمہ نہیں دیا گیا سوائے امت محمد ﷺ کے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب یعقوب پر مصیبت پڑی تو انھوں نے ''استرجاع'' نہیں کیا اور اس کی جگہ یہ کہا یٰاَسَفٰی علیٰ یوسف۔ ۲

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ -

غم والم کے سبب زیادہ گریہ کرنے کی وجہ سے اُن کی آنکھیں سفید ہوگئیں گویا کہ بہتے ہوئے آنسوؤں نے آنکھوں کی سیاہی کو مٹا دیا

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ وہ رونے کی وجہ سے نابینا ہوگئے۔ ۳

فَهُوَ كَظِيْمٌ -

وہ اپنی اولاد پر غصے سے بھرے ہوئے تھے لیکن وہ غم کے گھونٹ پیتے رہے لیکن انھوں نے اپنے غصے کو ظاہر نہیں کیا۔

۸۵-قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ -

بیٹوں نے کہا خدا کی قسم آپ تو بس ہمیشہ یوسف ہی کو درد وغم کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں

حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا -

یہاں تک کہ آپ اسی میں گھل جائیں گے اور ہلاکت کے قریب پہنچ جائیں گے

اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ -

یا جان دے دیں گے، مرکھپ جائیں گے

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ زیادہ رونے والے پانچ افراد ہیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا جہاں تک یعقوب کا تعلق ہے تو وہ یوسف پر اتنا روئے کہ اُن کی بصارت جاتی رہی اور اُن سے یہ کہا گیا تاللہ تفتؤ الخ۔ ۴

۸۶-قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ -

یعقوب نے کہا میں اپنے رنج وغم کی شکایت تو اللہ سے کرتا ہوں

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۵۰ (۲) انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۰۶

(۳) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۵۰ (۱) الخصال ص ۲۷۲ ح ۱۵

میں جس غم پر صبر نہیں کرسکتا تو میں اس کا شکوہ اللہ سے کرتا ہوں میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے تو شکوہ نہیں کرتا لہٰذا مجھے اللہ سے شکوہ کرنے دو اور اس میں رکاوٹ نہ ڈالو۔

وَأَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ -

میں اللہ کی عنایت اور اس کی رحمت کی وجہ سے وہ جانتا ہوں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ -

تم جس سے بے خبر ہو

مجھے یقین ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے غم سے اس طرح نجات دے گا جو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بنیامین کے چلے جانے کے بعد یعقوبؑ نے اپنے ربّ کو پکارا اور کہا یاربّ أما ترحمني أذهبت عيني وأذهبت ابني پروردگارا کیا تجھے مجھ پر رحم نہیں آتا تو نے میری آنکھیں لے لیں اور اب میرا بیٹا بھی لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی کی اے یعقوب اگر میں ان دونوں کو موت سے ہمکنار بھی کر دیتا تو تمھارے لیے دوبارہ زندہ کرتا تاکہ تمھیں ان دونوں سے ملا دوں لیکن ذرا یاد کرو جب تم نے بکری ذبح کی اسے بھونا اور تم اسے کھانے لگے اور تمھارے قریب میں ایک روزہ دار تھا تم نے اسے بکری میں سے کچھ بھی نہ دیا۔ [1]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۶۷۔۲۶۶ ح ۴

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷-اے میرے بچو! جاؤ یوسف اور اُن کے بھائی کو اچھی طرح ڈھونڈھو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اس لیے کہ رحمتِ خداوندی سے سوائے کافر قوم کے کوئی اور مایوس نہیں ہوتا۔

۸۷-يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ-

تَحَسَّسُوْا کے معنی ہیں تَفَحَّصُوْا تم تلاش کرو ان کے احوال معلوم کرو اور اُن کی خبر لے کر آؤ یعنی یوسف اور بنیامین کے بارے میں معلوم کرو۔

وَ لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ - اور اللہ کی فراخی، غم سے رہائی اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہونا

اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ-

اس لیے کہ رحمتِ خداوندی سے سوائے کافر کے کوئی اور مایوس نہیں ہوتا

اس لیے کہ مومن اللہ کی جانب سے ہمیشہ خیر پر رہتا ہے جب مصیبت آتی ہے تو اس سے امید رکھتا ہے کہ اللہ اس مصیبت کو اس سے دور کردے گا اور اگر آسودگی میسر آتی ہے تو وہ شکر رب بجالاتا ہے۔

کتاب کافی، علل الشرائع، تفسیر عیاشی اور تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں سے کہا "اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ" تو کیا وہ جانتے تھے کہ یوسف زندہ ہیں اور انھیں جدا ہوئے بیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور غم کے مارے ان کی بصارت ختم ہوگئی تھی امام علیہ السلام نے جواب دیا ہاں انھیں معلوم تھا کہ یوسف زندہ ہیں پوچھا گیا: انھیں کیسے معلوم ہوا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ انھوں نے وقت سحر یہ دعا مانگی کہ فرشتۂ موت ان پر نازل ہو تو "تربال" ان پر نازل ہوئے "تربال" ملک الموت کا نام ہے تربال نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا اے یعقوب تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟ تمھارا کیا کام ہے؟ یعقوب نے کہا ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ تم روحوں کو ایک ساتھ قبض کرتے ہو یا علاحدہ علاحدہ۔ تربال نے جواب دیا علاحدہ علاحدہ ایک ایک روح کر کے۔ یعقوبؑ نے کہا کیا یوسف کی روح تمھارے پاس سے گزری ہے انھوں نے جواب دیا نہیں تو یعقوب نے اس وقت سمجھ لیا کہ یوسف زندہ ہیں اسی لیے انھوں نے اپنی اولاد سے کہا اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ-[1]

اور کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایت ذرا اختصار کے ساتھ ہے۔[2]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۹۹ ح ۵ ۳، علل الشرائع ص ۵۲ ح ۱ باب ۴۴ تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۹-۱۹۰ ح ۶۴ تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵۰

(۲) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۱۴۴ ح ۱۰ کے ذیل میں

کتاب خرائج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کسی بدو نے یوسف علیہ السلام سے غلہ خریدا یوسف نے اس سے کہا جب تم فلاں وادی سے گزروتو زور سے پکارنا ''یایعقوب'' ایک بزرگ تمھارے پاس تشریف لائیں گے تو اُن سے کہنا کہ میں نے مصر میں ایک شخص کو دیکھا ہے جس نے آپ کو سلام کا تحفہ بھجوایا ہے اور وہ کہتا ہے کہ آپ کی امانت اللہ کے پاس محفوظ ہے برباد نہیں ہوئی جب اعرابی (بدو) نے یعقوب کو یہ پیغام دیا تو یعقوب غش کھا کر گر پڑے جب انھیں افاقہ ہوا تو انھوں نے بدو سے پوچھا کیا تمھاری کوئی حاجت ہے؟ تو اس نے کہا یہ میرے چچا کی بیٹی جو میری بیوی ہے ابھی تک اولاد سے محروم ہے یعقوب نے اس کے لیے دعا طلب کی تو اس نے چار مرتبہ بچے جنم دیے اور ہر مرتبہ دو دو بچے پیدا ہوئے۔ [1]

اور کتاب اکمال میں ایسی ہی روایت ذرا وضاحت کے ساتھ ہے یوسف نے کہا جب تم یا یعقوب کہہ کر پکارو گے تو ایک شخص تمھارے پاس آئے گا جو عظیم المرتبت ہوگا خوب صورت ہوگا وجیہ وشکیل ہوگا۔

امام علیہ السلام نے آخر میں فرمایا یعقوب جانتے تھے کہ یوسف زندہ ہیں انھیں موت نہیں آئی اور اللہ تعالیٰ انھیں اس غیبت کے بعد ظاہر کرے گا اور انھوں نے اپنے بیٹوں سے یہ کہا تھا انی اعلم من اللہ مالا تعلمون. یعقوب کے بیٹے ان کے اہل وعیال ان کے قرابت دار یوسف کا ذکر کرنے پر انھیں دیوانہ سمجھتے تھے یا فاتر العقل گردانتے تھے۔ [2]

---

(۱) الخرائج والجرائح ج ۲ ص ۹۳۱ (۲) اکمال الدین اور اتمام النعمۃ ص ۱۴۲۔۱۴۱ ح ۹ باب ۵

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِىْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

۸۸- جب یہ بھائی یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو فقر و فاقہ کا سامنا ہے ہم معمولی سرمایہ لے کر آئے ہیں آپ ہمیں پورا پورا غلہ مرحمت فرمایئے اور ہم پر مزید احسان کیجیے۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو بہترین جزا دیتا ہے۔

۸۹- (اب یوسف سے نہ رہا گیا) اور انھوں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے سگے بھائی کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا جب تم نادان تھے۔

۹۰- بھائیوں نے کہا کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں یوسف نے کہا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر اپنا فضل کیا ہے اس لیے کہ جو بھی تقویٰ اور صبر اختیار کرتا ہے تو اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

۸۸- فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ -

جب مصر آنے کے بعد وہ لوگ یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئے

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ -

انھوں نے کہا اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو فقر و فاقہ کا سامنا ہے

وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ - اور ہم معمولی سرمایہ لے کر آئے ہیں

تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ لوگ جو پونجی لے کر آئے تھے وہ مقل تھا اور اُن کے شہر بِلَادُالْمُقل مقل کے شہر کہلاتے تھے اور یہی سامانِ تجارت تھا۔ [1]

نوٹ از مترجم عربی زبان میں مقل ''لوبان'' اور پام کے درخت کے پھل کو کہا جاتا ہے یہ لوگ اسی کی تجارت کیا کرتے تھے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۲ ح ۶۷

فَاَوۡفِ لَنَا الۡکَیۡلَ وَتَصَدَّقۡ عَلَیۡنَا ؕ ۔ آپ ہمیں پورا پورا غلہ مرحمت فرمائے اور ہم پر مزید احسان کیجیے

اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو ان کے احسان سے زیادہ ثواب عطا کرتا ہے یوسف کو یہ سن کر ان پر بڑا ترس آیا اور اب وہ خود کو روک نہ سکے یہاں تک کہ اپنا تعارف کرا دیا۔

۸۹۔ قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِیُوۡسُفَ وَاَخِیۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ ۔

یوسف نے کہا، کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے سگے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جب تم نادان تھے۔

یوسف علیہ السلام نے یہ از راہ شفقت اور نصیحت کہا تھا جب اُن لوگوں کی عاجزی اور بیچارگی کو دیکھا تھا نہ بطورِ عتاب اور ملامت بلکہ اللہ کے حق کو نفس کے حق پر ترجیح دیتے ہوئے یہ جملہ کہا تھا جب کہ وہ ایسے مقام پر فائز تھے جہاں تکبر کی وجہ سے لوگوں کا سینہ پھول جاتا ہے اور بھائیوں کا عمل اپنے بھائی کے ساتھ ایسا تھا جس نے یوسف کو اُن سے علاحدہ کر دیا تھا۔

کہا گیا ہے کہ انھوں نے انکساری اور شفقت کے طور پر ایسا کیا تھا اس لیے کہ یوسف سوائے عاجزی اور انکساری کے ان سے بات کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے بندہ جو بھی گناہ کرتا ہے جب وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ ربّ کی نافرمانی کر رہا ہے تو عالم ہونے کے باوجود وہ جاہل ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف کا قول اپنے بھائیوں کے لیے بیان کیا ہے "قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِیُوۡسُفَ وَاَخِیۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ" تو یوسف نے انھیں جہل (نادانی) کی طرف نسبت دی اس لیے کہ وہ لوگ اپنے دل میں یہ سمجھ رہے تھے کہ انھوں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔[2]

۹۰۔ قَالُوۡۤا ءَاِنَّکَ لَاَنۡتَ یُوۡسُفُ ؕ ۔ وہ لوگ حیران ہو کر بول اٹھے کیا آپ ہی یوسف ہیں؟؟

قَالَ اَنَا یُوۡسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِیۡ ۫ ۔ یوسف نے کہا! ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا حقیقی بھائی ہے

انھوں نے اپنا تعارف کرایا اور بنیامین کی عظمت کو بیان کیا ہے۔

قَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیۡنَا ؕ ۔ اللہ نے ہم پر اپنا فضل کیا ہے

کہ ہمیں سلامت اور کرامت کے ساتھ رکھا ہے۔

اِنَّهٗ مَنۡ یَّتَّقِ وَیَصۡبِرۡ ۔

جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے اور مصائب وشدائد اور معاصی پر صبر کرتا ہے یعنی گناہ سے بچتا ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۔ تو اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۰۷ (۲) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۲۲

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

۹۱-انھوں نے کہا خدا کی قسم آپ کو اللہ نے ہم پر فضیلت عطا کی ہے بے شک یقینا ہم ہی خطا کار تھے۔

۹۲-یوسف نے کہا آج تم پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جائے گا اللہ تمھاری مغفرت فرمائے گا اور وہ تو تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

۹۱-قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا-

انھوں نے کہا خدا کی قسم اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت عطا کی ہے

اور آپ کو ہمارے مقابلے میں حسنِ صورت اور کمالِ سیرت کے اعتبار سے منتخب کرلیا ہے۔

وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ -

بے شک ہمارا عالم اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم سے یقینا خطائیں سرزد ہوئیں جو ہم نے آپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند عالم نے آپ کو عزت عطا کی اور ہمیں ذلت سے دوچار کیا

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ برادرانِ یوسف نے یوسف سے کہا آپ ہمیں رسوا نہ کریں اور آج کے دن ہمیں سزا نہ دیں بلکہ ہمیں بخش دیں۔ [۱]

۹۲-قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ-

یوسف نے کہا تم لوگوں نے جو کچھ کیا تھا اس کے بدلے میں آج کے دن تم لوگوں پر نہ کوئی الزام عائد کیا جائے گا، نہ برائی کی جائے گی اور نہ ہی ملامت اور سرزنش ہوگی۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ -

اللہ تمھاری مغفرت فرمائے گا اور وہ تو تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ایک طولانی حدیث میں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک خط لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز مصر کی جانب جو عدل کا مظہر ہے اور ناپ تول میں کھرا ہے یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ جو نمرود کے دور میں تھے جس نے آگ جلائی تھی تا کہ ابراہیم کو اس آگ میں جلا دے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگ کو اُن پر ٹھنڈی اور باسلامت بنا دیا تھا اور انھیں اُس سے نجات عطا کی تھی۔ اے عزیز میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۲ حدیث ۶۵ کے ذیل میں

اہل بیت ہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے جلدی جلدی بلائیں ہم پر نازل ہوتی رہتی ہیں تاکہ غم اور خوشی کے موقع پر وہ ہمارا امتحان لے اور بیس سال سے مجھ پر مسلسل مصیبتیں آرہی ہیں۔ پہلی مصیبت یہ تھی کہ میرا ایک بیٹا تھا میں نے جس کا نام یوسف رکھا تھا وہ میری اولاد کے درمیان میرے لیے باعث مسرت وشادمانی تھا وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میوۂ دل تھا اس کے سوتیلے بھائیوں نے مجھ سے التجا کی کہ میں یوسف کو اُن کے ساتھ روانہ کردوں تاکہ وہ کھیلے کودے کھائے پیے۔ میں نے صبح کے وقت یوسف کو اُن کے ساتھ بھیج دیا وہ لوگ شام کو روتے پیٹتے آئے اور ان کے کرتے پر جھوٹا خون لگالائے اور ان کے نزدیک یوسف کو بھیڑیا کھا گیا لہٰذا یوسف کو کھو کر میرے غم واندوہ میں اضافہ ہوگیا اور میں اُن کے فراق میں اتنا زیادہ رویا کہ غم کے مارے میری آنکھیں سفید ہوگئیں اور یوسف کا ایک حقیقی بھائی تھا جو میرا پسندیدہ تھا اور میرا مونس تھا میں جب بھی یوسف کو یاد کرتا تھا اسے سینے سے لگالیتا تو اس طرح میرے سینے میں جو غم کا جوش ہوتا تھا اسے سکون مل جاتا تھا اس کے بھائیوں نے ذکر کیا کہ تم نے اس بھائی کے بارے میں دریافت کیا اور انھیں حکم دیا ہے کہ اسے تمھارے پاس لے کر آئیں اور اگر وہ اسے نہیں لائیں گے تو غلے سے محروم رہیں گے میں نے اسے ان بھائیوں کے ساتھ اس لیے روانہ کردیا کہ وہ ہمارے لیے گیہوں لے کر آئیں جب وہ واپس آئے تو اُن کا وہ بھائی اُن کے ساتھ نہ تھا۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ اُس نے بادشاہ کا پیمانہ چرالیا ہے ہمارا تعلق اہل بیت سے ہے ہم چوری نہیں کرتے تم نے اسے روک کر مجھے کرب میں مبتلا کردیا ہے اس کی جدائی کے سبب میرا غم اتنا شدید ہوگیا کہ میری کمر کمان کی طرح جھک گئی ہے اور دیگر مصیبتوں کے ساتھ یہ عظیم مصیبت مجھ پر آپڑی ہے لہٰذا اسے آزاد کرکے اور اسے قید سے رہائی دے کر مجھ پر احسان کرو اور ہمیں عمدہ گیہوں دینا اور قیمت میں ہمارے ساتھ رعایت برتنا، اور ہمیں پورا پورا وزن دینا اور آل ابراہیم کو آسانیاں فراہم کرنے میں جلدی سے کام لینا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ یعقوب کا خط لے کر یوسف کے پاس بادشاہ کے دربار میں پہنچے اور ان سے مخاطب ہوکر کہا یَاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ الخ ''وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا'' ہمارے بھائی بنیامین کو رہا کرکے ہم پر احسان کریں۔ یوسف نے یعقوب علیہ السلام کا خط لیا اس خط کو بوسہ دیا اور اسے آنکھوں سے لگایا اور گریہ وزاری کی یہاں تک کہ وہ جو کرتا پہنے ہوئے تھے وہ آنسوؤں سے تر ہوگیا اس کے بعد وہ اپنے بھائیوں کی جانب متوجہ ہوئے اور اُن سے کہا هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَاَخِیْهِ تمھیں پتا ہے کہ تم لوگوں نے اس سے پہلے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیسا (ناروا) سلوک کیا ہے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ یعقوب کا غم اتنا بڑھا کہ ان کی کمر کمان کی طرح دہری ہوگئی اور دنیا نے اُن سے اور اُن کی اولاد سے پیٹھ پھیر لی یہاں تک کہ ان کی ضرورت حد سے زیادہ بڑھ گئی اور ان کی خوراک کا ذخیرہ گندم وغیرہ ختم ہوگیا تو اس وقت یعقوب نے اپنی اولاد سے کہا ''اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا'' تو ان میں سے کچھ افراد روانہ ہوئے اور یعقوب نے ان کے ساتھ معمولی سی پونجی بھیجی اور

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۶۱

ان کے ذریعے عزیزِ مصر کو ایک خط بھی روانہ کیا جس میں اُن پر اور اُن کی اولاد پر رحم اور شفقت کی درخواست کی تھی، یعقوب نے اپنے بیٹوں کو تلقین کی تھی کہ پہلے وہ عزیز مصر کو خط لے جا کر دیں اور اس کے بعد پونجی پیش کریں تفسیر عیاشی میں خط کی تحریر اور باقی امور ویسے ہی ذکر کیے ہیں جس طرح مجمع البیان میں ہے اس قول تک کہ آلِ ابراہیم کو آسانیاں فراہم کرنے میں جلدی کرنا عیاشی میں ''آلِ ابراہیم'' کی جگہ آلِ یعقوبؑ لکھا ہے پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اولادِ یعقوب جب اُن کا خط لے کر مصر کی جانب روانہ ہوئے تو جبرئیل امین حضرت یعقوب کے پاس آئے اور اُن سے کہا اے یعقوب تمھارا پروردگار تم سے یہ کہتا ہے کہ تم نے عزیز مصر کو جن مصیبتوں کا احوال لکھ کر بھیجا ہے اس مصیبتوں میں تمھیں کس نے مبتلا کیا یعقوب نے کہا اے اللہ تو نے مبتلا کیا مجھے سزا دینے کے لیے اور مجھے ادب سکھانے کے لیے اللہ نے کہا یہ بتاؤ کہ ان مصیبتوں کو دور کرنے پر میرے علاوہ کوئی اور قادر ہے یعقوب نے کہا نہیں ہرگز نہیں تو اللہ نے کہا تمھیں شرم نہ آئی جب تم نے اپنی مصیبتوں کا تذکرہ میرے غیر سے کیا اور نہ مجھ سے فریاد کی اور نہ ہی مجھ سے شکوہ کیا یعقوب نے کہا ''استغفرك یاالٰھی واتوبُ الیك واشکو بثی وحزنی الیك'' (اے میرے معبود میں تجھ سے مغفرت کا خواہاں ہوں اور تجھ سے ہی توبہ کرتا ہوں اور میں اپنے غم والم کا شکوہ تجھ سے کر رہا ہوں)۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے یعقوب تمھاری طرف سے اور تمھاری خطا کار اولاد کی طرف سے میرا ادب و احترام انتہائی منزل کو پہنچ چکا ہے، اے یعقوب اگر تم مصیبت نازل ہوتے وقت ہی مجھ سے شکایت کرتے، مغفرت طلب کرتے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے تو میں اس مصیبت کو مقدر کردینے کے بعد بھی تم سے پلٹا دیتا لیکن شیطان نے تم سے میری یاد کو بھلا دیا اور تم میری رحمت سے ناامید ہوگئے دیکھو میں اللہ جواد اور کریم ہوں میرے محبوب بندے وہ ہیں جو استغفار اور توبہ کرتے ہیں اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ مجھ سے طلب کرتے ہیں۔ اے یعقوب میں یوسف اور اس کے بھائی کو تم تک پہنچاؤں گا، اور تمھارا جو مال، گوشت اور خون چلا گیا ہے وہ تمھیں لوٹاؤں گا اور میں تمھاری بصارت تمھیں واپس کردوں گا اور تمھاری کمر سیدھی کردوں گا تم خوش ہوجاؤ اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو میں نے جو کچھ تمھارے ساتھ کیا تھا دراصل مجھے تم کو ادب سکھلانا تھا لہٰذا میرے اس ادب کو قبول کرلو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اولادِ یعقوب ان کا خط لے کر گئی اس کے بعد آخر تک وہی مضمون ہے جو مجمع البیان میں ہے الا یہ کہ یعقوب نے کہا کہ یوسف کا ایک خالہ زاد بھائی تھا جو مجھے بے حد عزیز تھا پھر خط کی خصوصیت کا ذکر ہے دوسری روایت سے جو اس سے مختصر ہے اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ جب یوسف کو خط ملا تو انھوں نے اسے کھولا اسے پڑھا اور ایک چیخ ماری پھر کھڑے ہوئے گھر کے اندر گئے اسے پڑھا اور پڑھ کر روئے پھر چہرہ دھویا اور بھائیوں کے پاس واپس آئے پھر دوبارہ خط پڑھا چیخ ماری اور گریہ کیا پھر گھر کے اندر گئے اور خط پڑھ کر گریہ کیا پھر چہرہ دھویا اور بھائیوں کے پاس واپس آئے اور کہا ''هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ'' اور انھیں اپنا کرتا عطا کیا اور وہ ابراہیم علیہ السلام کا کرتا تھا اور یعقوب اس وقت ''رملہ'' میں تھے۔ [1]

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۳۔ ۱۹۲ ح ۶۸

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾
فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

۹۳—تم میرا یہ کرتا لے کر جاؤ اور میرے والد کے چہرے پر ڈال دو اُن کی بصارت واپس آجائے گی اور آئندہ تم اپنے تمام اہل وعیال کے ساتھ میرے پاس آنا۔

۹۴—اور جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا میں تو یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں اگر تم مجھے بڑھاپے کے سبب کم عقل نہ سمجھو۔

۹۵—انھوں نے کہا خدا کی قسم آپ تو محبت کے پرانے خیال میں کھوئے ہوئے ہیں۔

۹۶—پھر جب خوش خبری سنانے والا آیا تو اس نے کرتا یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا اور وہ بابصارت ہو گئے۔ یعقوب نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا؟ کہ میں اللہ کی جانب سے جو کچھ جانتا ہوں تم اس سے بے خبر ہو۔

۹۳—اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

تم میرا یہ کرتا لے کر جاؤ اور میرے والد کے چہرے پر ڈال دو ان کی بصارت واپس آجائے گی آئندہ تم اپنے تمام اہل وعیال کے ساتھ میرے پاس آنا

۹۴—وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ۔

اور جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا اور آبادی سے باہر آیا

قَالَ اَبُوْهُمْ۔

تو اُن کے باپ نے ان بچوں سے جو وہاں موجود تھے یہ کہا

اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔

میں تو یوسف کی خوش بو محسوس کر رہا ہوں اگر تم مجھے بڑھاپے کے سبب کم عقل نہ سمجھو
اور ''لولا'' کا جواب محذوف ہے اس کی اصل یہ ہے کہ تم میری تصدیق کرو گے

۹۵- قَالُوْا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ -

انھوں نے کہا خدا کی قسم آپ تو یوسف کی محبت میں افراط کے سبب اور کثرت سے انھیں یاد کرنے کی وجہ سے اور ان سے ملاقات کی توقع میں کافی عرصے سے جادۂ حق سے ہٹ گئے ہیں۔

۹۶- فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ -

پھر جب خوش خبری سنانے والا آیا

کتابِ اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ ان کا بیٹا ''یہودا'' تھا۔[1]

اَلْقٰہُ عَلٰی وَجْہِہٖ -

تو اُس نے کرتا یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا

فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ج -

تو وہ دیکھنے لگے ان کی بصارت واپس آ گئی جب انھوں نے خود میں قوت کو بیدار ہوتے دیکھا۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ لا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ -

یعقوب نے کہا میں نے تم سے کہا نہیں تھا؟ کہ میں اللہ کی جانب سے جو کچھ جانتا ہوں تم اُس سے بے خبر ہو یوسف کا زندہ ہونا، اور اللہ کی طرف سے فراخی کا آنا اور غم سے نجات پانا اور یہ بھی احتمال ہے کہ جملہ اس طرح ہو کہ مجھے تو ابھی ازسرنو پتا چلا ہے اور ''لفظ'' محذوف ہو جس پر کلام سابق رہنمائی کر رہا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عزیز مصر نے یعقوب علیہ السلام کو خط لکھا ''اما بعد یہ تمھارا بیٹا یوسف ہے جسے میں نے خریدا ہے چند ناقص درہموں کے عوض اور میں نے اُسے بھی غلام بنا لیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یعقوب کسی ایسی شے میں مبتلا نہیں ہوئے جو اس خط سے زیادہ سخت ہو انھوں نے قاصد سے کہا تم ٹھہرے رہو تا کہ میں اس خط کا جواب دے دوں یعقوب نے عزیز مصر کو جواب لکھا اما بعد میں نے خط کا مفہوم سمجھ لیا کہ تم نے میرے بیٹے کو ناقص درہموں کے عوض خریدا اور اسے غلام بنا لیا اور تم نے میرے بیٹے بنیامین کو حاصل کیا اس نے چوری کی اور تم نے اسے بھی غلام بنا لیا۔ دیکھو ہم اہل بیت چوری نہیں کرتے، البتہ ہم اہل بیت کی آزمائش ہوتی ہے ہمارے باپ ابراہیم کو آگ کے ذریعے آزمایا گیا اللہ نے اُس آگ سے انھیں بچایا اور ہمارے والد اسحاق کو ذبح ہونے کا امتحان دینا پڑا اللہ نے انھیں اس سے محفوظ رکھا اور مجھے بصارت کے چلے جانے کا امتحان دینا پڑا اور بیٹے کے چلے جانے کا اور عن قریب اللہ ان سب کو مجھ سے ملا دے گا امام علیہ السلام نے فرمایا جب قاصد وہاں سے روانہ ہو گیا تو یعقوب نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور اس کے بعد کہا: ''یَا حَسَنَ الصُّحْبَۃِ، یَا کَرِیْمَ الْمَعُوْنَۃِ، یَا خَیْرًا کُلَّہٗ اِئْتِنِیْ بِرَوْحٍ وَفَرَجٍ مِنْ عِنْدِکَ'' اے بہترین ساتھ دینے والے،

---

(۱) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۱۴۲ ح ۹ باب ۵

اے کریم مددگار، اے مکمل خیر تو مجھے دے دے اپنی جانب سے وسعت اور فراخی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام یعقوب کے پاس آئے اور اُن سے کہا کیا میں آپ کو ایسی دعا سکھلا دوں جس سے اللہ آپ کی بصارت کو واپس کردے اور آپ کے دونوں بیٹے بھی آپ کو مل جائیں یعقوب نے کہا ہاں! جبرئیل نے کہا کہیے

يَامَنْ لَا يَعْلَمُ اَحَدٌ كَيْفَ هُوَ، وَحَيْثُ هُوَ، وَقُدْرَتُهُ اِلَّا هُوَ، يَامَنْ سَدَّ الْهَوَاءَ بِالسَّمَاءِ وَكَبَسَ الْاَرْضَ عَلَى الْمَاءِ وَاخْتَارَ لِنَفْسِهِ اَحْسَنَ الْاَسْمَاءِ اِيْتِنِيْ بِرَوْحٍ مِنْكَ وَفَرَجٍ مِنْ عِنْدِكَ.

اے وہ ہستی جس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کیا ہے، کہاں ہے اور نہ ہی اس کی قدرت کے بارے میں جانتا ہے سوائے اُس کے اے وہ ذات جس نے ہوا کو آسمان میں روک دیا اور زمین کو پانی کے اوپر پھیلا دیا اور خود کے لیے بہترین ناموں کو پسند کرلیا پروردگارا تو اپنی جانب سے مجھے خوش خبری اور آسودگی عطا فرما دے۔

جب صبح کی پو پھٹی تو قمیص لائی گئی ان کے چہرے پر اسے ڈالا گیا تو اللہ نے ان کی بینائی لوٹا دی اور ان کے بیٹے کو یعقوب سے ملا دیا۔ [۱]

تفسیر قمیؒ میں یہ حدیث ذرا شرح و بسط کے ساتھ ہے اور عزیز کے خط میں "قد سرق" (اس نے چوری کی) کی جگہ قد وجدت متاعی عندہ (مجھے اپنا سامان اُن کے پاس سے ملا ہے) ہے اور یعقوب کے جواب خط میں دونوں بیٹوں کے ذریعے آزمائش کا ذکر ہے اس خط کی طرح جس کا سابقاً ذکر ہو چکا ہے اور اس خط میں بیان کیا کہ یوسف کا ایک حقیقی بھائی تھا میں اس سے بہت زیادہ مانوس تھا وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ کہا: تم نے اسے قید کردیا، روک دیا میں تم سے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے معبود کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ بنیامین کو واپس کر کے مجھ پر احسان کرو اور اللہ سے تقرب کرتے ہوئے اسے مجھ تک لوٹا دو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب خط یوسف کو ملا تو انھوں نے اسے لیا اپنے چہرے پر رکھا اس خط کو بوسہ دیا اور شدید گریہ کیا پھر اپنے بھائیوں کو دیکھا اور کہا هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا یہ کرتا لے کر جاؤ جسے میرے آنسوؤں نے تر کردیا ہے اور اس کرتے کو میرے والد کے چہرے پر ڈال دو ان کی بصارت لوٹ آئے گی۔ اے کاش وہ میری خوش بو سونگھ لیتے اور تم سب اہل و عیال کے ساتھ میرے پاس آنا۔ یوسف نے اپنے بھائیوں کو اسی روز حضرت یعقوب کی خدمت میں روانہ کردیا اور انھیں جن اجناس کی ضرورت تھی وہ اُن کے لیے مہیا کردیں۔ جب اُن کا قافلہ مصر سے روانہ ہوا، تو اس وقت یعقوب نے یوسف کی خوش بو کو محسوس کیا اور ان کی اولاد میں جو ان کے پاس موجود تھے ان کے سامنے کہا لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ میں تو یوسف کی خوش بو محسوس کر رہا ہوں اگر تم مجھے بڑھاپے کے سبب کم عقل نہ سمجھو۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اولاد یعقوب

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۵ ح ۷۸ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵۲

نے یوسف کے کرتے کو لے کر تیز تیز سفر طے کرنا شروع کیا وہ خوشی کے مارے پھولے نہیں سما رہے تھے جو انھوں نے یوسف کا حال دیکھا وہ ملک دیکھا تھا جسے اللہ نے انھیں عطا کر دیا تھا اور یوسف کی حکومت واقتدار میں انھیں جو عزت ملی تھی اسے بھی وہ یاد کر رہے تھے اور مصر سے یعقوب علیہ السلام تک پہنچنے کے لیے ۹ دن کا سفر طے کرنا تھا جب بشیر (خوش خبری دینے والا) آیا تو اس نے قمیص کو یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا اس طرح ان کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی اور یعقوب نے ان سے دریافت کیا کہ یامیل کے فرزند کا کیا کیا؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے انھیں ان کے صالح بھائی کے پاس چھوڑ دیا امام علیہ السلام نے فرمایا تو اُس وقت یعقوب نے حمد خدا کی اور ربّ کے لیے شکر کے سجدے کیے ان کی بصارت لوٹ آئی ان کی کمر سیدھی ہوگئی انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم آج ہی کے دن یوسف کی طرف واپس لوٹ چلو وہ سب کے سب یوسف کی طرف روانہ ہوئے اور یعقوب بھی اُن کے ساتھ تھے اور یوسف کی خالہ یامیل بھی تھیں انھوں نے مسرت وشادمانی کے ساتھ نہایت سرعت سے مسافت طے کی اور وہ نو دن میں مصر پہنچ گئے۔ [1]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یعقوب کے مشام میں ابراہیم کے کرتے کی خوش بو اس وقت آ گئی تھی جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تھا اور یعقوب فلسطین میں تھے۔ [2]

کتاب کافی، اکمال، قمّی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے سوال کیا کہ تمھیں معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے جب آگ روشن کی گئی تو اس وقت جبرئیل یہ کرتا لے کر آئے تھے۔ [3]

تفسیر قمّی میں ہے کہ یہ جنت کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا تھا جسے ابراہیم کو پہنایا تھا اس کی وجہ سے اُن پر سردی اور گرمی کا اثر نہیں ہوتا تھا جب اُن کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اس کپڑے کو تعویذ میں قرار دیا اور اسحاق کے گلے میں لٹکا دیا اور اسحاق نے اُسے یعقوب کے گلے میں لٹکایا جب یوسف پیدا ہوئے تو یعقوب نے اسے اُن کے گلے میں لٹکا دیا۔ یوسف نے اس تعویذ کو بازو پر باندھ رکھا تھا جو معاملہ اُن کے ساتھ پیش آنا تھا وہ آ گیا جب اس کپڑے کو یوسف نے مصر میں تعویذ سے نکالا تو یعقوب نے اس کپڑے کی خوش بو کو محسوس کیا اور یعقوب کے قول کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ اور یہی وہ کرتا تھا جو جنت سے آیا تھا۔ امام علیہ السلام سے دریافت کیا گیا میری جان آپ پر فدا ہو فرمایئے اب یہ کرتا کہاں چلا گیا؟ فرمایا اپنے اہل کے پاس وہ ہمارے قائم کے ساتھ ہوگا جب وہ ظہور فرمائیں گے۔ پھر فرمایا ہر نبی علم یا اس کے علاوہ جس شے کا وارث ہوا وہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر منتہی ہوگیا۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۶ ح ۷۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۳ ح ۶۹

(۳) الکافی ج ۱ ص ۲۳۲ ح ۵ و اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۱۴۲ ح ۱۰ و تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵۵-۳۵۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۳ ح ۷۱

قمیؒ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یعقوب فلسطین میں تھے اور قافلہ مصر سے روانہ ہوا تھا اور اس وقت یعقوب نے اس کی خوش بو سونگھ لی تھی اور وہ اس قمیص کی خوش بو تھی جسے جنت سے نازل کیا گیا تھا اور ہم اُس کے وارث ہیں۔[1]

تفسیر عیاشی میں حدیث مرفوع ہے کہ یعقوب نے یوسف کی قمیص کی خوش بو کو محسوس کیا جب کہ وہ دس رات کی مسافت کے فاصلے پر تھے اس وقت یعقوب بیت المقدس میں تھے اور یوسف مصر میں اور یہی وہ کرتا تھا جو ابراہیم علیہ السلام کے لیے جنت سے آیا تھا تو ابراہیمؑ نے اسے اسحاق کو دیا اور اسحاق سے یعقوب تک پہنچا اور یعقوب نے اسے یوسف کو دے دیا۔[2]

کتاب علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس قمیص کو ابراہیم علیہ السلام کے لیے جنت سے اتارا گیا تھا وہ چاندی کی ایک نلکی میں تھا جب اسے پہنا جاتا تھا تو وہ چوڑا اور بڑا ہو جاتا تھا جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو یعقوب ''رملہ'' میں تھے اور یوسف مصر میں۔ جب وہ قمیص کو لے کر روانہ ہوئے تو یعقوب نے کہا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ یعنی میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں کیوں کہ اس قمیص کا تعلق جنت سے تھا۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس قمیص کا تعلق عالم ملکوت اور باطن سے تھا اور وہ بادشاہت کی دنیا آ کر ظاہر ہوگئی اور اس طرح محسوسات میں آ گئی۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۵ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۴ ح ۷۳

(۳) علل الشرائع ص ۵۳ ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۴ ح ۷۲

قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَاۤ اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیۡنَ ﴿۹۷﴾

قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۹۸﴾

۹۷-انھوں نے کہا پدر گرامی! آپ ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لیے دعا طلب کیجیے۔ بے شک ہم ہی خطاکار تھے

۹۸- یعقوب نے کہا عن قریب میں اپنے رب سے تمھارے لیے مغفرت طلب کروں گا یقیناً وہ بڑا بخشنے والا اور بے حد مشفق ہے۔

۹۸- کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے دعا طلب کرنے کے لیے بہترین وقت صبح کا ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جو یعقوب کا قول ہے قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ رَبِّیۡ ؕ اور فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام نے دعا کو وقت سحر تک موخر کیا۔ [۱]

کتاب فقیہ، تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے دعا کو شب جمعہ سحر کے وقت موخر کیا۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے دعا کو وقت سحر تک موخر کردیا اور فرمایا اے میرے پروردگار میرے بیٹوں کی جو خطا ہے اس کا تعلق صرف مجھ سے اور اُن سے ہے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں نے انھیں بخش دیا۔ [۳]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ جب یعقوب کے فرزندوں نے اپنے والد سے کہا یٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَاۤ اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیۡنَ یعقوب نے سوف اَسۡتَغۡفِرُ لکم ربّی کہہ کر طلب مغفرت کو موخر کردیا اور جب برادرانِ یوسف نے، یوسف سے کہا تَاللّٰهِ لَقَدۡ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیۡنَا وَاِنۡ کُنَّا لَخٰطِئِیۡنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ ؕ یَغۡفِرُ اللّٰهُ لَکُمۡ ۫ وَهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۹۲﴾ تو انھوں نے فوراً مغفرت طلب کرلی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اس لیے کہ جوان کا دل بوڑھے سے زیادہ نرم ہوتا ہے اور اولاد یعقوب کی معصیت یوسف کے ساتھ براہِ راست تھی اور ان کا گناہ یعقوب کے ساتھ یوسف کے وسیلے سے تھا، لہٰذا یوسف نے اُن کے لیے اپنے حق سے معافی طلب کرنے میں جلدی کی اور یعقوب علیہ السلام نے مغفرت کی دعا کو موخر کردیا اس لیے کہ وہ دوسرے کے حق کے لیے مغفرت کررہے تھے لہٰذا انھوں نے دعا کو شب جمعہ میں وقتِ سحر تک موخر کردیا۔ [۴]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا برادرانِ یوسف کو نبوت ملی تھی تو امام علیہ السلام نے جواب دیا نہیں اور وہ نیکوکار بھی نہیں تھے اور کس طرح ہوتے جب کہ انھوں نے اپنے باپ یعقوب کے لیے کہا تھا اِنَّكَ لَفِیۡ ضَلٰلِكَ الۡقَدِیۡمِ۔ [۵]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۷۷ ح ۶ (۲) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۱۲۴۰ مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۶۳ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۶ ح ۸۱ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۶ ح ۸۰ (۴) علل الشرائع ص ۵۴ ح ۱ (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۴ ح ۷۴

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾

۹۹- پس جب وہ یوسف کے پاس آئے تو انھوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کنبے والوں سے کہا تشریف لائیے آپ مصر میں انشاء اللہ امن وسکون کے ساتھ رہیں گے۔

۹۹- فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ-

پس جب وہ یوسف کے پاس آئے تو انھوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی

یوسف نے اپنے والد یعقوب اور اپنی والدہ راحیل کو اپنے قریب بلا لیا سینے سے لگایا جیسا کہ امام باقر علیہ السلام سے مروی روایت میں تاویلِ خواب کے بارے میں سورے کے آغاز میں بیان کیا جا چکا ہے۔ [۱]

یا یہ کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنی خالہ یامیل کو اپنی قربت عطا کی جیسا کہ روایت عیاشی میں بیان کیا جا چکا اس لیے کہ وہی یامیل تھیں جو اُن کے ساتھ مصر گئی تھیں۔ [۲]

اور جب روایت میں یہ آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنی خالہ کو تخت شاہی پر بٹھایا تو اگر یہ روایت درست مان لی جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ "یامیل ماں کی منزلت رکھتی تھیں جس طرح چچا کو باپ کہا گیا ہے ارشادِ باری ہے۔ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اور آپ کے آباء ابراہیم واسماعیل کے معبود۔ (بقرہ: ۱۳۳)

اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ یامیل نے یوسف کی ماں کے بعد یوسف کی پرورش کی تھی اور پالنے والی کو بھی ماں کہا جاتا ہے۔ [۳]

وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ -

اور یوسف نے اپنے کنبے والوں سے کہا تشریف لائیے ان شاء اللہ آپ مصر میں امن وسکون کے ساتھ رہیں گے

وہ لوگ مصر میں داخل ہونے سے پہلے یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس لیے کہ یوسف نے اُن کا استقبال کیا تھا اور وہاں پر یوسف ان کے لیے ایک گھر یا خیمہ میں اترے ہوئے تھے جب وہ سب لوگ داخل ہوئے تو اس وقت یوسف نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف کے پاس تشریف لائے تو بادشاہی تمکنت کی وجہ سے اُن کی طرف اتر کر نہیں آئے جبرئیل امین یوسف کی طرف نازل

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۳۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۶ حدیث ۶۱ کے ذیل میں

(۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۶۴ وانوار التنزیل ج ۱ ص ۵۰۸

ہوئے اور اُن سے کہا اے یوسف اپنی ہتھیلی کو پھیلاؤ (کھولو) تو اس سے ایک نورِ ساطع (چمک دار) نکلا اور آسمان کی فضاؤں میں چلا گیا یوسف نے دریافت کیا اے جبرئیل یہ نور کیا تھا جو میری ہتھیلی سے نکلا تھا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ نبوت تمھاری اولاد میں سے بطورِ سزا چھین لی گئی اس لیے کہ تم اپنے والد اور بزرگ یعقوب علیہ السلام کے لیے اپنی جگہ سے نیچے نہیں آئے لہٰذا تمھاری نسل میں کوئی نبی نہیں ہوگا۔[۱]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یوسف یعقوب سے ملے تو یعقوب اُن کے لیے سواری سے اتر آئے لیکن یوسف اُن کے لیے سواری سے نہیں اترے ابھی ان کا معانقہ بھی ختم نہ ہوا تھا کہ جبرئیل تشریف لے آئے اور یوسف سے کہا انتہائی راست باز (سچے) یعقوب تو تمھارے لیے سواری سے اترے لیکن تم اُن کے لیے نہیں اترے ذرا اپنا ہاتھ پھیلاؤ اور پھر وہ بیان ہے جو کافی کی روایت میں ہے۔[۲]

اور دوسری روایت میں ہے کہ یوسف نے یعقوب کے لیے سواری سے اترنا چاہا لیکن جب اپنی بادشاہت کی ذمہ داریوں پر نظر کی تو ایسا نہیں کیا۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے کہ جب یعقوب، ان کے اہل وعیال اور اُن کی اولاد مصر میں پہنچی تو یوسف تخت شاہ پر براجمان ہوئے اور انھوں نے تاجِ شاہی کو سر پر رکھا اور انھوں نے سوچا کہ ان کے والد انھیں اس حالت میں دیکھ لیں تو جب اُن کے والد وہاں تشریف لائے تو یوسف اُن کی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے اور سب کے سب یوسف کے سامنے سجدے میں جھک گئے۔[۴]

امام ہادی علیہ السلام سے مروی ہے جبرئیل امین کا یوسف کی انگلیوں کے درمیان سے نورِ نبوت کا نکالنا اور اُن کے صلب سے اُسے مٹانا اور نبوت کو اُن کے بھائی لاوی کی نسل میں قرار دینا اس لیے تھا کہ اس نے اپنے بھائیوں کو یوسف کے قتل سے روکا تھا اور اس لیے بھی کہ اُس نے کہا تھا "لن ابرح الارض"۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل پر اس کی قدردانی کی اور انبیائے بنی اسرائیل کو اسی کی اولاد سے آگے بڑھایا اور موسیٰ علیہ السلام اسی کی نسل سے تھے ان کا شجرہ یہ ہے موسیٰ بن عمران بن یصھر بن واہث بن لاوی بن یعقوب۔[۵]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۱۲۔۳۱۱ ح ۱۵ (۲۔۳) علل الشرائع ص ۵۵ ح ۱

(۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵۶ (۵) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵۷۔۳۵۶

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

۱۰۰- اور یوسف نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب اُن کے سامنے سجدہ میں گر پڑے یوسف نے کہا بابا جان یہی میرے اس خواب کی تعبیر ہے جسے میں نے پہلے دیکھا تھا میرے ربّ نے اسے سچ کر دکھایا، اس نے مجھ پر احسان کیا جب مجھے قید خانے سے باہر نکالا اور آپ لوگوں کو دیہات سے یہاں لے آیا جب کہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد پیدا کر چکا تھا بلاشبہ میرا ربّ جو چاہتا ہے اسے نہایت لطیف پیرائے میں انجام دیتا ہے بے شک وہ بڑا واقف کار اور صاحبِ حکمت ہے۔

۱۰۰- وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ -

اور یوسف نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب یوسف کے سامنے سجدے میں گر پڑے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آیت میں لفظ ''عرش'' سے مراد تخت ہے اور اُن لوگوں کا سجدہ اللہ کی عبادت کے لیے تھا۔[1]

وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ -

اور یوسف نے کہا بابا جان یہی میرے اس خواب کی تعبیر ہے جسے میں نے پہلے دیکھا تھا یعنی بچپن میں دیکھا تھا

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ -

جسے میرے ربّ نے سچ ثابت کر دکھایا

تفسیر عیاشی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ یعقوب اپنی کتنی اولاد کے ساتھ یوسف کے پاس آئے تھے امام علیہ السلام نے فرمایا اپنے گیارہ بیٹوں کے ساتھ سوال کیا گیا کیا ان بیٹوں کو ''اسباط'' کہا جاتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔[2]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے جب وہ بادشاہ کے گھر میں یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یوسف نے اپنے والد کو گلے لگایا اور رونے لگے اور یعقوب اور اپنی خالہ کو تخت پر بٹھایا پھر گھر کے اندر گئے تیل اور سرمہ لگایا اور لباس فاخرہ شاہی لباس زیب تن کیا پھر ان کے لیے برآمد ہوئے جب بھائیوں نے یوسف کو دیکھا تو ان کی

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۷ ح ۸۵ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۷ ح ۸۴

تعظیم اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے وہ سب کے سب سجدے میں گر پڑے تو اس وقت یوسف نے کہا (یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ) امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان بیس سالوں کے دوران نہ تو یوسف نے بالوں میں تیل لگایا نہ ہی سرمہ لگایا اور نہ ہی کوئی خوش بو لگائی نہ اس دوران وہ مسکرائے اور نہ ہی عورتوں کو چھوا یہاں تک کہ خداوند عالم نے انھیں یعقوب علیہ السلام سے ملا دیا اور یوسف کو یعقوب اور اُن کے بھائیوں کے ساتھ یکجا کر دیا۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں بھی اسی جیسی روایت موجود ہے۔ [۲]

میں (فیض کاشانی) یہ کہتا ہوں عورتوں کو مس نہ کرنے سے مراد انھیں لذت اور شہوت کی نظر سے مس کرنا ہے لہٰذا اس سابقہ روایت سے تعارض نہیں ہے جس میں یہ آیا ہے کہ ان کا ایک بیٹا تھا جو اُن کے سامنے انار سے کھیل رہا تھا جب ان کے بھائیوں نے یوسف سے جھگڑا کیا تھا۔ [۳]

ہوسکتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے عورتوں کو اس لیے مس کیا، تا کہ ان کے اولاد کی تسبیح سے زمین بوجھل ہو جیسا کہ ان کے بھائی کی معذرت میں ایسی ہی روایت پہلے گزر چکی ہے۔ [۴]

تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب وہ لوگ یوسف کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے یوسف کو دیکھ صرف اللہ کو سجدہ کیا جو شکر کا سجدہ تھا اور وہ سجدے اللہ کے لیے تھے۔ [۵]

امام ہادی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا یعقوب اور اولاد یعقوب کے سجدے کے بارے میں جو انھوں نے یوسف کو کیا تھا درآں حالے کہ ان کا تعلق نبوت سے تھا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یعقوب اور اُن کی اولاد کا سجدہ یوسف کے لیے نہیں تھا بلکہ یعقوب اور اُن کی اولاد نے جو سجدے کیے تھے وہ اللہ کی اطاعت اور یوسف کی تعظیم کے لیے تھے جس طرح فرشتوں کے سجدے آدم علیہ السلام کے لیے تھے، جو سجدے فرشتوں نے کیے تھے وہ اللہ کی اطاعت اور آدم کی تعظیم کی خاطر تھے لہٰذا یعقوب اور اُن کی اولاد نے جو سجدے کیے تھے وہ شکر خدا کے طور پر کیے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ یوسف اس وقت بطورِ شکر یہ کہہ رہے تھے رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ پروردگار تو نے مجھے اقتدار عطا کیا ہے۔ [۶]

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ ۔

اور اس نے مجھ پر احسان کیا ہے جب مجھے قید خانے سے باہر نکالا

حضرت یوسف نے کنویں کا لفظ استعمال نہیں کیا تا کہ ان بھائیوں کے لیے کسی قسم کی ملامت نہ ہو۔

وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ ۔

اور آپ لوگوں کو دیہات سے لے آیا

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۷ ح ۸۳ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۶۴ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۷ ح ۵۶
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۴۔۱۸۳ ح ۴۵ (۵۔۶) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۵۶

بَدۡوِ سے مراد ہے بادیہ دیہات، گاؤں اس لیے کہ یہ لوگ چوپایوں کو پالتے تھے، دیہات میں رہتے تھے اور جہاں پانی اور سبزہ ہوتا تھا وہاں منتقل ہو جایا کرتے تھے۔

مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّيۡطٰنُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَ اِخۡوَتِىۡ ؕ-

جب کہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد پیدا کر چکا تھا

اِنَّ رَبِّىۡ لَطِيۡفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ-

میرا ربّ جو چاہتا ہے اسے نہایت لطیف انداز میں انجام دیتا ہے

وہ جس طرح چاہتا ہے بندوں کے لیے تدبیریں کرتا ہے ان کے لیے دشواریوں کو آسانیوں میں بدل دیتا ہے اور اُن پر اپنا لطف و کرم کرتا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِيۡمُ -

وہ اپنی مصلحتوں اور تدبیروں سے بخوبی آشنا ہے

الۡحَكِيۡمُ- ایسا صاحبِ حکمت ہے جو ہر شے کو اس کے مقررہ وقت پر انجام دیتا ہے

اور اس طرح انجام دیتا ہے جو اُس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے۔

تفسیر قمیؔ میں امام ہادی علیہ السلام سے مروی ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف سے کہا کہ ذرا بتاؤ تو سہی کہ تمھارے بھائیوں نے میرے پاس سے لے جانے کے بعد تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا؟

یوسف نے کہا ابا جان آپ اس سلسلے میں میری معذرت قبول فرمائیے یعقوب نے کچھ تو بتاؤ یوسف نے کہا کہ جب وہ مجھے کنویں کے قریب لے گئے تو انھوں نے کہا کہ اپنا کرتا اتار کر ہمیں دے دو میں نے اُن سے کہا اے میرے بھائیو! خدا کا خوف کرو، مجھے عریاں نہ کرو انھوں نے مجھ پر چھری نکال لی اور کہا اگر تم نے کرتا نہیں اتارا تو ہم تمھیں ذبح کر دیں گے میں نے کرتا اتار دیا انھوں نے مجھے اسی حالت میں کنویں میں ڈال دیا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یعقوب نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے جب افاقہ ہوا تو کہا میرے بیٹے بیان کرو یوسف نے کہا بابا جان میں آپ کو واسطہ دیتا ہوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے معبود کا کہ آپ مجھے اس سے معاف رکھیے اس طرح انھوں نے ان کی معذرت قبول کر لی۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا آپ مجھ سے میرے بھائیوں کے برتاؤ کے بارے میں دریافت نہ کریں البتہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر کرم اور عنایت کی ہے اس بارے میں دریافت کیجیے۔[3]

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۵۷ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۱۶۵ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۸ ح ۸۶ (۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۶۵

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (۱۰۱)

۱۰۱۔اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اقتدار سے نوازا مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے تو دنیا اور آخرت دونوں میں میرا سرپرست ہے تو اسلام پر میرا خاتمہ کر اور مجھے صالح افراد سے ملا دے۔

۱۰۱۔رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ۔

اے میرے پروردگار تو نے ممالک میں سے ملک مصر کا اقتدار مجھے عطا کیا ہے

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس روایت میں حضرت یوسف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے یوسف کے لیے جو امر طے پایا وہ یہ تھا کہ وہ بادشاہ کی سلطنت اور اس کے گرد زمین کی حکومت کو سنبھالیں۔ [۱]

کتاب خصال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سوائے چار افراد کے انبیاء کو بادشاہ بنا کر زمین میں مبعوث نہیں کیا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا جہاں تک یوسف کا تعلق ہے تو وہ مصر اور بیابان کے بادشاہ بنے اور ان کی بادشاہت اس سے آگے نہیں بڑھی۔ [۲]

وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِۚ۔

اور تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا

کچھ خوابوں کی تعبیر کا علم

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۫۔

اے آسمان و زمین کے ایجاد کرنے والے

اَنْتَ وَلِیّٖ۔

تو ہی میرا ناصر اور میرے امر کا سرپرست ہے

فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ۔

دنیا اور آخرت میں، تُو دونوں جہانوں میں نعمتوں کا والی ہے اور تو ہی فانی ملک کو باقی رہنے والے ملک سے ملا دیتا ہے

(۱) الکافی ج ۵ ص ۷۰ حدیث ۱ کے ذیل میں (۲) الخصال ص ۲۴۸ ح ۱۱۰

تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ۔

تو اسلام پر میرا خاتمہ کر اور مجھے صالح افراد سے ملا دے۔ رتبے اور کرامت میں

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام اپنے والد سے وہ اپنے جد سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ یعقوب بن اسحاق ایک سو چالیس سال زندہ رہے اور یوسف بن یعقوب کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یوسف جب قید خانے میں گئے تو اس وقت وہ بارہ سال کے تھے اور انھوں نے وہاں اٹھارہ سال گزارے اور قید خانے سے باہر آ کر اسّی سال زندہ رہے تو اس طرح ان کی عمر ایک سو دس سال بنتی ہے۔ [۲]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کے ساتھ مصر میں کتنے عرصے تک زندہ رہے امام علیہ السلام نے جواب مرحمت فرمایا دو سال تو پھر پوچھا گیا اس وقت زمین میں حجت خدا کون تھا یعقوب یا یوسف؟ امام علیہ السلام نے فرمایا یعقوب اللہ کی حجت تھے اور یوسف بادشاہ تھے۔ جب یعقوب کا انتقال ہوا تو یوسف انھیں مصر سے ایک تابوت میں رکھ کر شام لے گئے اور بیت المقدس میں انھیں دفن کر دیا تو یوسف، یعقوب کے بعد حجت قرار پائے پھر سوال کیا گیا کہ کیا یوسف رسول و نبی تھے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا وَ لَقَدۡ جَآءَکُمۡ یُوۡسُفُ مِنۡ قَبۡلُ بِالۡبَیِّنٰتِ (غافر: ۳۴) اس سے پہلے یوسف تمھاری جانب دلائل اور معجزات لے کر آئے تھے۔ [۳]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔ [۴]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے موسیٰ بن عمران کی طرف وحی کی کہ یوسف کی ہڈیوں کو مصر سے نکال کر لے جائیں تو انھوں نے یوسف کی ہڈیوں کو نیل کے کناروں سے نکالا اور وہ سنگِ مرمر کے صندوق میں تھیں وہ اسے اٹھا کر شام کی طرف لے گئے اسی لیے اہلِ کتاب اپنے مردوں کو اٹھا کر شام لے جاتے ہیں اور وہ یوسف بن یعقوب تھے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان یوسف کے علاوہ کسی اور یوسف کا ذکر نہیں کیا ہے۔ [۵]

کتاب علل الشرائع میں ہے کہ زلیخا نے یوسف سے ملنے کی اجازت طلب کی تو زلیخا سے کہا گیا کہ جو کچھ سابق میں ہو چکا ہے اس بنیاد پر ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ تمھیں یوسف کے سامنے لے جائیں، زلیخا نے کہا کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے مجھے اُس سے کسی قسم کا خوف نہیں ہے جب زلیخا یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئی تو یوسف نے اسے دیکھ کر کہا اے زلیخا یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں تمھاری رنگت بدل چکی ہے تو زلیخا نے کہا تمام حمد اس اللہ کے لیے سزاوار ہے جس

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۵۲۴۔ ۵۲۳ ح ۳ (۲۔۳) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۶۶

(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۸ ح ۸۷ (۵) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۲۴۔ ۱۲۳ ح ۵۹۴

نے بادشاہوں کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے غلام بنا دیا اور غلاموں کو ان کی اطاعت کی بنیاد پر بادشاہت عطا کردی۔ یوسف نے دریافت کیا تم سے جو حرکت سرزد ہوئی اس کا سبب کیا تھا؟ زلیخا نے جواب دیا اے یوسف تمھاری خوب صورتی، یوسف نے کہا اس وقت تمھاری کیا کیفیت ہوگی اگر تم ایک نبی کو دیکھ لو جن کا نام محمدؐ ہے جو آخری زمانے میں تشریف لائیں گے جو صورت اور سیرت کے اعتبار سے مجھ سے بھی زیادہ حسین وجمیل ہیں اور مجھ سے زیادہ نرم دل اور سخی وفیاض ہیں۔ زلیخا نے کہا یوسف آپ نے سچ کہا۔ یوسف نے پوچھا تمھیں کیسے پتا چلا کہ میں نے سچ کہا ہے۔ زلیخا نے جواب دیا اس لیے کہ جب آپ نے اُن کا ذکر کیا تو ان کی محبت میرے دل میں جاگزیں ہوگئی اس وقت اللہ تعالیٰ نے یوسف کی طرف وحی کی کہ زلیخا نے سچ کہا ہے اور میں نے زلیخا کو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے کی وجہ سے پسندیدہ قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے یوسف کو حکم دیا کہ وہ زلیخا سے شادی کرلیں۔ [1]

تفسیر قمیؒ میں امام ہادی علیہ السلام سے مروی ہے کہ قحط سالی کے دوران جب عزیز مصر کا انتقال ہوگیا تو عزیز کی بیوی محتاج ہوگئی یہاں تک کہ اسے دستِ سوال دراز کرنا پڑا لوگوں نے اس سے کہا کاش تم عزیز کے انتظار میں بیٹھ جاتیں، یوسف عزیز کے نام سے پکارے جاتے تھے اور مصر کے تمام بادشاہوں کو عزیز کہا جاتا تھا۔ زلیخا نے کہا مجھے یوسف کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہے لوگ اسے آمادہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اُن کے انتظار میں بیٹھ گئی یوسف اپنے جلوس کے ساتھ گزرے وہ کھڑی ہوئی اور اُن کی طرف دیکھ کر کہا سُبْحَانَ الَّذِيْ جَعَلَ الْمُلُوْكَ بِالْمَعْصِيَةِ عَبِيْدًا وَجَعَلَ الْعَبِيْدَ بِالطَّاعَةِ مُلُوْكًا پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو اُن کی معصیت کے سبب غلام بنا دیا اور غلاموں کو ان اطاعت کی وجہ سے بادشاہت عطا کردی۔ یوسف نے اس سے کہا کیا تم ہو؟ اس نے جواب دیا ہاں اور اس کا نام زلیخا تھا، یوسف نے اس سے دریافت کیا، کیا تم مجھے پسند کرتی ہو؟ زلیخا بولی چھوڑو مجھ سے اس وقت پوچھ رہے ہو جب میں بوڑھی ہوچکی ہوں، کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ یوسف نے کہا نہیں، اس نے کہا ہاں، یوسف نے حکم دیا اسے یوسف کے گھر پہنچا دیا گیا اور وہ بوڑھی ہوچکی تھی یوسف نے اس سے کہا کیا تم نے میرے ساتھ یہ یہ نہیں کیا زلیخا بولی آپ مجھے ملامت نہ کریں تین باتوں میں میرا امتحان لیا گیا اور ایسا امتحان کسی کا نہیں لیا گیا۔ یوسف نے دریافت کیا وہ امتحان کیا تھا؟ زلیخا نے کہا مجھ سے تمھاری محبت کا امتحان لیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تمھاری نظیر پیدا نہیں کی اور دوسری آزمائش یہ تھی کہ مصر میں مجھ سے زیادہ خوب صورت کوئی عورت نہیں اور نہ ہی کسی کے پاس مجھ سے زیادہ دولت تھی یہ مجھ سے چھین لی گئی اور تیسری آزمائش یہ تھی کہ میری شادی ایسے شخص کے ساتھ ہوئی تھی جو نامرد تھا۔ یوسف نے اُس سے کہا تم اب کیا چاہتی ہو؟ زلیخا نے جواب دیا آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میری جوانی پلٹا دے یوسف نے اللہ سے دعا طلب کی اللہ نے زلیخا کی جوانی کو پلٹا دیا اور جب یوسف نے زلیخا سے شادی کی تو وہ پاکیزہ عورت تھی۔ [2]

---

(۱) علل الشرائع ص ۵۵ ح ۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۷

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾

وَ مَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۲-اے نبی یہ غیب کی باتیں تھیں جو ہم آپ کو وحی کے ذریعے بتلا رہے ہیں۔ آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھے جب برادرانِ یوسف اپنے مقصد کے لیے پُرعزم تھے اور سازشیں کر رہے تھے۔

۱۰۳-آپ کتنی ہی خواہش کیوں نہ کریں لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں۔

۱۰۴-اے نبی آپ ان سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر طلب نہیں کرتے یہ قرآن تو عالمین کے لیے ایک طرح کی نصیحت ہے۔

۱۰۵-آسمانوں اور زمین میں بیشتر ایسی نشانیاں ہیں یہ لوگ جن کے پاس سے بے اعتنائی کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

۱۰۶-ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان لاتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

۱۰۲-ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ-

یہ غیب کی باتیں تھیں جو اے محمدؐ ہم آپ کو بذریعہ وحی بتلا رہے ہیں

وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ-

آپ اس وقت یوسف کے بھائیوں کے پاس موجود نہیں تھے

اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ-

جب برادرانِ یوسف اپنے مقصد کے لیے پُرعزم تھے

وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ-

اور وہ سازشیں کر رہے تھے

آپ کو ان تمام باتوں کا علم وحی کے ذریعے سے ہوا ہے۔

۱۰۳-وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ -

آپ کتنی ہی خواہش کیوں نہ کریں لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں

آپ ان لوگوں کو باایمان بنانے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں اور ان کے سامنے بے شمار نشانیاں اور معجزات ظاہر کیوں نہ کردیں لیکن ان لوگوں کی اکثریت اپنے بغض وعناد اور کفر پر اصرار کے سبب ایمان لانے والی نہیں ہے۔

۱۰۴-وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ -

اور اے نبی آپ ان سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر طلب نہیں کرتے

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ -

یہ قرآن تو بالعموم عالمین کے لیے ایک طرح کی نصیحت ہے، موعظت ہے

۱۰۵-وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ -

اور آسمانوں اور زمین میں بہتیری ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ کی حکمت اس کی قدرت اور اس کی کاریگری پر دلالت کرتی ہیں۔

يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا -

وہ جن کے پاس سے گزرتے ہیں اور اُن کا مشاہدہ کرتے ہیں

وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ -

وہ اُن سے روگردانی کرتے ہیں نہ اُن میں تفکر کرتے ہیں اور نہ ہی غور وخوض سے کام لیتے ہیں

۱۰۶-وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ -

ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان لاتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ اطاعت میں اور اسباب پر نظر کرنے میں دوسروں کو شریک گردانتے ہیں

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اور قمیؔ اور عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد اطاعت میں شرک ہے، عبادت میں شرک نہیں ہے۔[1]

قمیؔ اور عیاشی نے یہ اضافہ کیا یہ لوگ جن معصیتوں کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اطاعت میں شرک ہے اس لیے کہ نافرمانیاں کرتے ہوئے انھوں نے شیطان کی اطاعت کی تو اس طرح اللہ کی اطاعت میں انھوں نے غیر اللہ کی اطاعت کو شریک بنالیا اور عبادت میں شرک نہیں کیا یعنی انھوں نے غیر اللہ کی عبادت نہیں کی۔[2]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۹۷ ح ۴ وتفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۵۸ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۹ ح ۹۳

(۲) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۵۸ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۰ ح ۹۸

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شیطان کی اس طرح اطاعت کرتا ہے کہ اسے پتا بھی نہیں چلتا لہٰذا وہ شرک کرتا ہے۔ [۱]

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ناموں میں الحاد (شرک) کرتے ہیں اور انھیں اس کا علم بھی نہیں ہوتا لہٰذا انھیں نامناسب اور غیر موزوں جگہوں پر رکھ دیتے ہیں۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کوئی شخص کہتا ہے لولا فلان لھلکت اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو میں ہلاک ہوجاتا ولولا فلان لاصبت کذا و کذا اور اگر فلاں نہ ہوتا تو مجھے یہ اور یہ مل جاتا ولولا فلانٌ لَضَاعَ عیالی اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو میرے عیال برباد ہوجاتے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس نے کسی کو اللہ کا اس کے اقتدار میں شریک بنا لیا جو اسے رزق دیتا ہے اور اس سے بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ کہا گیا وہ یہ کہے کہ اگر اللہ فلاں شخص کے ذریعے مجھ پر احسان نہ کرتا تو میں ہلاک ہوجاتا امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ [۳]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اسی ذیل میں انسان کا یہ قول آتا ہے لاوحیاتك ایسا نہیں ہے تمھاری زندگی کی قسم۔ [۴]

دونوں اماموں امام باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے نعمتوں کا شرک مراد ہے۔ [۵]

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایسا شرک کفر جس تک نہ پہنچے۔ [۶]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۹۷ ح ۳
(۲) التوحید ص ۳۲۴ ح ۱
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۰ ح ۹۶
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۹ ح ۹۰
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۰ ح ۹۷
(۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹۹ ح ۹۲

اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۰۷

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۸

۱۰۷-کیا یہ لوگ اس بات سے مطمئن ہو گئے کہ ان پر اللہ کا عذاب آ کر چھا جائے یا اُن پر اچانک قیامت آ جائے اور انھیں خبر تک نہ ہو۔

۱۰۸-اے نبی فرما دیجیے یہ میرا راستہ ہے میں اور میرے پیروکار اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتے ہیں اور اللہ کی ذات ہر برائی سے پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

۱۰۷-اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ-

کیا یہ لوگ اس بات سے مطمئن ہو گئے کہ ان پر اللہ کا عذاب آ کر انھیں گھیر لے اور ان پر چھا جائے

اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً-

یا بغیر کسی سابقہ علامت کے ان پر اچانک قیامت آ جائے

وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ-

اور اس کے آنے کا انھیں پتا تک نہ چلے اور وہ اس کے لیے تیار نہ ہوں

۱۰۸-قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ-

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے یعنی توحید کی دعوت اور قیامت کے لیے تیار کرنا

اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ-

اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں

عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ-

بصیرت کے ساتھ میں اور میرے پیروکار

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام اور ان دونوں کے بعد آنے والے اوصیاء علیہم السلام ہیں۔[1]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ علی علیہ السلام نے پیغمبر کا اتباع کیا۔[2]

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۲۵ ح ۲۶ (۲) تفسیر نور الثقلین ج ۲ ص ۴۷۶ ح ۲۴۰

امام جواد علیہ السلام سے مروی ہے جب اُن کی کم سنی کی بنیاد پر لوگوں نے آپ کو ماننے سے انکار کردیا تو آپ نے فرمایا تم کیسے انکار کررہے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مخاطب ہوکر فرمایا ہے "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ" خدا کی قسم ان کا اتباع سوائے علیؑ کے کسی اور نے نہیں کیا اس وقت اُن کی عمر ۹ سال کی تھی اور میں بھی نو سال کا ہوں۔ [1]

(نوٹ از مترجم: یعنی جب دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر آنحضرتؐ نے اپنے اہلِ خاندان کو دین کی دعوت دی اور نصرت کے لیے کہا تو سوائے علیؑ کے کسی اور نے لبیک نہیں کہی اس وقت علیؑ کی عمر ۹ سال تھی)

تفسیر قمیؒ اور تفسیر عیاشی میں جو بیان کیا گیا ہے وہ ان روایات سے قریب ہے۔ [2]

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ ۔

اور اللہ کی ذات ہر برائی سے پاک ہے میں اس کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے "سبحان اللہ" کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا اَنِفَةٌ لِلّٰهِ شانِ بے نیازی اللہ کے لیے زیبا ہے۔ [3]

کیا تم نے نہیں دیکھا جب کسی شخص کو کسی چیز پر تعجب ہوتا ہے یا وہ شے پسند آتی ہے تو کہتا ہے سُبحان اللہ

اور دوسری روایت میں ہے کہ امام علیہ السلام نے سبحان کا یہ مفہوم بتلایا کہ تَنْزِيْهٌ پاکیزگی، عیب سے دوری اور پرہیزگاری۔ [4]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۰ ح ۱۰۰ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۸ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۱ ح ۱۰۱

(۳۔۴) الکافی ج ۱ ص ۱۱۸ ح ۱۰ و ۱۱ باب معانی الاسماء

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی ؕ اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ وَ لَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾

حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا جَآءَهُمۡ نَصۡرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنۡ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۱۰﴾

۱۰۹- اے محمدؐ ہم نے آپ سے پہلے جن پیغمبروں کو بھیجا تھا وہ سب انسان تھے اور انھی بستیوں کے رہنے والے تھے اور انھی کی طرف ہم وحی بھیجتے رہے ہیں۔ کیا وہ زمین میں سیر نہیں کرتے کہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے والے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟ اور آخرت کا گھر صرف صاحبانِ تقویٰ کے لیے بہترین ہے تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟

۱۱۰- یہاں تک کہ جب مرسلین لوگوں سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا پیغمبروں کے لیے ہماری کمک پہنچ گئی اس کے بعد ہم نے جسے چاہا اسے نجات دی اور ہمارا عذاب گنہ گار لوگوں سے ٹالا نہیں جاسکتا۔

۱۰۹- وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا۔

یہ دراصل رد ہے ان کے قول کا جو یہ کہتے ہیں کہ لَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِكَةً اگر تمھارا ربّ چاہتا تو فرشتے بھیج دیتا اور یہ اللہ کے قول لَوۡ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِكَةً اگر ہمارا ربّ چاہتا تو فرشتوں کو نازل کر دیتا (سورۃ فصلت: ۱۴) سے اقتباس ہے۔

نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ۔

انھی کی طرف ہم وحی بھیجتے رہے ہیں جس طرح ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے اور اسی وحی کی وجہ سے وہ دوسرے افراد سے جو ان کے علاوہ ہیں ممتاز قرار پاتے ہیں۔

مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی ؕ۔

جو انھی بستیوں کے رہنے والے تھے۔ بستیوں کے رہنے والے صحرا میں رہنے والوں سے زیادہ اَعلم اور دانا تھے۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اور ہم نے آپ سے پہلے جن لوگوں کو مخلوقات کی طرف بھیجا تھا

اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی ؕ وہ سب کے سب انسان تھے اور انھی بستیوں کے باشندے تھے اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ اس نے زمین کی طرف فرشتوں کو مبعوث نہیں کیا تا کہ وہ ائمہ اور حکمران ہوں بلکہ فرشتوں کو رسولوں کی جانب مبعوث کیا گیا تھا۔[۱]

اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ – کیا وہ زمین میں سیر نہیں کرتے؟ ارض سے مراد سرزمینِ قرآن ہے

فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ –

کہ دیکھ لیتے کہ اُن سے پہلے والے لوگوں کا انجام کیا ہوا جو رسولوں اور معجزات کو جھٹلاتے تھے تا کہ اے نبی وہ آپ کو جھٹلانے سے پرہیز کریں اور وہ لوگ جو دنیا پر فریفتہ ہیں اور اس پر مرے جا رہے ہیں وہ اس کی محبت سے باز آ جائیں اور اس سے دل نہ لگائیں۔

وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا ؕ –

اور یقیناً آخرت کا گھر صاحبانِ تقویٰ کے لیے بہترین گھر ہے

جو لوگ شرک اور نافرمانیوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ –

تم اپنی عقل سے کام کیوں نہیں لیتے کہ جان لیتے کہ آخرت کا گھر بہترین گھر ہے۔

۱۱۰– حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ –

یہاں تک کہ جب مرسلین لوگوں سے مایوس ہو گئے

انتہائے کلام محذوف ہے جس پر کلام دلالت کرتا ہے گویا کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ ہماری کمک اُن کے لیے تاخیر سے آئی ہے جس طرح ہم نے اس امت کے لیے اپنی نصرت میں تاخیر کی ہے یہاں تک کہ وہ سب نصرت سے مایوس ہو گئے اسی طرح مرسلین لوگوں سے مایوس ہو گئے۔

وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ کُذِبُوۡا –

اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا

جو انھوں نے قوم سے عذاب کے اور ان کے خلاف نصرت کے بارے میں کیا تھا۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جن کی طرف رسولوں کو مبعوث کیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ رسولوں نے ان سے جھوٹ کہا تھا جو انھیں اللہ کی نصرت کے بارے میں بتلایا تھا۔[۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ کُذِبُوۡا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولوں نے یہ سمجھا کہ شیاطین ان کے لیے ملائکہ کی صورتوں میں متمثل ہو کر آ گئے۔[۳]

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ا ص ۲۷۰ ح ا (۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۱۳ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۱ ح ۱۰۲

جَآءَهُمۡ نَصۡرُنَا ۙ۔

کافروں پر عذاب نازل کرنے کی صورت میں ہماری مدد اُن تک آ گئی

فَنُجِّیَ مَنۡ نَّشَآءُ ؕ۔

جب عذاب نازل ہو رہا ہو تو اس وقت ہم جسے چاہتے ہیں عذاب سے نجات دے دیتے ہیں اور وہ مومنین ہیں ہم نے جنھیں عذاب سے نجات دی ہے۔

وَلَا یُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ۔

اور ہمارا عذاب جب نازل ہو رہا ہو تو اسے مجرموں سے ٹالا نہیں جاسکتا کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے جب مامون نے امام علیہ السلام سے عصمتِ انبیاء کے بارے میں سوال کیا تھا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ جب مرسلین قوم سے مایوس ہوگئے اور اُن کی قوم نے یہ سمجھ لیا کہ رسولوں نے ان سے جھوٹ کہا ہے تو اس وقت رسولوں تک ہماری نصرت پہنچ گئی۔ [۱]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ نے انھیں اُن کے نفوس کے سپرد کردیا تو وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ شیاطین ملائکہ کی صورت میں اُن کے لیے مجسم ہو کر آ گئے۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ نے انھیں جب اُن کے نفوس کے سپرد کیا تھا وہ عرصہ پلک جھپکنے سے بھی کم تھا۔ [۳]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہ کس طرح مخفی نہیں رہا کہ شیطان جس کے ذریعے طعن و تشنیع کرتا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بندے کو رسول بناتا ہے تو اس پر تسکین اور وقار کو نازل کرتا ہے اور وہ اللہ کی جانب سے اس طرح نازل ہوتی ہے جیسے وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ [۴]

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۰۲ ح ۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۸

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۱ ح ۱۰۳ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۱ ح ۱۰۶

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ع ۱۲ / ۷

۱۱۱-اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے واقعات میں صاحبانِ عقل کے لیے عبرت کا سامان ہے یہ قرآن گھڑا ہوا افسانہ نہیں بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں آئی ہوئی ہیں یہ انھیں کی تصدیق کرتی ہے اور ہر شے کی تفصیل ہے اور صاحبانِ ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

۱۱۱- لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ -

انبیاء اور اُن کی امتوں کے قصوں میں

عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ -

کامل عقل رکھنے والوں کے سامانِ عبرت ہے

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى -

یہ قرآن گھڑا ہوا افسانہ نہیں

وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ -

لیکن یہ ان خدائی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو قرآن سے پہلے نازل ہوئی ہیں

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ قرآن کتب انبیا کی تصدیق کرتا ہے۔

وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ -

اور دین میں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس کی تفصیل بیان کرتا ہے

وَّهُدًى -

اور گمراہی سے ہدایت ہے

وَّرَحْمَةً -

اور رحمت ہے جس کے ذریعے دونوں جہانوں کے خیر تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ -

صاحبانِ ایمان کے لیے جو قرآن کی تصدیق کرتے ہیں۔

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورہ یوسف ہر روز

یا ہر شب پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جب قیامت کے دن مبعوث کرے گا تو اس کا جمال، جمالِ یوسف کے مانند ہوگا اور روزِ قیامت کا خوف اس تک نہیں پہنچے گا اور وہ اللہ کے صالح بندوں میں پسندیدہ ہوگا۔ [۱]

عیاشی نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ سورۂ یوسف پڑھنے والا دنیا میں نہ زانی ہوگا اور نہ ہی فحاشی کا ارتکاب کرے گا۔ [۲]

کتاب ثواب الاعمال میں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا یہ سورہ توریت میں لکھا ہوا ہے۔ [۳]

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اپنی عورتوں کو سورۂ یوسف کی تعلیم نہ دو اور نہ یہ سورہ ان کے سامنے پڑھو کیوں کہ اس سورے میں آزمائشیں ہیں البتہ انھیں سورۂ نور سکھاؤ کیونکہ اُس میں وعظ و نصیحت ہے۔ [۴]

کتاب خصال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ عورتوں کے لیے سورۂ یوسف کی تعلیم دینا مکروہ ہے۔ [۵]

---

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۰۶ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۶ ح ۱ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۶۶ ح ۱ (۳) ثواب الاعمال ص ۱۰۶
(۴) الکافی ج ۲ ص ۵۱۶ ح ۲ (۵) الخصال ص ۵۸۶ ح ۱۲

سورۂ رعد

پورا سورۂ مکیہ ہے یعنی مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور کہا گیا ہے کہ سوائے اُس کی آخری آیت کے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ پورا سورہ "مَدَنِیَّہ" ہے یعنی مدینۂ منورہ میں نازل ہوا سوائے دو آیتوں کے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اور اس کے بعد والی آیت یعنی آیت ۳۱ اور ۳۲۔

اور اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۴۳ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ①

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③

مہربان اور نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱۔ ال۔م۔ر یہ کتاب خدا کی آیتیں ہیں اور جو کچھ آپ کے ربّ کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔

۲۔ خدا وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو پھر اس نے عرش پر اپنا اقتدار قائم کیا اور سورج اور چاند کو اپنا تابعدار بنایا ان میں سے ہر ایک معینہ مدت تک کے لیے رواں دواں ہے وہی امر کی تدبیر کرتا ہے، آیات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے شاید تم اپنے ربّ سے ملاقات کا یقین کرلو۔

۳-وہی تو ہے جس نے زمین کا فرش بچھایا اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور دریا بہا دیے اور اسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں۔ وہ رات کے پردے سے دن کو ڈھانپ دیتا ہے۔ یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

۱-الٓمّٓرٰ ال-م-ر-

اس کا تعلق حروف مقطعات سے ہے ہم اس کے بارے میں اور اسی جیسے دوسرے حروف مقطعات کے بارے میں پہلے گفتگو کر چکے ہیں۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ا-ل-م-ر کا مفہوم ہے انا اللہ المحی الممیت الرزّاق میں اللہ ہوں میں زندہ کرتا ہوں موت سے ہم کنار کرتا ہوں میں روزی رساں ہوں۔ [۱]

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ -

یہ کتاب (خدا) کی آیتیں ہیں

وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ -

اور جو قرآن آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ -

لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات کو تسلیم نہیں کرتی

۲-اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ -

اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر دیا

تَرَوْنَهَا- جسے بلند شدہ تم دیکھ رہے ہو یہ "عَمَد" کی صفت ہے

تفسیر قمی اور عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ ستونوں نے آسماں کو اٹھا رکھا ہے لیکن تم ان ستونوں کو نہیں دیکھ رہے ہو۔ [۲]

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ -

پھر اس نے عرش پر اپنا اقتدار قائم کیا

اس جملے کا مفہوم سورۂ اعراف کی آیت ۵۴ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ -

اور سورج اور چاند کو اپنا تابعدار بنایا ان میں سے ہر ایک معینہ مدت تک کے لیے رواں دواں ہے یعنی ایک خاص مدت اور وقت میں اس کا چکر مکمل ہوتا ہے یا وہ ایک مقرر کردہ منزل تک چکر لگا رہے ہیں

---

(۱) معانی الاخبار ص ۲۲ ح ۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۹ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۳ ح ۳

جہاں پہنچ کر ان کا چکر ختم ہوجائے گا اور یہ ارشادِ باری ہے اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ۪ۙ وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ ۪ۙ (تکویر ۱۔۲) جب آفتاب کی چادر کو لپیٹ دیا جائے گا۔ جب تارے گر پڑیں گے۔

یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ۔ وہی امر کی تدبیر کرتا ہے

یعنی وہ اپنی سلطنت کے امور کی تدبیر کرتا ہے جیسے ایجاد کرنا۔ معدوم کرنا (باقی نہ رکھنا موجود کی ضد) زندہ کرنا۔ موت دینا اور اس کے علاوہ دیگر امور۔

یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ ۔

وہ آیات کو نازل کرتا ہے اور ان کی وضاحت کرتا ہے

لَعَلَّکُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّکُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ۔

شاید تم اپنے ربّ سے ملاقات کا یقین کرلو

تاکہ تم اس میں غور وفکر کرو اور اللہ کی قدرتِ کاملہ اور ہر چیز میں اس کی کاریگری کا یقین کرلو تو تمہیں پتا چل جائے گا کہ اللہ ہر شے پر محیط ہے اور یہ عبارت اللہ کے اس قول کی طرح ہے اَلَاۤ اِنَّہُمۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّہِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ ﴿۵۴﴾ (فصلت: ۵۴) آگاہ ہوجاؤ یہ لوگ اللہ سے ملاقات کی طرف سے شک میں مبتلا ہیں اور آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۳۔ وَ ہُوَ الَّذِیۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ ۔

وہی تو ہے جس نے زمین کا فرش بچھایا اسے لمبائی اور چوڑائی میں پھیلایا تاکہ اس میں پیر جم جائیں اور جانور اس پر چلیں پھریں

وَ جَعَلَ فِیۡہَا رَوَاسِیَ ۔

اور اس زمین میں پہاڑ کی میخیں گاڑ دیں اٹل پہاڑ پیدا کردیے

وَ اَنۡہٰرًا ؕ ۔ اور دریا بہا دیے

وَ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیۡہَا زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ ۔

اور اس زمین میں ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے جوڑے پیدا کیے۔ کالے، سفید، میٹھے، کھٹے، خشک، تر، چھوٹے، بڑے اور اسی جیسی مختلف اقسام

یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّہَارَ ؕ ۔

وہ رات کے اندھیرے سے دن کی روشنی کو ڈھانپ دیتا ہے تو فضا روشن ہونے کے بعد تاریک ہوجاتی ہے

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۔

یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَ فِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۚ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

۴-اور زمین کے خطے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، انگور کے باغات ہیں، زراعتیں ہیں، کھجور کے درخت کئی کئی تنوں والے اور ایک تنے والا ہے انھیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے ان میں سے بعض کو بعض پر ہم ذائقے میں فوقیت دیتے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں صاحبانِ عقل کے لیے۔

۴-وَ فِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ -

اور زمین کے مختلف خطے، حصے، ٹکڑے پاک اور صاف۔ شور اور نمکین، نرم اور سخت درخت کے علاوہ زراعت کے قابل اور اس کے برعکس جہاں نہ درخت اگتے ہیں اور نہ ہی زراعت ہوسکتی ہے یہ سب کے سب ایک دوسرے سے ملے ہوئے جڑے ہوئے اور متصل ہیں۔

وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ -

اور انگور کے باغات ہیں، کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں

جن میں قسم قسم کے انگور اور طرح طرح کی کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں

صِنْوَانٌ -

کئی تنوں والے کھجور کے درخت جن کی جڑ ایک ہوتی ہے

وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ -

اور ایک تنے والے جن کی جڑیں جدا جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے مشابہت رکھنے والے اور مشابہت نہ رکھنے والے

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے:

عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيْهِ

کسی انسان کا چچا اس کے باپ کا حقیقی بھائی ہوتا ہے۔[1]

يُسْقٰى -

سیراب کیا جاتا ہے

(۱) النھایۃ لابن اثیر ج ۳ ص ۵۷ مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۷۶

بِمَآءٍ وَّاحِدٍ -

ایک ہی پانی سے

وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ -

ان میں سے بعض کو بعض پر ہم ذائقے میں فوقیت دیتے ہیں

پھلوں میں ایک دوسرے پر فضیلت ہے شکل وصورت، قدر وقیمت اور خوش بو اور مزے کے اعتبار سے۔

تفسیر عیاشی میں ائمہ علیہم السلام سے مروی ہے یعنی یہ پاکیزہ زمین اس شور زمین سے متصل ہے اور اس کی ہمسائیگی ویسی نہیں ہے جیسی ایک قوم دوسری قوم کے ہمسائے میں رہتی ہے اور آپس میں اُن سے کوئی ربط نہیں ہوتا۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

اَلنَّاسُ مِنْ شَجَرٍ شَتّٰى وَاَنَا وَاَنْتَ مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ

لوگوں کا تعلق مختلف درختوں سے ہے اور اے علی میں اور تم ایک ہی درخت سے تعلق رکھتے ہیں۔[2]

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیتِ مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔ یُسقی بماءٍ وَّاحِدٍ الخ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ -

بے شک اس میں نشانیاں ہیں صاحبانِ عقل کے لیے

وہ لوگ جو اپنی عقلوں کا استعمال کر کے غور وفکر کرتے ہیں تو وہ ہدایت پا جاتے ہیں صانع (بنانے والا) کی عظمت اس کا علم اور اس کی حکمتِ رسا اور نافذ ہونے والی قدرت اور اس کی تدبیر کامل اور اس کا لطفِ شامل اور اس کی بہترین تربیت اور یکے بعد دیگر ایسی اشیاء کو خلق کرنا جو کمالات کی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں جو اُن کے لیے مناسب ہوتا ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۳ ح ۴ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۷۶

وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۵﴾

وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ وَقَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ‌ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ‌ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۶﴾

۵۔ اگر تمھیں تعجب ہوتا ہے تو سب سے زیادہ تعجب کی بات لوگوں کا یہ قول ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا کیے جائیں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ربّ کا انکار کیا ہے، اور یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں اور اور یہی جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

۶۔ یہ لوگ بھلائی سے پہلے برائی کے لیے آپ سے جلدی مچائے ہوئے ہیں حال آں کہ ان سے پہلے عذاب خداوندی کی عبرت ناک مثالیں گزر چکی ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا پروردگار ان لوگوں کے ظلم کے باوجود انھیں درگزر کرنے والا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کا ربّ سخت سزا دینے والا ہے۔

۵۔ وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ۔

اے محمدؐ اگر آپ کفار کی اس بات پر تعجب کر رہے ہیں کہ وہ زندہ کیے جانے کا انکار کر رہے ہیں

فَعَجَبٌ۔ تو اس سے زیادہ تعجب خیز

قَوۡلُهُمۡ۔ ان کا یہ قول ہے جس پر تعجب ہونا چاہیے اس لیے کہ اے نبی جو کچھ آپ سے بیان کیا گیا وہ ہستی جب اسے از سرِ نو ایجاد کر سکتی ہے تو پھر دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے کس قدر آسان ہوگا۔

ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ۔ کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا کیے جائیں گے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ ۚ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ربّ کا انکار کیا ہے اس لیے کہ یہ لوگ اُس کی قدرت کا انکار کر رہے ہیں اور اس لیے بھی کہ یہ اپنے کفر میں راسخ ہو چکے ہیں۔

وَاُولٰٓئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ ۚ۔ اور یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں

یہ لوگ گمراہی میں قید ہیں ان کے اصرار کی وجہ سے ان کے چھٹکارے کی امید نہیں کی جا سکتی

وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ۔

اور یہی جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جہنم سے ہرگز جدا نہ ہوں گے

۶- وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ-

یہ لوگ بھلائی سے پہلے برائی کے لیے آپ سے جلدی مچائے ہوئے ہیں یہ چاہ رہے ہیں کہ عافیت سے پہلے عذاب آجائے انھوں نے ازراہِ مذاق عذاب کے جلد آنے کی بات کی ہے۔

وَقَدْ خَلَتْ - اور گزر چکی ہیں

مِنْ قَبْلِهِمُ - ان لوگوں سے پہلے

الْمَثُلٰتُ - عبرت ناک سزاؤں کی مثالیں

ان جیسے جھٹلانے والوں پر عذاب کی مثالیں گزر چکی انھیں کیا ہوگیا ہے کیا وہ ان مثالوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے؟

نہج البلاغہ میں ہے تم بچو ان عبرت ناک سزاؤں سے جو تم سے پہلے امتوں پر ان کے برے کاموں اور خراب اعمال کے سبب نازل ہو چکی ہیں۔ خیر اور شر کے موقع پر ان کے احوال کو یاد کرو اور اس بات سے بچو کہ ان جیسے نہ ہو جاؤ۔ [۱]

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ-

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا پروردگار ان لوگوں کے ظلم کے باوجود انھیں درگزر کرنے والا ہے یعنی انھوں نے گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اس کے باوجود

وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ -

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کا ربّ سخت سزا دینے والا ہے

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَوْلَا عَفْوُاللّٰهِ وَتَجَاوُزُهٗ مَاهَنَأَ اَحَدٌ الْعَيْشَ، وَلَوْلَا وَعِيْدُاللّٰهِ وَعِقَابُهٗ لَاتكل كلّ احد اگر اللہ کا عفو و درگزر نہ ہوتا تو کسی کی زندگی خوشگوار نہ ہوتی اور اگر اللہ کی تنبیہ اور اس کا عذاب نہ ہوتا تو کسی کو کسی قسم کی فکر نہ ہوتی۔ [۲]

کتاب توحید میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے گناہانِ کبیرہ کو یاد کیا تو اللہ نے مغفرت کا وعدہ فرمایا اور اس بارے میں معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ گناہانِ کبیرہ کی مغفرت نہیں ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن معتزلہ کے قول کے خلاف نازل ہوا ارشاد ربّ العزت ہے: اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا پروردگار ان لوگوں کے ظلم کے باوجود انھیں درگزر کرنے والا ہے۔ [۳]

---

(۱) نہج البلاغہ ص ۲۹۶ خطبہ ۱۹۲ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۷۸

(۳) التوحید ص ۴۰۶ ح ۴ باب ۶۳

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۷ؑ

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۸

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۹

۷۔ اے نبی آپ کی بات کو نہ ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ ان پر ان کے ربّ کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہ نازل ہوئی۔ بلاشبہ آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں اور ہر قوم کا ایک رہنما ہوتا ہے۔

۸۔ اللہ جانتا ہے کہ عورت کے رحم میں کیا ہے جو کچھ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور ہر شے کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار معین ہے۔

۹۔ وہی غیب اور شہود (پوشیدہ اور ظاہر) کا جاننے والا ہے وہ بزرگ و برتر ہے۔

۷۔ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ –

اے نبی آپ کی بات نہ ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ ان پر اُن کے ربّ کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہ نازل ہوئی

بغض و عناد کی وجہ سے کافروں نے قرآن کی نازل شدہ آیات کو کوئی اہمیت نہ دی اور ان معجزات کا مطالبہ کیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ –

آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں

اے نبی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کو دوسرے مرسلین کی طرح ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے بس آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ چیز لے آئیں جس کے ذریعے یہ بات درست ثابت ہو جائے کہ آپ ڈرانے والے اور خوف خدا دلانے والے رسول ہیں اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لیے تمام معجزات مساوی ہیں۔

وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ –

اور ہر قوم کا ایک راہنما ہوتا ہے

اور ہر قوم کا ایک رہنما ہوتا ہے جو اس قوم کو دین کی طرف ہدایت کرتا ہے اور انھیں اللہ کی طرف بلاتا ہے

ہدایت کے کسی پہلو سے اور ایسی نشانی کے ذریعے جو ہدایت کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَنَا الْمُنْذِرُ وَعَلِیٌّ الْهَادِیْ مِنْ بَعْدِیْ یَاعلی بک یہتدی المھتدون۔ [۱]

میں ڈرانے والا ہوں اور میرے بعد علیؑ ہدایت کرنے والے ہیں اے علیؑ تمھارے ذریعے سے ہدایت حاصل کرنے والے ہدایت پائیں گے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُنْذِر (ڈرانے والے) ہیں اور ہر زمانے میں ہم سے ایک ہادی ہوگا جو اس کی طرف ہدایت کرے گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے تھے پھر نبی اکرمؐ کے بعد جو ہدایت کرنے والے آئیں گے وہ علیؑ اور اُن کے بعد یکے بعد دیگرے اوصیاء آتے رہیں گے۔ [۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہر امام جس صدی میں آیا ہے وہ اس کے لیے ہادی ہے۔ [۳]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ رد ہے اس کے لیے جو اس بات کا انکار کرتا ہے کہ ہر عصر اور زمانے میں امام ہوگا اس لیے کہ زمین حجت سے خالی نہیں رہ سکتی۔ [۴]

۸۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى ۔

اللہ جانتا ہے کہ عورت کے رحم میں کیا ہے مرد ہے یا عورت، تام ہے یا ناقص، اچھا ہے یا برا، خوش نصیب ہے یا بدنصیب۔

وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ ۔

اور جو کچھ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے

مدت، تعداد اور خلقت میں

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں صادقین میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ "الغیض" سے مراد ہر وہ حمل ہے جو نو مہینے سے کم ہو اور ''وَمَا تَزْدَادُ'' سے مراد ہر شے جو نو مہینے سے زیادہ ہو اگر عورت حمل کے دوران حیض کا خون دیکھتی ہے تو اس نے حمل کے دوران خون دیکھا تھا اس کی وجہ سے نو مہینے کی تعداد میں ان دنوں کا اضافہ ہو جائے گا۔ [۵]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى'' سے مراد ہے عورت جو حاملہ ہوتی ہے خواہ وہ حمل نر ہو یا مادہ ''مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ'' جو نو مہینہ سے کم ہو وہ غیض ہے اور ماتزداد سے مراد حمل کے دوران اگر عورت خون دیکھے تو ان دنوں کو نو مہینے پر اضافہ کرلے۔ [۶]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۸۷
(۲) الکافی ج ۱ ص ۱۹۱۔۱۹۲ ح ۲
(۳) الکافی ج ۱ ص ۱۹۱ ح ۱
(۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵۹
(۵) الکافی ج ۱۲ ح ۲ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۴ ح ۱۰
(۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۵ ح ۱۴

اور ایک روایت میں ہے کہ ماتغیض سے مراد ہے اگر حمل باقی نہ رہے اور "ماتزداد" سے نر و مادہ دونوں مراد ہیں۔[1]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ "وَ مَا تَغِیضُ" سے مراد ہے وہ بچہ جو مکمل ہونے سے پہلے ساقط ہوجائے اور "مَا تَزْدَادُ" سے کے معنی ہیں یعنی جو نو مہینہ سے بڑھ جائے عورت اپنے حمل کے دوران جب بھی حیض کا خون دیکھے تو اتنے دنوں کا اضافہ اپنے حمل پر کرلے۔[2]

وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ۔

اور ہر شے کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار معین ہے جس میں نہ اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی کمی واقع ہوتی ہے

۹-عٰلِمُ الْغَيْبِ۔

وہ غیب کا جاننے والا ہے

غیب وہ ہے محسوسات سے جس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا

وَالشَّهَادَةِ۔

اور شہود یعنی ظاہر کا جاننے والا ہے جس کا ادراک محسوسات سے ممکن ہے

الْكَبِيرُ۔

وہ بزرگ ہے وہ ایسا عظیم الشان ہے کہ ہر شے اس کے سامنے حقیر ہے

الْمُتَعَالِ۔

وہ اپنی عظمت کے سبب ہر شے سے بلند و بالا ہے

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۵ ح ۱۳ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۰

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

۱۰-تم میں سے جو بھی آہستہ بات کرے یا زور سے اور کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو اس کے لیے سب یکساں ہیں۔

۱۱- ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس کے پہرے دار معین ہیں جو حکم خدا سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ کسی قوم کے حالات کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنی حالت میں تبدیلی واقع نہ کریں اور اگر اللہ کسی قوم کو مصیبت میں مبتلا کرنا چاہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی اللہ کے علاوہ کوئی اُن کا مددگار ہو سکتا ہے۔

۱۰-سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ-

اللہ کے لیے یکساں ہے تم میں سے کوئی پوشیدہ طور سے گفتگو کرے یعنی خود سے گفتگو کرے

وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ-اور جو زور سے دوسروں کے لیے گفتگو کرے

وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ-

اور وہ جو رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو جو رات کے اندھیرے میں پوشیدہ رہنا چاہتا ہے

وَسَارِبٌۢ-اور ظاہر ہے، نظر آ رہا ہے

بِالنَّهَارِ-دن کی روشنی میں کہ ہر شخص اُس کو دیکھ سکتا ہے

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''سرّ و علانیہ'' پوشیدہ اور ظاہر دونوں اس کے نزدیک یکساں ہیں۔

۱۱-لَهٗ-جو بھی آہستہ بات کرے یا زور سے بولے پوشیدہ ہو جائے یا نظر آئے اس لیے

مُعَقِّبٰتٌ-فرشتے مقرر ہیں جو یکے بعد دیگرے اس کی حفاظت اور نگرانی پر مامور ہیں

مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ-ہر شخص کے آگے اس کے پیچھے اور اس کے اطراف و جوانب

يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ - جو حکم خدا سے اس کی حفاظت کرتے ہیں
کہا گیا ہے کہ امر خداوندی کی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اُس کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ [۱]

کتاب مناقب اور قمی میں امام باقر علیہ السلام سے "مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ" کے بارے میں مروی ہے یہ اللہ کے حکم سے ہے کہ کوئی کنویں میں گر جائے یا اس کے اوپر دیوار گر جائے یا وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے۔ یہاں تک کہ جب "قدر" (تقدیر یا قسمت) آجاتی ہے تو وہ پہرے دار فرشتے اس شخص کو اور اس شے کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں اور اسے تقدیر کے سپرد کر دیتے ہیں اور دو فرشتے ہیں جو رات کے وقت حفاظت کرتے ہیں اور دوسرے دو فرشتے ہیں جو دن کے وقت ان کے جانشین بنتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو ہلاکت کے مقامات سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں یہاں تک کہ اُسے مقادیر (جو قسمت میں لکھا ہوا ہے) تک پہنچا دیتے ہیں وہ فرشتے اس شخص اور مقادیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور ان دونوں کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ -

یقیناً اللہ عافیت اور نعمت عطا کرنے میں کسی قوم کی حالت کو تبدیل نہیں کرتا ۔

حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ -

جب تک وہ اچھے حالات سے برے حالات تک خود اپنی حالت میں تبدیلی نہ کرلیں

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ حتمی فیصلہ کرلیا ہے کہ اللہ جب بھی کسی بندے کو نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ نعمت اس بندے سے اس وقت تک سلب نہیں کرتا جب تک بندے سے گناہ سرزد نہ ہو جائے بندے کا وہ گناہ اس کی نعمتوں کو سلب کرنے کا سبب بن جاتا ہے اور یہ بات اللہ کے قول إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ سے ثابت ہے۔ [۲]

کتاب معانی میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے وہ گناہ جو نعمتوں کو تبدیل کر دیتے ہیں وہ یہ ہیں انسانوں سے زیادتی کرنا، خیر کی عادت کو ترک کرنا، کُفرانِ نعمت (نعمت کی ناشکری) کرنا اور شکر ادا نہ کرنا۔ پھر آپ نے اس آیت إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ الخ کی تلاوت فرمائی۔ [۳]

وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ -

اور اگر اللہ کسی قوم کو مصیبت میں مبتلا کرنا چاہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی اللہ کے علاوہ کوئی اور ہے جو ان کے امر کا والی ہو اور اُن سے مصیبت کو دور کر سکے۔

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۵۱۷ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۶ ح ۱۹ (۳) معانی الاخبار ص ۲۷۰ ح ۲

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

۱۲۔ وہی تو ہے جو تمھیں بجلی کی چمک دکھلاتا ہے جس سے ڈر بھی لگتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہی ہے جو بوجھل گھٹائیں پیدا کرتا ہے۔

۱۳۔ بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے محوِ تسبیح رہتے ہیں وہ بجلیاں بھیجتا ہے اور جس پر چاہتا ہے انھیں گرا دیتا ہے دراں حالے کہ وہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے۔

۱۲۔ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا۔

وہی تو ہے جو تمھیں بجلی کی چمک دکھلاتا ہے جسے تکلیف میں مبتلا رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے خوف پیدا کر دیتا ہے

وَّ طَمَعًا۔ اور بارش برسا کر امیدیں دلاتا ہے

وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ۔ اور وہی ہے جو بوجھل گھٹائیں پیدا کرتا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جن بادلوں کو زمین سے بلندی عطا کرتا ہے۔ [1]

۱۳۔ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ۔

اور بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے "رعد" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ فرشتہ ہے جسے بادلوں پر متعین کیا گیا ہے ان کے پاس آگ کی بٹی ہوئی رسیاں ہوتی ہیں جن سے وہ بادلوں کو ہنکاتے ہیں۔ [2]

کتاب فقیہ میں ہے روایت کی گئی ہے کہ "رعد" ایک ایسے فرشتے کی آواز ہے جو مکھی سے بڑا ہے اور زنبور (بھڑ) سے چھوٹا ہے۔ [3]

کتاب فقیہ اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اونٹ پر سوار ہوتا ہے اور اسے ھای ھای کہہ کر ڈانٹتا اور جھڑکتا رہتا ہے اسی طرح کی کیفیت رعد کی ہے۔ [4]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ جب بھی "رعد" کی آواز کو سنتے تو فرمایا

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۱ (۲) الکشاف ج ۲ ص ۵۱۹۔۵۱۸ (۳) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۳۳۴ ح ۱۵۰۱

(۴) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۳۳۴ ح ۱۴۹۹ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۷ ح ۲۳

کرتے تھے سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات کہ بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہے۔ [1]

وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ۔ اور فرشتے اس کے خوف اور عظمت وجلال کے سبب تسبیح کر رہے ہیں

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ۔

اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے اور جس پر چاہتا ہے انھیں گرا دیتا ہے اور جس پر بجلی گرتی ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے

وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ۔

اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلا رہے ہیں کہ وہ ان کے سامنے خدائے واحد کی صفات بیان کر رہے اور یہ فرما رہے ہیں کہ لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور لوگوں کو بدلہ دیئے جانے کی بات کر رہے ہیں۔

وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ۔

اور وہ (اللہ) بڑی قوت والا ہے اگر یہ لفظ ''محال'' مماحلہ سے ہے تو مفہوم یہ ہوگا کہ وہ دشمنوں کے مکر و فریب کا جواب دینے کے لیے سخت ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ محال ''محل'' سے ماخوذ ہے بمعنی قوت۔ [2]

اور تفسیر قمیؒ میں ہے کہ محال کا مفہوم ہے شدید الغضب اس کا غضب بہت سخت ہے۔ [3]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''محال'' کے معنی ہیں ''شَدِيْدُ الْاَخْذِ'' اللہ کی گرفت بہت شدید ہے۔ [4]

امالی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے فرعونوں میں سے ایک فرعون کے پاس کسی شخص کو بھیجا جس نے اُسے اللہ عزوجل کی طرف بلایا تو اس نے اس قاصد سے پوچھا ذرا بتاؤ تو سہی تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو کیا وہ چاندی کا بنا ہوا ہے یا سونے کا یا لوہے سے بنا ہے وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا اور اس کی بات سے آنحضرتؐ کو مطلع کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے کہا واپس جاؤ اور اسے اللہ کی طرف بلاؤ تو اس شخص نے کہا اے اللہ کے نبی وہ تو اس بارے میں گستاخی کر رہا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس شخص سے کہا دوبارہ واپس جاؤ وہ شخص واپس چلا گیا ابھی وہ اس سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں بادلوں میں گرج پیدا ہوئی اور اس منکر کے سر پر بجلی آ گری اس کی کھوپڑی اڑ گئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ الخ [5]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذکرِ خدا کرنے والے پر بجلی نہیں گرتی سوال کیا گیا کہ ''ذاکر'' (ذکر خدا کرنے والے) سے کیا مراد ہے فرمایا کہ جو سو آیتیں پڑھے۔ [6]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۸۳ (۲) انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۱۶ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۱

(۴) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۸۳ (۵) امالی شیخ طوسی ص ۸۵ ح ۱۰۶۲ سترھویں مجلس (۶) الکافی ج ۲ ص ۵۰۰ ح ۲

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة

۱۴- اللہ کو پکارنا برحق ہے اور جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ان کی صدا پر ذرا بھی لبیک نہیں کہتے انھیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے جب کہ وہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں کافروں کی پکار اسی طرح بیکار ہے۔

۱۵- اور وہ تو اللہ ہی ہے آسمان و زمین کی ہر شے طوعا اور کرھا جسے سجدہ کر رہی ہے اور اُن کے سایے بھی صبح و شام اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

۱۴- لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ -

اللہ کو پکارنا برحق ہے کیوں کہ جب اسے پکارا جاتا ہے تو وہ پکار پر لبیک کہتا ہے اور اس کی دعا قبول کرتا ہے

وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ -

اور مشرکین جن کو پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ -

اللہ کے علاوہ دوسروں کو وہ ان کی صدا پر ذرا بھی لبیک نہیں کہتے

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ -

انھیں پکارنا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے ہاتھ پھیلا دے

اِلَى الْمَآءِ -

پانی کی طرف

لِيَبْلُغَ فَاهُ -

پانی سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ دور سے اس کے منہ تک پہنچ جائے یا یہ کہ وہ پھیلے ہوئے ہاتھوں میں پینے کے لیے پانی حاصل کر لے۔

وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۔

جب کہ وہ پانی اُس تک پہنچنے والا نہیں

اس لیے کہ پانی جمادات میں سے ہے اُسے اس کی پکار کا شعور نہیں ہے اور وہ اسے جواب دینے پر قدرت نہیں رکھتا اور پھیلے ہوئے ہاتھوں میں پانی ٹھہر نہیں سکتا اور یہی حال اُن کے معبودوں کا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے یہ وہ مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے بیان فرمائی ہے جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں۔تو وہ ان لوگوں کی کسی بات پر لبیک نہیں کہتے اور انھیں کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچاتے مگر اس شخص کی طرح جو ہاتھ پھیلائے ہوئے دور سے پانی پینا چاہتا ہے اور وہ پانی اس تک نہیں پہنچتا۔[1]

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۔

اور کافروں کی پکار اسی طرح بے کار ہے۔ضلال کے معنی ہیں ضائع اور بیکار

۱۵۔وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔

اور وہ تو اللہ ہی ہے آسمان وزمین کی ہر شے طَوْعًا وَّكَرْهًا جسے سجدہ کر رہی ہے

اور ان کے سایے بھی صبح وشام اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں

اصال کے معنی ہیں شام کے وقت

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آسمان والوں میں سے جو اطاعت گزار کی حیثیت سے اللہ کا سجدہ کرتے ہیں وہ فرشتے ہیں اور زمین کے باشندوں میں سے ازروئے اطاعت وہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں جن کی پیدائش اسلام پر ہوئی ہے لیکن جو لوگ مجبوراً اللہ کے سامنے جھکتے ہیں وہ جنھوں نے مجبوراً اسلام کو قبول کیا ہے لیکن وہ لوگ جو سجدہ نہیں کرتے تو ان کا سایہ صبح وشام خدا کے حضور سجدے میں خم ہوتا ہے۔[2]

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ ہر سایے کا منتقل ہونا جسے اللہ نے پیدا کیا ہے وہ درحقیقت اللہ کو سجدہ کرنا ہے اس لیے کہ کوئی شے ایسی نہیں ہے جس کا سایہ نہ ہو جو شے کے متحرک ہوتے ہی حرکت میں آتا ہے اور اس کا منتقل ہونا ہی اس کے سجدے ہیں اسے سورہ نحل میں بیان کیا ہے۔[3]

اور کہا گیا ہے کہ ظِل سے مراد جسم ہے اور جسم کو ظِل اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ سایہ اسی کی وجہ سے ہے اور اس لیے بھی کہ جسم روح کا سایہ ہے اور اس لیے بھی کہ وہ ظلمانی (جس کا تعلق اندھیرے سے ہو) ہے اور روح نورانی ہے اور جسم کے تابع ہے وہ اس کی حرکتِ نفسانی سے متحرک ہوتا ہے اور اس کے سکونِ نفسانی سے ساکن ہوجاتا ہے۔[4]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۲

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۶ (۴) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۸۴

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ مومن کا سایہ اطاعت کرتے ہوئے سجدہ کرتا ہے اور کافر کا سایہ مجبوراً سجدہ ریز ہوتا ہے اور اس سے مراد ان کا نشوونما پانا ان کا متحرک ہونا ان کا بڑھنا اور گھٹنا ہے۔[1]

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کا قول "وَظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ" سے مراد سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے دعا طلب کرنا ہے اور یہ قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔[2]

نہج البلاغہ میں ہے کہ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سامنے آسمان وزمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی یا مجبوری سے بہرصورت سجدے میں گرا ہوا ہے اور اس کے لیے رخسار اور چہرے خاک پر مل رہا ہے اور عجز وانکسار سے اس کے آگے سرنگوں ہے اور خوف ودہشت سے اپنی باگ ڈور اسے سونپے ہوئے ہے۔[3] اور فرمایا کہ صبح وشام درخت اسے سجدہ کر رہے ہیں۔[4]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ جس طرح یہ جائز ہے کہ سجود، ظِل (سایہ) غدّو (صبح) اور آصال (شام) کے جو مشہور معنی ہیں اسے مراد لیا جائے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ سجود سے اطاعت، ظِل سے جسم اور غدّو و آصال سے دَوَام (ہمیشگی) مراد لیا جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک دونوں مفاہیم پر مشتمل ہو جیسی ضرورت ہو اور جو اس کے لیے مناسب ہو اس کے مطابق تسلیم کیا جائے اور روایات اور اقوال اس بات کی تائید کرتی ہیں اور اس مفہوم کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ان شاء اللہ ہم سورۂ نحل کے ذیل میں بیان کریں گے۔

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۶۲ (۲) الکافی ج ۲ ص ۵۲۲ ح ۱

(۳) نہج البلاغۃ خطبہ ۱۸۵ یا ۱۸۳ مختلف اشاعتوں کے اعتبار سے (۴) خطبہ ۱۳۳ یا ۱۳۱

قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِؕ قُلِ اللّٰهُؕ قُلۡ اَفَاتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّاؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ۙ اَمۡ هَلۡ تَسۡتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوۡرُ ۚ اَمۡ جَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوۡا كَخَلۡقِهٖ فَتَشَابَهَ الۡخَلۡقُ عَلَيۡهِمۡؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

۱۶۔اے نبی ان سے دریافت کیجیے کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دیجیے اللہ پھر ان سے پوچھیے کہ تم نے اسے چھوڑ کر ایسوں کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے جو خود اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ کہیے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہیں؟ یا اندھیرا اور اجالا دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟ بھلا ان لوگوں نے جنھیں خدا کا شریک قرار دیا ہے کیا انھوں نے خدا کی سی مخلوقات پیدا کی ہے جس کی وجہ سے ان پر تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہر شے کا خالق ہے اور وہ یکتا اور ہر شے پر غالب ہے۔

۱۶۔قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِؕ ۔

اے نبی آپ ان لوگوں سے دریافت کیجیے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اور اُن کے امور کا متولی کون ہے؟

قُلِ اللّٰهُؕ ۔

آپ اُن کی جانب سے جواب دیجیے کہ "اللہ" اس لیے کہ ان لوگوں کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور جواب نہیں ہے اور یہ ایسی دلیل ہے جس میں شک وشبہے کی کوئی گنجائش نہیں۔

قُلۡ اَفَاتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۔

پھر ان سے پوچھیے کہ تم نے اُسے چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سرپرست بنا لیا پھر تم ان کے ساتھ چمٹے ہوئے ہو

لَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّاؕ ۔

یہ لوگ خود اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں تو پھر اپنے علاوہ دوسروں کے لیے کیسے ہو سکتے ہیں

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ۙ ۔

آپ سوال کیجیے کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہیں؟

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا کافر ومومن برابر ہیں؟

اَمۡ هَلۡ تَسۡتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوۡرُ ۚ ۔

یا کیا اندھیرا اور اجالا دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟

فرمایا اس سے مراد ہے کفر اور ایمان ہے۔

اَمۡ جَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ۔

یا ان لوگوں نے جنھیں خدا کا شریک بنالیا ہے

خَلَقُوۡا كَخَلۡقِهٖ۔

کیا انھوں نے خدا کی سی مخلوقات پیدا کی ہے؟

یہ ان کے شریکوں کی صفت ہے جو حکم انکار میں داخل ہے یعنی انھوں نے پیدا نہیں کی۔

فَتَشَابَهَ الۡخَلۡقُ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ۔

جس کی وجہ سے اللہ کی تخلیق اور اُن کی تخلیق کا معاملہ ان پر مشتبہ ہوگیا

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کا شریک ایسوں کو بنایا ہے جو اس کی طرح خلق کر سکتے ہیں اور اس طرح تخلیق کا معاملہ ان پر مشتبہ ہوگیا ہے۔ تو وہ یہ کہیں کہ ہمارے شریکوں نے بھی تو ویسی ہی تخلیق کی ہے جیسی اللہ کی تخلیق ہے تو یہ بھی اسی طرح عبادت کے مستحق ہیں جس طرح وہ عبادت کا حق رکھتا ہے۔ لیکن ان کے شرکاء تو ایسے عاجز ہیں کہ وہ مخلوقات خدا جن چیزوں پر قدرت رکھتی ہے وہ اس پر بھی قادر نہیں ہیں چہ جائے کہ جس پر خالق کائنات قدرت رکھتا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ۔

آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہر شے کا خالق ہے

اس کے علاوہ کوئی اور خالق نہیں ہے کہ عبادت میں وہ اس کا شریک ہوجائے

وَّهُوَ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ۔

اور وہ یکتا اور ہر شے پر غالب ہے

وہ اپنی خدائی میں یکتا ہے اور وہ ہر شے پر غالب ہے۔

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا‌ ؕ وَ مِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَـقَّ وَالۡبَاطِلَ ‌ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً‌ ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ؕ‏ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰى ؕ وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ‌ ؕ اُولٰۤـئِكَ لَهُمۡ سُوۡۤءُ الۡحِسَابِ ۙ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَـنَّمُ‌ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ‏﴿۱۸﴾

ایۃ النبی ع ۲ ۱۱ ۸ النصف

۱۷۔ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا تو ندی نالے اپنے اندازے کے مطابق بہنے لگے جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ آ گیا اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں اُس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے اسی طرح خدا حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے جھاگ تو سوکھ کر ختم ہو جاتا ہے اور جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے اسی طرح اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے۔

۱۸۔ جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی دعوت کو قبول کرلیا اس میں اُن کے لیے بہتری ہے اور جنھوں نے اس کی دعوت پر لبیک نہیں کہی وہ اگر زمین کی ساری دولت کے مالک بھی ہوں اور اتنی ہی دولت اور فراہم کرلیں (اور وہ اللہ کی گرفت سے بچنے کے لیے) سب کچھ کو بطور فدیہ دینے پر تیار بھی ہو جائیں تو ایسے لوگوں کا حساب بھی برا ہوگا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

۱۷۔ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا۔

اللہ نے آسمان سے پانی برسایہ تو ندی نالے اپنے اندازے کے مطابق بہنے لگے

بقدرھا۔ اپنے اندازے کے مطابق چھوٹائی میں، بڑائی میں اور مصلحت کے مطابق

فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا‌ ؕ۔

جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ آ گیا۔ رابیًا بلند و بالا

وَ مِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ۔

اور جس چیز کو آگ میں تپاتے ہیں طرح طرح کی دھات جیسے سونا، چاندی، لوہا اور تانبا۔

ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ - زیور بنانے کے لیے

اَوْ مَتَاعٍ - یا کوئی اور سامان جیسے برتن، کھیتی باڑی کے آلات اور آلاتِ جنگ

زَبَدٌ مِّثْلُهٗ - جو کچھ تم تپاتے ہو اس پر بھی ویسا ہی جھاگ ہوتا ہے جیسا جھاگ پانی میں تھا اور یہ جھاگ اس کی میل کچیل ہے کھوٹ ہے۔

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ-

اور اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے

یعنی دونوں کی مثال بیان کرتا ہے حق کی مثال اس کی افادیت اور اپنی جگہ باقی رہنے میں اس پانی سے دی ہے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے تو اس سے ندی نالے بقدر حاجت وضرورت اور مصلحت بہنے لگتے ہیں تو اس سے طرح طرح کے فوائد حاصل کیے جاتے ہیں اور وہ پانی زمین میں ٹھہر جاتا ہے یعنی منابع میں کچھ پانی رک جاتا ہے اور کچھ پانی زمین میں سفر کرتا ہے اور چشموں اور کنوؤں تک جا پہنچتا ہے اور اس دھات تک پہنچ جاتا ہے جس سے زیورات بنانے میں استفادہ کیا جاتا ہے اور مختلف ساز وسامان بنائے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ طویل مدت تک جاری وساری رہتا ہے اور باطل کی مثال جھاگ سے دی جاتی ہے اس لیے کہ اُس کی افادیت کم ہوتی ہے اور وہ جلد ہی زائل ہوجاتا ہے۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ -

جھاگ تو سوکھ کر ختم ہوجاتا ہے۔ یعنی سیلاب اور پگھلی ہوئی دھات اسے پھینک دیتی ہے۔

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ -

اور جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے جیسے پانی اور دھات کا خالص حصہ

فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ -

وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے جس سے لوگ منفعت حاصل کرتے ہیں

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ -

اللہ اسی طرح مشتبہ چیزوں کی وضاحت کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ حق کو آسمان سے نازل کیا گیا جسے دلوں نے اپنی خواہشات کے مطابق اٹھا لیا یقین والوں نے اپنے یقین کے مطابق اور شک والوں نے اپنے شک کے مطابق لہٰذا خواہشات نے بہت زیادہ باطل کو اور خس وخاشاک کو اٹھا لیا۔ پانی "حق" ہے اور سیلاب کی گزرگاہ ندی نالے "دل" ہیں اور سیلاب وہ خواہش ہے جھاگ اور زیورات کی میل کچیل وہ باطل ہے اور زیورات اور دیگر ساز وسامان وہ حق ہے جسے زیورات اور دیگر ساز وسامان مل جاتا ہے تو وہ دنیا میں اُس سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور اسی طرح جس کے پاس حق ہے وہ آخرت میں فائدہ اٹھائے گا اور جسے دنیا میں جھاگ اور زیورات کی میل کچیل ملے تو وہ اس سے فائدہ

حاصل نہیں کرسکتا اور اسی طرح جس کے پاس باطل ہے وہ بھی روزِ قیامت اس سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ [۱]
(الف)

۱۸-لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى -

جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی دعوت کو قبول کرلیا تو یہ بہترین قبولیت ہے

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ -

اور جنھوں نے اس کی دعوت پر لبیک نہیں کہی

یعنی اللہ اسی طرح فریقین کے لیے مثالیں بیان کر رہا ہے اور اس کے بعد کلام شروع ہو رہا ہے اس بات کو بیان کرنے کے لیے کہ جنھوں نے لبیک نہیں کہی اور قبول نہیں کیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے اس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں اور ''بالحسنیٰ'' سے مراد بہترین ثواب ہے اور مابعد جملہ اسی سے متعلق ہوگا۔

لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ -

وہ اگر زمین کی ساری دولت کے بھی مالک ہوں اور اتنی ہی دولت اور فراہم کرلیں تو وہ اللہ کی گرفت سے بچنے کے سب کو بطور فدیہ دینے پر بھی تیار ہوجائیں گے۔ ایسے لوگوں کا حساب بھی برا ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان کی کسی نیکی کو قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے کسی گناہ کی مغفرت ہوگی۔ [۲]

اور ایک حدیث میں فرمایا جو حساب میں جھگڑے گا وہ عذاب میں گرفتار ہوگا۔ [۳]

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ -

اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے وہ لوگ جہنم میں بستر لگائیں گے اور وہیں رہیں گے۔ [۴]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۲

(الف) قتادہ نے کہا یہ تین مثالیں ہیں جنھیں اللہ نے ایک مثال میں بیان کیا ہے۔ نزولِ قرآن کو اس پانی سے تشبیہ دی ہے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور دلوں کو سیلاب کی گزرگاہ اور نہروں سے جو شخص بھی اس میں تدبر کرے گا اور اس کے معانی میں تفکر کرے گا تو وہ اس سے بہت عظیم حصہ لے گا جیسے بڑا دریا اپنے اندر زیادہ پانی کو سمولیتا ہے اور جو اس پر راضی ہو کہ اسے صرف تصدیق حق تک پہنچادے تو اسے اس میں سے کم حصہ ملے گا چھوٹے دریا کی طرح یہ ایک مثال ہے۔ پھر خطرات اور شیطانی وسوسوں کو اس جھاگ سے تشبیہ دی ہے جو پانی کے اوپر آجاتا ہے یہ مٹی کا خراب حصہ ہوتا ہے نہ کہ پانی کے چشمے کا اسی طرح نفس میں جو شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں تو ان کا تعلق خود اس کی ذات سے ہے نہ کہ ذاتِ حق سے یہ دوسری مثال تھی اور تیسری مثال اللہ کا یہ قول ہے وممایوقدون علیہ فی النار (الخ) کفر اور خبیث (ناکارہ، خراب، بے کار) کی مثال ہے جس سے فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا اور ایمان اس صاف، شفاف پانی کی مثال ہے جو منفعت بخش ہے۔ مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۸۷

(۲، ۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۸۷ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۳

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾

۱۹۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل شدہ کتاب کو حق جانتا ہے اور وہ شخص جو اس حقیقت سے اندھا ہے دونوں برابر ہو جائیں نصیحت تو بس صاحبانِ عقل ہی قبول کرتے ہیں۔

۲۰۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا سے کیے گئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے۔

۲۱۔ اللہ نے جن سے صلۂ رحمی کا حکم دیا ہے وہ لوگ ان سے صلۂ رحمی کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں اور برا حساب لیے جانے سے خائف ہیں۔

۱۹۔ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ۔

جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ یہ جاننے کے بعد لبیک کہتا ہے

كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ۔

کیا یہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو دل کا اندھا ہے اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ وہ لبیک کہے۔ أَفَمَنْ میں أَ (همزہ) انکار کے لیے آیا ہے جب یہ مثال دی گئی ہے تو اس کے بعد ان دونوں کے ایک دوسرے سے مشابہ نہ ہونے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس لیے کہ ان دونوں میں اتنی دوری ہے جیسی جھاگ اور پانی میں اور کھوٹ اور خالص سونے میں۔

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

نصیحت تو بس صاحبانِ عقل ہی قبول کرتے ہیں جو الفت و محبت کی مشابہت سے مبرا ہیں اور وہم و گمان انھیں عارض نہیں ہوتا۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے شیعوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ کی کتاب میں جو اُولُوا الْاَلْبَابِ آیا ہے اس سے مراد تم لوگ ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔[1]

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۸ ح ۲۵

۲۰–الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ –

یہ وہ لوگ ہیں جو خدا سے کیے گئے عہد کو پورا کرتے ہیں انھوں نے اپنے نفوس پر اللہ سے کیے ہوئے وعدے کی ذمہ داری لی ہے

وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ –

ان کے اور اللہ کے اور بندوں کے مابین جو پختہ وعدہ ہے وہ اس وعدے کونہیں توڑتے یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے۔

تفسیر قمیؔ میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی اور لوگوں سے جو معاہدہ کیا گیا تھا اس بارے میں اور عالمِ ذر میں امیرالمومنین علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام کے لیے جو پختہ عہد لیا گیا تھا اس بارے میں نازل ہوئی ہے۔[۱]

۲۱–وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ –

اللہ نے جن سے صلۂ رحمی کا حکم دیا ہے اُن سے صلۂ رحمی کرتے ہیں

بالخصوص آلِ محمدؐ کے قرابت داروں سے اور اسی ذیل میں آتا ہے مومنین کی مدد کرنا اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمدؐ کے قرابت داروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کا مصداق تمھارے قرابت داروں پر بھی ہوسکتا ہے پھر فرمایا کہ تم ان لوگوں میں سے نہ ہوجانا کہ جو کسی شے کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ تو ایک ہی شے میں داخل ہے۔[۲]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ الرّحم معلقة بالعرش تقول: اَللّٰهُمَّ صَلِّ مَنْ وَصَلَنِيْ وَاقْطَعْ مَنْ قَطَعَنِيْ وَهُوَ قول الله "وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ" وَرِحْمُ كُلِّ ذِيْ رَحِمٍ۔[۳]

رحم عرش پر لٹکا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے اے اللہ تو اس سے قریبی تعلق رکھ جو مجھ سے قریبی تعلق رکھے اور تو اس سے قطع تعلق کرلے جو مجھ سے رشتہ ناتا توڑ دے اور یہ بات اللہ کے قول سے ثابت ہے۔ اللہ نے جن سے صلۂ رحمی کا حکم دیا وہ لوگ اُن سے صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اور ہر رشتہ دار کی رشتہ داری کا پاس رکھتے ہیں۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ ہر مومن سے رشتہ داری مراد ہے۔[۴]

تفسیر مجمع البیان تفسیر قمیؔ اور تفسیر عیاشی میں امام کاظم علیہ السلام سے اسی قسم کی روایت ملتی ہے۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۶۳ (۲) الکافی ج ۲ ص ۱۵ ح ۲۸

(۳) الکافی ج ۲ ص ۱۵۱ ح ۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۸ ح ۲۸ و ۲۹ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۸ ح ۲۷

(۵) مجمع البیان ج ۵–۶ ص ۲۷۹ و تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۶۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۸ ح ۲۹

کتابِ کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ نے زکوٰۃ کے علاوہ جو مال فرض قرار دیا ہے وہ اللہ کے اس قول "وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ" سے مراد ہے۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں امام رضا علیہ السلام سے ایسی ہی روایت ہے۔ [2]

وَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۔

وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں اور بالخصوص برا حساب لیے جانے سے خائف ہیں قبل اس کے کہ اُن کا حساب لیا جائے وہ خود اپنا محاسبہ کر لیتے ہیں۔

کتابِ کافی، تفسیر عیاشی اور معانی اور قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جب آپ ایسے شخص ملے جو اپنے بھائی سے اپنے حق کے بارے میں چھان بین اور تحقیق کر رہا تھا اور امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے انھیں دیکھا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان پر ظلم و جور کیا جائے؟ نہیں بلکہ وہ استقصاء (چھان بین اور تحقیق کرنا) اور مُداقہ (حساب و کتاب میں باریک بینی) سے ڈرتے ہیں تو اللہ نے اس کا نام "سُوْٓءَ الْحِسَابِ" برا حساب رکھا ہے جس نے چھان بین کی گویا اس نے برائی کا ارتکاب کیا۔ [3]

مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ استقصاء یہ ہے کہ تم ان کی برائیاں گنواؤ اور ان کی نیکیوں کو شمار کرو۔ [4]

مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اے کاش حساب کے لیے خوف کا مقام نہ ہوتا مگر یہ کہ اللہ کے حضور میں پیش ہونے کی شرم اور مخفی چیزوں سے پردہ ہٹ جانے کی رسوائی، ایسی صورت میں انسان کو حق ہے کہ وہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے نہ آئے اور نہ ہی آبادی کی طرف پناہ لے اور نہ کھائے نہ پیے اور نہ ہی سوئے مگر بحالتِ اضطرار جو ہلاکت سے متصل ہو۔ [5]

---

(۱) الکافی ج ۳ ص ۴۹۸ ح ۸ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۹۔۳۵ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۸۹
(۳) الکافی ج ۵ ص ۱۰۱۔۱۰۰ ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۱۰ ح ۳۹، ۴۰، ۴۱ و معانی الاخبار ص ۲۴۶ ح ۱ و تفسیر قمی ج ص ۳۶۴ (۴) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۸۹ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۱۰ ح ۳۸ (۵) مصباح الشریعہ ص ۸۵

وَ الَّذِیۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِمۡ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً وَّ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾

جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِهِمۡ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾

سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

وَالَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ وَ یَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَیُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

۲۲- اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی رضا کی خاطر صبر سے کام لیا اور نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے علانیہ اور پوشیدہ طریقے سے خرچ کیا اور وہ لوگ برائی کو بھلائی کے ذریعے دور کرتے ہیں یہی ہیں وہ لوگ جن کے لیے آخرت کا گھر ہے۔

۲۳- یعنی ایسے باغات میں جو اُن کی ابدی قیام گاہ ہوں گے اور ان کے آباؤ اجداد ان کی ازواج اور اولاد میں سے جو بھی صالح افراد ہوں گے وہ بھی اُن کے ساتھ وہاں جائیں گے ہر دروازے سے فرشتے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

۲۴- اور کہیں گے سلام علیکم (تم پر سلامتی ہے) یہ تمھارے صبر کا صلہ ہے آخرت کا گھر کتنا اچھا ہے۔

۲۵- اور جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد باندھ لینے کے بعد اسے توڑ ڈالتے ہیں اور ان سے رشتہ توڑ دیتے ہیں اللہ نے جن سے رشتہ جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے لعنت اور آخرت کا برا ٹھکانا ہے۔

۲۲- وَالَّذِیۡنَ صَبَرُوا -

اور جن لوگوں نے صبر سے کام لیا اللہ کے امور کو قائم کرنے میں، اور تکلیفیں برداشت کرنے میں اور جانوں اور اموال کے بارے میں جو مصیبتیں آئیں اُن پر اور اللہ کی نافرمانی پر صبر سے کام لیا۔

ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِمۡ -

اپنے پروردگار کی رضا کی خاطر، اللہ کی خوشنودی کے لیے

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً۔

اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے علانیہ اور پوشیدہ طریقے سے خرچ کیا

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ۔

اور وہ لوگ برائی کو بھلائی کے ذریعے دور کرتے ہیں، وہ برائی کا بدلہ احسان سے دیتے ہیں اور برائی کے پیچھے نیکی کے ذریعے اس برائی کو مٹا دیتے ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے فرمایا اے علیؑ گھر میں پریشانی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے مسرت وشادمانی ہے اور کوئی غم ایسا نہیں ہے جس کے بعد خوشی نہ ہو سوائے جہنم والوں کے غم کے جب بھی تم کوئی برا کام کرو تو اس کے بعد فوراً نیک کام انجام دو وہ اس برے کام کو بہت جلد مٹا دے گا اور تم پر لازم ہے کہ تم اچھا سلوک کرو وہ برائی کی شکست خوردگی کو دور کردے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر اس لیے فرمایا کہ اس کے ذریعے لوگوں کو ادب واخلاق سکھایا جائے اس لیے نہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام سے کوئی برا عمل سرزد ہوا تھا۔ [1]

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ۔

یہی ہیں وہ لوگ جن کے لیے آخرت کا گھر ہے

عاقبۃ الدار سے مراد ہے دنیا کا انجام اور باشندگانِ دنیا کا جو مناسب مآل (واپس جانے کی جگہ، ثمرہ، نتیجہ) ہونا چاہئے وہ جنت ہے۔

۲۳۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا۔

ایسے باغات جو ان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے

عَدن کے معنی ہیں اِقامت ٹھہرنا اور قیام کرنا یعنی ایسے باغات جہاں وہ ابدی قیام کریں گے اور اس کے احوال کی احادیث سورۂ توبہ میں بیان کی جاچکی ہے۔

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ۔

اور ان کے آباؤ اجداد ان کی ازواج اور اولاد میں جو بھی صالح افراد ہوں گے وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے یہ سب صالح افراد اُن سے ملحق ہوجائیں گے خواہ ان کا فضل وشرف ان کی فضیلت سے ہم آہنگ نہ ہو وہ ان کے پیچھے پیچھے ان لوگوں کے مقام کی عظمت کے باعث اور اس لیے بھی تاکہ وہ لوگ اُن لوگوں کے ساتھ شاداں وفرحاں رہیں اور اُن کی ہم نشینی سے مانوس ہوں جنت میں ایک ساتھ ہوں گے۔

تفسیر عیاشیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج۱ ص ۳۶۴

جو خود بھی مومن ہے اور اُس کی بیوی بھی مومنہ ہے اور وہ دونوں جنت میں داخل ہوتے ہیں کیا وہ ایک دوسرے سے شادی کریں گے امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ عادل حکم ران ہے اگر شوہر بیوی سے افضل ہوگا تو اس کی پسند پر منحصر ہوگا اگر اس نے اپنی زوجہ کو پسند کرلیا تو پھر وہ اس کے ازواج میں شامل ہوجائے گی اور اگر بیوی شوہر سے افضل ہوگی تو اسے اختیار دیا جائے گا اگر اس کی بیوی اُسے پسند کرلے گی تو وہ اس کا شوہر باقی رہے گا۔[۱]

کتاب خصال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں اگر کسی عورت کے دو خاوند ہوں دونوں مر جائیں اور مرنے کے بعد جنت میں جائیں تو یہ عورت کس کی بیوی بن کر رہے گی تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے ام سلمہ یہ عورت اس کو منتخب کرے گی ان دونوں میں سے جس کا اخلاق اچھا ہو اور ان دونوں میں جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہو اے ام سلمہ حُسنِ خُلق (اچھی عادت) دنیا و آخرت کے خیر کو لے گیا ہے۔[۲]

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۔

اور ہر دروازے سے فرشتے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے

ان کے کمروں کے دروازوں اور ان کے محلات کے دروازوں سے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

۲۴ ۔**سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ** ۔

وہ سلام علیکم کہیں گے اور یہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ تمھارے صبر کی وجہ سے ہے

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۔ آخرت کا گھر کتنا اچھا گھر ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت ائمہ علیہم السلام اور اُن شیعوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے صبر کیا ہے[۳]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہم صابر ہیں لیکن ہمارے شیعہ ہم سے بھی زیادہ صابر ہیں اس لیے کہ ہم علم کے بعد صبر کرتے ہیں اور ہمارے شیعہ ان باتوں پر صبر کرتے ہیں جن کا انھیں علم بھی نہیں ہوتا۔[۴]

کتاب کافی اور تفسیر قمیؒ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث میں مروی ہے جس میں آپ نے مومن کی کیفیت بیان فرمائی ہے جب وہ جنتوں اور ان کے بالا خانہ میں داخل ہوگا ہم اس حدیث کا ابتدائی حصہ سورۂ فاطر اور سورۂ زمر میں ان شاء اللہ بیان کریں گے امام علیہ السلام نے فرمایا پھر اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ ایک ہزار فرشتوں کو بھیجے گا جو اس شخص کو جنت کی مبارک باد دیں گے اور جنت کی خوب صورت اور سیاہ چشم حوروں سے اس کی شادی کرا دیں گے وہ فرشتے اس کی جنت کے پہلے دروازے پر پہنچیں گے تو جو فرشتہ جنتوں کے دروازے پر مقرر ہوگا اس سے کہیں گے ہمیں اجازت دو کہ ہم اللہ کے ولی سے ملاقات کریں اللہ نے ہمیں اسے مبارک باد پیش کرنے کے لیے بھیجا ہے وہ فرشتہ کہے گا کہ میں دربان سے کہتا ہوں تمھیں اس کی رہائش گاہ تک پہنچا دیں گے اور وہ فرشتہ دربان کے پاس جائے

---

(۱) یہ حوالہ عیاشی کی جگہ تفسیر مجمع البیان ج ۹۔۱۰ ص ۲۱۰ اور بحار الانوار ج ۸ ص ۱۰۵ ح ۲۳

(۲) الخصال شیخ صدوق ص ۴۲ ح ۳۴ باب دوم (۳۔۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۵

گا اور اس فرشتے اور دربان کے درمیان تین باغات ہوں گے جب وہ پہلے باغ تک پہنچے گا تو وہ دربان سے کہے گا کہ ''باب عرصہ'' پر ہزار فرشتے آئے ہیں جنھیں پروردگار جہان نے مبعوث کیا ہے تا کہ وہ اللہ کے ولی کو تہنیت پیش کریں اور انھوں نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں اس سے ملاقات کی اجازت طلب کروں دربان یہ کہے گا کہ میرے لیے یہ بڑا مشکل معاملہ ہے کہ میں کسی کو ولی خدا سے ملنے کی اجازت طلب کروں جب کہ وہ اپنی زوجہ کے ساتھ ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس ولی خدا اور دربان کے درمیان دو باغات ہیں تو دربان منتظم کے پاس آئے گا اور اس سے کہے گا کہ بابِ عرصہ پر ہزار فرشتے ربّ العالمین کے فرستادہ ولی اللہ کو تہنیت پیش کرنے کے لیے باریابی کے منتظر ہیں تم اسے آگاہ کردو اور ان فرشتوں کے لیے اجازت طلب کرو تو وہ منتظم خدام کے پاس آئے گا اور اُن سے کہے گا کہ خدائے جبار کے فرستادے ''بابِ عرصہ'' پر موجود ہیں اور وہ ہزار فرشتے ہیں اللہ نے انھیں ولی خدا کو مبارک باد دینے کے لیے بھیجا ہے ذرا انھیں ولی اللہ کی اقامت گاہ بتا دو امام علیہ السلام نے فرمایا خدام اس کی اقامت گاہ سے آگاہ کردیں گے فرمایا پھر ان فرشتوں کے لیے اجازت طلب کی جائے گی تو یہ فرشتے ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور وہ اپنے بالاخانے پر ہوگا اور اس کے ہزار دروازے ہوں گے اور اُن میں سے ہر دروازے پر ایک فرشتہ متعین ہوگا جب فرشتوں کو اذنِ دخول ملے گا کہ وہ ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں تو ہر فرشتہ جس دروازے پر معین ہے اسے کھولے گا تو ہر فرشتہ بالا خانے کے دروازے میں سے اس ولی اللہ کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کرے گا اور وہ سب فرشتے ذوالجلال کا پیغام اس تک پہنچائیں گے اور یہ اللہ عزوجل کا قول ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ اور فرشتے ان کی خدمت میں ہر دروازے سے داخل ہو رہے ہوں گے یعنی ابوابِ غرفہ سے اور کہہ رہے ہوں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ تم پر سلامتی ہو یہ تمھارے صبر کا صلہ ہے آخرت کا گھر کتنا اچھا ہے۔[1]

۲۵۔ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۔

اور جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد باندھ لینے اس کا اقرار کرنے اور اسے قبول کر لینے کے بعد اسے توڑ ڈالتے ہیں

یعنی اس سے مراد وہ اقرار ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے عالمِ ذر میں اُن سے لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کا اقرار غدیر خم میں لیا تھا۔[2]

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ ۔

اور ان سے رشتہ توڑ دیتے ہیں اللہ نے جن سے رشتہ جوڑنے کا حکم دیا تھا خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں یا ان کے علاوہ دیگر افراد

وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۙ ۔ اور وہ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ظلم کے ذریعے اور فتنہ پردازی کر کے

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۔

ایسے ہی لوگوں کے لیے لعنت اور آخرت کا برا ٹھکانا ہے یعنی عذابِ جہنم ہے۔

(۱) الکافی ج ۸ ص ۹۸ ح ۶۹ و تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۴۸۔۲۴۷ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۳

اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ وَ فَرِحُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَ مَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

وَ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَ يَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ اَنَابَ ﴿۲۷﴾

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَٮِٕنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَٮِٕنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۸﴾

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰى لَهُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

۲۶۔ اللہ جس کے رزق میں چاہتا ہے فراوانی پیدا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق فراہم کرتا ہے یہ لوگ دنیوی زندگی میں خوش وخرم ہیں حال آں کہ دنیاوی زندگی آخرت کے مقابل میں ایک قلیل سرمایہ ہے۔

۲۷۔ کافر یہ کہتے ہیں کہ اس شخص پر اس کے ربّ کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری اے نبی آپ فرما دیجیے اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اللہ کی جانب وہی ہدایت پاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

۲۸۔ جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دل مطمئن ہو گئے آگاہ ہو جاؤ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

۲۹۔ جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے وہ خوش نصیب ہیں اور ان کے لیے بہترین بازگشت ہے۔

۲۶۔ اَللّٰهُ ۔ صرف اللہ ہی ہے

يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ ۔

جس کے رزق میں چاہتا ہے فراوانی پیدا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق فراہم کرتا ہے

وَ فَرِحُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ ۔

یہ لوگ دنیوی زندگی میں خوش وخرم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان کے رزق میں وسعت دی ہے

وَ مَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ ۔

اور دنیاوی زندگی کی آخرت کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے

اِلَّا مَتَاعٌ ۔

سوائے ایک قلیل سرمائے کے جس سے متمتع ہوا جاتا ہے پھر وہ سرمایہ ختم ہو جاتا ہے اور اسے دوام حاصل

نہیں ہے جیسے سوار کا جلد تیار کیا ہوا کھانا یعنی انھیں دنیا سے جو کچھ ملا انھوں نے اسے خرید لیا اور انھوں نے اس مال دنیا کو وہاں خرچ نہیں کیا جس کی بنیاد پر وہ اخروی نعمتوں کے حق دار بنتے اور ان کے پاس جو تھوڑا سا معمولی اور حقیر سرمایہ تھا اس سے دھوکا کھا گئے جس کا فائدہ بے حد کم ہے اور وہ جلد ہی ختم ہوجانے والا ہے۔

۲۷-وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ -

کافر یہ کہتے ہیں کہ اس شخص پر اس کے ربّ کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری اے نبی آپ فرما دیجیے اللہ جسے چاہتا ہے گم راہی میں چھوڑ دیتا ہے

یعنی نشانیوں کو پیش کر کے معجزات کو ظاہر کرنے کے بعد بھی اگر کوئی نہیں مانتا تو اللہ ایسے شخص کو گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ -

اور جو شخص اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے

وہ حق کی طرف آجاتا ہے اور دشمنی اور سرکشی سے لوٹ آتا ہے۔

۲۸-الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ -

جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دل مطمئن ہو گئے

جو اپنی نسبت اللہ کی طرف دیتا ہے اس پر اعتماد رکھتا ہے اور اسی سے لو لگاتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور وہ اللہ کا ذکر اور اس کا حجاب ہیں۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے ''الذین امنو'' سے مراد ''شیعہ'' ہیں اور ذکر اللہ سے مراد امیر المومنین علیہ السلام اور ائمہ علیہم السلام ہیں۔[۲]

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ -

آگاہ ہو جاؤ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے

۲۹-الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ -

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے وہ خوش نصیب ہیں

طوبیٰ کا لفظ طیب سے نکلا ہے یہ بشریٰ اور زلفیٰ کے وزن پر ہے جس کے معنی ہی خوشی اور سعادت۔

وَحُسْنُ مَآبٍ -

اور اُن کے لیے بہترین بازگشت ہے

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۱۱ ح ۴۴ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۵

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ''طوبیٰ'' جنت میں ایک درخت ہے جس کی جڑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہے اور ہر مومن کے گھر میں اس درخت کی ایک ٹہنی موجود ہے اگر انسان کے دل میں کسی چیز کی خواہش کا خیال بھی آ جائے تو اس درخت کے ذریعے وہ شے آ سکتی ہے اور اگر کوئی سرگرم سوار اس درخت کے سایے میں سو سال چلتا رہے تو وہ سایے سے باہر نہیں جا سکتا اور اگر اس کے نیچے سے کوئی اڑنا شروع کرے تو وہ اس کی بلندی تک رسائی حاصل کرنے سے پہلے بوڑھا ہو کر گر جائے گا آگاہ ہو جاؤ ایسے درخت کی طرف رغبت کرو۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اور انھوں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے ایسی ہی روایت نقل کی ہے۔ [۲]

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے (طوبیٰ) سعادت ہے اس شخص کے لیے جو ہمارے امر سے تمسک رکھے ہمارے قائم کی غیبت کے دوران ہدایت ملنے کے بعد ایسے شخص کے دل میں کجی نہیں آئے گی۔ آپ سے سوال کیا گیا طوبیٰ سے کیا مراد ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا وہ جنت میں ایک درخت ہے جس کی جڑ علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ کے گھر میں ہے اور ہر مومن کے گھر میں اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی ہے اور یہ اللہ کا قول ہے ''طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ '' [۳]

طوبیٰ جو جنت میں ایک درخت ہے اس کی تشریح و توضیح کے بارے میں بہت سی روایات ہیں جن میں اس درخت کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں اور اسے روایت کیا ہے قمیؒ، عیاشی، عیون، خصال اور احتجاج وغیرہ نے۔ [۴]

تفسیر مجمع البیان میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ سے طوبیٰ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا طوبیٰ ایک درخت ہے جس کی جڑ میرے گھر میں ہے اور اس کی شاخ جنت والوں تک جا پہنچتی ہے پھر آں حضرتؐ سے اس بارے میں دوبارہ سوال کیا گیا تو آں حضرتؐ نے فرمایا اس کی جڑ علیؑ کے گھر میں ہے تو آں حضرتؐ سے اس سلسلے میں دوبارہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میرا گھر اور علیؑ کا گھر جنت میں ایک ہی جگہ پر واقع ہے۔ [۵]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۳۹ ح ۳۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۱۳ ح ۵۰

(۳) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۳۵۸ ح ۵۵ باب ۳۳

(۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۵ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۱۳۔ ۲۱۲ ح ۴۸، ۴۹، ۵۰ و عیون الاخبار الرضا ج ۱ ص ۳۰۴ ح ۶۳ و خصال ص ۵۵۸ ح ۳۱ (۵) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۲۹۱

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَ هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾

وَ لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع۵

۳۰۔ اے محمدؐ ہم نے آپ کو ایک ایسی قوم میں رسول بنا کر بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ اُن کے سامنے اس کتاب کی تلاوت کریں جو ہم نے وحی کے ذریعے آپ پر نازل کی ہے حال آں کہ وہ خدائے مہربان کا انکار کرتے ہیں آپ فرما دیجیے کہ وہی میرا پروردگار ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس کے میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور وہی میرا ملجا و ملاذ ہے۔

۳۱۔ اور اگر کوئی ایسا قرآن نازل ہوا ہوتا جس کے ذریعے پہاڑوں کو چلایا جاتا یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی یا مردے بولنے لگتے (تو اس میں کیا تعجب ہے)۔ سارا اختیار تو اللہ ہی کے پاس ہے، کیا ایمان لانے والوں کو اس بات کا پتا نہیں چلا کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام انسانوں کی ہدایت کر دیتا۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے اُن پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہتی ہے یا اُن کے گھر کے قریب نازل ہوتی ہے تاکہ وعدۂ الٰہی پورا ہو کر رہے اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

۳۰۔ كَذٰلِكَ – اسی بھیجنے کی طرح

اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ۔

اے محمدؐ! ہم نے آپ کو ایسی قوم میں رسول بنا کر بھیجا جس سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں لہٰذا اس قوم کی طرف آپ کا مبعوث ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔

لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ –

تاکہ آپ ان کے سامنے اس کتاب کی تلاوت کریں اسے پڑھ کر سنائیں جو ہم نے وحی کے ذریعے آپ

پر نازل کی ہے

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ -

اور اُن کا یہ حال ہے کہ وہ خدائے مہربان کا انکار کرتے ہیں وہ اس کا انکار کر رہے ہیں جو رحمت کو وسعت دینے والا ہے جس کی نعمتوں نے ان لوگوں کو گھیر رکھا ہے اس کی رحمت ہر شے پر چھائی ہوئی ہے انھوں نے اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا بالخصوص آپ جیسے رسول کو ان کی طرف بھیجنا اور ان کی طرف اس قرآن کو نازل کرنا جو معجزانہ حیثیت رکھتا ہے۔

قُلْ هُوَ رَبِّيْ - اے نبی آپ فرما دیجیے کہ رحمان میرا پروردگار، میرا خالق اور میرے امور کا متولی ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ - سوائے اس کے کوئی عبادت کا حق دار نہیں ہے وہ شریکوں سے بلند و بالا ہے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ - تمھارے خلاف اپنی مدد کے لیے میں نے اسی پر توکل کیا ہے

وَاِلَيْهِ مَتَابِ - اور اسی کی طرف بازگشت ہے تمھاری اذیتوں کو برداشت کرنے اور تم سے جہاد کرنے پر وہ مجھے ثواب سے نوازے گا

۳۱-وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ -

اور اگر کوئی ایسا قرآن نازل ہوا ہوتا جس سے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہلایا جاسکتا، چلایا جاسکتا

اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ -

یا اس کے ذریعے زمین خوفِ خدا سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی شگافتہ ہوجاتی

اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى -

یا اُس کے ذریعے سے مردے بولنے لگتے جسے تم سنتے اور جواب دیتے تو اس قرآن کی قدر و منزلت بڑھ جاتی اور اس کی شان میں اضافہ ہوجاتا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اگر قرآن میں سے کوئی شے ایسی ہوتی تو یہی قرآن ہوتا۔ [1]

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے ہم ہی اس قرآن کے وارث ہیں جس میں یہ ہے کہ اس کے ذریعے پہاڑوں کو چلایا جاسکتا ہے، شہروں کی مسافت طے کی جاسکتی ہے اور اس کے ذریعے سے مردوں کو زندہ کیا جاسکتا ہے۔ [2]

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا - بلکہ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے

اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا - کیا ایمان لانے والوں کو اس بات کا پتا نہیں چلا

کہا گیا ہے اَفَلَمْ یایئس کے معنی ہیں افلم یعلم کیا انھیں علم نہیں ہوا اور یہ نخع قبیلہ کی زبان ہے۔ [3]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۵ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۲۶ ح ۷ (۳) طبری جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۳۰

(نوٹ از مترجم: نخع مذحج کا ایک قبیلہ ہے اسی مناسبت سے قبیلے کے لوگ نخعی کہلاتے ہیں)

اور کہا گیا ہے کہ یاس (مایوس ہونا) اس جگہ جاننے اور علم کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس لیے کہ یہ اس مفہوم کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے اس لیے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز سے مایوس ہو جاتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ [1]

اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ۔

کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام انسانوں کی ہدایت کر دیتا کافروں پر ان کے کرتوتوں کے سبب کوئی نہ کوئی آفت آتی رہتی ہے یعنی ان کے کفر اور برے اعمال کے سبب ان پر آفت آتی ہے ایسی مصیبت جو ان کے نفوس اور اموال میں طرح طرح کی مصیبتوں کو آواز دیتی ہے۔

اَوْ تَحُلُّ۔

یا مصیبت نازل ہوتی ہے

قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ۔

ان کے گھر کے قریب جس سے یہ خوف زدہ ہو جاتے ہیں جن کی چنگاریاں ان تک اڑ کر پہنچتی ہیں جیسے وہ سرایا جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ فرماتے تھے اُن کے ایک سال بڑے جانورں کو تبدیل کر دیا جاتا تھا اور ان کے چوپاؤں کو اچک لیا جاتا تھا۔

نوٹ از مترجم: سرایا سریہ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ لشکر ہے جس میں نبی اکرمؐ خود تشریف نہیں لے جاتے تھے بلکہ اصحاب میں سے کسی کو امیر بنا کر روانہ کرتے تھے اس میں جانے والوں کی تعداد پانچ سے لے کر تین چار سو تک ہوتی تھی۔

حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

تا کہ وعدۂ الٰہی پورا ہو کر رہے اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اور کافروں پر مسلسل ان کی کارستانیوں کے سبب کوئی نہ کوئی مصیبت آتی رہتی ہے اور قارعۃ سے مراد سزا ہے اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ یا ان کے گھر کے قریب نازل ہوتی ہے، ان کے علاوہ دوسری قوم پر نازل ہوتی ہے وہ لوگ اسے دیکھتے ہیں اور اس کے بارے میں سنتے ہیں اور جن پر یہ مصیبت آئی ہے وہ انھی جیسے نافرمان کافر ہیں وہ ایک دوسرے کی نصیحت قبول نہیں کرتے اور وہ اسی طرح کرتے رہیں گے حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ یہاں تک کہ اللہ نے مومنین سے جو نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ آجائے اور اللہ کافروں کو رسوا کر دے۔ [2]

---

(۱) طبرسی جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۳۰ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۶۔۳۶۵

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

۳۲۔اے محمدؐ آپ سے پہلے بہت سے نبیوں کا مذاق اڑایا جاچکا ہے، میں نے کافروں کو ہمیشہ ڈھیل دی ہے پھر ان کا مواخذہ کیا دیکھ لو میری سزا کیسی سخت ہوتی ہے۔

۳۳۔کیا وہ ہستی جو ہر ایک کے اعمال سے باخبر ہے اس کے مقابلے میں انھوں نے اللہ کے لیے بہت سے شریک بنا لیے ہیں اے نبی آپ ان سے دریافت کیجیے کہ تم ان کے نام تو بتاؤ کیا تم اللہ کو نئی بات بتا رہے ہو جسے وہ اپنی زمین میں نہیں جانتا یا تم لوگ جو تمھارے منہ میں آتا ہے کہے جا رہے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے لیے ان کے مکر کو خوشنما بنا دیا گیا اور وہ راہ راست سے روک دیے گئے اور اللہ جسے گمراہی میں چھوڑ دے اسے کوئی راہ دکھلانے والا نہیں۔

۳۴۔ان کے لیے دنیاوی زندگی میں عذاب ہے اور یقینا آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہیں ہے۔

۳۲۔وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۔

یہ آیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے ہے اور اُن کا مذاق اڑانے والوں اور انھیں اذیت دینے والوں کے لیے ایک طرح کی تنبیہ ہے۔

اَمْلَيْتُ اِملاء سے ماخوذ ہے یعنی ایک عرصے تک اسے مہلت دے دی جائے اور اسے امن اور آرام سے رہنے دیا جائے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے آرزوؤں نے انھیں لمبے عرصے تک رہنے دیا پھر انھیں ہلاک کر ڈالا۔ [1]

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ — دیکھ لو! میری سزا کیسی سخت ہوتی ہے

۳۳—اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ —

کیا وہ ہستی جو ہر ایک کے عمل سے باخبر ہے۔ اس کا نگران ہے، اس کے راز کو مخفی رکھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس شخص نے عمل خیر انجام دیا ہے یا برائی کا ارتکاب کیا ہے ان کے اعمال کی کوئی شے اُس سے مخفی نہیں ہے اور جو شخص ایسا نہیں ہے اس کی جز ذرہ برابر اس کے نزدیک باقی نہیں رہتی۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ — اور انھوں نے اللہ کے لیے بہت سے شریک بنا لیے ہیں

قُلْ سَمُّوْهُمْ —اے پیغمبر آپ ان سے فرما دیجیے ذرا اُن کے نام تو بتاؤ کہ وہ کون ہیں؟

یا اُن کے اوصاف بیان کرو پھر دیکھو کہ کیا اُن کے پاس وہ خوبی ہے جس کی بنیاد پر وہ عبادت کے مستحق قرار پائیں اور شرکت کے قابل ہوسکیں؟

اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ— کیا تم اللہ کو نئی بات سے آگاہ کر رہے ہو

بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ — جسے وہ اپنی زمین میں نہیں جانتا کہ اس کے شریک کار بھی ہیں حالاں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اور جب اللہ ان کو نہیں جانتا تو اس کے معنی یہ ہیں وہ شرکاء کوئی حقیقت نہیں رکھتے جس کا علم سے تعلق ہو اور مراد ہے تمام شرکاء کی نفی کرنا۔

اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ —

یا تم نے انھیں شرکاء کے نام سے ظاہری قول کی بنیاد پر کہا ہے جس کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی اعتبار جیسے کسی زنجی (حبشی) کو کافور (جس کی رنگت سفید ہوتی ہے) کہا جائے اور استدلال کے موقع پر یہ اسلوبِ بیان فصیح زبان میں پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ یہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔

بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ — بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے لیے ان کے مکر کو خوش نما بنا دیا گیا ہے

ان کے مکر کو ملمع کر دیا گیا تو وہ صرف لغو اور فضول باتیں سوچتے ہیں اور اسے بھلائی کا رنگ دیتے ہیں۔

وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ — اور وہ حق کے راستے اور سیدھے راستے سے روک دیے گئے ہیں

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ — اور اللہ جسے گمراہی میں چھوڑ دے

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ— تو اسے کوئی راہ دکھلانے والا نہیں جو اسے ہدایت کی راہ پر لگائے

۳۴—لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا— ان کے لیے دنیاوی زندگی میں عذاب ہے قتل، قید اور دیگر مصیبتوں کی شکل میں

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ — اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے اس لیے کہ اس میں شدت اور دوام ہے۔

وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ— اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳٦٦

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع ۵

۳۵-متقین کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں رواں ہیں، اس کے پھل دائمی ہیں، اور اس کا سایہ لازوال ہے۔ صاحبانِ تقویٰ کا یہ انجام ہے، اور کافروں کا انجام آتشِ جہنم ہے۔

۳۶-اے نبی جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اس کتاب پر خوش نہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور مختلف گروہوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو اس کتاب کی کچھ باتوں کو نہیں مانتے آپ فرما دیجیے کہ مجھے تو بس یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہ دوں لہٰذا میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی سے رجوع کرتا ہوں۔

۳۷-اور اسی طرح ہم نے عربی زبان میں یہ قرآن نازل کیا ہے اگر علم آجانے کے بعد آپ نے ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع کیا تو پھر اللہ کے مقابلے میں کوئی آپ کا حامی و ناصر نہ ہوگا۔

۳۵-مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ-

متقین کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس جنت کی خوبی کو بیان کیا گیا ہے جو غرابت (انوکھے پن اور ندرت) میں بے مثال ہے۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ-

جس کے نیچے نہریں رواں ہیں

اُكُلُهَا دَآئِمٌ-

اس کے پھل دائمی ہیں نہ وہ ختم ہوں گے اور نہ ہی ان سے روکا جائے گا

وَّظِلُّهَا -

اور اسی طرح اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے

تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ -

صاحبانِ تقویٰ کا یہ انجام ہے اور کافروں کا انجام آتشِ جہنم ہے

۳۶-وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ -

جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اس کتاب پر خوش ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب ان کے سامنے کتابِ خدا کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ مسرور و شاداں ہوتے ہیں اور جب وہ خود قرآن پڑھتے تو خوف و حزن کے سبب ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں۔[1]

وَمِنَ الْاَحْزَابِ -

اور مختلف گروہوں میں سے یعنی وہ لوگ جنھوں نے رسول اللہ کے خلاف دشمنی پر ایکا کر لیا ان کے خلاف ایک جتھا بنا لیا

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ -

ایسے بھی لوگ ہیں جو اس کتاب کی کچھ باتوں کو نہیں مانتے جو اُن کی شریعت کے مطابق نہیں ہیں

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ -

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ مجھے تو بس یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہ دوں۔ تمھارا انکار کرنا اللہ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کا انکار ہے۔

اِلَيْهِ اَدْعُوْا -

میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں نہ اس کے غیر کی طرف

وَاِلَيْهِ مَاٰبِ -

اور میں اسی سے رجوع کرتا ہوں نہ اس کے غیر سے

کہا گیا ہے کہ یہ تمام باتیں جو قرآن میں آئی ہیں ان پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے اب اس کے علاوہ کچھ فروعی باتیں ہیں جن میں زمانے اور قوموں کے اعتبار سے کچھ معمولی سا اختلاف ہے اب تمھارے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی مخالفت کی وجہ سمجھ میں آتی ہے جب کہ تم بھی ایسی ہی باتیں کہہ رہے ہو۔[2]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۶ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۲۲

۳۷-وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ -

اور اسی طرح ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے جس میں اللہ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی جانب اور اس کے دین کی طرف دعوت دی گئی ہے

حُكْمًا عَرَبِيًّا -

فیصلہ کن کتاب عربی زبان میں لغت عرب کے مطابق نازل ہوئی ہے

لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ -

اے نبی اگر آپ نے اُن لوگوں کی خواہشات کا اتباع کیا ایسے امور میں جس کے بارے میں آپ کو دعوت دے رہے ہیں کہ آپ ان کی موافقت کریں

بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ -

علم آ جانے کے بعد جس نے ان باتوں کو منسوخ کر دیا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ -

تو پھر اللہ کے مقابلے میں کوئی آپ کا حامی نہ ہوگا جو آپ کی مدد کرے

وَّلَا وَاقٍ -

اور نہ ہی کوئی بچانے والا ہوگا جو آپ سے عذاب دور کر دے اور یہ ان کی لالچ کی بیخ کنی اور مومنین کو دین میں ثابت قدم رہنے پر ابھارنا ہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

۳۸-اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کو بھیجا تھا اور انھیں ازواج اور اولاد بھی عطا کی تھی اور کسی بھی رسول کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ کے اذن کے بغیر وہ کوئی معجزہ پیش کرے۔ ہر دور کے لیے ایک کتاب ہے۔

۳۹-اللہ جس بات کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اُم الکتاب (اصل تحریر) اُسی کے پاس ہے۔

۳۸-وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ-

اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کو آپ جیسا بشر بنا کر بھیجا تھا

وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ-

اور ہم نے انھیں ازواج اور اولاد بھی عطا کی تھی جس طرح آپ کی بیویاں اور بچے ہیں

تفسیر جوامع میں ہے کہ وہ لوگ رسول اللہ کو کثرت ازدواج (زیادہ شادیوں) کی وجہ سے شرم دلاتے تھے تو جواب میں اُن سے کہا گیا ان سے پہلے جو انبیاء و مرسلین تھے وہ بھی بیویوں اور بچوں والے تھے۔[۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دیگر انبیاء کی طرح تھے اللہ نے ان کے لیے ازواج اور ذریت قرار دی پھر یہ کہ کسی نبی کے ساتھ ان کے اہل بیت میں سے اتنے لوگ اسلام نہیں لائے جتنے لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ ان کے اہل بیت میں مسلمان ہوئے اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ شرف وفضیلت عطا کی۔[۲]

اور دوسری روایت میں ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت ہیں۔[۳]

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ-

نہ تو کسی رسول کے لیے یہ ممکن ہے اور نہ ہی ان کے لیے درست ہے

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ-

کہ وہ کوئی معجزہ لے کر آئے اور اسے پیش کرے اور کسی فیصلے کے لیے اس سے التماس کی جائے

(۱-۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۳۴ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۱۴-۲۱۳ ح ۵۱

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ -

مگر یہ سب کچھ وہ اللہ کی اجازت سے کرسکتا ہے اس صورت میں وہ اس معجزے کے لانے پر قادر ہوگا

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ -

ہر دور کے لیے ایک کتاب ہوتی ہے

ہر زمانے کے لیے ایک حکم ہوتا ہے جو بندوں کے لیے لکھ دیا جاتا ہے اور ان کے لیے وہی حکم ہوتا ہے جس میں ان کی بھلائی ہوتی ہے۔

۳۹-يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ -

اللہ جس بات کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے

اُم الکتاب اُسی کے پاس ہے یعنی اصل کتاب اور وہ ایک لوح (تختی) ہے جو مٹنے اور تبدیل ہونے سے محفوظ ہے اور اس میں تمام چیزیں موجود ہیں اس میں جس چیزوں کو باقی رکھنا ہے وہ بھی درج ہیں اور جنھیں مٹا دینا ہیں وہ بھی درج ہیں اس کا مٹا دینا اور اس کے بدلے دوسری چیز کو لکھ دینا جس کو منسوخ کرنا ہوتا ہے وہ اسے منسوخ کردیتا ہے اور اس چیز کو باقی رکھتا ہے جو اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ توبہ کرنے والے کی برائیوں کو مٹا کر اس کی جگہ نیکیوں کو مندرج کردیتا ہے اور کراماً کاتبین کی کتاب یعنی نامۂ اعمال سے وہ چیزیں مٹا دیتا ہے جزا سے جن کا تعلق نہیں ہے اور اس کے علاوہ چیزوں کو باقی رہنے دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں جو خلوص کی باتیں دیکھتا ہے اسے لکھ دیتا ہے اور فاسد باتوں کو مٹا دیتا ہے اور جو باتیں ہونے والی ہوتی ہیں اسے لکھ دیتا ہے ایک قوم کو مٹاتا ہے اور دوسری کو اس کی جگہ لے آتا ہے اور آخری روایت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے جسے مجمع البیان نے بیان کیا ہے اور وہ اس کا ایک مفہوم ہے جس سے مراد مکمل معانی ہیں فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول کی طرح ہے ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (المومنون: ۳۱) (پھر ہم نے ان کے بعد ایک دوسری امت پیدا کی) اور اللہ کا قول كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ (طٰہٰ: ۱۲۸) (ہم نے اُن سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کردیں)۔[1]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ اللہ اسی کو مٹاتا ہے جو لکھا ہوا ہوتا ہے اور وہی تحریر ہوتا ہے جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوا؟[2]

تفسیر قمیؒ اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو فرشتے روح اور تحریر کرنے والے دنیاوی آسمان پر نازل ہوتے ہیں تو اس سال کے لیے اللہ تعالیٰ جو بھی فیصلے کرتا ہے اسے لکھ لیتے ہیں پس اگر اللہ یہ چاہتا ہے کہ کسی شے کو مقدم کردے یا کسی شے کو موخر کردے یا

(۱) مجمع البیان ج ۱ ص ۲۹۸ (۲) الکافی ج ۱ ص ۱۴۷-۱۴۶ ح ۲ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۱۵ ح ۶۰

کسی شے کو کم کر دے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اللہ نے جسے مٹانا چاہا ہے وہ اسے مٹا دے اور جس بات کو باقی رکھنے کا ارادہ کیا ہے اسے باقی رہنے دے۔ [۱]

کتاب کافی میں اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔ [۲]

عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے سامنے انبیاء کے نام اور ان کی عمریں پیش کیں۔ [۳]

سورۂ بقرہ کے آخری حصے میں علل الشرائع سے حدیث نقل کی گئی ہے۔ [۴]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ (المائدہ: ۲۱) امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے یہ لکھ دیا تھا پھر اسے مٹا دیا پھر ان کی اولاد کے لیے لکھا اور وہ وہاں داخل ہوئے اللہ جس بات کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس بات کو چاہے باقی رکھتا ہے اور اصل کتاب اُسی کے پاس ہے۔ [۵]

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص صلۂ رحمی کرتا ہے اور اس کی زندگی کے صرف تین سال باقی بچے ہیں تو خداوندعالم اسے دراز کر کے ۳۳ سال کر دیتا ہے اور اگر کوئی رشتہ ناتا توڑتا ہے اور اس کی زندگی کے ۳۳ سال بچے ہوئے ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے تین سال بلکہ اس سے بھی کم کر دیتا ہے اور فرمایا کہ امام صادق علیہ السلام اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ [۶]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا اللہ تعالیٰ کے قول يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَ يُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ وہ کتاب ایسی کتاب ہے اللہ جس چیز کو چاہتا ہے اس میں باقی رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اسی سبب سے دعا قضا (فیصلے) کو ٹال دیتی ہے اور وہ دعا اس پر لکھی ہوئی ہے جس سے قضا کو ٹالا جا سکتا ہے یہاں تک کہ جب وہ ام الکتاب تک پہنچ جائے تو پھر وہاں کوئی دعا کارگر نہیں ہوتی۔ [۷]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ وہ ام الکتاب کے علاوہ دو کتابیں ہیں اللہ اس میں جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے لیکن ام الکتاب میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔ [۸]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ دو امر ہیں موقوف (ٹھہرایا ہوا روکا ہوا) اور محتوم (حتمی جس کا فیصلہ ہو چکا ہے) جو محتوم ہوتا ہے وہ انجام تک پہنچ جاتا ہے اور جو موقوف ہوتا ہے تو اس میں اللہ کی مشیت جو فیصلہ چاہتی ہے کرتی ہے۔ [۹]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۶ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۱۶ ح ۶۲ (۲) الکافی ج ۳ ص ۱۵۷ ح ۳
(۳) عیاشی ج ۲ ص ۲۱۹ ح ۷۳ (۴) علل الشرائع ص ۵۵۳ ح ۱ (۵) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۳۰۴ ح ۷۲
(۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۰ ح ۷۵ (۷) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲ ح ۷۴ (۸-۹) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۲۹۸

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر کتاب اللہ کی ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمھیں قیامت تک ہونے والے واقعات سے باخبر کردیتا میں نے سوال کیا وہ کون سی آیت ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قول یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ۔ [1]

اور ایسی ہی روایت کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے۔ [2]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ علم دو طرح کے ہوتے ہیں ایک علم وہ ہے جو اللہ کے پاس خزانے میں محفوظ ہے مخلوقات میں سے کوئی بھی اس پر مطلع نہیں ہے اور ایک علم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں کو سکھایا ہے۔ لہٰذا جو علم اس نے فرشتوں اور رسولوں کو سکھایا ہے تو وہ ہوکر رہے گا اور اس بارے میں نہ تو وہ خود جھوٹ کہہ رہا ہے نہ ہی فرشتے اور مرسلین جھوٹ کہہ رہے ہیں اور وہ علم جو اللہ کے خزانے میں محفوظ ہے اس میں اللہ جس طرح چاہے تقدم اور تاخر کرتا ہے اور جسے چاہے باقی رکھتا ہے۔ [3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس علمِ مخزون کے کچھ نادر امور اپنے مرسلین میں سے کچھ کو سکھا دیتا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے اور اس طرح اس حدیث اور اس سے ماقبل جو حدیث بیان کی جاچکی ہے ان دونوں میں موافقت ہوسکتی ہے اور اگر آپ مُکمل تحقیق کے خواہاں ہیں تو آپ کو چاہیے کہ ہماری کتاب جو الوافی کے نام سے موسوم ہے اس کے جزو اول میں ''فی ابواب معرفۃ مخلوقات اللہ وافعالہ'' کی طرف رجوع کریں۔ [4]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۱۵ ح ۵۹

(۲) توحید ص ۳۰۴ ح ۱ باب ۶۶

(۳) الکافی ج ۱ ص ۱۴۷ ح ۸ باب البداء

(۴) الوافی ج ۱ ص ۵۱۶-۵۰۷

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

۴۰-اے نبی ہم نے ان لوگوں سے جس برے انجام کا وعدہ کیا ہے اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو جیتے جی دکھا دیں گے یا اس سے پہلے ہم آپ کو اٹھا لیں گے آپ کا کام تو پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہماری ذمہ داری ہے۔

۴۱-کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے کم کرتے چلے جا رہے ہیں اور اللہ فیصلہ کرتا ہے، کوئی اس کے فیصلوں پر نظر ثانی کرنے والا نہیں، وہ بہت جلد حساب کر لیتا ہے۔

۴۰-وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ -

اور جیسا موقع ہوا اس کے مطابق ہم نے اُن سے جس برے انجام کا وعدہ کیا ہے اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں گے یا اس سے پہلے ہم آپ کو اٹھا لیں گے۔

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ -

بس آپ کا کام تو پیغام پہنچا دینا ہے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ -

اور حساب لینا ہماری ذمہ داری ہے تاکہ ہم بدلہ دے سکیں۔ یہ آپ کا کام نہیں ہے آپ ان لوگوں کی روگردانی پر غمگین نہ ہوں اور ان کے لیے عذاب میں جلدی نہ کریں ہم ان کے لیے انتظام کر رہے ہیں اور یہ تو ہراول دستہ کی طرح اس کا پیش خیمہ ہے۔

۴۱-اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ -

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ زمین کے باشندگان کے چلے جانے کے بعد ہم زمین کو اس کے اطراف سے کم کرتے جا رہے ہیں

کتاب احتجاج میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد امتوں کی ہلاکت ہے اسے ''اتیان'' سے تعبیر کیا ہے۔ [1]

---

(۱) الاحتجاج، ج ۲ ص ۳۷۲

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا؟
تو امام علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد علماء کا ناپید ہونا ہے۔ [۱]
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد اس زمین کے علماء کی موت ہے۔ [۲]
کتاب کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا جلدی مر جانا اور قتل ہوجانا ہمارے لیے بے حد آسان بنا دیتا ہے ہمارے بارے میں اللہ کا قول اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہے اور اس سے مراد علماء کا چلا جانا ہے۔ [۳]
میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس تفسیر کی بنیاد پر اطراف طَرَف کی جمع ہوگی یا طُرُف کی جمع ہوگی یعنی علماء اور اشراف (جیسا کہ غریب القرآن وغریب الحدیث علامہ ہروی میں ہے)

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ -

اور اللہ فیصلہ کرتا ہے کوئی اس کے فیصلوں پر نظر ثانی کرنے والا نہیں۔ کوئی اسے پلٹا نہیں سکتا۔
اور معقب یعنی نظر ثانی کرنے والا جو کسی چیز پر نظر ثانی کر کے اسے باطل قرار دیتا ہے۔

وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ -

اور وہ بہت جلد حساب کر لیتا ہے۔ وہ تھوڑے سے وقت میں سب کا حساب کر لے گا۔

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۱۸ ح ۵۶۰ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۷
(۳) الکافی ج ۱ ص ۳۸ ح ۴

وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِيۡعًا‌ ؕ يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ‌ ؕ وَسَيَعۡلَمُ الۡكُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا‌ ؕ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۙ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

ع ۱۲

۴۲۔ان سے پہلے جو لوگ تھے انھوں نے بڑی مکاریاں کیں لیکن ساری تدبیریں تو اللہ کے پاس ہیں اللہ جانتا ہے کہ ہر فرد کیا کچھ کر رہا ہے اور عن قریب کفار جان لیں گے کہ کس کا انجام بخیر ہوتا ہے۔

۴۳۔اور کافر یہ کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں اے نبی آپ فرما دیجیے میرے اور تمھارے درمیان گواہی کے لیے اللہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔

۴۲۔وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ۔

ان سے پہلے جو لوگ تھے انھوں نے انبیاء اور ان کے درمیان جو مومنین تھے ان سے خوب مکاریاں کیں۔

فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِيۡعًا‌ ؕ۔

لیکن ساری تدبیریں تو اللہ کے پاس ہیں اس کی تدبیر کے سامنے کسی کی تدبیر کارگر نہیں ہوگی وہی اپنے مقصود پر قدرت رکھتا ہے اس کے غیر کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اگر مکر کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد عذاب ہے۔[1]

يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ‌ ؕ۔

اللہ جانتا ہے کہ ہر فرد کیا کچھ کر رہا ہے وہ اس کی جزا مہیا کرتا ہے اور وہ اس کے پاس اس طرح آتی ہے کہ اسے پتا تک نہیں چلتا۔

وَسَيَعۡلَمُ الۡكُفّٰرُ۔

اور عن قریب کفار جان لیں گے

لِمَنۡ عُقۡبَى الدَّارِ۔

کہ دونوں گروہوں میں سے کس کا انجام قابلِ تعریف اور لائق تحسین ہوتا ہے

۴۳۔وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا‌ ؕ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۙ۔

اور کافر یہ کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں اے نبی آپ فرما دیجیے میرے اور تمھارے درمیان گواہی کے

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۷

لیے اللہ کافی ہے۔

شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ "کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری رسالت پر حجتیں اور دلائل ظاہر کردیے لہٰذا کسی کو گواہ کی ضرورت نہیں جو رسالت کو گواہی دے۔

وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتٰبِ -

اور وہ جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے

کتاب کافی، خرائج اور عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے

اِیّانا عنی وعلیّ اوّلنا وافضلنا وخیرنا بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مراد ہم لوگ ہیں اور علی ہم میں اوّل افضل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہیں۔ ۱

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایت ہے۔ ۲

کتاب احتجاج میں ہے کہ کسی شخص نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کی سب سے افضل منقبت کیا ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا "وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتٰبِ" سے میری ذات مراد ہے۔ ۳

مجالس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی علی ابن طالب علیہ السلام ہیں۔ ۴

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے کہا گیا عبداللہ بن سلام کا بیٹا یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے والد کے لیے کہا ہے "قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتٰبِ" امام علیہ السلام نے فرمایا وہ جھوٹ بولتا ہے اس آیت سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب ہیں۔ ۵

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے عالم ہیں۔ ۶

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ شخص جس کے پاس کتاب کا ذرا سا علم ہے وہ اعلم ہے یا جس کے پاس ام الکتاب کا علم ہے وہ اعلم ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا جس کے پاس کتاب کا ذرا سا علم ہے اس کی مثال ام الکتاب کا علم رکھنے والے کے مقابل میں اس پانی جتنا ہے جسے مچھر سمندر سے اپنے پروں پر لے لے۔ ۷

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۰ ح ۷۶ (۲) مجمع البیان ۵۔۶ ص ۳۰۱

(۳) احتجاج ج ۱ ص ۲۳۲ (۴) امالی شیخ صدوق ص ۴۵۳ ح ۳ مجلس ۸۳

(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۰ ح ۷۷ (۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۱ ح (۷) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۷

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام جس علم کو لے کر آسمان سے زمین پر آئے تھے اور وہ تمام علم جو انبیاء کو خاتم النبیین تک عطا کیا گیا تھا وہ خاتم النبیین کی عترت میں موجود ہے۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے سدیر سے فرمایا تم نے جب کتاب اللہ میں اس آیت کی تلاوت کی تو کیا تم نے نہیں پایا قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا اس نے کہا میں تخت بلقیس کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لا کر آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا (نمل: ۴۰) اس کے بعد آپ نے اسی سے ملتا جلتا تذکرہ کیا اور آخر میں فرمایا ''علم الکتاب'' جہاں تک کتاب کے علم کا تعلق ہے تو خدا کی قسم ہمارے پاس مکمل علم الکتاب ہے۔[۲]

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص سورۂ رعد کی کثرت سے تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کڑک اور گرج کے ساتھ آسمان سے گرنے والی آگ سے اسے محفوظ رکھے گا خواہ وہ ناصبی ہی کیوں نہ ہو اور اگر مومن ہو تو وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا اور وہ اپنے اہل بیت اور بھائی بندوں میں جنھیں بھی پہچانتا ہوگا ان کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۷ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۵۷ ح ۳

(۳) ثواب الاعمال ص ۱۰۷-۱۰۶ ثواب من قرأ سورۃ الرعد تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۲ ح ۱

سورۂ ابراہیم

یہ سورہ مکیہ ہے یعنی مکۂ مکرمہ میں نازل ہوا ہے۔ سوائے دو آیتوں کے جو بدر میں مشرکین کے مقتولین کے لیے نازل ہوئیں۔ ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ'' سے اللہ کے قول ''وَبِئْسَ الْقَرَارُ'' تک اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۵۵ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ﴿۱﴾

اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ وَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ﴿۲﴾

الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۳﴾

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۴﴾

بے حد مہربان اور نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱۔ الف۔ لام۔ را یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے اے محمدؐ آپ کی طرف نازل کی ہے تا کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائیں، اور غالب اور قابل حمد اللہ راستے پر لگائیں۔

۲۔ اللہ وہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر شے اس کی ملکیت ہے اور عذاب شدید کی وجہ سے کافروں کی ہلاکت ہے۔

۳۔ جو لوگ دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس کی کجی کے خواہاں ہیں یہ لوگ گمراہی میں دور تک چلے گئے ہیں۔

۴۔ اور ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ اپنی قوم کی زبان میں پیغام پہنچاتے رہے تا کہ وہ ان کے لیے باتوں کی

وضاحت کردیں، اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۱۔الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ ۔

الف۔لام۔را یہ ایک کتاب ہے اے محمدؐ جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے
تاکہ آپ اپنی دعوت سے لوگوں کو اس سے نکالیں جس میں وہ پڑے ہوئے ہیں۔

مِنَ الظُّلُمٰتِ ۔

اندھیروں سے یعنی کفر اور مختلف اقسام کی گمراہیوں سے

اِلَى النُّوْرِ ۔

روشنی کی طرف یعنی ایمان اور ہدایت کی طرف

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۔

ان کے ربّ کی توفیق اور سہولتوں کے سبب

اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۔

غالب اور توصیف شدہ اللہ کے راستے پر لگائیں

۲۔اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔

اللہ وہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر شے اُس کی ملکیت ہے

وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۔

اور ہلاکت ہے کافروں کے لیے عذابِ شدید کے باعث
''ویل'' کے معنی ہیں ہلاکت اور یہ ''وال'' کی نقیض ہے جس کے معنی ہیں نجات۔

۳۔الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۔

جو لوگ دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں آخرت کے مقابل میں حیاتِ دنیا کو اختیار کرلیتے ہیں

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۔

اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس کی کجی کے خواہاں ہیں
یعنی راہِ خدا میں کجی اور ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں تاکہ اس بارے میں طعن و تشنیع کریں۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۔

یہ لوگ گمراہی میں دور تک چلے گئے ہیں
یہ لوگ حق سے بھٹک چکے ہیں اور اُس میں کافی دور نکل گئے ہیں۔

۴۔وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ ۔

اور ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ اپنی قوم کی زبان میں پیغام پہنچاتے رہے جس قوم سے اُن کا تعلق تھا اور وہ جس قوم کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔

لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ؕ ۔

تا کہ وہ ان لوگوں کے لیے باتوں کی وضاحت کردیں جن کا حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ اسے آسانی سے سمجھ لیں اور جلدی سے ان کے ذہن نشین ہوجائے

کتاب خصال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے ایک حدیث میں کہ اللہ تعالٰی نے مجھ پر احسان کیا اور فرمایا اے محمدؐ میں نے ہر رسول کو ان کی امت کی طرف ان کی زبان میں بھیجا ہے اور آپ کو اپنی مخلوق میں ہر سرخ وسیاہ کی جانب سے مبعوث کیا ہے۔ [1]

فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ ۔

اللہ تنہا چھوڑ کر جسے چاہتا ہے گمراہی میں رہنے دیتا ہے

وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ ۔

اور جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے یعنی اسے ہدایت کی توفیق کرامت کرتا ہے

وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ ۔

اور وہ غالب ہے، اس کی مشیت پر کوئی غالب نہیں آسکتا

الۡحَكِيۡمُ ۔

وہ جو بھی کام کرتا ہے وہ مبنی برحکمت ہوتا ہے۔

---

(۱) الخصال ص ۴۲۵ ح ۱ باب العشرہ

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷

ع ۱۳

۵- اور ہم اس سے پہلے موسیٰ کو بھی اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیج چکے ہیں کہ اے موسیٰ تم اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاؤ اور انھیں گزشتہ اقوام پر ہونے والے واقعات یاد دلاؤ بے شک ان واقعات میں ہر صبر اور شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

۶- اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا: کہ اللہ نے تم پر جو احسانات کیے تھے انھیں یاد رکھو جب تمھیں فرعون والوں سے چھڑایا جو تمھیں بدترین عذاب میں مبتلا کیے ہوئے تھے تمھارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمھاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی جانب سے بڑی آزمائش تھی۔

۷- اور یاد کرو تمھارے رب نے تمھیں جتلا دیا تھا کہ اگر تم شکر گزار بنو گے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو ہمارا عذاب بڑا سخت ہے۔

۵- وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ -

اور ہم اس سے پہلے موسیٰ کو بھی اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیج چکے ہیں کہ اے موسیٰ تم اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاؤ اور انھیں گزشتہ اقوام پر ہونے والے واقعات یاد دلاؤ

کہا گیا ہے کہ اَيَّامُ اللهِ سے مراد وہ واقعات ہیں جو گزشتہ اقوام پر واقع ہوئے تھے۔ اور "اَيَّامُ العَرَب" عرب کی جنگوں کو کہا جاتا ہے۔[1]

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ "اَيَّامُ الله" سے مراد اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتیں ہیں۔[2]

تفسیر قمی میں ہے کہ "ایام اللہ" تین ہیں ۱- یَومُ القائِم قائم کا دن ۲- یَومُ الموت موت کا دن ۳- یومُ

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۲۵ (۲) مجمع البیان ۵-۶ ص ۳۰۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۲ ح ۲

الفیامۃ قیامت کا دن۔[1]

کتاب خصال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے "اَیّٰامُ اللّٰہِ" سے مراد وہ دن ہے جب قائم قیام کریں گے اور دوبارہ پلٹ کر آنے کا دن اور روزِ قیامت۔[2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ان تفاسیر میں کوئی منافات نہیں ہے اس لیے کہ جو چیز مومن کے لیے نعمت ہوتی ہے وہ کافر کے لیے نِقمت (سزا) ہوتی ہے اور اسی طرح مذکورہ ایام ایک قوم کے لیے نعمت ہیں تو دوسری اقوام کے لیے نِقمت ہیں۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ۔

بے شک ان واقعات میں بے شمار نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو مصیبتوں پر صبر کرتا ہے اور اللہ کے احسانات کا شکر ادا کرتا ہے۔

۶-وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ اَنۡجٰکُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ۔

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ نے تم پر جو احسانات کیے تھے انھیں یاد رکھو جب تمھیں فرعون والوں سے چھڑایا جو تمھیں بدترین عذاب میں مبتلا کیے ہوئے تھے۔

یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ کا مفہوم ہے تمھیں مبتلا کئے ہوئے تھے۔

سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ۔

برے عذاب میں غلام بنا کر اور مشقت کے کام کے ذریعے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۴۹ کے ذیل میں گزرا ہے

وَ یُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ یَسۡتَحۡیُوۡنَ نِسَآءَکُمۡ ؕ وَ فِیۡ ذٰلِکُمۡ بَلَآءٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ عَظِیۡمٌ۔

اور تمھارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمھاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمھارے ربّ کی جانب سے بڑی آزمائش تھی

"بَلَآءٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ" کا مفہوم ہے اللہ کی جانب سے امتحان بھی ہے یا نجات پانے کی نعمت بھی

۷-وَ اِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّکُمۡ۔

یاد کرو جب تمھارے ربّ نے تمھیں مبتلا دیا تھا

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ۔

اے بنی اسرائیل میں نے جو تم کو نجات کی نعمت دی ہے اگر تم اس کا شکر ادا کرو گے اور اس کے علاوہ ایمان اور عملِ صالح کی نعمتوں سے بھی نوازا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۷ (۲) الخصال ص ۱۰۸ ح ۷۵

لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ -

تو میں ایک نعمت کے بعد دوسری نعمت بڑھاتا چلا جاؤں گا

وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ -

اور اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا تو یاد رکھو میرا عذاب بڑا سخت ہے

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جب بھی اللہ کسی بندے پر کوئی نعمت نازل کرتا ہے تو اگر اس نے دل سے اس نعمت کو پہچان لیا اور ظاہراً زبان سے اللہ کی حمد کردی تو جوں ہی اس کا کلام ختم ہوگا اسے مزید نعمت عطا کیے جانے کا حکم دے دیا جائے گا۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں اسی مضمون کی حدیث ہے۔ [۲]

تفسیر قمیؒ اور عیاشی میں بھی ایسی ہی حدیث موجود ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ - [۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص دل سے اللہ کی نعمت کی معرفت حاصل کرلے گا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مزید نعمت کا مستحق بن جائے گا قبل اس کے کہ وہ اس نعمت کا اظہار اپنی زبان سے کرے۔ [۴]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اللہ اپنے بندے کو جو بھی نعمت عطا کرتا ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اگر اس بندے نے نعمت ملنے کے بعد کہا ''الحمدللہ'' تو گویا کہ اس نے نعمت کا شکر ادا کردیا۔ [۵]

اور ایک روایت میں ہے کہ ''حمد'' اس نعمت سے افضل ہے۔ [۶]

امام صادق علیہ السلام سے اسباب کفر کی تفسیر کے ذیل میں ہے کہ کفر کی تیسری وجہ نعمتوں کا انکار کرنا ہے اس لیے کہ ارشادِ باری ہے: لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ - [۷]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۹۵ ح ۹ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۰۵

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۸ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۲ ح ۳ و ۴ (۴) الکافی ج ۸ ص ۱۲۸ ح ۹۸

(۵) الکافی ج ۲ ص ۹۶ ح ۱۴ (۶) الکافی ج ۲ ص ۹۶ ح ۱۳ (۷) الکافی ج ۲ ص ۳۹۰ ح ۱

وَ قَالَ مُوْسٰٓی اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۸﴾ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛ وَ الَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۹﴾

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

۸-موسیٰ نے کہا تھا کہ اگر تم اور زمین کے تمام باشندے کفرانِ نعمت کریں تو بھی اللہ بے پروا اور قابلِ ستائش ہے۔

۹-کیا تمھارے پاس ان قوموں کی خبریں نہیں پہنچیں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور جو لوگ ان کے بعد آئے جن کا علم صرف اللہ کو ہے ان کے مرسلین ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو انھوں نے انبیاء کا منہ بند کر دیا یہ کہہ کر تم جو پیغام لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور تم جس چیز کی طرف ہمیں دعوت دے رہے ہو ہم اس بارے میں شک وشبہے میں مبتلا ہیں۔

۱۰-ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے؟ وہ تمھیں بلا رہا ہے کہ تمھارے گناہوں کی مغفرت کردے اور تمھیں ایک معینہ مدت تک کی مہلت دے۔ انھوں نے کہا تم تو ہمارے ہی جیسے بشر ہو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد ادا کرتے چلے آرہے ہیں تم کوئی صریحی معجزہ دکھلا دو۔

۱۱۔ان کے رسولوں نے کہا ہم تم جیسے بشر تو ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں، مومنین کو تو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔

۸۔ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۔

اور موسیٰ نے کہا تھا کہ اگر تم اور زمین کے تمام باشندے یعنی جن وانس بھی کفرانِ نعمت کریں

فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ ۔

تو بے شک اللہ تمھارے شکر ادا کرنے سے بے پروا ہے یعنی اس کو تمھارے شکر کی کوئی ضرورت نہیں

حَمِيْدٌ ۔

وہ فی ذاتہ حمد کا مستحق ہے خواہ کوئی حمد کرنے والا اس کی حمد نہ کرے وہ محمود ہے اس نے خود اپنی حمد بیان کی ہے ملائکہ اس کی حمد میں رطب اللسان ہیں اور اس کی نعمت کے بارے میں مخلوقات کا ہر ذرّہ گویا ہے تم کفرانِ نعمت کرکے خود اپنا نقصان کر رہے ہو تم نے اپنے نفوس کو مزید نعمتوں سے محروم کر رکھا ہے اور اسے سخت عذاب کے لیے پیش کر دیا ہے۔

۹۔ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۬

کیا تمھارے پاس ان قوموں کی خبریں نہیں پہنچیں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں قومِ نوحؑ، قوم عاد، قوم ثمود اور جو لوگ ان کے بعد آئے

لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۔

جن کا علم صرف اللہ کو ہے

جو اقوام گزر چکی ہیں ان کی صحیح تعداد کا علم صرف اللہ کو ہے کیوں کہ وہ لوگ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِىْٓ اَفْوَاهِهِمْ ۔

ان کے مرسلین ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو انھوں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں کو انبیاء کے منہ کی طرف پلٹاتے تھے۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یعنی انھیں بولنے نہیں دیتے تھے ان کا منہ بند کر دیتے تھے اور یہ بطورِ مثال بیان کیا گیا ہے اور اس جملہ کی تفسیر میں مفسرین نے دوسرے اقوال بھی پیش کیے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ ۔

اور یہ کہا کہ تم جو پیغام لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں

وَاِنَّا لَفِىْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۔

اور تم جس کی چیز کی طرف ہمیں دعوت دے رہے ہم اس بارے میں شک وشبہے میں مبتلا ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۸

۱۰۔ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ ۔

ان کے رسولوں نے کہا کیا ''اللہ'' کے بارے میں شک ہے؟

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ۔

جو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے وہ تمھیں بلا رہا ہے کہ تمھارے گناہوں کی مغفرت کردے اور تمھیں ایک معینہ مدت تک مہلت دے دے۔

اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

اجل مسمی ایک معینہ مدت تک کے لیے جسے اللہ نے مقرر کیا ہے اور اسے تمھاری زندگی کا آخر قرار دیا ہے۔

قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ ۔

انھوں نے کہا تم تو ہمارے ہی جیسے بشر ہو تمھیں ہمارے مقابل میں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے ہمارے علاوہ تمھیں کیوں نبوت کے لیے مخصوص کیا گیا۔

تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۔

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آرہے ہیں تم کوئی صریحی معجزہ دکھلا دو

سلطان مبین یعنی واضح حجت اور اس سے اُن کی مراد ایسے معجزات تھے وہ جن کا مطالبہ ازروئے فساد اور عناد کررہے تھے۔

۱۱۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ ۔

ان کے رسولوں نے اُن سے کہا ہم تم جیسے بشر تو ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے

ان انبیائے کرام نے بشریت میں اُن کی مشارکت کو تسلیم کرلیا اور نبوت کے لیے انھیں جو مخصوص کیا گیا وہ اللہ کا فضل و کرم اور لطف و احسان ہے جس خصوصیت سے ان کے دیگر ابنائے جنس محروم ہیں۔

وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ۔

اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں۔

تم نے جس امر کا مطالبہ کیا ہے ہمارے لیے اس کا پورا کرنا ممکن نہیں بلکہ وہ ایسا امر ہے جو مشیت خداوندی سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا ہر نبی خاص قسم کی نشانی اور معجزہ لے کر آتا ہے۔

وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔

مومنین کو تو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے

مومن تمھاری دشمنی یعنی قوم کی دشمنی پر صبر کے ذریعے توکل سے کام لے گا۔ عمومی بات اس بات کا احساس دلانے کے لیے کی گئی کہ توکل کا باعث ایمان ہے اور انھوں نے مقصد اولی کی بنیاد پر اپنے آپ کو مراد لیا ہے۔

وَ مَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۳﴾

وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾

وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۱۵﴾

مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَ یُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ﴿۱۶﴾

۱۲۔ اور ہم اللہ پر توکل کیوں نہ کریں اس نے راہِ حیات میں ہماری رہنمائی کی تم جو اذیتیں دے رہو ہم ان پر صبر کریں گے اور توکل کرنے والوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔

۱۳۔ اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمھیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہماری ملت پر لوٹ آؤ تو ان رسولوں کی طرف ان کے رب نے وحی کی کہ ہم ضرور بالضرور ان ظالموں کو ہلاک کردیں گے۔

۱۴۔ اور اُن کے بعد تمھیں زمین میں آباد کریں گے یہ صلہ ہے اس کے لیے جو میرے حضور جواب دہی کا خوف رکھتا ہو اور میری وعید سے ڈرتا ہو۔

۱۵۔ ان پیغمبروں نے فتح و کامرانی کی دعا مانگی اور ہر جبار اور دشمن حق ناکام ہوا۔

۱۶۔ اور اُس ظالم کے سامنے جہنم ہے اور اسے پیپ والا خون آلود پانی پلایا جائے گا۔

۱۲۔ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ -

ہمیں کون سا عذر مانع ہے کہ ہم اللہ پر توکل نہ کریں

وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ -

اس نے راہِ حیات میں ہماری رہنمائی کی ہے جس کے سبب ہم اس کی معرفت رکھتے ہیں اور ہم یہ جانتے ہیں کہ تمام امور اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ

تم جو اذیتیں دے رہے ہو ہم ان پر صبر کریں گے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

اور توکّل کرنے والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے

۱۳—وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ —

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمھیں اپنی زمین سے نکال دیں گے

انھوں نے قسم کھائی تھی کہ دونوں میں سے ایک بات پوری ہوجائے یا تو ہم تمھیں اپنی زمین سے نکال دیں یا تم ہماری ملت پر لوٹ آؤ

عود کے معنی ہیں ہم جیسے ہوجاؤ اس لیے کہ وہ کبھی بھی اپنی ملت پر نہیں تھے۔

اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا —

یا تم ہماری ملّت پر لوٹ آؤ

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ —

تو ان رسولوں کی طرف اُن کے رب نے وحی کی

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ —

کہ ہم ضرور بالضرور ظالمین کو ہلاک کردیں گے

۱۴—وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ —

ان کی زمین اور ان کے شہروں میں ان کے بعد ہم تمھیں بسا دیں گے

تفسیر قمیؒ میں روایت مرفوع نبی اکرم سے مروی ہے

من اٰذی جارہ طمعًا فی مسکنہ ورثہ اللہ دارہ وقرأ ھذہ الاٰیۃ۔ [1]

جو بھی اپنے پڑوسی کو اذیت دے گا اس کے گھر کی لالچ میں تو اللہ اس پڑوسی کو اس کے گھر کا وارث بنا دے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث کے یہ الفاظ ہیں

من آذی جارہ ورثہ اللہ دارہ

جو شخص اپنے پڑوسی کو اذیت پہنچائے گا تو اللہ اسے اُس شخص کے گھر کا وارث بنا دے گا۔ [2]

ذٰلِكَ —

یہ یعنی ظالموں کو ہلاک کرنا اور مومنین کو بسانا

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ —

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۸ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۰۸

یہ صلہ اس کے لیے ہے جو حساب کے خوف سے میرے حضور کھڑا ہوگا

وَخَافَ وَعِيْدِ -

اور میرے عذاب کے وعید سے ڈر رہا ہوگا

۱۵- وَاسْتَفْتَحُوْا -

انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دشمنوں پر فتح کی دعا طلب کی یا یہ کہ ان کے اور اُن کے دشمنوں کے درمیان فتح یابی کا فیصلہ ہوجائے یعنی حکومت کس کی ہوگی۔

وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ -

اور ہر جبار اور دشمن حق ناکام ہوگیا

کتابِ توحید میں ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے سے انکار کردیا۔ [۱]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ "عنید" کے معنی ہیں حق سے روگردانی کرنے والا۔ [۲]

۱۶- مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ -

اس جبار اور ظالم کے سامنے آتشِ جہنم ہوگی وہ اس کی گھات میں بیٹھا ہوگا دنیا میں اس کے کنارے کھڑا ہوگا اور آخرت میں اس کی طرف بھیج دیا جائے گا

وَيُسْقٰى -

اس میں ڈال دیا جائے گا اور اسے پلایا جائے گا

مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ -

پیپ والا، خون آلود پانی

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اسے پلایا جائے گا جہنم میں خون اور زانی عورتوں کی شرم گاہ سے نکلنے والی پیپ۔ [۳]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ گرم پانی اس کے قریب لایا جائے گا تو وہ اسے ناپسند کرے گا جب وہ نزدیک لایا جائے گا تو اس کا چہرہ بھن جائے گا اور اس کے سر کی کھال بال کے ساتھ گر جائے گی اور جب وہ پانی پیے گا تو اس کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گی اور اس کے پچھلے حصے سے نکل جائیں گی خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد: ۱۵) (انھیں سخت گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا) اور فرمایا ہے: وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ (الکھف: ۲۹) (اور اگر وہ فریاد کریں گے تو وہ فریاد ایسے پانی کے ساتھ سنی جائے گی جو تلچھٹ کے مانند ہوگا وہ ان کے چہرے بھون ڈالے گا) [۴]

---

(۱) التوحید ص ۲۱۔ ۲۰ ح ۹ باب ۱ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۶۸ (۳، ۴) مجمع البیان ج ۵۔ ۶ ص ۳۰۸

يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَ مِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

۱۷۔ جسے وہ گھونٹ گھونٹ پیے گا لیکن حلق سے نہ اتار سکے گا اور ہر طرف سے اسے موت گھیر لے گی لیکن وہ مرے گا نہیں اس کے آگے تو بہت سنگین عذاب ہوگا۔

۱۸۔ جن لوگوں نے اپنے ربّ کا انکار کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے جسے جھکڑ والے دن تیز و تند ہوا نے اڑا دیا ہو اور وہ اپنے کیے کا کچھ بھی پھل نہ پاسکیں گے یہ تو دور تک پھیلی ہوئی گمراہی ہے۔

۱۷۔ يَّتَجَرَّعُهٗ ۔

وہ گھونٹ گھونٹ پیے گا

وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ ۔

لیکن جب پینا اس کے لیے ممکن ہی نہیں تو کیسے پیے گا۔ لیکن حلق میں نہ اتار سکے گا

وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ۔

موت کے اسباب یعنی پریشانیاں اور سختیاں اسے چاروں طرف سے گھیر لیں گی

وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ ۔

لیکن وہ مرے گا نہیں تاکہ آرام مل جائے

وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۔

اس کے سامنے تو سنگین عذاب ہوگا یعنی ہر وقت ایسا عذاب اس کے سامنے آتا رہے گا جو پہلے عذاب سے زیادہ شدید ہوگا جس میں وہ مبتلا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام اپنے والد سے وہ اپنے جد سے وہ امیرالمومنینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جہنمیوں کے پیٹ میں جب تھوہڑ اور خاردار جھاڑ ایسے ابلے گا جیسے گرم پانی جوش مارتا ہے تو وہ پانی طلب کریں گے تو انھیں ایسا پانی پلایا جائے گا جو جہنمیوں کے پیپ سے ملا ہوگا يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ایسا گرم پانی جس سے جہنم جوش مار رہا ہے جب سے اسے پیدا کیا گیا ہے كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ (کہف: ۲۹) جو تلچھٹ کے مانند ہوگا

وہ ان کے چہرے بھون ڈالے گا کیا برا مشروب ہے اور کیا بری آرام گاہ ہے۔ [1]

۱۸۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ –

جن لوگوں نے اپنے ربّ کا انکار کیا ہے اُن کی مثال نہایت ہی عجیب وغریب ہے

اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ –

ان کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے جسے تیز وتند ہوا نے اڑا دیا ہو

یعنی اسے اٹھایا ہو اور وہ فوراً ناپید ہوگئی ہو۔

فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ –

جھکڑ والے دن

عصف بگولے کی شکل میں تیز ہوا۔ آندھی اور یوم کی صفت عاصف کے ساتھ تاکید کے لیے آئی ہے۔ جیسے کہتے ہیں نھارہ صائم ان کا دن دوزے دار ہے۔ ان لوگوں کی سخاوت جیسے صدقہ، صلۂ رحمی، غلاموں کو آزاد کرنا اور شکستہ دل کی فریاد پر پہنچنے کو اس کے حبط (برباد) ہونے اور ختم ہوجانے میں غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے سے تشبیہ دی ہے اس لیے کہ اس کی تعمیر اللہ کی معرفت کی بنیاد کے بغیر اور اس کی طرف توجہ مبذول کیے بغیر رکھی گئی ہے اس کی تشبیہ راکھ سے دی ہے جسے تیز وتند جھکڑ اڑائے لیے جا رہا ہے۔

لَا يَقْدِرُوْنَ –

وہ لوگ قیامت کے دن قادر نہیں ہوں گے

مِمَّا كَسَبُوْا –

جو کچھ انھوں نے کمایا ہے اس میں سے

عَلٰى شَيْءٍ –

کسی بھی چیز پر یعنی ان میں سے کسی چیز کا ثواب انھیں دکھائی نہیں دے گا

ذٰلِكَ –

وہ یعنی ان کی گمراہی اس گمان کے ساتھ کہ یہ نیکوکار ہیں

هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ –

یہ گمراہی حق سے بہت زیادہ دور چلی گئی ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۳ ح ۷

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ﴿ۙ۱۹﴾

وَّ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ ﴿۲۰﴾

وَ بَرَزُوۡا لِلّٰہِ جَمِیۡعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡۤا اِنَّا کُنَّا لَکُمۡ تَبَعًا فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا مِنۡ عَذَابِ اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ قَالُوۡا لَوۡ ہَدٰىنَا اللّٰہُ لَہَدَیۡنٰکُمۡ ؕ سَوَآءٌ عَلَیۡنَاۤ اَجَزِعۡنَاۤ اَمۡ صَبَرۡنَا مَا لَنَا مِنۡ مَّحِیۡصٍ ﴿۲۱﴾ع

وَ قَالَ الشَّیۡطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الۡاَمۡرُ اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمۡ وَعۡدَ الۡحَقِّ وَ وَعَدۡتُّکُمۡ فَاَخۡلَفۡتُکُمۡ ؕ وَ مَا کَانَ لِیَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّاۤ اَنۡ دَعَوۡتُکُمۡ فَاسۡتَجَبۡتُمۡ لِیۡ ۚ فَلَا تَلُوۡمُوۡنِیۡ وَ لُوۡمُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصۡرِخِکُمۡ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُصۡرِخِیَّ ؕ اِنِّیۡ کَفَرۡتُ بِمَاۤ اَشۡرَکۡتُمُوۡنِ مِنۡ قَبۡلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۲﴾

ع ۳ / ۹ / ۱۵

۱۹-کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو تمھیں فنا کے گھاٹ اتار دے اور نئی مخلوق کو تمھاری جگہ لے آئے۔

۲۰-اور یہ کام اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔

۲۱-اور سب اللہ کے حضور میں پیش ہوں گے تو کمزور لوگ مستکبرین سے کہیں گے ہم تو تمھارے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کیا تم ہمیں اللہ کے عذاب سے کسی حد تک بچا سکتے ہو وہ کہیں گے اگر اللہ نے ہماری رہنمائی کی ہوتی تو ہم یقیناً تمھیں راستہ دکھا دیتے ہمارے لیے یکساں ہے کہ ہم روئیں گڑگڑائیں یا صبر سے کام لیں ہمارے بچنے کی اب کوئی صورت نہیں۔

۲۲-فیصلہ ہوجانے کے بعد شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا جسے میں نے پورا نہیں کیا اور میرا تم پر کوئی زور تو نہیں تھا بس یہ ہوا کہ میں نے تمھیں دعوت دی تم نے وہ قبول کرلی اب دیکھو مجھے ملامت نہ کرو خود اپنے آپ کو موردِ الزام ٹھہراؤ یہاں نہ میں تمھاری فریاد رسی کرسکتا ہوں اور نہ تم میری، تم نے جو مجھے اللہ کا شریک قرار دیا تھا میں تو پہلے ہی سے اس بات سے بیزار

ہوں۔ظالموں کے لیے بہت دردناک عذاب ہے۔

۱۹۔اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت اور صحیح مقصد کے لیے خلق فرمایا ہے اسے بے کار اور باطل پیدا نہیں کیا ہے

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ۔

اگر وہ چاہے تو تمھیں فنا کے گھاٹ اتار دے اور نئی مخلوق تمھاری جگہ لے آئے نئی مخلوقات خلق کردے

۲۰۔وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

اور یہ کام اللہ کے لیے مشکل اور دشوار نہیں ہے

۲۱۔وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔

اور سب اللہ کے حضور میں قیامت کے دن پیش ہوں گے صیغۂ ماضی سے اس لیے بیان کیا تاکہ اس کا واقع ہونا ثابت رہے۔

فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا۔

ضعیف رائے رکھنے والوں یعنی پیروی کرنے والوں نے کہا

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا۔

مستکبرین یعنی ان روساء سے جنھوں نے انھیں پیچھے لگایا تھا اور بہکایا تھا

مصباح المتہجد میں خطبہ غدیر کے ذیل میں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو ''استکبار'' کیا ہے؟ جن کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس کی اطاعت کو ترک کردینا اور جس کی پیروی کی طرف بلایا گیا ہے اس سے اپنے آپ کو بلند سمجھنا۔[1]

اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا۔

ہم رسولوں کو جھٹلانے اور ان کی نصیحتوں سے روگردانی کرنے میں تمھارا اتباع کرتے رہے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔

کیا تم عذاب الٰہی سے ہمیں کسی حد تک بچا سکتے ہو

قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ۔

وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ نے ہماری رہنمائی کی ہوتی ایمان اور عذاب سے نجات کی جانب۔

تفسیر قمیؒ میں ہے یہاں پر ہدایت ثواب کے معنی میں ہے۔[2]

(۱) مصباح المتہجد ص ۷۰۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۶۸

لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ۔

تو ہم یقینا تمھیں بھی راستہ دکھا دیتے

سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا۔

ہمارے لیے یکساں ہے ہم گڑگڑائیں یا صبر سے کام لیں

مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ۔

عذاب سے بچنے اور بھاگنے کی اب کوئی صورت ہمیں نظر نہیں آتی

۲۲۔وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ۔

جب فیصلہ ہوگیا تو شیطان نے کہا

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جب وہ دنیاوی امر میں اپنے دوستوں فارغ ہوگیا۔ [1]

اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ۔

بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا

وَوَعَدْتُّكُمْ۔

اور میں نے تم سے اس کے خلاف وعدہ کیا تھا

فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ۔

جسے میں نے پورا نہیں کیا

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ۔

اور میرا تم پر کوئی زور تو نہ تھا جو میں تم کو کفر اور نافرمانی پر مجبور کرتا

اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ۔

بس یہ ہوا کہ میں نے تمھیں دعوت دی یعنی تمھیں بہکایا اور بھٹکایا

فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ۔

تم نے تیزی کے ساتھ میری دعوت قبول کر لی

فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ۔

تم اب مجھے ملامت نہ کرو

کہ میں نے تمھارے دل میں برے خیالات ڈالے تھے کہ جو صریحی دشمن ہو اس کی ایسی ملامت نہیں کی جائے گی

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج۱ ص ۳۶۹۔۳۶۸

وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ۔

بلکہ تم خود اپنی ملامت کرو

کہ جب میں نے تمھیں اپنی طرف بلایا تو تم مجھ سے دھوکا کھا گئے اور تم نے میری اطاعت کر لی اور جب تمھارے ربّ نے تمھیں بلایا تو تم نے اپنے ربّ کی اطاعت نہیں کی۔

مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ ۔

یہاں نہ میں تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ ۔

اور نہ ہی تم میری فریاد پر آ سکتے ہو ہم ایک دوسرے کو نجات نہیں دے سکتے

اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ ۔

تم نے جو مجھے اللہ کا شریک قرار دیا تھا میں نے پہلے ہی اس سے بیزاری کا اظہار کیا تھا اور میں نے اس کا انکار کر دیا تھا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں کفر سے مراد ''براءت'' یعنی بیزاری ہے۔[1]

اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔

بلاشبہ ظالمین کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے۔

یہ کلام کا تتمہ ہے یا نیا جملہ ہے اور اس جیسی بات بیان کرنے سے سننے والوں کو لطف آتا ہے اور انھیں بیدار کرنا مطلوب ہوتا ہے تاکہ وہ خود اپنا محاسبہ کریں اور اپنے انجام پر غور و فکر سے کام لیں۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۹۰

وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾
اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾
تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۳۔ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے انھیں ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ حکمِ خدا سے اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے وہاں تحفۂ ملاقات سلام ہوگا۔
۲۴۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کو پاکیزہ درخت کے مانند قرار دے کر کیسی مثال دی ہے جس کی جڑیں ثابت ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔
۲۵۔ یہ درخت ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دے رہا ہے، اللہ لوگوں کے لیے مثالیں پیش کر رہا ہے ہوسکتا ہے وہ نصیحت قبول کریں۔

۲۴۔ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً ۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کو مثال دے کر کیسے بیان کیا ہے
کلمۂ طیبہ سے مراد قول حق ہے اور بھلائی کی طرف بلانا ہے

كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ ۔

کہ وہ شجرۂ طیبہ کی طرح ہے
جس کا پھل مزے دار ہوتا ہے کھجور کے درخت کی طرح
تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ یہ شجرۂ طیبہ کھجور کا درخت ہے۔[1]

اَصْلُهَا ثَابِتٌ ۔

جس کی جڑ زمین میں گڑی ہوئی ہے اس کی رگیں زمین میں پیوست ہیں

وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۱۲

اور اس کی شاخیں آسماں تک پہنچی ہوئی ہیں

۲۵۔ تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا۔ اس کا درخت پھل دے رہا ہے

كُلَّ حِيْنٍ۔ ہر وقت جو وقت اللہ نے اس کے پھل دینے کا مقرر کیا ہے

بِاِذْنِ رَبِّهَا ۔ اپنے پروردگار کی مرضی اور ارادے سے

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۔

اور اللہ لوگوں کے لیے مثال پیش کر رہا ہے ہوسکتا ہے وہ نصیحت قبول کرلیں

اس لیے کہ ضرب الامثال کے ذریعے یاد دہانی کرانا اور محسوسات کے ذریعے معانی و مطالب کی تصویر کشی مقصود ہوتی ہے تاکہ اذھان وعقول سے قریب کر دیا جائے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ وہ مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے اہل بیت اور ان کے دشمنوں کے لیے بیان کی ہے۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس شجرہ کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کا اس آیت میں تذکرہ ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درخت کی جڑ ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام اس کی شاخ ہیں اور اُن کی اولاد میں آنے والے ائمہ علیہم السلام اس کی ٹہنیاں ہیں اور ائمہ کا علم اس کے پھل ہیں اور ان کے شیعہ جو مومن ہیں اس کے پتے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم جب مومن پیدا ہوتا ہے تو اس درخت میں ایک نیا پتا اگ جاتا ہے اور جب مومن کی وفات ہوتی ہے تو اس درخت میں سے ایک پتا گر جاتا ہے۔[2]

کتاب اکمال میں ہے کہ حسن و حسین علیہما السلام اس درخت کے پھل ہیں اور امام حسینؑ کی اولاد میں آنے والے نو امام اس درخت کی ٹہنیاں ہیں۔[3]

کتاب معانی میں ہے کہ درخت کی ٹہنی فاطمہؑ ہے اور اس کا پھل ان کی اولاد ہے اور ان کے شیعہ اس درخت کے پتے ہیں۔[4]

اور اکمال میں یہ اضافہ ہے تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ سے مراد وہ علم ہے جو ہر سال امام علیہ السلام سے نکل کر تم تک پہنچتا ہے مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ہر دور دراز راستے سے۔[5]

اور ان شاء اللہ اس بارے میں دوسری حدیث سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں قولِ خدا الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۵ ح ۱۵
(۲) الکافی ج ۱ ص ۴۲۸ ح ۸۰
(۳) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۳۴۵ ح ۳۰ باب ۳۳
(۴) معانی الاخبار ص ۴۰۰ ح ۶۱
(۵) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۳۴۵ ح ۳۰ باب ۳۳

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٧﴾

ع ۴ ۱۶

۲۶-اور کلمۂ خبیثہ کی مثال شجرۂ خبیثہ کی سی ہے جسے زمین کی سطح سے ہی اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے جس کے لیے کوئی استحکام نہیں ہوتا۔

۲۷-اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو دنیاوی زندگی اور آخرت میں بھی قولِ ثابت کی بنیاد پر ثبات عطا کرتا ہے اور اللہ ظالمین کو گمراہی میں رہنے دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

۲۶-وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ- اور کلمہ خبیثہ کی مثال

کلمۂ خبیثہ سے مراد باطل قول اور گمراہی اور فساد کی طرف بلانا ہے

كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ - شجرہ خبیثہ کی سی ہے۔جس کا پھل عمدہ اور لذیذ نہیں ہوتا ایلوا کے درخت جیسا

اجْتُثَّتْ - جسے جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے اور پورا کا پورا درخت نکال لیا جاتا ہے

مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ - زمین کی سطح سے

اس لیے کہ اس درخت کی رگیں زمین سے قریب ہوتی ہیں

مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ- جس کے لیے کوئی استحکام نہیں ہے

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ بنی امیہ کی مثال ہے۔

تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ کافروں کے اعمال آسمان کی طرف بلند نہیں ہوتے اور بنی امیہ مجلس میں اور نہ ہی مسجد میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے اعمال آسمان کی طرف بلند نہیں ہوئے سوائے اُن میں سے چند لوگوں کے۔

۲۷-يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ -

اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو قول ثابت کی بنیاد پر ثبات عطا کرتا ہے۔جو ان کے نزدیک حجّت و برہان سے ثابت ہے اور وہ ان کے دلوں میں جاگزیں ہے اور ان کے نفوس اس سے مطمئن ہیں

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا- دنیاوی زندگی میں جب ان کے دین کے بارے میں اُن کی آزمائش ہوتی ہے تو وہ اپنے موقف سے نہیں ہٹتے

وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ - اور آخرت میں جب ان کے عقیدے کا سوال ہوتا ہے تو وہ اس میں کسی قسم کا توقف نہیں کرتے بلکہ بلا تامّل اس کا اظہار کرتے ہیں۔

وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ - اور اللہ ظالمین کو گمراہی میں رہنے دیتا ہے

جن لوگوں نے انکار کر کے اور تقلید پر انحصار کر کے اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا ہے اب وہ حق کی طرف راستا نہیں پا سکتے اور نہ ہی وہ آزمائش کے مقامات پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ قیامت کے دن اپنے کرامت کے گھر سے انھیں گمراہی میں پڑا رہنے دے گا جیسا کہ سورۃ الکھف میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ (کھف: ۱۷) اور جسے وہ گمراہی میں رہنے دے تو اے نبی آپ اُس کے لیے ہرگز کوئی دوست اور راہنما نہیں پائیں گے۔

وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ - اور اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

مومنین کو ثابت قدم رکھ کر اور ظالمین کو تنہا چھوڑ کر

کتاب فقیہ اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ شیطان ہمارے دوستوں میں سے کسی فرد کے پاس اس کی موت کے وقت اِس کے دائیں طرف اور اس کے بائیں جانب سے آتا ہے تا کہ وہ جس عقیدے پر ہے اس شخص کو اس سے ہٹا دے اور اسے گمراہ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس بات کو اس شخص کے لیے ناپسندیدہ قرار دیتا ہے اور یہ اللہ کے قول سے واضح ہے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ [1]

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے سوالِ قبر کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرشتے پوچھیں گے من ربّك؟ وما دينك ومن نبيك تمھارا ربّ کون ہے؟ تمھارا دین کیا ہے؟ اور تمھارا نبی کون ہے؟ تو وہ کہے گا اللہ میرا ربّ ہے اسلام میرا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نبی ہیں تو وہ دونوں فرشتے کہیں گے ثَبَّتَكَ اللهُ فيما يُحِبُّ وَيَرضى اللہ جس بات کو پسند فرماتا ہے اور جس بات سے راضی ہوتا ہے تمھیں اس پر ثابت قدم رکھے اور یہ اللہ کا قول ہے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ [2]

امام صادق علیہ السلام سے سوال قبر کے بارے میں مروی ہے اور اگر وہ کافر ہو — یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم اس شخص کی قبر میں سانپوں کو مسلط کر دے گا جو اسے ڈستے رہیں گے اور شیطان اس کے لیے غم و الم میں مبتلا ہوگا اور اس پر جو عذاب نازل ہو رہا ہوگا اسے جنوں اور انسانوں کے علاوہ سب سنیں گے اور ان کے جوتوں کی چاپ بھی سنائی دے گی اور ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑنا بھی سننے میں آئے گا اور وہ اللہ کا قول ہے "ويثبت الله" سے اللہ کے قول وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ تک۔ [3]

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۸۱۔۸۰ ح ۳۶۳ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۵ ح ۱۶

(۲) الکافی ج ۳ ص ۲۳۲ ح ۱ (۳) الکافی ج ۳ ص ۲۴۰۔۲۳۹ ح ۱۸ کے ذیل میں

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۲۹﴾

۲۸۔کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری میں تبدیل کر دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر ٹھہرا دیا۔

۲۹۔وہ جہنم ہے جس میں وہ جھلس جائیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

۲۸۔اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا۔

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری میں تبدیل کر دیا

یعنی قوم کو ناشکری تک لے جا کر انھیں ہلاکت کے گھر تک پہنچا دیا

وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ۔

اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر ٹھہرا دیا

۲۹۔جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ۔

جہنم بدترین ٹھکانا ہے جس کی آگ میں وہ جھلس جائیں گے

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں جواب دیا گیا کہ اس سے مراد قریش کے حد سے تجاوز کرنے والے دو قبیلے بنو امیہ اور بنو مغیرہ ہیں۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا خدا کی قسم اس سے مراد قریش کے تمام لوگ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی سے مخاطب ہو کر کہا ہے اِنّی فضلت قریشًا علی العرب واتممتُ علیھم نعمتی وبعثت الیھم رسولی، فبدلوا نعمتی كُفۡرًا واَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دار البوار۔ [۱]

میں نے قریش کو دیگر قبائل عرب پر فضیلت عطا کی اور اُن پر اپنی نعمتیں کامل کر دیں اور میں نے ان کی طرف اپنا رسول بھیجا انھوں نے میرے احسانات کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر تک پہنچا دیا۔

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد مکمل قریش کے لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی ان کے لیے اعلانِ جنگ کیا اور ان کے وصی کا انکار کیا۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد کفارِ قریش ہیں، جنھوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا اُن سے جنگ کا اعلان کیا اور ان سے عداوت کی فرمایا کہ کسی شخص نے امیر المومنینؑ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ قریش کے حد سے تجاوز کرنے والے دو قبیلے ہیں۔ بنو امیہ اور

(۱) الکافی ج ۸ ص ۱۰۳ ح ۷۷ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۹ حدیث ۳۳ کے ذیل میں

بنو مغیرہ۔ بنو امیہ ایک عرصے تک زندگی کے مزے لوٹتے رہے لیکن بنو مغیرہ، تو غزوۂ بدر کے موقع پر تم اُن سے اچھی طرح نمٹے۔ [1]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت قریش کے دو حد سے تجاوز کرنے والے قبائل بنی المغیرہ اور بنی امیہ کے بارے میں نازل ہوئی جہاں تک بنو مغیرہ کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی البتہ بنو امیہ کچھ عرصے تک مزے کرتے رہے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم ہم ہی وہ اللہ کی نعمت ہیں اللہ نے اپنے بندوں کو جن سے نوازا ہے اور جو بھی کامیاب ہوگا وہ ہمارے ذریعے سے ہی کامیاب ہوگا۔ [2]

کتاب کافی اور تفسیر قمیؒ میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کیا حال ہوگا ان قوموں کا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو تبدیل کردیا اور ان کے وصی سے منحرف ہوگئے اور انھیں عذاب نازل ہونے کا بھی خوف نہیں ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا:

نَحْنُ النِّعْمَةُ الَّتِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ بِهَا عَلٰى عِبَادِهٖ وَبِنَا يَفُوْزُ مَنْ فَازَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ہم ہی وہ نعمت ہیں اللہ نے اپنے بندوں کو جس سے نوازا ہے اور جو بھی قیامت کے دن کامیاب ہوگا اسے ہماری وجہ سے کامیابی ملے گی۔ [3]

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۱۴ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۷۱

(۳) الکافی ج ۱ ص ۲۱۷ ح ۱ و تفسیر قمی ج ۱ ص ۸۶

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ﴿۳۳﴾

۳۰-اور انھوں نے اللہ کے لیے ہمسر بنا لیے تا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں اے پیغمبر آپ فرما دیجیے تم مزے کرلو تمھارا ٹھکانا تو جہنم ہے۔

۳۱-اے پیغمبر آپ میرے صاحبانِ ایمان بندوں سے فرما دیجیے کہ وہ نماز قائم کرتے رہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے وہ پوشیدہ طور سے اور علانیہ اس میں سے خرچ کرتے رہیں قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس دن نہ تو تجارت کام آئے گی اور نہ ہی دوستی۔

۳۲-اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی کو نازل کیا اور پھر اس پانی کے ذریعے پھل نکالے جو تمھارا رزق بنا اور تمھارے لیے کشتی کو مسخر کردیا جو امرِ خدا سے سمندر میں رواں دواں ہے اور دریاؤں کو تمھارے اختیار میں دے دیا ہے۔

۳۳-اور سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر کردیا جو لگاتار محوِ سفر ہیں اور رات دن کو تمھارا تابع بنا دیا ہے

۳۰-وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ -

اور انھوں نے اللہ کے لیے ہمسر بنا لیے تا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں جس راستے کا نام توحید ہے۔

خدا کا ہمسر بنانے سے ان کی غرض نہ گمراہ کرنا ہے نہ گمراہ ہونا ہے لیکن جب اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ وہ بھٹکانے لگے تو یہی غرض بن گئی۔

قُلْ تَمَتَّعُوا۔

اے پیغمبر آپ فرما دیجیے تم مزے کرلو

انھیں اس طرح اطلاع دی جا رہی ہے کہ گویا وہ فائدہ حاصل کرنے پر مامور تھے اس لیے کہ وہ اس میں پوری طرح ڈوبے ہوئے تھے اور اس کے علاوہ وہ کسی کو جانتے ہی نہیں۔

فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ۔

تمھارا ٹھکانا تو جہنم ہے

۳۱۔ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ۔

اے پیغمبر آپ میرے صاحبانِ ایمان بندوں سے فرما دیجیے کہ وہ نماز قائم کرتے رہیں

وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً۔

اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے وہ پوشیدہ طور سے اور علانیہ اس میں سے خرچ کرتے رہیں

تفسیر عیاشی میں ہے کہ سِرًّا کے معنی ہیں مُضْمَرًا (دل میں چھپایا ہوا) یہ اُن حقوق میں سے ہے جو فرض زکوۃ کے علاوہ ہے۔ (۱)

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ۔

قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس دن نہ تجارت کام آئے گی کہ جنھوں نے عمل میں کوتاہی کی ہے وہ مول لے کر اپنے عمل کی کمی کا تدارک کرلیں یا اس مال کے ذریعے اپنے نفس کا فدیہ دے دیں۔

وَلَا خِلَالٌ۔

اور نہ ہی دوستی کہ کوئی دوست تمھاری شفاعت کردے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ لَا صِدَاقَة کسی قسم کی دوستی اور رفاقت نہ ہوگی۔ (۲)

۳۲۔ اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ۔

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمان سے پانی کو نازل کیا پھر اس پانی کے ذریعے پھل نکالے

رِزْقًا لَكُمْ۔

تمھارے لیے رزق

جس پر تمھاری زندگی کا دارومدار ہے اور اس میں کھانے کی چیزیں اور پہننے کی چیزیں وغیرہ شامل ہیں۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۰ ح ۲۹ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۱

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ -

اور تمھارے لیے کشتی کو مسخر کردیا جو امر خدا سے سمندر میں رواں دواں ہے تم اسے جس طرف چاہے بھیج سکتے ہو

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ -

اور دریاؤں کو اور نہروں کو تمھارے اختیار میں دے دیا ہے۔ اسے تمھارے فائدے کے لیے بنایا ہے اور تمھارے استعمال میں دے دیا ہے اور تمھیں سکھا دیا ہے کہ اسے کیسے بنایا جاتا ہے۔

۳۳-وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ -

اور سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر کردیا ہے جو لگاتار محوِ سفر ہیں۔ وہ مخلوق کو فائدہ پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے زمین، نباتات اور اجسام کے لیے جو موزوں اور درست ہوتا ہے اسے مہیا کرتے ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ -

اور رات اور دن کو تمھارا تابع بنا دیا ہے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں تمھارے آرام اور تمھارے روزگار کے لیے۔

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

ع ۵ / ۱۷

۳۴۔اور اس نے تمھیں ہر وہ چیز دے دی جو تم نے مانگی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو گے بے شک انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے۔

۳۵۔اور یاد کرو جب ابراہیم نے کہا تھا میرے پروردگار تو اس شہر کو جائے امن بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔

۳۶۔اے میرے ربّ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔پس جو بھی میرا اتباع کرے گا وہ میرا ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو بے شک تُو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

۳۴۔وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ۔

اور جو کچھ تم نے اس سے مانگا وہ اُس نے دے دیا

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے ہے ثواب اور وہ چیز جس کا تم نے اللہ سے مطالبہ بھی نہیں کیا تھا وہ سب کچھ اس نے تمھیں عطا کیا۔[1]

ہوسکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ تم نے اللہ سے جو کچھ مانگا ہے وہ سوال کیا جائے یا سوال نہ کیا جائے ضرور ملے گا لیکن مناسب یہی تھا کہ اس سے سوال نہ کیا جائے۔

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ۔

یعنی تم ان نعمتوں کو گن نہیں سکتے اور نہ ہی تم میں اس کی اقسام کو محصور کرنے کی قوت ہے چہ جائے کہ تم ان کو الگ الگ مُشخّص کرسکو

امام زین العابدینؑ سے کافی میں روایت ہے کہ آپ جب اس آیت کو پڑھتے تھے تو فرماتے تھے

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۰ ح ۳۰

باعظمت ہے وہ ذات کہ جس نے نعمت کی معرفت کا کمال کسی کو عطا نہیں کیا ہاں اگر اس نے معرفت کی صلاحیت عطا کی ہے تو ایسی کہ جس میں کمال نہیں بلکہ کوتاہی ہے، بالکل ویسے ہی جیسے اس نے کسی شخص کو علم سے زیادہ ادراک کی صلاحیت عطا نہیں کی تاکہ انسان پروردگار کا شکر اس طرح ادا کرے جیسے شکر پروردگار میں کمال نہ ہونے پر شکر گزار ہوتے ہیں اور پروردگار نے ان کی تقصیر کے ساتھ معرفت کو ہی ان کا شکر قرار دیا جیسے وہ علماء کے علم کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ پروردگار کا ادراک نہیں کر سکتے اس لیے اللہ نے اسے ہی ایمان قرار دے دیا یہ جانتے ہوئے کہ اللہ نے بندوں کو جتنی وسعت عطا کی وہ بندہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور اس کی مخلوق مین سے کوئی چیز عبادت کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتی اور کوئی ایسی چیز اس کی عبادت کی وسعتوں تک کیسے پہنچ سکتی ہے جبکہ اللہ کی کوئی حد نہیں اس کی نعمتوں کا شمار نہیں اور نہ ہی اس کی کیفیت کا علم ہے اور پروردگار ایسی باتوں سے بہت زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ ۔

بے شک انسان بڑا ہی ظالم ہے کہ نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا

كَفَّارٌ ۔

وہ کفرانِ نعمت کرتا ہے

۳۵۔وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ ۔

اور یاد کرو جب ابراہیم نے کہا تھا میرے پروردگار تو اس شہر کو یعنی مکہ مکرمہ کو

اٰمِنًا ۔

ان لوگوں کے لیے جائے امن بنا دے جو یہاں سکونت پذیر ہیں

اس کا بیان سورۂ بقرہ آیت ۱۲۶ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۔

اے اللہ تو مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا امامؑ نے جواب نہیں دیا تو اس شخص نے کہا اگر آپ اپنے والد کے فرزند ہیں تو آپ بت پرستوں کی اولاد میں سے ہیں امام علیہ السلام نے اس سے کہا تم نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اسماعیلؑ کو مکہ میں لے آئیں تو انھوں نے ایسا ہی کیا تو ابراہیمؑ نے دعا طلب کی "رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ" لہٰذا اولاد اسماعیلؑ میں کسی نے بھی بتوں کی پرستش نہیں کی لیکن عربوں نے بتوں کو پوجا، اولاد اسماعیلؑ نے کہا کہ یہ ہمارے شفیع ہیں انھوں نے

کفر کیا لیکن بتوں کو نہیں پوجا۔ [۱]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ چوں کہ خداوند عالم نے ان افراد کو جو کفر میں مبتلا ہیں مقام انبیاء اور اولیاء تک رسائی سے باز رکھا ہے اور ہم اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خطاب میں دیکھ سکتے ہیں کہ لا ینال عھدی الظالمین (میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچے گا) یعنی مشرکین تک اس لیے کہ اللہ نے شرک کو ظلم قرار دیا ہے ارشاد باری ہے اِنّ الشرك لظلمٌ عَظِیم (بے شک شرک عظیم ظلم ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ جان لیا کہ امامت کے لیے اللہ کا عہد بت پرستوں تک نہیں پہنچے گا تو اسی لیے فرمایا وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ پروردگار تو مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچا۔ [۲]

کتاب امالی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو روایت ہے وہ اس روایت کے کافی قریب ہے البتہ اس کے آخر میں یہ ہے کہ دعوتِ دین مجھ تک اور میرے بھائی علیؑ تک پہنچی ہم میں سے کسی نے بھی ہرگز بتوں کو سجدہ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا اور علیؑ کو وصی بنا دیا۔ [۳]

۳۶۔رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ۔

اے میرے ربّ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گم راہ کیا ہے۔ یعنی ان کی گمراہی کا سبب بنے ہیں جیسا کہ اللہ کا قول ہے وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (انعام: ۷۰) (دنیا کی زندگی نے انھیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔)

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

پس جو بھی میرا اتباع کرے گا وہ مجھ سے ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے تو بے شک تُو بخشنے والا اور مہربان ہے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم لوگوں میں سے جو بھی اللہ سے ڈرتا اور صحیح راستے پر چلتا ہے اس کا تعلق ہم اہل بیتؑ سے ہے دریافت کیا گیا کیا آپ اہل بیتؑ سے؟ فرمایا ہاں ہم اہل بیت سے حضرت ابراہیمؑ نے اسی بارے میں فرمایا تھا فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ (کہ جو بھی میرا اتباع کرے گا وہ مجھ سے ہوگا) [۴]

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی ہم سے محبت کرتا ہے اس کا ہم اہل بیتؑ سے تعلق ہے سوال کیا گیا آپ سے؟ فرمایا ہاں ہم سے خدا کی قسم کیا تم نے ابراہیمؑ کا یہ قول نہیں سنا فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ۔ [۵]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور جس نے میری نافرمانی کی تو اے اللہ تو بخشنے والا اور مہربان ہے فرمایا تو اس بات پر قادر ہے کہ اس کی مغفرت کرے اور اس پر رحم کرے۔ [۶]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۱۔۲۳۰ ح ۳۱
(۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۳
(۳) الامالی شیخ طوسی ص ۳۷۹۔۳۷۸
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۱ ح ۳۳
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۱ ح ۳۲
(۶) اقتباس انوار التنزیل سے ج ۱ ص ۵۳۲

رَبَّنَآ اِنِّيۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِيۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾

۳۷-اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے کچھ کو بے آب وگیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس ٹھہرا دیا ہے، میرے پروردگار تاکہ یہ لوگ نماز قائم کریں تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کردے اور انھیں پھلوں کے رزق سے نواز دے ہوسکتا ہے کہ وہ شکر ادا کریں۔

۳۷-رَبَّنَآ اِنِّيۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ -

اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو ٹھہرا دیا ہے اس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے "ہم ہی ہیں وہ" اور ہم ہی اس ذریت کے باقی افراد ہیں۔[1]

تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے خدا کی قسم ہم ہی اس عترت کے باقی ماندہ افراد ہیں۔[2]

اور مجمع البیان میں یہ اضافہ ہے کہ ابراہیم کی دعا ہمارے لیے مخصوص تھی۔[3]

بِوَادٍ غَيۡرِ ذِيۡ زَرۡعٍ -

ایسی وادی میں جو بے آب وگیاہ ہے یعنی مکہ مکرمہ میں

عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ -

تیرے محترم گھر کے پاس

جس کی مخالفت کرنا اور جس کی اہانت کرنا حرام ہے

رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ -

پروردگارا! تاکہ یہ لوگ نماز قائم کریں

فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ -

تو کچھ لوگوں کے دل کو ان کی طرف مائل کردے کہ وہ شوق اور محبت سے ان کے پاس آئیں

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۱ ح ۳۵ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲ ح ۳۶ و قمی ج ۱ ص ۳۷۱

(۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۱۸

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

اللہ کی مراد تمام لوگ نہیں ہیں تم اور تمھارے جیسے افراد، انسانوں میں تم جیسے افراد اتنے ہی ہیں جیسے کالے بیل میں سفید بال یا سفید رنگ کے بیل میں کالے بال، لوگوں کو چاہیے کہ اس گھر کا قصد کریں اور اس کی تعظیم کریں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس گھر کی عظمت بیان کی ہے اور ہم سے ملاقات کریں اس حیثیت سے کہ ہم اللہ کے واضح ثبوت ہیں۔ [۱]

تَهْوِىٓ اِلَيْهِمْ ان کی طرف دل مائل ہوں اس آیت کو جوامع میں اہل بیت کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ [۲]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آیت میں بیت مراد گھر نہیں ہے ورنہ کہتا "الیہ" (اس کی طرف) خدا کی قسم ہم ابراہیم کی دعا ہیں۔ [۳]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہیں اور یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے جیسا کہ فرمایا فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىٓ اِلَيْهِمْ ۔ [۴]

کتاب بصائر میں امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ اے اللہ تو لوگوں کے دلوں کو ہماری طرف مائل کردے۔ [۵]

وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۔

اور انھیں پھلوں کے رزق سے نواز دے ہوسکتا ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا کریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول کرلیا اور کعبہ کو ایسا حرم بنا دیا جو جائے امن ہے اس کی طرف ہر شے کے پھلوں اور نتائج کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔

تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ثمرات القلوب سے مراد اُن سے لوگوں کی محبت ہے تاکہ وہ اُن کے پاس آئیں اور جائیں۔ [۶]

کتاب عوالی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ثمرات القلوب یعنی دلوں کے پھل ہیں۔ [۷]

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ پوری دنیا سے ان لوگوں کی طرف پھل لائے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کرلی۔ لہٰذا مشرقی اور مغربی ممالک میں پایا جانے والا پھل یہاں پر پایا جاتا ہے۔ یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ شہر مکہ میں ایک ہی دن موسم بہار، موسم گرما، موسم خزاں اور موسم سرما کے

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۳ ح ۳۹ (۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۵۲ (۳) الکافی ج ۸ ص ۳۱۲۔۳۱۱ ح ۴۸۵
(۴) الاحتجاج ج ۱ ص ۲۳۵ (۵) بصائر الدرجات ص ۱۴۹ ح ۲ (۶) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۷۱
(۷) عوالی اللآلی ج ۲ ص ۹۶ ح ۲۵۷

پھل پائے جاتے ہیں۔

علل الشرائع میں امام رضا علیہ السلام سے دوسری حدیث ہے جو پہلے سورۂ بقرہ آیت ۱۲۶ وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کے صحرا میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے جب حضرت ہاجرہ کے بطن سے اسماعیل کی ولادت ہوئی تو سارہ اس کی وجہ سے بہت غمزدہ ہوگئیں اس لیے کہ ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی وہ ابراہیم کو ہاجرہ کے بارے میں اذیت دیتیں اور انھیں رنج والم میں مبتلا کردیتیں ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی شکایت کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ عورت کی مثال ٹیڑھی پسلی کی طرح ہے اگر اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو گے تو اس سے فائدہ اٹھاؤ گے اور اگر اسے سیدھا کرو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی پھر اللہ نے حکم دیا کہ وہ اسماعیل اور اُن کی والدہ کو سارہ سے دور لے جائیں ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا بارالہا! میں انھیں کہاں لے جاؤں؟ اللہ نے فرمایا میرے حرم میں لے جاؤ اور میرے امن میں لے جاؤ میں نے زمین کے اس خطے کو سب سے پہلے پیدا کیا تھا اور یہ مکہ مکرمہ ہے۔

جبرئیل امین نازل ہوئے وہ براق لے کر آئے اور حضرت ہاجرہ اسماعیل اور حضرت ابراہیم کو اس پر بٹھا کر چلے جب بھی ابراہیم کسی خوبصورت جگہ سے گزرتے جہاں درخت نخلستان اور کھیت ہوتے تو ابراہیم جبرئیل سے کہتے اے جبرئیل کیا یہی وہ جگہ ہے جبرئیل جواب دیتے نہیں ابھی چلتے رہیں ابھی چلتے رہیں یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچ گئے جبرئیل نے انھیں وہاں اتارا جہاں خانہ خدا تھا اور ابراہیم نے سارہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اتریں گے نہیں ویسے ہی واپس آجائیں گے جب وہ لوگ اس جگہ اترے تو وہاں پر درخت تھا ہاجرہ نے اس درخت پر چادر ڈال دی جو وہ لے کر آئی تھیں یہ لوگ اسی درخت کے سائے میں آ گئے۔

جب ابراہیم نے انھیں اطمینان کے ساتھ ٹھہرا دیا اور ان کے پاس سے سارہ کی طرف واپس جانے کا ارادہ کیا تو ہاجرہ نے اُن سے کہا اے ابراہیم آپ ہمیں ایسی جگہ چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں جہاں پر نہ کوئی غم گسار ہے، نہ پانی ہے نہ ہی کھیتی باڑی ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اس جگہ ٹھہرا دوں جہاں تم لوگ اس وقت موجود ہو پھر وہ ان کے پاس سے واپس چلے گئے جب وہ ''کدا'' پہنچے جو ذی طویٰ کا ایک پہاڑ ہے تو ابراہیمؑ اُن کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ (بارالہا! میں نے اپنے بعض ذریت کو ٹھہرا دیا ہے) پھر چلے گئے اور ہاجرہ وہاں پر ٹھہر گئیں جب ذرا دن چڑھا تو اسماعیل کو پیاس لگی اور انھوں نے پانی مانگا تو ہاجرہ وادی میں سعی کے مقام پر کھڑی ہوئیں اور آواز دی کہ کیا وادی میں کوئی ''انیس'' ہے اسماعیل اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے وہ صفا پر چڑھ گئیں جب وادی میں سراب چمکی تو وہ یہ سمجھیں کہ پانی ہے تو وہ وادی کے نشیب میں چلی گئیں اور پانی تلاش کرتی رہیں جب سعی کے مقام پر پہنچیں تو

پھر اسماعیل انھیں نظر نہ آئے پھر صفا کے ایک گوشے میں سراب نے چمک دکھائی تو وہ پانی کی تلاش میں وادی میں اتر گئیں جب اسماعیل ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے تو وہ پھر واپس آئیں جب وہ صفا پر پہنچیں تو انھوں نے اسماعیل کو دیکھا انھوں نے یہ عمل سات مرتبہ انجام دیا جب وہ ساتویں مرتبہ چکر لگا کر مروہ تک پہنچی تو انھوں نے اسماعیل کی طرف دیکھا تو کیا دیکھا کہ ان کے پیروں کے نیچے چشمہ جاری ہے وہ واپس آئیں اس کے گرد ریت جمع کردی پانی بہہ رہا تھا انھوں نے پانی کو جمع کیا تھا اسی وجہ سے اس کا نام زم زم پڑ گیا اور قبیلہ جرہُم کے لوگ ذی المجاز اور عرفات میں اترے ہوئے تھے۔

جب مکہ میں پانی ظاہر ہوا تو پرندے اور جنگلی جانور وہاں منڈلانے لگے جب جرہُم قبیلے کے لوگوں نے اس جگہ پرندوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا تو وہ انھیں پرندوں کو دیکھتے ہوئے وہاں تک آ پہنچے تو انھوں نے وہاں پر ایک عورت اور بچے کو دیکھا کہ وہ وہاں موجود ہیں اور درخت کے سایے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے لیے پانی ظاہر ہوا ہے انھوں نے ہاجرہ سے دریافت کیا تم کون ہو؟ اور تمھارا اتا پتا کیا ہے؟ اور یہ بچہ کون ہے؟ تو ہاجرہ نے جواب دیا کہ میں ابراہیم خلیل کے بیٹے کی ماں ہوں اور یہ اُن کا بیٹا ہے اللہ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ ہمیں یہاں پہنچا دیں انھوں نے کہا کیا آپ ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے قریب ہی پڑاؤ ڈال لیں جب ابراہیم تیسرے دن اُن سے ملنے کے لیے تشریف لائے تو ہاجرہ نے اُن سے کہا اے خلیل الرحمن یہاں جرہُم کی ایک قوم ہے وہ آپ سے دریافت کر رہے ہیں کہ آپ انھیں اجازت مرحمت فرما دیں کہ وہ ہمارے نزدیک ہی بسیرا کریں کیا آپ انھیں اس بات کی اجازت دیتے ہیں؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں تو اس طرح ہاجرہ نے قبیلہ جرہُم کو قریب میں قیام کرنے کی اجازت دلوا دی اور انھوں نے اپنے خیمے نصب کیے تو اس طرح حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل قبیلے والوں سے مانوس ہوگئے جب تیسری بار ابراہیم علیہ السلام نے انھیں دیکھا تو کیا دیکھا کہ ان کے گرد لوگوں کی کثرت ہے تو ابراہیم علیہ السلام کو اس بات سے بے حد خوشی ہوئی۔ مکمل حدیث سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ کو مکہ میں ٹھہرا دیا اور واپسی کے لیے الوداع کہا تو وہ رونے لگیں ابراہیمؑ نے اُن سے پوچھا تمھارے رونے کی کیا وجہ ہے؟ میں نے تو تمھیں اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین زمین میں چھوڑا ہے اور اللہ کے حرم میں رکھا ہے تو ہاجرہ نے اُن سے کہا اے ابراہیم میں نے آپ جیسے کسی نبی کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا ابراہیم نے کہا میں نے کیا کیا ہاجرہ نے کہا کہ آپ نے ایک کمزور عورت اور کمزور بچے کو چھوڑ دیا ہے جن کی کوئی تدبیر نہیں کہ یہاں نہ آدم ہے نہ آدم زاد، اور نہ ہی پانی کا نام ونشان ہے، نہ زراعت ہے جو تیار ہوچکی ہو اور نہ ہی

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۶۰۔۶۱

ایسے جانور ہیں جن کا دودھ دوہا جا سکے۔فرمایا کہ ابراہیم یہ سن کر غمگین ہوئے اور اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جب انھوں نے ہاجرہ کی بات سنی تو آگے بڑھے بیت اللہ الحرام کے دروازے تک پہنچے انھوں نے کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر کہا رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ۔۔۔الخ فرمایا

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ابراہیم پر وحی کی کہ تم ابوقبیس پر چڑھ جاؤ اور لوگوں کو آواز دو اور کہو "اے لوگو! اللہ تمھیں اس گھر کے حج کا حکم دیتا ہے جو مکہ میں واقع ہے جو حرم الٰہی ہے جو بھی آنے کی استطاعت رکھتا ہو یہ اللہ کی جانب سے اس پر فرض قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی آواز کو پھیلا دیا یہاں تک کہ مشرق اور مغرب اور اس کے درمیان اللہ کے قضا و قدر کے مطابق اصلاب رجال میں جتنے نطفے تھے اور اللہ نے قیامت تک قضا و قدر کے لحاظ سے جو کچھ عورتوں کے ارحام میں رکھا تھا سب کو وہ آواز سنوائی گئی اور اسی اعتبار سے تمام مخلوقات پر حج کو فرض قرار دیا گیا اور حجاج کرام حج کے دنوں میں جو تلبیہ کہتے ہیں یعنی "لبیك اللّٰھم لبیك" یہ درحقیقت ابراہیم علیہ السلام نے جو حج کی دعوت دی تھی اسے لبیک کہنا ہے۔[۱]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ کعبہ کے گرد طواف کر رہے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح زمانۂ جاہلیت میں طواف کیا جاتا تھا انھیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کریں پھر وہ ہمارے پاس آئیں اور ہمیں اپنی ولایت اور مودت سے آگاہ کریں اور اپنی نصرت و کمک کو ہمارے سامنے پیش کریں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی "فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ" عیاشی نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے فرمایا کہ آلِ محمدؐ آل محمدؐ کی طرف مائل ہو جاؤ صلوات اللہ علیہم پھر فرمایا ہماری طرف ہماری طرف۔[۲]

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۲ (۲) الکافی ج ۱ ص ۳۹۲ ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۴ ح ۴۳

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَ مَا نُعْلِنُ ؕ وَ مَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾

۳۸۔خدایا تو جانتا ہے ہم جو کچھ چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔

۳۹۔تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھے اسماعیل واسحاق جیسے بیٹے دیے بے شک میرا پروردگار دعاؤں کو سنتا ہے۔

۴۰۔اے میرے خدا تو مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی اے ہمارے ربّ تو میری دعا کو قبول کرلے۔

۳۸۔رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ۔

خدایا تو جانتا ہے ہم جو کچھ چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں، تو ہمارے رازوں سے اسی طرح آشنا ہے جس طرح تو ہمارے ظاہری امور کو جانتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ تو ہمارے احوال اور ہماری مصلحتوں سے باخبر ہے اگر تو ہمارے نفوس کے ذریعے ہم پر اپنا فضل و کرم کرے تو پھر ہمیں طلب کرنے کی ضرورت نہ رہے لیکن ہم تو تجھے اس لیے پکارتے ہیں کہ بندگی کا اظہار کریں اور یہ واضح کریں کہ ہم تیری رحمت کے محتاج ہیں اور جو کچھ تجھ سے ملنا ہے وہ ہمیں بہت جلد مل جائے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے دعا طلب کرکے بندہ جو کچھ مانگنا چاہتا ہے اللہ تبارک وتعالی وہ جانتا ہے لیکن اللہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اللہ کو اپنی حاجتوں سے آگاہ کرے لہذا جب تم دعا طلب کرو تو اپنی حاجتیں نام لے کر بیان کرو۔[1]

وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۔

اور اللہ سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔اس لیے کہ اللہ اپنے ذاتی علم کی

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۷۶ ح ۱

بنیاد پر ہر شے کو جانتا ہے اور اس کے علم کی نسبت ہر معلوم کے لیے مساوی ہے

یہاں پر لفظ ''من'' استغراق کے لیے آیا ہے یعنی ہر شے پر حاوی ہے۔

۳۹۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ۔

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں عطا کیے جب کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور اولاد سے ناامید تھا، اللہ نے مَوہبت (عطیہ، بخشش) کو بڑھاپے کے ساتھ مقید کردیا تا کہ نعمت کی عظمت کو ظاہر کیا جائے اور یہ بھی واضح کیا جائے کہ اس میں خداوند عالم کی نشانی ہے۔

اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ۔

اسماعیل اور اسحاق

کہا گیا کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال کی تھی اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی اور جب وہ ۱۱۲ سال کے تھے اس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام متولد ہوئے۔[۱]

اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔

بے شک میرا پروردگار دعاؤں کو سنتا ہے

تم اگر اسے پکارو تو وہ لبیک کہتا ہے۔ جیسے تم یہ کہو بادشاہ نے میری بات سن لی جب اس کی طرف توجہ دی گئی اور اس جملے میں اظہار ہے اس امر کا کہ ابراہیم نے اپنے ربّ کو پکارا اس سے اولاد طلب کی۔ اللہ نے اُن کی دعا اس وقت قبول کی جب وہ مایوس ہوچکے تھے۔

۴۰۔رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ۔

اے میرے خدا تو مجھے نماز قائم کرنے والا بنا۔ پروردگارا تو مجھے نماز کو درست انداز میں ادا کرنے والا اور اس کا پابند بنا۔

وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔

اور میری ذریت میں سے بھی اس کا پابند قرار دے

رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ۔

اے ہمارے ربّ تو میری عبادت کو قبول کرلے۔

---

(۱) الکشاف ج ۲ ص ۵۶۱ و انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۳۳

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿۴۲﴾
مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿۴۳﴾

۴۱-بارالہا! تو مجھے، میرے ماں باپ اور تمام مومنین کو اس دن معاف کر دینا جس دن حساب قائم ہوگا۔
۴۲-ظالم لوگ جو حرکتیں کر رہے ہیں اللہ کو ان سے غافل مت سمجھو یہ تو انھیں اس دن کے لیے ٹال رہا ہے جب آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔
۴۳-لوگ سر اٹھائے بھاگے چلے جا رہے ہوں گے، وہ پلکیں بھی نہ جھپکاتے ہوں گے اور ان کے دل دہشت سے ہوا ہو رہے ہوں۔

۴۱-رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ-

بارالہا! تو مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور ان کی مغفرت فرما

تفسیر عیاشی میں صادقین میں سے ایک سے روایت ہے فرمایا کہ والدین سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا ہیں۔[۱]

وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ-

اور مومنین کی مغفرت فرما جس دن حساب قائم ہوگا یعنی قیامت کے دن

۴۲-وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ-

ظالم لوگ جو حرکتیں کر رہے ہیں تم اللہ کو ان سے غافل مت سمجھو

ظالم کو تنبیہ اور مظلوم کو تسلی ہے۔

إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ-

یہ تو ان کے عذاب کو موخر کر رہا ہے

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ-

اس دن کے لیے جب آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۵-۲۳۴ ح ۴۶ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۷۲

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ان لوگوں کی آنکھیں جہنم کے خوف اور ہولناکی کے سبب کھلی کی کھلی رہ جائیں گی وہ آنکھ جھپکا نہ سکیں گے۔ [1]

۴۳۔مُهْطِعِيْنَ ۔

وہ تیز تیز جا رہے ہوں گے بلانے والے کی طرف یا وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے اور ہیبت اور خوف کی وجہ سے آنکھ نہیں جھپکا رہے ہوں گے۔

اِهْطَاع کے معنی کسی چیز کی طرف بڑھنا

مُقْنِعِىْ رُءُوْسِهِمْ ۔

اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے

لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۔

وہ پلکیں بھی نہ جھپکاتے ہوں گے بلکہ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہوں گی جو جھپک نہیں رہی ہوں گی

وَاَفْـئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۔

اور اُن کے دل دہشت سے ہوا ہو رہے ہوں گے

کہا گیا ہے کہ هَوَاء کا مفہوم ہے خالی ہو جانا یعنی عقل سے خالی ہو چکے ہوں گے حیرت اور دہشت کی زیادتی کی وجہ سے ان کے قلوب میں نہ قوت ہوگی، نہ جرأت ہوگی اور نہ ہی فہم و فراست۔ [2]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۲ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۳۴

وَ اَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍۙ﴿۴۴﴾

وَّ سَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ﴿۴۵﴾

وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْؕ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴿۴۶﴾

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍؕ﴿۴۷﴾

۴۴-اے نبی آپ لوگوں کو اس دن کے بارے میں ڈرایئے جب عذاب انھیں آ لے گا تو ظالم لوگ یہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہمیں تھوڑی سی مہلت دے دے ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے اور ہم رسولوں کا اتباع کریں گے کیا تم لوگ وہی نہیں ہو جو پہلے قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ تمھیں کبھی زوال نہیں آئے گا۔

۴۵-حال آں کہ تم ان لوگوں کے گھروں میں رہ چکے ہو جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا تھا اور تم پر واضح ہو چکا تھا کہ ہم نے ان سے کیسا سلوک کیا تھا اور ہم نے تمھیں مثالیں دے کر سمجھا بھی دیا تھا۔

۴۶-وہ اپنی تمام مکاریاں کر چکے ان کا مکر اللہ کے پاس لکھا ہوا ہے حالاں کہ ان کا مکر ایسے غضب کا تھا جس سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔

۴۷-اے نبی آپ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ اللہ نے اپنے رسولوں سے جو وعدے کیے ہیں وہ ان کی خلاف ورزی کرے گا بے شک اللہ غالب اور انتقام لینے والا ہے۔

۴۴-وَ اَنْذِرِ النَّاسَ - اے محمدؐ آپ لوگوں کو ڈرائیں

یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ - اس دن کے بارے میں جب عذاب انھیں آ لے گا

فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا - تو ظالم لوگ یہ کہیں گے

رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَؕ -

اے ہمارے پروردگار ہمیں تھوڑی سی مہلت دے دے۔ تاکہ ہم نے تیری دعوت پر لبیک کہنے میں اور تیرے رسولوں کا اتباع کرنے میں جو کوتاہی کی ہے ہم اس کا تدارک کریں۔

اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ۔

کیا تم لوگ وہی نہیں جو پہلے قسمیں کھا کر کہتے تھے؟

مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ۔ کہ تمھیں کبھی زوال نہیں آئے گا

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ تم ہلاک نہیں ہوؤ گے

۴۵۔ وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ۔

حالانکہ تم ان لوگوں کے گھروں میں رہ چکے ہو جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا تھا کفر اور نافرمانی کی وجہ سے

وَتَبَيَّنَ لَكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ ۔

اور تم پر واضح ہو چکا تھا کہ ہم نے ان سے ایسا سلوک کیا تھا۔ تم ان گھروں میں ان پر جو عذاب آیا تھا اُس کے آثار کا مشاہدہ کر سکتے ہو اور ان کی خبریں بھی متواتر تم تک آتی رہی ہیں۔

وَضَرَبۡنَا لَكُمُ الۡاَمۡثَالَ ۔

اور ہم نے تمھیں مثالیں دے کر سمجھا بھی دیا تھا لیکن تم نے عبرت حاصل نہیں کی

۴۶۔ وَقَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ ۔

اور وہ تمام مکاریاں جو کرنی تھی کر چکے۔ وہ اپنا پورا زور لگا چکے تا کہ حق کو باطل کر دیں اور باطل کو برقرار رکھیں۔

وَعِنۡدَ اللّٰهِ مَكۡرُهُمۡ ؕ ۔

اور اُن کا مکر اللہ کے پاس تحریری شکل میں ہے وہ اس کے مطابق انھیں بدلہ دے گا یا مفہوم یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی تمام مکاریوں کے بدلے اور اسے باطل کرنے کے لیے وہ جو تدبیر اختیار کرے گا وہ اللہ کے پاس ہے۔

وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ ۔

اور ان کا مکر ایسے غضب کا تھا۔ یعنی اتنا عظیم اور شدید تھا

لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ ۔

کہ جس کی وجہ سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے زائل ہو جاتے

۴۷۔ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ ۔

اے نبی آپ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ اللہ نے اپنے رسولوں سے جو وعدے کیے ہیں وہ ان کی خلاف ورزی کرے گا جیسے اللہ کا قول اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا (المومن: ۵۱) بے شک ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ ؕ (المجادلہ: ۲۱) اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ ۔ بے شک اللہ غالب ہے

ذُوانۡتِقَامٍ ۔ وہ اپنے اولیاء کے لیے اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

۴۸۔جس دن یہ زمین دوسری زمیں سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی تبدیل کردیے جائیں گے اور سب لوگ خدائے یگانہ اور غالب کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔

۴۸۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ۔

جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی

وَالسَّمٰوٰتُ۔

اور آسمان بھی دوسرے آسمانوں میں تبدیل کردیے جائیں گے

طریق عامہ سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ زمین چاندی کی اور آسمان سونے کے ہوجائیں گے۔[۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ زمین بہترین روٹی کی شکل میں تبدیل ہوجائے گی لوگ حساب سے فارغ ہونے تک اسی میں سے کھاتے رہیں گے سوال کیا گیا کہ کیا اس دن لوگ کھانے پینے سے غافل ہوں گے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب وہ جہنم میں ہوں گے تو وہ تھوہڑ کھانے اور گرم پانی پینے سے غافل نہیں ہوں گے دراں حالے کہ وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے تو پھر حساب کے دوران کھانے پینے سے غافل کیسے ہوسکتے ہیں؟[۲]

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ نے فرزند آدم کے پیٹ کے اندرونی حصے کو کھوکھلا بنایا ہے اس لیے انھیں کھانے اور پینے کی ضرورت ہوتی ہے کیا ان کو حساب کے دن کھانے پینے کی زیادہ ضرورت ہوگی یا جہنم میں؟ وہ فریاد کریں گے اللہ فرماتا ہے وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ (الکھف: ۲۹) اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی کے ساتھ سنی جائے گی جو تلچھٹ کے مانند ہوگا وہ ان کے چہرے بھون ڈالے گا کیا برا مشروب ہے۔[۳]

امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا یعنی ایسی زمین جہاں پر کھلم کھلا گناہ نہ ہوتے ہوں نہ ہی اس پر پہاڑ ہوں گے اور نہ ہی نباتات جس طرح پہلے زمین کو پھیلایا گیا۔[۴]

تفسیر مجمع البیان میں طریق عامہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زمین کو دوسری زمین

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۳۵ (۲) الکافی ج ۶ ص ۲۸۶ ح ۱ (۳) الکافی ج ۶ ص ۲۸۷۔۲۸۶ ح ۴
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۷۔۲۳۶ ح ۵۲

سے تبدیل کردے گا اسے بچھائے گا اسے پھیلائے گا جیسے بازار عکاظ[۱] کا سامان زمین کے اطراف و جوانب میں پھیل جایا کرتا تھا۔تم اس زمین میں نہ کجی دیکھو گے اور نہ بلندی پھر اللہ مخلوقات کو ایک مرتبہ ڈانٹ پلائے گا تو وہ لوگ اس تبدیلی میں اپنی پہلی ہی جگہ جیسے رہیں گے جو زمین کے اندر ہے وہ اندر ہوگا اور جو زمین کے اوپر ہے وہ اس کے اوپر رہے گا۔ [۲]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن ایسی زمین پر محشور کیا جائے گا جو سفید اور خاکستری ہوگی بالکل پاکیزہ روٹی کی مانند یا سورج کی ٹکیہ کی طرح ہوگی اس میں کسی کے لیے راستے کی علامات نہیں ہوں گی۔ [۳]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا؟ اور اُن سے کہا گیا کہ اس وقت مخلوقات کہاں ہوگی تو آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ کی مہمانی میں اور اس کے پاس جو ہے ان کے لیے وہ کم نہ ہوگا۔ [۴]

کتاب احتجاج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا اور پوچھا گیا کہ اس روز لوگ کہاں ہوں گے؟ تو فرمایا اندھیرے میں محشر کے آگے۔ [۵]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ کے بارے میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے روز قیامت زمرد کی سبز زمین پر ہوں گے عرش کے سایے کے نیچے اس کے دائیں طرف اس کے دونوں ہاتھ (الف) دائیں جانب ہوں گے۔ [۶]

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی زمین آگ ہے سوائے مومن کے سایے کے اس کا صدقہ اس کے لیے سایہ فراہم کرے گا۔ [۷]

کتاب خصال اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو خلق فرمایا تو اس زمین میں سات جہان پیدا کیے وہ آدم کی اولاد نہیں ہیں انھیں سطح زمین سے پیدا کیا تو وہ یکے بعد دیگرے اپنے اپنے جہان کے ساتھ رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا جو اس بشر کے باپ ہیں اور اُن کی ذرّیت کو آدم

---

(۱) عکاظ عرب کے ایک بازار کا نام جو مکہ کے قریب لگایا جاتا تھا جس میں ہر سال لوگوں کا اجتماع ہوتا وہ ایک ماہ یہاں رہتے اشعار پڑھتے فخر و مباہات کرتے قیمتی اشیاء فروخت کی جاتیں اور یہاں سے اطراف و جوانب میں منتقل ہوتیں۔

(۲، ۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۲۴ (۴) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۲۵

(۵) الاحتجاج، ج ۱ ص ۵۸ (۶) الکافی ج ۲ ص ۱۲۶ ح ۶ (الف) اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں طرف ہوں گے کا مفہوم ہے کہ وہ صفت کمال پر فائز ہوں ہیں ان میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے اس لئے کہ بایاں دائیں کے مقابل میں ناقص ہے قرآن و حدیث میں جو ہاتھ وغیرہ کے الفاظ یا اعضا و جوارح کے نام ہیں وہ بطور مجاز ہیں اور استعارہ ہے اللہ تشبیہ اور جسم و جسمانیات سے منزہ ہے۔ (۷) الکافی ج ۴ ص ۳ ح ۶

سے خلق کیا واللہ ایسا نہیں ہوا اللہ نے جب سے جنت کو خلق فرمایا ہے وہ مومنین کی ارواح سے خالی نہیں رہی اور اللہ تعالیٰ نے جب سے جہنم کو پیدا کیا ہے وہ ارواح کافرین سے خالی نہیں رہی ہوسکتا ہے کہ تم دیکھ لو یہ کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ جنت والوں کے اجسام کو اُن کی ارواح کے ساتھ ملا دے گا اور جہنم والوں کے اجسام کو ان کی ارواح کے ساتھ ملحق کر دے گا۔ کسی بھی شہر اور ملک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت نہیں کی جائے گی اور نہ ہی وہ کوئی مخلوق خلق فرمائے گا جو اس کی عبادت کریں، اس کی وحدانیت کو تسلیم کریں اور اس کی تعظیم کریں ہاں ضرور بالضرور اللہ تبارک وتعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا بغیر مرد اور عورت کے وہ اللہ کی عبادت کرتے ہوں گے اور اس کی عظمت کے گُن گاتے ہوں گے اور وہ ان کے لیے زمین پیدا کرے گا جو انھیں اٹھائے ہوگی اور آسمان خلق کرے گا جو ان پر سایہ فگن ہوگا کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا نہیں ہے "یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ" اور فرمایا: اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۵﴾ (ق: ۱۵) کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں (نہیں) بلکہ وہ از سرِ تخلیق کے متعلق شک وشبے میں مبتلا ہیں۔ [۱]

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

وہ لوگ خدائے یگانہ اور غالب کے سامنے نکل کر کھڑے ہوں گے حساب اور بدلے کے لیے۔

---

(۱) الخصال ص ۳۵۹۔۳۵۸ ح ۴۵ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۸ ح ۵۷

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾
سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾
لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾
هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

ع ۱۱/۱۹

۴۹-اور اس دن تم مجرمین کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔
۵۰-ان کے لباس تارکول کے ہوں گے اور آگ کے شعلوں نے ان کے چہروں کو ڈھانپ رکھا ہوگا۔
۵۱-تاکہ اللہ ہر متنفس کو اس کی کارکردگی کا بدلہ دے بے شک اللہ بہت جلد حساب کر لیتا ہے۔
۵۲-یہ تمام انسانوں کے لیے ایک پیغام ہے اس کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے لوگوں کو اس سے ڈرایا جائے اور وہ جان لیں کہ بلاشبہ وہی معبود یکتا ہے اور صاحبان عقل اس سے نصیحت حاصل کریں۔

۴۹-وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ-
اور اس دن تم مجرمین کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھو گے
تفسیر قمیؒ میں ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوئے ہوں گے۔[۱]
کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ عقائد اخلاق اور اعمال میں باہمی شریک تھے۔[۲]
۵۰-سَرَابِيْلُهُمْ-
ان کے کپڑے لباس
مِّنْ قَطِرَانٍ-
تارکول کے ہوں گے
قَطِرَان۔ تارکول جس سے خارش زدہ اونٹ کو مالش کی جاتی ہے تو وہ خارش اور کھال کو جلا دیتا ہے وہ کالے رنگ کا نہایت بدبودار ہوتا ہے اس میں آگ جلدی سے بھڑک اٹھتی ہے اور اسے قطرانٍ بھی پڑھا جاتا ہے ''قطر'' کے معنی ہیں تانبے اور پیتل کا سیال مادّہ اور ''آنی'' جس کی گرمی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۲ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۳۵

وَتَغْشٰی وُجُوْهَهُمُ النَّارُ -

اور آگ کے شعلوں نے ان کے چہروں کو ڈھانپ رکھا ہے۔

چہروں کو اس لیے مخصوص کیا گیا کیوں کہ چہرہ بدن کے ظاہر میں سب سے زیادہ عزّت کا حامل ہے اور سب سے زیادہ اشرف ہے جس طرح باطن میں دل کی حیثیت ہے اور اسی لیے فرمایا تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ (ھمزہ: ۷) جو (آگ) دلوں تک پہنچے گی اور اس لیے بھی کہ انھوں نے اپنا رُخ حق کی طرف نہیں کیا اور اللہ کے بارے میں تدبر کرنے کے لیے اپنے حواس خمسہ میں سے کسی ایک کو بھی استعمال نہیں کیا جس کی وجہ سے اس کی تخلیق عمل میں آئی ہے جس طرح آگ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی اس لیے کہ اُن کے دل معرفت سے خالی اور جہالتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ (ان کے لباس تارکول کے ہوں گے) فرمایا وہ پگھلا ہوا گرم پیتل ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی گرمی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی اور آگ نے ان کے چہروں کو ڈھانپ رکھا ہوگا۔ انھوں نے اس پیتل کا لباس زیب تن کیا ہوگا تو اس طرح ان کے چہروں کو آگ نے ڈھانپ رکھا ہوگا۔[1]

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر جہنمیوں کے لباس میں سے کسی لباس کو آسمان اور زمین کے درمیان معلق کر دیا جائے تو اس کی بدبو اور اس کی حرارت اور چمک کی وجہ سے دنیا والے موت کی آغوش میں چلے جائیں۔[2]

نہج البلاغہ میں ہے کہ انھیں تارکول کا لباس پہنایا جائے گا اور عذاب کے طور پر آگ کے چھوٹے ٹکڑے ہوں گے جس کی حرارت شدید ہوگی اور جو وہاں رہ رہے ہوں گے اُن پر دروازے کو بند کر دیا جائے گا۔[3]

۵۱- لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ -

تاکہ اللہ ہر نفس کو بدلہ دے

یعنی ان کے ساتھ یہ ہوگا تاکہ ہر فرد کو جزا دی جائے

مَّا كَسَبَتْ -

اس کی کارکردگی کا۔ جو اس نے عمل کیا ہے

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ -

اللہ بہت جلد حساب کر لیتا ہے۔ ایک حساب دوسرے کے حساب سے اسے غافل نہیں رکھ سکتا اس کا بیان سورۂ بقرہ آیت ۲۰۲ کے ذیل میں ہو چکا۔

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۷۲ (۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۸۱ (۳) نہج البلاغہ ص ۱۸۵ خطبہ ۱۰۹/ ۱۰۷

۵۲۔هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ۔

یہ تمام انسانوں کے لیے ایک پیغام ہے۔ ان کی نصیحت کے لیے کافی ہے تا کہ وہ اس سے سبق حاصل کریں

وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ۔

اور اس کتاب کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے ڈرایا جائے

وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔

اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ معبود یکتا ہے اس بارے میں غور وفکر اور تدبر کریں

وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

اور صاحبانِ عقل وخرد کو چاہیے کہ اس سے نصیحت حاصل کریں

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ سے مراد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔[1]

کتاب ثواب الاعمال میں اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص سورۂ ابراہیم اور سورۂ حجر کو ہر جمعہ کے دن دونوں رکعتوں میں پڑھے گا تو وہ کبھی بھی فقر وفاقہ سے دوچار نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ جنون اور کسی آفت میں گرفتار ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔[2]

الحمدللہ یہ سورہ بروز جمعہ چار بجے شام ۱۶ رمضان المبارک کو اختتام پذیر ہوا۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۲ (۲) ثواب الاعمال ص ۱۰۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲۲ ح ۱

سورۃ الحجر

سورۂ حجر مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور کہا گیا ہے کہ سوائے اللہ کے قول وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (آیت: ۸۷) اور اللہ کے قول كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ (آیات: ۹۰-۹۱) کے اس سورے میں ۹۹ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱﴾

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ﴿۲﴾

ذَرْهُمْ یَاْكُلُوْا وَ یَتَمَتَّعُوْا وَ یُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾

بے حد مہربان اور نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱-الف-لام-را۔ یہ کتاب اور قرآنِ مبین کی آیتیں ہیں

۲-ایک ایسا وقت آئے گا جب کفار یہ تمنا کریں گے کاش وہ مسلمان ہو گئے ہوتے۔

۳-اے نبی آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے وہ کھائیں پئیں، مزے کریں اور آرزوئیں انھیں غافل بنائے رکھیں عن قریب انھیں پتا چل جائے گا۔

۱-ا-ل-ر- حروف مقطعات میں سے ہے اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے

تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ - یہ کتاب اور قرآنِ مبین کی آیتیں ہیں

مُبِیْنٍ کے معنی ہیں واضح

۲-رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ - کفار جب اپنے حال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کا حال دیکھتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ اے کاش ہم مسلمان ہوتے

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی اللہ کی طرف سے ندا کرے گا کہ جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی اور داخل نہیں ہوگا تو اس روز "یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ" کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں اسی مفہوم کی روایت ہے نیز روایتِ مرفوع میں ہے کہ جب جہنمی جہنم میں اکٹھے ہوں گے اور ان میں اللہ نے اہلِ قبلہ یعنی مسلمانوں سے جنھیں چاہا وہ بھی جہنم میں ہوں گے تو کفار مسلمانوں سے کہیں

گے کیا تم مسلمان نہیں تھے؟ وہ جواب دیں گے ہاں مسلمان تھے تو وہ کہیں گے تمھارے اسلام نے تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ تم تو ہمارے ساتھ جہنم میں ہو وہ لوگ جواب دیں گے ہم سے گناہ سرزد ہوئے تھے اسی وجہ سے ہم پکڑے گئے اللہ ان کی اس بات کو سن لے گا اور حکم دے گا کہ جتنے مسلمان جہنم میں ہیں انھیں وہاں سے نکالا جائے تو اس وقت کفار یہ کہیں گے یالیتنا کنا مسلمین اے کاش ہم مسلمان ہوتے۔ [۲]

اور اس آیت سے متعلق دوسری حدیث اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ سورۂ بقرہ آیت ۴۸ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

۳۔ذَرْهُمْ۔ اے نبی آپ انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیجیے

يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا۔ کہ وہ کھائیں پئیں اور اپنی دنیا سے فائدہ اٹھائیں

وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ۔ اور آرزوئیں انھیں غافل بنائے رکھیں

انھیں یہ امید غافل کیے ہوئے ہے کہ وہ طویل زندگی پائیں گے اور احوال کی استقامت انھیں معاد (آخرت) کی تیاری سے غافل بنائے ہوئے ہے۔

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔

جب وہ جزا دیکھیں گے تو انھیں اپنے برے اعمال کا پتا چل جائے گا اور یہ خبردار کرتا ہے کہ انھیں وعظ ونصیحت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی اور نہ ہی نصیحت کا ان پر کچھ اثر ہوگا اور انذار (ڈرانا۔متنبہ کرنا) میں تاکید ہے اور حجت کو ثابت کرنا ہے اور عیش وعشرت کو ترجیح دینے اور لمبی لمبی امیدیں باندھنے سے ڈرانا مقصود ہے۔ کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں تمھارے لیے دو باتوں سے ڈرتا ہوں خواہشات کا اتباع اور لمبی امیدیں جہاں تک اتباع کا تعلق ہے تو وہ حق تک رسائی سے روکتا ہے اور لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ [۳]

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے جب بھی کوئی بندہ اپنی آرزوؤں کو بڑھاتا ہے تو اپنے عمل کو برائی تک پہنچاتا ہے اور فرماتے تھے اگر بندہ اپنی موت کو اور اس کی طرف تیزی سے جانے کو دیکھ لیتا تو دنیا کا حصول اس کا ناپسندیدہ ترین عمل ہوتا۔ [۴]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی ولایت (حکومت، سرپرستی) اور سعادت متحقق ہوجاتی ہے تو موت دونوں آنکھوں کے درمیان آجاتی ہے اور آرزو پس پشت چلی جاتی ہے اور جب شیطان کی ولایت (امارت، نگرانی) اور بدبختی متحقق ہوتی ہے تو آرزو دونوں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور موت پس پشت چلی جاتی ہے۔ [۵]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۹ ح ۱ تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۷۳۔۳۷۲ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۲۹۔۳۲۸
(۳) الکافی ج ۲ ص ۳۳۶۔۳۳۵ ح ۳ باب اتباع الھوی (۴) الکافی ج ۲ ص ۲۵۹ ح ۳
(۵) الکافی ج ۳ ص ۲۵۸۔۲۵۷ ح ۲۷

وَ مَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۴﴾

مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۵﴾

وَ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۶﴾

لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۷﴾

مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَـقِّ وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ﴿۸﴾

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ ﴿۹﴾

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ شِيَعِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۰﴾

۴-ہم نے کسی بستی کو تباہ نہیں کیا مگر اس کے لیے خاص مہلت عملی لکھی ہوئی تھی۔

۵-کوئی امت نہ اپنے وقتِ مقررہ سے آگے نکل سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔

۶-اور انھوں نے کہا اے وہ جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے۔

۷-اگر تو سچا ہے تو ہمارے سامنے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟

۸-ہم فرشتوں کو صرف حق (عذاب) کے ساتھ نازل کرتے ہیں پھر اس وقت ان (کفار) کو مہلت نہیں دی جاتی۔

۹-بے شک ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

۱۰-اور آپ سے پہلے ہم کئی گروہوں میں رسول بھیج چکے ہیں۔

۴-وَمَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ -

ہم نے کسی بستی کو تباہ نہیں کیا مگر اس کے لیے خاص مہلت عملی لکھی ہوئی تھی

"کِتابٌ معلوم" سے مراد ہے کہ مقررہ میعاد جو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

۵-مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ -

کوئی امت نہ اپنے وقت مقررہ سے آگے نکل سکتی ہے اور نہ اُس سے پیچھے رہ سکتی ہے

۶-وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ -

اور انھوں نے کہا اے وہ جس پر ذکر نازل کیا گیا تو یقیناً دیوانہ ہے

ان لوگوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو ازراہ تمسخر اور استہزاء (مذاق اڑانے کے لیے) اس طرح پکارا تھا جیسا کہ اس کے بعد کا جملہ دلالت کر رہا ہے۔

اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ -

تم تو دیوانے ہو تم دیوانوں جیسی باتیں کرتے ہو جب تم یہ دعویٰ کر رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ''ذکر'' یعنی قرآن کو نازل کیا ہے۔

۷-لَوْ مَا تَاْتِيْنَا - وگرنہ ہمارے پاس لے آتا

بِالْمَلٰٓئِكَةِ - فرشتوں کو

تاکہ تمھاری تصدیق کرتے اور دعوتِ دین میں تمھارے مددگار ثابت ہوتے جیسا کہ اللہ کا قول ہے: لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا (الفرقان: ۷) اس پر فرشتہ نازل کیوں نہیں ہوتا جو اس کے ساتھ ڈرانے والا بن جاتا۔

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ - اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو

۸-مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ - ہم فرشتوں کو نازل نہیں کرتے ہیں

اِلَّا بِالْحَقِّ - مگر حکمت اور مصلحت کے تحت

وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ -

پھر اس وقت اُن کو ایک ساعت کی بھی مہلت نہیں دی جائے گی

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ اگر ہم فرشتوں کو نازل کرتے تو انھیں مہلت نہ ملتی اور یہ ہلاک ہوجاتے۔[1]

۹-اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ - بے شک ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا ہے

ان لوگوں کے انکار اور استہزاء کی رد ہے لہٰذا اسے کئی جہتوں سے تاکیدی جملہ بنایا ہے۔

وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ -

ہم ہی اُسے تحریف، زیادتی اور کمی سے محفوظ رکھیں گے

۱۰-وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ -

اور آپ سے پہلے ہم کئی فرقوں اور گروہوں میں رسول بھیج چکے ہیں

شِيَعِ شیعہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں فرقہ جب لوگ ایک راستے اور طریقے پر متفق ہوجائیں۔ یہ لفظ شاع سے بنا ہے جس کا مفہوم ہے اتباع کرنا۔ پیروی کرنا۔ نقش قدم پر چلنا۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۳

وَ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑪

كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ⑫

لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَ قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ⑬

وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ⑭

لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ⑮

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَ زَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ⑯

ع ۱۵

۱۱-ان کے پاس جو بھی رسول آیا انھوں نے اس کا مذاق اڑایا۔

۱۲-اسی طرح ہم اس ذکر کو مجرمین کے دلوں میں گزارتے ہیں۔

۱۳-وہ اس (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے اور یہی پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

۱۴-اگر ہم ان کے لیے آسمان کے کسی دروازے کو کھول دیتے تو وہ اس پر چڑھنے لگتے۔

۱۵-تو وہ کہتے یقینا ہماری آنکھوں کو مدہوش کر دیا گیا ہے بلکہ ہم وہ قوم ہیں جن پر جادو کیا جا چکا ہے۔

۱۶-اور بے شک ہم نے آسمان میں بہت سے مضبوط قلعے بنائے ہیں اور انھیں دیکھنے والوں کے لیے مزین کیا ہے۔

۱۱-وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ -

گزرے ہوئے دور کی حالت بیان کی جارہی ہے کہ اُن کے پاس جو بھی رسول آیا

إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ - انھوں نے اس کا مذاق اڑایا جس طرح یہ لوگ آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے کہا گیا۔

۱۲-كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ- اسی طرح ہم اس ذکر کو داخل اور منظم کرتے ہیں

فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ -

مجرموں کے دلوں میں ہم ان کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں وہ اسے جھٹلاتے ہیں قبول نہیں کرتے

۱۳-لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ - وہ اس ذکر پر ایمان نہیں لاتے ہیں

وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ - یہی پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے

یعنی ان کے درمیان اللہ کا طریقہ یہ جاری تھا کہ انھیں تنہا چھوڑ دیا اور کفر کو اُن کے دلوں میں جاری کر دیا یا

یہ کہ جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو انھیں ہلاک کر دیا یہ اہل مکہ کے لیے ایک وعید (ڈراوا، دھمکی) ہے۔

۱۴-وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ - اگر ان کچھ کے لگانے والوں پر ہم نے کھول دیا ہوتا

بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ - آسمان سے ایک دروازہ تو وہ دن بھر اسی کی طرف بلند ہوتے رہتے

۱۵- لَقَالُوٓا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا-

تو وہ کہتے کہ ہماری آنکھوں کو مدہوش کر دیا گیا ہے۔ آنکھوں کو جادو سے بند کر دیا گیا ہے ہمارے خیال میں ایسی باتیں آ رہی ہیں جو حقیقت پر مبنی نہیں ہیں۔

بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ - بلکہ ہم وہ قوم ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے اس بات کا جادو محمدؐ نے ہم پر کیا ہے

۱۶-وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا- اور بے شک ہم نے آسمان میں مضبوط قلعے بنائے ہیں

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ بارہ برج ہیں یعنی بارہ قلعے ہیں۔[1]

تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ "بروج" سے مراد کواکب (ستارے) ہیں وہ بروج جن کا تعلق موسم بہار اور موسم گرما سے ہے وہ "حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد اور سنبلہ" ہیں اور موسم خزاں اور سردیوں کے برج: میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت ہیں اور یہ بارہ برج ہیں۔[2]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ بروج سے مراد سورج اور چاند کی منزلیں ہیں۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ بروج کے معنی ہیں بلند و بالا قلعے انھیں کواکب اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ (سیاروں) چلنے والے ستاروں کی قیام گاہیں ہیں اور یہ لفظ اپنے ظہور کی وجہ سے تبرّج سے مشتق ہے۔

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ سورج کے لیے ۳۶۰ برج ہیں اُن میں سے ہر برج عرب کے جزائر کی طرح ایک جزیرہ کی مانند ہے سورج ہر روز انھی میں سے ایک برج میں نازل ہوتا ہے جب وہ ڈوب جاتا ہے تو عرش کے اندرونی حصے کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرے دن تک سجدے میں پڑا رہتا ہے پھر وہ جائے طلوع تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو سورج کے ساتھ ساتھ پکارتے ہیں۔[4]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ بارہ برجوں میں سے ہر برج میں تقریباً تیس دنوں میں سورج کی سیر مکمل ہوتی ہے اس لحاظ سے ان میں سے ہر ایک تیس برجوں میں منقسم ہوتا ہے تو اس طرح ۳۶۰ ہو جاتے ہیں۔

وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ - اور ہم نے انھیں دیکھنے والوں کے لیے مزین کیا ہے

مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ روشن ستاروں سے مزین کیا ہے۔[5]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۳۱ (۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۱۱۶ (۳) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۷۳

(۴) الکافی ج ۸ ص ۱۵۷ ح ۱۴۸ (۵) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۳۱

وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾
اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾

۱۷۔ اور ہم نے انھیں ہر شیطان رجیم سے محفوظ رکھا ہے۔
۱۸۔ اِلاّ یہ کہ کچھ سُن گُن لے لے جب بھی وہ ایسا کرتا ہے تو شعلۂ روشن اس کا پیچھا کرتا ہے۔

۱۷۔ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔
اور ہم نے انھیں ہر شیطان رجیم سے محفوظ رکھا ہے
یعنی شیطان اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ اس کی طرف چڑھ کر جائے اور وہاں کے باشندوں کو بہکائے اور اُن کے معاملات میں کوئی تصرف کرے اور ان کے احوال سے آگاہی حاصل کرے۔
۱۸۔ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ۔
الاّ یہ کہ پوشیدہ رہ کر کوئی سُن گُن لے لے
فَاَتْبَعَهٗ۔
تو اس کا پیچھا کرتا ہے
شِهَابٌ مُّبِيْنٌ۔
شعلۂ روشن۔ جو دیکھنے والوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ شہاب آگ کے شعلے کو کہتے ہیں جو واضح ہوتا ہے اور کبھی شہاب کا اطلاق ستاروں اور نیزے کے پھل پر ہوتا ہے کیوں کہ ان دونوں میں چمک ہوتی ہے۔
کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ابلیس لعنۃ اللہ ساتوں آسمانوں کو پار کر جاتا تھا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اسے تین آسمانوں سے روک دیا گیا البتہ وہ چار آسمانوں کو پار کر جاتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اسے ساتوں آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا اور شیاطین کو ستاروں کے ذریعے بھگایا جاتا ہے اور قریش نے کہا: یہ تو قیامت کے قائم ہونے کا وقت ہے جس کے بارے میں ہم اہل کتاب سے سنا کرتے تھے وہ اس کا ذکر کیا کرتے تھے اور عمرو بن امیہ نے کہا اور یہ زمانۂ جاہلیت کا رجز خواں تھا ذرا غور کرو ان ستاروں پر جن سے راہنمائی ملتی ہے اور انھی سے موسم سرما اور موسم گرما کی شناخت ہوتی ہے اور اگر اس کو پھینک کر مارا جائے تو اس سے ہر شے کے لیے ہلاکت کا سامان ہے اور اگر ستارہ ثابت رہے اور اس کے بغیر کسی اور شے سے اسے مارا جائے تو یہ نئی بات ہے۔ [1]
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ شیاطین مسلسل آسمان پر چڑھتے رہتے تھے اور جاسوسی کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ

(۱) امالی شیخ صدوق ص ۲۳۵ ح ۱

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی پھر عمرو بن امیہ کی گفتگو کا ذکر کیا اور اس کی نسبت دی ولید بن مغیرہ کی طرف پھر فرمایا کہ مکہ میں ایک یہودی تھا جس کا نام یوسف تھا جب اس نے یہ دیکھا کہ نجوم حرکت کر رہے ہیں اور آسمان میں چکر لگا رہے ہیں تو وہ قریش کے ایک اجتماع میں آیا اور اس نے کہا اے قریش کے لوگو! کیا آج کی شب تمھارے ہاں کسی بچے کی پیدائش ہوئی ہے تو انھوں نے کہا نہیں اس نے کہا توریت کی قسم تم نے صحیح نہیں کہا آج کی شب آخری اور افضل نبی کی ولادت ہوئی ہے اور یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر اپنی کتابوں میں پاتے ہیں کہ جب اس نبی کی ولادت ہوگی تو شیطان کو سنگسار کیا جائے گا اور شیاطین کو آسمان سے دور کر دیا جائے گا ہر ایک اپنے گھر واپس آیا اور گھر والوں سے دریافت کیا تو پھر انھیں بتایا گیا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب بن عبدمناف کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۷۳-۳۷۴

وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾
وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ﴿۲۰﴾
وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ٘ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

۱۹۔ اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اُس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر طرح کی چیزیں مقررہ مقدار میں اگائیں۔
۲۰۔ اور اسی زمین میں تمھارے لیے ذرائع معاش قرار دیے اور ان کے لیے بھی جن کے تم رازق نہیں ہو
۲۱۔ ہمارے پاس ہر شے کے خزانے موجود ہیں البتہ ہم انھیں مُعَیَّن مقدار میں ہی نازل کرتے ہیں۔

۱۹۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا۔

اور ہم نے زمین کو پھیلایا

وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ ۔

اور اُس میں پہاڑ رکھ دیے جو اپنی جگہ ثابت ہیں یعنی متحرک نہیں

وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۔

اور اس زمین سے ہر طرح کی چیزیں مقررہ مقدار میں اگائیں

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ہم نے ہر طرح کے جانوروں کے لیے زمین سے موزوں اور مناسب چیزیں پیدا کیں۔[1]

امام باقر علیہ السلام اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں میں پیدا کیا سونا، چاندی، جواہرات، پیتل، تانبا، لوہا، سیسہ، سرما، سنکھیا اور اسی کی مانند مختلف اشیاء جنھیں وزن کرکے بیچا جاتا ہے۔[2]

۲۰۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ۔

اور اسی میں ہم نے تمھارے ذرائع معاش قرار دیے جیسے کھانے کی اشیاء اور پہننے کی چیزیں

وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ۔

اور اُن کے لیے بھی جن کے تم رازق نہیں ہو

جیسے اہل و عیال، خدام، غلام، حیوانات اور وہ تمام افراد جن کے بارے میں تم یہ سمجھتے ہو کہ تم انھیں رزق دے رہے ہو یہ تمھارا خیالِ خام ہے یقیناً اللہ تمھیں اور اُن سب کو رزق فراہم کرتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۴ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۵۷۔ ۳۵۴

۲۱-وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫-

ہمارے پاس ہر شے کے خزانے موجود ہیں

وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ -

البتہ ہم انھیں معین مقدار میں ہی نازل کرتے ہیں

کہا گیا ہے کہ "خزائن" سے مراد چیزوں کو ایجاد کرنے کی قدرت ہے۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ خزانہ سے مراد وہ پانی ہے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اسی پانی سے زمین سے ہر قسم کے حیوانات کے لیے وہ غذا فراہم ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔ [2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں پہلی بات یہ ہے کہ یہ اس ہستی کا کلام ہے جس کا حاصل کرنا ضروری نہیں ہے جس میں مزید جاننے کی حاجت نہیں، دوسرے یہ بطورِ مثال بیان کیا گیا ہے تاکہ عام لوگوں کی فہم سے قریب تر ہو جائے اور یہ ظاہری تفسیر ہے۔

جہاں تک باطن اور تاویل کا تعلق ہے تو خزائن سے مراد وہ کچھ ہے جسے قَلَمِ اعلیٰ نے سب سے پہلے مکمل طور سے لوحِ قضا پر لکھ دیا تھا جو تبدیلی سے محفوظ ہے اسی لوح سے دوبارہ وجہِ جزئی پر ظاہر ہوا اس لوحِ قدر میں جس میں بتدریج تنزیل کے اعتبار سے محو و اثبات ہے یعنی لکھ کر مٹایا بھی جاسکتا ہے تو پہلے کی طرف اشارہ کیا اپنے قول "وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫" سے اور اپنے قول "وعندہ اُمّ الکتاب" سے اور دوسرے کی طرف اشارہ کیا "وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ" سے اور اسی سے نازل ہوتا ہے اور عالمِ شہود میں ظاہر ہوتا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ نے خشکی اور تری میں جو کچھ پیدا کیا ہے عرش میں اس کی تمثال (مجسمہ، ہو بہو ویسی ہی) ہے امام علیہ السلام نے فرمایا یہ اللہ کے قول "وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ" کی تاویل ہے۔ [3]

مؤلف کتاب یہ فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے اس آیت سے وہی مراد لیا ہے ہم نے جس کا ذکر کیا تھا۔

اور اس سلسلے میں مکمل تحقیق آپ ہماری کتاب جس کا نام "علم الیقین" ہے اس سے حاصل کر سکتے ہیں وہ کتاب اس سلسلے میں کافی ہے۔

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۵۷۴ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۷۵ (۳) تفسیر نور الثقلین ج ۳ ص ۷

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۲/۱۰/۲

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

۲۲۔ اور ہم نے باردار کرنے والی ہوائیں بھیجیں اور پھر ہم ہی نے آسمان سے پانی برسایا جس سے تمھیں سیراب کیا اور تم اس کے ذخیروں پر قابو نہ رکھتے تھے۔

۲۳۔ بلاشبہہ ہم ہی زندگی اور موت دیتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث ہیں۔

۲۴۔ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہم نے انھیں بھی جان لیا اور جو تمھارے بعد آئیں گے ہم ان سے بھی واقف ہیں۔

۲۵۔ اور بے شک آپ کا ربّ وہی ہے جو انھیں یکجا کرے گا یقیناً وہ صاحبِ حکمت اور واقف کار ہے۔

۲۶۔ اور بہ تحقیق ہم نے انسان کو سڑے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے خلق کیا ہے۔

۲۷۔ اور اس سے پہلے ہم نے جنوں کو آتشِ سوزاں سے پیدا کیا تھا۔

۲۲۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ ۔

اور ہم نے باردار کرنے والی ہوائیں بھیجیں

تفسیر قمیؒ میں ہے وہ ہوائیں جو درختوں کو باردار کرتی ہیں۔[1]

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم ہوا کو برا بھلا نہ کہو اس لیے کہ ہوا خوش خبری بھی دیتی ہے اور ڈر بھی پیدا کرتی ہے اور یہ درختوں کو باردار بناتی ہے لہٰذا ہوا کے ذریعے جو خیر ہے اللہ سے اس کا سوال کرو اور اس کے ذریعے سے جس شر کا امکان ہے اللہ سے اُن

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج۱ ص ۳۷۵

کی پناہ طلب کرو۔[۱]

فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۔

پھر ہم نے آسمان سے پانی برسایا

فَاَسۡقَيۡنٰكُمُوۡهُ ۔

جس سے ہم نے تمھیں سیراب کیا

وَمَاۤ اَنۡتُمۡ لَهٗ بِخٰزِنِيۡنَ ۔

اور تم اس کے ذخیروں پر قابو نہ رکھتے تھے

اللہ نے اپنے لیے جس بات کا ثبوت فراہم کیا ہے ان لوگوں سے اس کی نفی کی ہے اپنے اس قول کے ذریعے "وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ" یعنی ہم ہی پانی کو جمع کرتے ہیں اس کے خازن ہیں اور آسمان میں پانی پیدا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اور اس کے نازل کرنے پر بھی ہم کو قدرت حاصل ہے جب کہ تم اس امر پر قدرت نہیں رکھتے۔

۲۳-وَاِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَنُمِيۡتُ ۔

اور بلاشبہ ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور موت سے ہمکنار کرتے ہیں

وَنَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۔

اور ہم ہی سب کے وارث ہیں

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ہم زمین کے اور زمین پر جو بھی رہتا ہے اُن سب کے وارث ہیں۔[۲]

۲۴-وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَقۡدِمِيۡنَ مِنۡكُمۡ ۔

اور جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں ہم نے انھیں بھی جان لیا

وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَاۡخِرِيۡنَ ۔

اور جو لوگ تمھارے بعد آئیں گے ہم اُن سے بھی واقف ہیں

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے اس امت کے مومنین مراد ہیں۔[۳]

۲۵-وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحۡشُرُهُمۡ‌ ؕ ۔

اور بے شک آپ کا رب ہی ہے جو انھیں یکجا کرے گا

اِنَّهٗ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ۔

یقیناً وہ صاحب حکمت اور واقف کار ہے

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۹ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۵ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۰

۲۶۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ ۔ اور بہ تحقیق ہم نے انسان کو صلصال سے خلق کیا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ پانی جو مٹی سے مل کر خشک ہو کر کھنکھنانے لگے۔[۱]

صلصال کے معنی ہیں بجتی ہوئی مٹی، کھنکھناتی ہوئی مٹی وہ خشک مٹی کہ جب اس پر انگلی ماری جائے تو وہ بجنے اور کھنکھنانے لگے بعض نے اس کے معنی سڑی مٹی کے بھی بیان کیے ہیں۔ (مترجم)

مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۔ سڑے ہوئے گارے سے۔ ایسی مٹی سے جو متغیر ہو چکی ہو

حمائٍ کے معنی ہیں گارا، کیچڑ، اور مسنون کا مفہوم ہے بدبودار کیچڑ (مترجم)

آدم کی تخلیق کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک چلّو میں پانی لیا پھر اسے مٹی میں ملایا وہ جم گیا۔ [۲] یہ حدیث سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۰ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

صلصال اس خشک مٹی کو کہتے ہیں جو کھنکھنانے لگے یعنی جب اس پر انگلی سے مارا جائے تو اس میں آواز پیدا ہو اسے پکایا نہ گیا ہو اگر اسے پکا دیا جائے تو وہ فخار بن جاتی ہے یعنی ٹھیکری۔

اور حمأ کہتے ہیں کالی سیاہ مٹی کو جس میں تعفن پیدا ہو چکا ہو۔

اور مسنون کہا جاتا ہے جس کی شکل بنا دی جائے، اور کسی برتن میں بھرے ہوئے پانی کو خالی کیا جائے گویا کہ اس نے سڑی ہوئی کیچڑ والی مٹی کو سانچے میں ڈال کر اس سے تصویر بنائی ایک انسانی ڈھانچے کی جو درمیان سے خالی تھا تو وہ خشک ہوا جب اسے انگلی سے ٹھونگے لگائے گئے تو اس سے آواز آنے لگی پھر اس میں تبدیلی ہوئی اور وہ انسانی صورت اختیار کر گیا۔

نہج البلاغہ میں ہے پھر اللہ نے سخت ونرم اور شیریں وشور زار زمین سے مٹی جمع کی اسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی اور تری سے اتنا گوندھا کہ اس میں لَس پیدا ہو گیا۔ اس سے ایک ایسی صورت بنائی جس میں موڑ ہیں اور جوڑ، اعضا ہیں اور مختلف حصے اسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود تھم سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ کھنکھنانے لگی۔ ایک وقت معین اور مدتِ معلوم تک اُسے یوں ہی رہنے دیا۔ پھر اُس میں روح پھونکی تو وہ ایسے انسان کی صورت میں کھڑی ہو گئی جو قوائے ذہنی کو حرکت دینے والا، فکری حرکات سے تصرف کرنے والا، اعضا و جوارح سے خدمت لینے والا اور ہاتھ پیروں کو چلانے والا ہے اور ایسی شناخت کا مالک ہے جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے اور مختلف مزوں، بوؤں، رنگوں، جنسوں میں فرق کرتا ہے۔ خود رنگا رنگ مٹی اور ملتی جلتی ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد اخلاط (سودا، صفرا، بلغم اور خون) سے اس کا خمیر ہوا ہے یعنی وہ گرمی، سردی، تری، خشکی، غم اور خوشی کا پیکر ہے۔ [۳]

۲۷۔ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ ۔

اور انسان کی تخلیق سے قبل ہم نے جنوں کو ایسی شدید آگ سے پیدا کیا جس کی گرمی مسامات میں سرایت کرتی ہے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۵ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷ (۳) نہج البلاغہ خطبہ ۱ تخلیق آدم کی کیفیت

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ باپ تین ہیں آدم کی اولاد مومن پیدا ہوئی، جنوں کی اولاد مومن اور کافر دونوں طرح پیدا ہوئی اور ابلیس کی اولاد کافر پیدا ہوئی۔ ان کے ہاں بچے ماں کے شکم سے جنم نہیں لیتے بلکہ انڈوں سے بچے نکلتے ہیں اور ان کی اولاد صرف نر ہوتی ہے ان میں مادہ نہیں ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا جنات جان کی اولاد ہیں ان میں مومنین، کفار، یہودی اور نصاریٰ سب پائے جاتے ہیں ان کے ادیان و مذاہب مختلف ہوتے ہیں اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں اور ان میں کوئی مومن نہیں ہے۔ سوائے ایک کے جس کا نام ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہے وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آنحضرتؐ نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے جواب دیا میں ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں جس دن قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا میں کچھ سالوں کا بچہ تھا میں یکجہتی سے روکتا تھا اور کھانے کو فاسد کرنے کا حکم دیا کرتا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے کہا میری زندگی کی قسم کتنا برا ہے وہ جوان جو پرامید ہے اور وہ بوڑھا (شیطان، ابلیس) جسے حکم دیا گیا تھا (اُخرج انك رجیم نکل جاؤ تو مردود ہے)۔

اس نے کہا اے محمدؐ یہ بات رہنے دیجیے میری توبہ حضرت نوح کے ہاتھوں پر ہوچکی ہے میں اُن کے ساتھ کشتی میں تھا انھوں نے جو اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی اس پر میں نے اُن سے ناراضی کا اظہار کیا تھا جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو میں اُن کے ساتھ تھا جس وقت اللہ نے اُن کے لیے آگ کو سرد اور باسلامت بنا دیا تھا۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی تھا جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کردیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور میں ہود علیہ السلام کے ساتھ تھا جب انھوں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی تو میں نے ان کے عمل کو ناپسند کیا تھا میں صالح علیہ السلام کے ساتھ بھی تھا اور جب انھوں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی تو میں نے اسے اچھا نہیں سمجھا تھا میں نے تمام کتابیں پڑھی ہیں سب کتابیں آپ کے بارے میں بشارت دے رہی ہیں اور انبیاء علیہم السلام سب نے آپ کو سلام کہلوایا ہے اور سب کا یہی کہنا ہے کہ آپ تمام نبیوں میں سے افضل اور مکرم و محترم ہیں۔ اللہ نے آپ کی طرف جو کچھ نازل فرمایا ہے آپ اس میں سے مجھے کچھ سکھائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا اے علیؑ اسے سکھاؤ پڑھاؤ ہام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تو صرف نبی اور نبی کے وصی کا حکم مانتے ہیں یہ کون ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ میرے بھائی، میرے وصی، میرے وزیر اور میرے وارث علی بن ابی طالب ہیں۔ ہام نے کہا ہاں ہم کتابوں میں ان کا نام پاتے ہیں۔ وہ الیا (ایلیا) ہے امیرالمومنین علیہ السلام نے اسے علم القرآن سے آشنا کیا۔ جب صفین میں لیلۃ الہریر تھی تو وہ امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۶-۳۷۵

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾

۲۸۔یاد کرو جب تمھارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا بے شک میں سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔

۲۹۔دیکھو جب میں اس کی تخلیق مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔

۲۸۔وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ۔

اور وہ وقت یاد کریں جب آپ کے ربّ نے کہا تھا

لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ۔

فرشتوں سے

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔

بے شک میں سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں

۲۹۔فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ۔

جب میں اس کی تخلیق مکمل کرلوں

وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔

اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔ یہاں تک کہ اس کے آثار ان کے اعضا میں نظر آنے لگیں اور ان میں زندگی آجائے

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔

تو تم سب کے سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا

علل الشرائع، تفسیر قمیؒ اور تفسیر عیاشی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ اللہ کی طرف آدم کی تخلیق سے پہلے ایک پیش کش تھی اور اللہ کی جانب سے فرشتوں پر ایک حجت تھی۔ (الحدیث) [1]

یہ حدیث اپنے سیاق و سباق کے ساتھ سورۂ بقرہ آیت ۳۰ ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'' کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

(۱) علل الشرائع ص ۱۰۶۔۱۰۵ ح ۱ تفسیر قمی ج ۱ ص ۷۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۰ ح ۷

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اُن سے اللہ تعالیٰ کے قول "وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي" کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے جواب مرحمت فرمایا یہ ایک روح تھی جسے اللہ نے منتخب کیا تھا، چُن لیا تھا، اس کی تخلیق کی تھی، اسے اپنی جانب منسوب کیا تھا اور اسے تمام ارواح سے افضل قرار دیا تھا تو اس روح کو آدم میں پھونک دیا تھا۔ [۱]

کتاب توحید اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اسی آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو خلق فرمایا اور روح کو بھی پیدا کیا پھر فرشتے کو حکم دیا اس نے آدم میں روح پھونک دی یہ ایسی کوئی چیز نہیں ہے کہ اللہ کے پاس اس کی وجہ سے کوئی کمی ہوگئی ہو (نقص ہوگیا ہو) بلکہ یہ روح اللہ کی قدرت سے تھی۔ [۲]

کتاب توحید اور کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ اس نفخ (پھونک مارنا) کی کیا کیفیت تھی؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ روح ریح (ہوا) کی طرح متحرک ہے اور اسے روح اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا نام ریح سے مشتق ہے آیت میں لفظ روح آیا ہے اس لیے کہ روح اور ریح میں مماثلت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس روح کو اپنی جانب اس لیے نسبت دی کہ اسے تمام ارواح میں منتخب کرلیا جس طرح اس نے تمام گھروں میں سے ایک گھر (کعبہ) کو منتخب کیا ہے اور فرمایا بَیْتِیَ میرا گھر اور مرسلین میں سے ایک رسول (ابراہیم) کے لیے کہا خلیلی اور اسی طرح روح مخلوق ہے، اسے بنایا گیا ہے، اسے ایجاد کیا گیا ہے، اس کی تربیت کی گئی ہے اور اس کا انتظام کیا گیا ہے۔ [۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ روح سب سے پہلے اس لطیف بخار (بھاپ) سے تعلق پیدا کرلیتی ہے جو دل سے ابھرتا ہے اور اس پر قوتِ حیوانیہ کا فیضان جاری ہوتا ہے تو وہ روح اس قوت کو اٹھا کر شریانوں کے درمیان میں بدن کی گہرائیوں تک لیے لیے پھرتی ہے بدن سے اس کی تعلیق (ربط چمٹ جانا) کو نفخ کہا جاتا ہے جو ایک (تمثیل) مثال ہے جس کے ذریعے سے حیات حاصل ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ روح کا تعلق عالم محسوسات اور عالمِ ظاہر سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق عالم ملکوت اور عالم غیب سے ہے اور بدن ایک چھلکے اور غلاف کی طرح ہے اور اس کے لیے ایک قالب ہے اور جسم کی زندگی اسی روح کی وجہ سے ہے اور وہی دوسری تخلیق ہے جس کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے "ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ" (المومنون: ۱۴) پھر ہم نے اسے دوسری تخلیق سے ایجاد کیا یعنی ایسی تخلیق جو اس تخلیق کے مشابہ نہیں ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے روح کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام

---

(۱) التوحید ص ۱۷۰ ح ۱ باب ۲۷ (۲) التوحید ص ۱۷۲ ح ۶ باب ۲۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۱ ح ۱۰

(۳) التوحید ص ۱۷۱ ح ۳ باب ۲۷ و الکافی ج ۱ ص ۱۳۴۔ ۱۳۳ ح ۴

علیہ السلام نے فرمایا یہ اللہ کی قدرت سے ہے اور اس کا تعلق ملکوت سے ہے۔[1]

اس مفہوم پر دلالت کرنے والی احادیث اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ'' سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۶۹ کے ذیل میں پہلے بیان کی جاچکیں ہیں۔

کتاب بصائر میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن اور اس کے بدن کی مثال ایسی ہے جیسے موتی ڈبیا میں رکھا ہوا ہو اگر اس میں سے موتی نکال لیا جائے تو پھر ڈبیا کو پھینک دیا جائے گا اس کی کوئی اہمیت اور وقعت نہیں رہے گی اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ارواح بدن سے ہم آہنگ نہیں ہوتیں اور نہ ہی اس میں گھل مل جاتی ہیں بلکہ اس کی مثال تو بدن کے لیے پردے کی طرح ہے جو اس کا احاطہ کیے ہوتی ہیں۔[2]

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ روح کا وصف یہ بیان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ وزنی ہے یا ہلکی ہے بلکہ وہ ایک جسمِ رقیق (باریک۔ پتلا) ہے جسے کثیف قالب کا لباس پہنا دیا گیا ہے جسم میں اس کی وہی منزلت ہے جو ہوا کی مشک میں ہوتی ہے جب ہوا بھری جاتی ہے تو مشک بھر جاتی ہے پھول جاتی ہے لیکن اس سے مشک کا وزن بڑھتا نہیں ہے چاہے ہوا کم ہوجائے یا زیادہ بھر جائے روح کی بھی یہی کیفیت ہے نہ تو اس کے لیے بھاری پن ہے اور نہ ہی وزن ہے۔

دریافت کیا گیا ہے کہ کیا روح اپنے قالب سے نکلنے کے بعد معدوم ہوجاتی ہے یا باقی رہتی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ صور کے پھونکے جانے تک باقی رہتی ہے اس وقت اشیاء ختم ہوجائیں گی، فنا کے گھاٹ اتر جائیں گی نہ حِس نہ ہوگا اور نہ ہی محسوس پھر اشیاء کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا جیسا کہ اس کے مُدَبّر نے اسے پہلے پیدا کیا تھا اور ان دونوں کے درمیان چار سو سال کا عرصہ ہوگا ان دو نفخات (صور پھونکے جانے) کے درمیان مخلوقات کو اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے گا۔ (الف)

اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ روح اپنی جگہ مقیم رہتی ہے نیکوکار کی روح روشنی میں اور کھلی جگہ میں رہتی ہے اور گناہ گار کی روح تنگ وتاریک جگہ میں رہتی ہے اور بدن مٹی میں مل جاتا ہے۔[3]

اور روایت کی گئی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا اور اسی روح کے سبب بدن کو نیک عمل کا حکم دیا جاتا ہے اور برے کام سے روکا جاتا ہے اور ثواب وعقاب بھی اسی کی وجہ سے ہوگا روح جسم سے الگ ہوجائے گی اور اللہ اس روح کو اس بدن کے علاوہ دوسرا بدن پہنا دے گا جیسا اس کی حکمت اور مصلحت کا تقاضا ہوگا۔[4]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۱ ح ۱۱ (۲) بصائر الدرجات ص ۴۸۳ ح ۱۳ باب ۱۸

(الف) مخلوقات دو دفعہ صور پھونکے جانے کے دوران مصعوقہ رہے گی جیسا کہ ارشادِ باری ہے: فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ (جب صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے بے ہوش ہوجائے گا سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔ (زمر ۶۸)

(۳) الاحتجاج ج ۲ ص ۹۷۔۹۸ (۴) بحارالانوار ج ۶۱ ص ۳۶ ح ۷

امام علیہ السلام نے جو اپنی حدیث میں فرمایا وقد تفارقه ویلبسها اللہ غیرہ کہ روح جسم سے جدا ہوجائے گی ور اللہ اس روح کو اس بدن کے علاوہ دوسرا بدن پہنا دے گا۔تو اس جملے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ روح مستقل بنیاد پر بدن سے جدا ہوجائے گی اور اس سے مراد ''روح بخاری'' نہیں ہے جہاں تک اس روح پر جسم کے اطلاق کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ملکوت کی نشوونما بھی صورت کے اعتبار سے جسمانی ہوتی ہے خواہ معنی کے لحاظ سے روحانی ہوان محسوسات کے ذریعے اُن کا ادراک ممکن نہیں۔

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ بِمَنْزِلَةِ الرِّيحِ فِي الزِّقِ روح کی مثال بدن میں ایسی ہی ہے جیسے مشک میں ہوا تو یہ ایک تمثیل ہے جس کے ذریعے زندگی کا حصول ہوتا ہے اور بدن میں اس کے نفخ کا مفہوم ہم ابھی ابھی بیان کرچکے ہیں۔

اور یہ جان لو کہ بدنِ انسانی میں مختلف روحیں موجود ہیں صاحبِ روح کے فضل وشرف کی وجہ سے اس کی تعداد میں اضافہ ہوسکتا ہے جیسا کہ ائمہ اطہار کی روایت سے مستفاد ہوتا ہے۔

کتابِ کافی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور آ کر کہا اے امیرالمومنین کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی مومن ہو تو وہ زنا نہیں کرے گا، مومن ہے تو چوری نہیں کرے گا، مومن ہے تو شراب نہیں پیے گا، مومن ہے تو سود نہیں کھائے گا، مومن ہے تو ناحق کسی کا خون نہیں بہائے گا۔ یہ بات میرے دل پر ایک بوجھ بن گئی ہے اور میرے دل میں کھٹک رہی ہے جب میں سمجھتا ہوں کہ بندہ میری ہی طرح نماز پڑھتا ہے، میری ہی طرح دعا طلب کرتا ہے میں بھی نکاح کرتا ہوں وہ بھی نکاح کرتا ہے وہ مجھے وارث بناتا ہے میں اسے وارث بناتا ہوں اور وہ ایک معمولی گناہ کے سبب ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا تم نے سچ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اور اس پر دلیل کتاب خدا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تین طبقات پر خلق فرمایا ہے اور ان کے تین درجات متعین فرماتے ہیں اور یہ اللہ کا قول ہے (۱) اصحاب المیمنۃ (۲) اصحاب المشئمۃ (۳) والسابقون۔ جہاں تک سابقین کا تعلق ہے تو اس سے مراد انبیاء ہیں خواہ وہ مرسلین میں سے ہوں یا مرسلین میں سے نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے اُن میں پانچ ارواح کو رکھا ہے روح القدس، روح الایمان، روح القوۃ، روح الشھوۃ (خواہش کی قوت) اور روح البدن۔ روح القدس کے ذریعے انبیاء مرسلین اور غیر مرسلین مبعوث کیے گئے اور اسی روح سے انھوں نے اشیاء کا علم حاصل کیا اور روحِ ایمان کے ذریعے انھوں نے اللہ کی عبادت کی اور اس کی ذات میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا اور روحِ قوت سے انھوں نے اپنے دشمنوں سے جہاد کیا اور اپنی معاش کا علاج کیا اور روحِ شہوت سے انھیں مزے دار کھانے ملے اور جوان عورتوں سے انھوں نے حلال ذریعے سے نکاح کے ذریعے قربت کی اور روحِ بدن کے ذریعے وہ زمین پر چلے اور نشوونما پائی یہ لوگ وہ ہیں جن کی مغفرت کی جاچکی ہے اور ان کی معصیتوں سے درگزر کیا جاچکا ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۚ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۗ (بقرہ: ۲۵۳) ان رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے کسی نے اللہ سے کلام کیا اور ان میں سے بعض کے درجے ہم نے بلند کیے اور ہم نے عیسیٰ فرزندِ مریم کو واضح نشانیاں عطا کیں اور روح القدس سے اُن کی مدد کی۔ پھر فرمایا ہم انبیاء کی جماعت میں اور ان کی تائید کی ایک روح کے ذریعے جو اللہ کی جانب سے تھی وہ فرما رہا ہے اللہ نے اس روح کی وجہ سے انھیں مکرم بنایا ہے اور دوسرے لوگوں پر انھیں فضیلت عطا کی یہ سب لوگ بخشے جا چکے ہیں اور ان کے گناہوں سے درگزر کیا جا چکا ہے پھر امام علیہ السلام نے اصحاب میمنہ کا ذکر کیا ہے وہ لوگ فی نفسہ صحیح معنی میں مومن ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں چار روحوں کو رکھا ہے۔ (۱) روحِ ایمان (۲) روحِ قوت (۳) روحِ شہوت (۴) روحِ بدن۔ بندہ مسلسل ان چاروں ارواح کی تکمیل میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ اس پر حالات رونما ہوتے ہیں تو ایک شخص نے سوال کیا اے امیر المومنین وہ کون سے حالات ہیں تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا ان میں پہلی حالت یہ ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ (النحل: ۷۰) اور تم میں سے کوئی ناکارہ عمر کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ علم کے بعد کچھ نہ جانے تو یہ ایسا ہے جس سے تمام ارواح کم ہو جاتی ہیں اور یہ شخص ایسا نہیں جو دین سے خارج ہو گیا ہو اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسے ناکارہ عمر کی طرف پلٹایا ہے۔

لہٰذا وہ اوقات نماز کو نہیں پہچانتا نہ وہ تہجد کو شب میں ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اور نہ ہی کو دن کے وقت ادا کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ با جماعت نماز ادا کرنے کے قابل ہے یہ روحِ ایمان کا نقصان ہے اور اس سے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے اور ان میں سے وہ ہے جس سے روحِ قوت گھٹ جاتی ہے اور وہ اپنے دشمن کے ساتھ جہاد نہیں کر سکتا اور نہ ہی معیشت کا حصول اس کے لیے ممکن ہے اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جن میں روح شہوت گھٹ جاتی ہے اگر آدم کی بیٹیوں میں کوئی حسین وجمیل بھی گزر جائے تو وہ اس کا مشتاق نہیں ہوتا اور جس میں روح بدن قائم اور باقی نہیں رہتی تو وہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ ملک الموت اس تک آ پہنچتا ہے یہ اچھے حال میں ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ ہی نے اسے اس منزل تک پہنچایا ہے اور اس کی قوت اور جوانی کے دور میں اس پر ایسے حالات آئے تھے کہ وہ غلطیوں کا قصد کرتا تھا تو وہ روح قوت اسے بہادر بناتی تھی اور روح شہوت اس کے لیے آراستہ کر کے پیش کرتی تھی اور روحِ بدن اس کو ہانکتی تھی یہاں تک کہ وہ گناہوں کا ارتکاب کر لیتا تھا لہٰذا جب ایمان کی کمی اسے چھو لے اور اس سے علیحدگی اختیار کر لے تو وہ دوبارہ واپس نہیں آ سکتا یہاں تک کہ یہ توبہ کر لے جب یہ توبہ کرے گا تو اللہ اس کے توبہ کو قبول کر لے گا اور اگر دوبارہ ان گناہوں کا ارتکاب کرے گا تو خداوند عالم اسے جہنم میں ڈال دے گا۔

جہاں تک اصحاب المشئمہ کا تعلق ہے تو وہ یہود و نصاریٰ ہیں ارشاد ربّ العزت ہے: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (البقرہ: ۱۴۶) (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس رسول کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں) وہ توریت اور انجیل میں حضرت محمدؐ اور ولایت کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے گھروں میں اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (بقرہ: ۱۴۶۔۱۴۷) اور ان میں ایک گروہ ضرور حق کو چھپاتا ہے حالاں کہ وہ جانتے ہیں کہ حق ربّ کی جانب سے ہے یعنی اے نبی آپ اُن کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں لہٰذا آپ اس کے متعلق ہرگز شک میں نہ پڑیں۔ جس کو وہ پہچانتے تھے جب انھوں نے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور اُن سے روحِ ایمان کو سلب کرلیا اور ان ابدان میں تین روحیں رہیں روحِ قوت، روحِ شہوت اور روحِ بدن۔ پھر اللہ نے انھیں چوپایوں کی طرف نسبت دی اور فرمایا اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ (الفرقان: ۴۴) وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں اس لیے کہ جانور روحِ قوت سے بوجھ اٹھاتا ہے روحِ شہوت کی بنیاد پر چارا کھاتا ہے اور روحِ بدن سے چلتا ہے۔ سائل نے جواب سن کر کہا اے امیرالمومنین آپ نے حکم خدا سے میرے دل کو حیات بخش دی۔ [1]

کمیل بن زیاد سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا اے امیرالمومنین میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے میرے نفس سے متعارف کرا دیں امام علیہ السلام نے فرمایا اے کمیل تم نفوس میں سے کس نفس کا تعارف چاہتے ہو میں نے کہا مولا کیا یہ ایک ہی نفس نہیں ہے؟ فرمایا اے کمیل یہ چار نفوس ہیں نفسِ نامیہ نباتیہ، نفسِ حسیۂ حیوانیہ اور نفس ناطقۂ قدسیہ اور نفس کلیۂ الٰہیہ اور ان میں سے ہر ایک کی پانچ قوتیں ہیں اور دو خصوصیات ہیں۔ نامیہ نباتیہ کی پانچ قوتیں یہ ہیں۔ ماسکہ (روکنے والی) جاذبہ (کھینچنے والی) ہاضمہ (ہضم کرنے والی) دافعہ (پھینکنے والی) اور مربیہ (تربیت کرنے والی) اور اس کی دو خاصیتیں ہیں۔ بڑھنا اور گھٹنا اور یہ جگر سے اٹھتی ہے اور حسیۂ حیوانیہ کی پانچ قوتیں سمع (سننے کی قوت) بصر (دیکھنے کی قوت) شم (سونگھنے کی قوت) ذوق (چکھنے کی قوت) اور لمس (چھونے کی قوت) اور اس کی دو خاصیتیں ہیں رضا اور غضب اور اس کے ابھرنے کا مرکز قلب (دل) ہے اور ناطقۂ قدسیہ اس کی پانچ قوتیں ہیں فکر، ذکر، علم، حلم اور نباہت (سمجھ داری، زیرکی) اور اسے کوئی ابھارنے والا نہیں بلکہ یہ نفوس ملکیہ سے مشابہت رکھنے والی شے ہے اور اس کی دو خصوصیات ہیں نزاہت (عیب سے دوری) اور حکمت (تدبیر) اور کلیۂ الٰہیہ کے لیے بھی پانچ قوتیں ہیں فنا میں بقا اور بدبختی میں نعمت، ذلت میں عزت، غنا (تونگری) میں فقر، اور مصیبت میں صبر اور اس کی دو خاصیتیں ہیں۔ رضامندی اور تسلیم اور یہ وہ صفات ہیں جن کا مبدا اور نقطۂ آغاز ذاتِ وحدہ لاشریک لہ ہے اور یہ صفات اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اور اس میں مَیں اپنی روح پھونک دوں اور فرمانِ خداوندی یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (الفجر: ۲۷۔۲۸) اے نفس مطمئنہ (اے مطمئن روح) تو اپنے ربّ کی طرف واپس لوٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو اور عقل ہر ایک کے درمیان میں ہے۔ [2]

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۸۴۔۲۸۱ ح ۱۶ (۲) بحارالانوار ج ۶۱ ص ۸۴۔۸۵ ح ۴۲

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۳۰

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝۳۱

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝۳۲

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝۳۳

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۳۴

وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳۵

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۳۶

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝۳۷

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۳۸

۳۰-تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔

۳۱-سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا کہ وہ سجدہ گزاروں کے ساتھ ہوجائے۔

۳۲-اللہ نے فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیا۔

۳۳-ابلیس نے جواب دیا کہ میں کسی ایسے بشر کو سجدہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں تو نے جسے سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

۳۴-اللہ نے حکم دیا، یہاں سے نکل جا کیوں کہ تو مردود ہے۔

۳۵-اور بے شک تجھ پر روز جزا تک لعنت ہے۔

۳۶-اس نے کہا پروردگارا! تو اس دن تک کی مہلت دے دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

۳۷-اللہ نے ارشاد فرمایا جا تجھے مہلت دے دی گئی۔

۳۸-مقررہ وقت کے دن تک۔

۳۳-قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ-

اس نے کہا میری جانب سے صحیح نہیں ہے اور میرے حال کے منافی ہے اور میں ایک روحانی فرشتہ ہوں میں کیوں کر سجدہ کروں۔

لِبَشَرٍ -

ایسے بشر کو جو جسم رکھتا ہے اور کثیف ہے

خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ -

تو نے جسے سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے

تمام عناصر میں پست ترین عنصر مٹی ہے اور وہ بھی ایسی اور تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے جو اشرف ہے حمیت (غیرت) نے اسے دھوکا دیا اور بدبختی اس پر غالب آگئی اور اس نے آگ کی خلقت کو معزز جانا اور مٹی کی تخلیق کو معمولی اور حقیر سمجھا اور اس کا جواب دوسرے کلمات کے ساتھ سورۂ اعراف کی آیت ۱۲ کے ذیل میں پہلے دیا جاچکا ہے۔

۳۴ - قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا -

ارشاد باری ہوا اے شیطان تو آسمان میں جس مقام پر ہے اس سے نیچے چلا جا اور ملائکہ کی صف سے دوری اختیار کرلے

فَإِنَّكَ رَجِيمٌ -

اس لیے کہ تو خیر اور کرامت سے مردود دھتکارا ہوا ہے اور رجیم کے مفہوم سے متعلق حدیث استعاذہ کے ذیل میں پہلے بیان کی جاچکی ہے۔

۳۵ - وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ -

اور بے شک تجھ پر روز جزا تک لعنت ہے۔ روزِ جزا لعنت کی حد ہے

۳۶ - قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي -

شیطان نے کہا میرے پروردگار مجھے مہلت دے دے

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ -

اس دن تک جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے

اس نے ارادہ کیا کہ اسے بہکانے اور بھٹکانے کے لیے مزید چھٹی مل جائے وسعت حاصل ہوجائے اور موت سے بھی نجات حاصل ہو اور اس بارے میں سورۂ اعراف آیت ۱۴ کے ذیل میں حدیث بیان کی جاچکی ہے۔

۳۷ - قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ -

اللہ نے فرمایا جا تجھے مہلت دے دی گئی

۳۸ - إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ -

مقررہ وقت کے دن تک

علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ''یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ'' وہ دن ہے جب صور میں ایک مرتبہ پھونک ماری جائے گی تو ابلیس نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ کے درمیان مرجائے گا۔[۱]

(نفخۂ اولی پہلی مرتبہ پھونک مارنا، نفخۂ ثانیہ دوسری بار پھونک مارنا)

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو یہ وہ دن ہے جب لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ نے شیطان کو اس وقت تک کے لیے مہلت دی ہے جب ہمارا قائم مبعوث ہوگا جب اللہ ہمارے قائم کو مبعوث کرے گا تو وہ مسجد کوفہ میں ہوں گے اور ابلیس آ کر ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائے گا اور کہے گا ہائے افسوس آج کے دن پر اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر اس کی گردن اڑادی جائے گی یوم المعلوم سے وہی دن مراد ہوگا۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ''یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ'' وہ دن ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صخرہ پر شیطان کو ذبح کردیں گے جو بیت المقدس میں ہے۔[۳] (صخرہ یعنی چٹان) میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ رجعت کے وقت ہوگا۔

---

(۱) علل الشرائع ص ۴۰۲ ح ۲ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۲ ح ۱۴ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۵

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾

اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۭ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

ع ۳

۳۹-شیطان نے کہا بارالہا! جب تو نے مجھے گناہ گار قرار دے دیا تو میں زمین میں ان کے لیے گناہوں کو آراستہ کر کے پیش کروں گا اور میں سب کو بہکاؤں گا۔

۴۰-سوائے تیرے اُن بندوں کے جو اُن میں سے برگزیدہ ہیں۔

۴۱-اللہ نے فرمایا یہی مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستا ہے۔

۴۲-میرے بندے وہ ہیں جن پر تیرا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ سوائے ان گم راہوں کے جو تیری پیروی کریں گے۔

۴۳-اور ان سب کی وعدہ گاہ جہنم ہے۔

۴۴-اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔

۳۹-قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ -

شیطان نے کہا بارالہا! تو نے مجھے جیسے گمراہ کیا ہے۔ یعنی جس بات پر اس کو مکلف کیا گیا تھا اس کی وجہ سے وہ گمراہی میں چلا گیا۔

لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ - میں لوگوں کے گناہوں کو آراستہ کروں گا

فِى الْاَرْضِ - زمین میں

وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ - اور میں سب کو بہکاؤں گا

۴۰-اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ -

سوائے تیرے ان منتخب بندوں کے جن کو تو نے اپنی اطاعت کے لیے خالص کر لیا ہے اور انھیں نجاستوں اور پلیدگی سے پاک و پاکیزہ رکھا ہے۔ میرا مکر و فریب ان پر اثر نہیں کرے گا۔

اور اگر یہ لفظ مُخْلِصِيْن پڑھا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جن بندوں نے اپنے نفوس کو اے اللہ تیرے لیے خالص کرلیا ہے۔

۴۱-قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ-

اللہ نے فرمایا یہی صحیح راستا ہے مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کا خیال رکھوں

مُسْتَقِيْمٌ-

جس راستے میں کوئی کجی نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اے شیطان میرے مخلص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چل سکتا تو ان پر غلبہ حاصل نہیں کرسکتا

۴۲-اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ-

بہ تحقیق میرے بندے وہ ہیں جن پر تیرا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ جو بات پہلے مجمل بیان کی گئی تھی اب اسے ذرا مفصل بیان کیا ہے۔

اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ-

سوائے ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کریں گے

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابلیس تو انھیں جنت اور جہنم میں بھیجنے پر قادر نہیں ہوگا۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بخدا اس سے ائمہ اور ان کی پیروی کرنے والے مراد ہیں۔[۲]

۴۳-وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ-

اور ان سب کی وعدہ گاہ جہنم ہے

یعنی گمراہوں اور شیطان کی پیروی کرنے والوں کی وعدہ گاہ جہنم ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اس سے مراد صراط پر اُن کا ٹھہرنا ہے۔[۳]

۴۴-لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ- جہنم کے سات دروازے ہیں

لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ-

ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ مخصوص کردیا گیا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے ہر دروازے میں ایک صاحب ملت داخل ہوگا۔[۴]

کتاب خصال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے والد اور وہ اپنے جد علیہم السلام سے روایت کرتے

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۲ (۲) الکافی ج ۸ ص ۳۵ (۴،۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۶

ہیں کہ جہنم کے سات دروازے ہیں ایک وہ دروازہ ہے جس سے فرعون، ہامان اور قارون داخل ہوگا اور ایک وہ دروازہ ہے جس سے مشرکین، کفار اور ایسے افراد داخل ہوں گے جو ایک لمحے کے لیے بھی اللہ پر ایمان نہیں لائے اور ایک دروازہ وہ ہے جس سے صرف بنی امیہ داخل ہوں گے اور وہ دروازہ اُن کے لیے مخصوص ہے وہاں پر کوئی بھی ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنے گا اور وہ "باب لظی" باب سعیر اور باب ہاویہ ہے جس میں وہ انھیں لے کر ستر موسم خریف تک رہے گا۔ تو جب بھی وہ انھیں لے کر ستر خریف تک رہا تو ایک چشمہ ابلے گا جو انھیں اپنے سے اوپر والی جہنم میں ستر خریف کے لیے بھیج دے گا پھر وہ اس میں ستر خریف کے لیے گرا رہے گا وہ اسی طرح جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دائمی طور سے رہیں گے اور وہ دروازہ ہے جس سے ہم سے نفرت کرنے والے، ہم سے جنگ کرنے والے، ہمیں تنہا چھوڑنے والے گزریں گے اور وہ دروازہ سب سے بڑا دروازہ ہوگا اور بہت زیادہ گرم ہوگا پھر فرمایا اور وہ دروازہ جس سے بنی امیہ داخل ہوں گے..... تو جہنم کی آگ انھیں توڑ پھوڑ کر رکھ دے گی ان کی چیخ بھی سنائی نہ دے گی وہ اس جہنم میں نہ ہی جئیں گے اور نہ ہی مریں گے۔[1]

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے جہنم کے سات دروازے ہوں گے جو ایک دوسرے کے اوپر بنے ہوئے ہیں۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جہنم کے سات دروازے مکان کی منازل کی شکل میں ایک دوسرے کے اوپر ہیں اور ایک ہاتھ دوسرے کے اوپر رکھا ہوا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنتوں کو چوڑائی میں بنایا ہے اور آتشِ جہنم کو ایک دوسرے کے اوپر طبقات کی شکل میں رکھا ہے سب سے نیچے جہنم ہے اس کے اوپر لظی ہے اس کے اوپر حطمہ ہے اس کے اوپر سقر ہے اس کے اوپر جحیم ہے اس کے اوپر سعیر ہے اور اس کے اوپر ہاویہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے ہاویہ سب سے نیچے ہے اور جہنم سب سے اوپر ہے۔[3]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ آتش جہنم کے سات درجے ہیں پھر اس کی تفصیلات دوسرے طریقے سے بیان کی ہیں اور یہ نہیں بتایا کہ کون کس جہنم میں ہوگا۔[4]

---

(۱) الخصال ص ۳۶۱ ح ۵۱ (۲) الخصال ص ۵۹۷ ح ۱

(۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۳۸ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۶

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾
ادْخُلُوهَا بِسَلَٰمٍ ءَامِنِينَ ﴿٤٦﴾
وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَٰنًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ﴿٤٧﴾
لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾
نَبِّئْ عِبَادِيٓ أَنِّيٓ أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾
وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾

۴۵-بے شک صاحبانِ تقویٰ باغات اور چشموں میں ہوں گے۔
۴۶-ان سے کہا جائے گا تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ آ جاؤ۔
۴۷-اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی اسے ہم نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے مقابل میں تخت پر بیٹھے ہوں گے۔
۴۸-نہ تو انھیں وہاں کسی مشقت کا سامنا ہوگا اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔
۴۹-اے نبی آپ میرے بندوں کو بتلا دیجیے کہ یقیناً میں ہی بخشنے والا، مہربان ہوں۔
۵۰-اور اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا عذاب ہی بڑا دردناک عذاب ہے۔

۴۵-إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ -
بے شک صاحبانِ تقویٰ باغات اور چشموں میں ہوں گے۔
۴۶-ادْخُلُوهَا بِسَلَٰمٍ ءَامِنِينَ -
اور ان سے کہا جائے گا تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ آ جاؤ۔ جیسا کہ تم نے ارادہ کیا ہے
۴۷-وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ -
اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی اسے ہم نکال دیں گے
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد عداوت اور دشمنی ہے۔ [۱]
إِخْوَٰنًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ -
وہ بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے مقابل میں تخت پر بیٹھے ہوں گے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۷

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم ہی وہ لوگ ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم-[۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس سے تمھارے غیر کو مراد نہیں لیا۔

۴۸-لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ-

وہاں پر انھیں کسی قسم کی مشقت اور تھکن نہیں ہوگی

وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ-

اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے وہاں پر تمام نعمتیں دائمی ہوں گی

۴۹-نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ-

میرے بندوں کو بتلا دیجیے کہ میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں لہٰذا میری رحمت کی امید رکھیں

۵۰-وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ-

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا عذاب ہی بڑا دردناک عذاب ہے لہٰذا میرے عذاب سے ڈریں۔

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۱۵-۲۱۴ ح ۲۶ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۴ ح ۲۳

وقف لازم

وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾

قَالَ وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ ۙ

۵۱۔ ذرا انھیں ابراہیم کے مہمانوں کا قصہ تو سنایئے۔

۵۲۔ جب وہ ابراہیم کے پاس آئے اور کہا سلامتی ہو! ابراہیم نے کہا ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے۔

۵۳۔ انھوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم تو آپ کو ایک دانا و فرزانہ لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

۵۴۔ ابراہیم نے کہا تم مجھے اس وقت بشارت دے رہے ہو جب مجھ پر بڑھاپا آ گیا ہے تم بھلا کیسی بشارت دے رہے ہو۔

۵۵۔ فرشتے بولے ہم آپ کو بالکل سچی بشارت دے رہے ہیں آپ مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہوں۔

۵۶۔ ابراہیم نے کہا اپنے رب کی رحمت سے صرف گم راہ ناامید ہوا کرتے ہیں۔

۵۷۔ ابراہیم نے پوچھا اے فرستادگانِ الٰہی آپ لوگ کس مہم پر تشریف لائے ہیں۔

۵۸۔ انھوں نے کہا ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

۵۱۔ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۔

اے نبی آپ ان لوگوں کو ابراہیم کے مہمانوں کا قصہ تو سنایئے

۵۲۔ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ ۔

جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو انھوں نے کہا ہم آپ کو سلام کرتے ہیں ''سلام علیکم'' کہا

قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۔

ابراہیم نے کہا ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے اس لیے کہ انھوں نے کھانا کھانے سے منع کر دیا تھا جیسا کہ سورۂ ھود کی آیت ۷ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

۵۳- قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ -

انھوں نے کہا کہ ہم آپ کو ایک دانا و فرزانہ بیٹے کی بشارت دے رہے ہیں

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے "الغلام العلیم" سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو حضرت ہاجرہ کے فرزند ہیں۔ [۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ نے خوش خبری کے بعد تین سال تک انتظار کیا تین سال گزرنے کے بعد یکے بعد دیگرے اللہ کی جانب سے اسماعیلؑ کی بشارت دی گئی۔ [۲]

۵۴- قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓي اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ -

ابراہیم نے کہا تم لوگ مجھے اس وقت بشارت دے رہے ہو جب کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا ہے

ابراہیم نے اس بشارت پر تعجب کا اظہار کیا

فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ -

تم بھلا کس طرح بشارت دے رہے ہو جب کہ اس امر کے عادۃً واقع ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا

۵۵- قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ -

فرشتے بولے ہم آپ کو بالکل سچی بشارت دے رہے ہیں جو بغیر کسی شک وشبے کے پوری ہو کر رہے گی

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ -

یعنی اس بارے میں آپ مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتا ہے جس طرح وہ ظاہری اسباب کے ذریعے کام انجام دیتا ہے اسی طرح وہ پوشیدہ اسباب کے ذریعے سے بھی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔

۵۶- قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ -

ابراہیم نے کہا اپنے ربّ کی رحمت سے صرف گم راہ ناامید ہوا کرتے ہیں

الضالون کا مفہوم ہے معرفت کی راہ سے ناواقف وہ رحمتِ خداوندی کی وسعت سے ناآشنا ہوتے ہیں اور اس کی کمالِ قدرت کا انھیں پتا نہیں ہوتا۔

۵۷- قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ -

بشارت مل جانے کے بعد ابراہیمؑ نے اُن سے پوچھا آپ لوگ کس مہم پر آئے ہیں؟

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۶ ح ۲۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۴ ح ۲۵

اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ -

اے فرستادگانِ خدا یعنی وہ فرشتے جنھیں اللہ نے بھیجا ہے

۵۸- قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ -

انھوں نے جواب دیا ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

یعنی قومِ لوط کی طرف اس لیے کہ وہ نہایت فاسق قوم ہے ہم ربّ العالمین کے عذاب سے انھیں ڈرانے کے لیے آئے ہیں۔ کتاب علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے ایسی ہی روایت ہے۔[۱]

کتاب علل الشرائع میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام قومِ لوط پر عذاب نازل کیے جانے کی توقع کیے ہوئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک منزلت اور شرف کے حامل تھے اور اللہ تعالیٰ جب بھی قومِ لوط پر عذاب کا ارادہ کرتا تھا تو اسے ابراہیم علیہ السلام کی مودّت اور خُلّت اور حضرت لوط علیہ السلام کی محبت آڑے آتی تھی اللہ اُن کی نگرانی کر رہا تھا لیکن اُن کے عذاب کو مؤخر کر رہا تھا جب اللہ تعالیٰ کا غضب قومِ لوط کے لیے شدید ہوگیا اور ان کے لیے عذاب کو معین فرما دیا اور اللہ نے فیصلہ کرلیا کہ قومِ لوط پر عذاب کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کو ایک صاحبِ علم فرزند عطا کرے گا اس طرح قومِ لوط کی ہلاکت سے حضرت ابراہیم کو جو صدمہ ہوگا تو بیٹے کے ذریعے انھیں تسلی مل جائے گی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی جانب فرشتوں کو بھیجا جنھوں نے ابراہیم کو اسماعیل کی بشارت دی وہ فرشتے ابراہیمؑ کے پاس رات کے وقت آئے ابراہیم ڈر گئے اور اس بات سے خوف زدہ ہوئے کہ کہیں یہ چور نہ ہوں جب فرشتوں نے ابراہیم کو خوف زدہ اور گھبرایا ہوا دیکھا تو انھوں نے کہا سلام علیکم ابراہیم نے کہا وعلیکم السلام ہم تم سے خوف زدہ ہیں فرشتوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہم تو آپ کے ربّ کے فرستادہ ہیں ہم آپ کو ایک علیم فرزند کی بشارت دے رہے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ "الغلام العلیم" سے مراد حضرت اسماعیل تھے جو حضرت ہاجرہ کے فرزند تھے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ -[۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ خداوند عالم نے جب قومِ لوط پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اسے مقدر کردیا تو یہ مناسب جانا کہ قومِ لوط پر عذاب کے بدلے میں ابراہیم کو ایک فرزندِ علیم عطا کرے تاکہ قومِ لوط کی ہلاکت کے سبب وہ جس مصیبت سے دوچار ہوں گے بیٹے کی بشارت سے انھیں تسلی دی جائے۔[۳]

---

(۱) علل الشرائع ص ۵۴۹ ح ۴ باب ۳۴۰ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۶ ح ۲۶

(۲) علل الشرائع ص ۵۴۹ ح ۴ باب ۳۴۰ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۲ ح ۴۴

إِلَّآ ءَالَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾

إِلَّا ٱمْرَأَتَهُۥ قَدَّرْنَآ إِنَّهَا لَمِنَ ٱلْغَٰبِرِينَ ﴿٦٠﴾

فَلَمَّا جَآءَ ءَالَ لُوطٍ ٱلْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾

قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ﴿٦٢﴾

قَالُوا۟ بَلْ جِئْنَٰكَ بِمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٦٣﴾

وَأَتَيْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ ﴿٦٤﴾

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ ٱلَّيْلِ وَٱتَّبِعْ أَدْبَٰرَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ وَٱمْضُوا۟ حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٥﴾

وَقَضَيْنَآ إِلَيْهِ ذَٰلِكَ ٱلْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ﴿٦٦﴾

ع ۱۲

۵۹–صرف لوط کے گھر والے اس سے مستثنیٰ ہیں ہم اُن سب کو بچالیں گے۔

۶۰–سوائے اُن کی بیوی کے ہم نے مقدر کردیا وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔

۶۱–پھر جب فرشتے آل لوط کے ہاں پہنچے۔

۶۲–لوط نے کہا آپ لوگ اجنبی لگتے ہیں۔

۶۳–انھوں نے کہا! ہم وہ چیز لے کر آئے ہیں جس کے بارے میں یہ لوگ شک کررہے تھے۔

۶۴–اور ہم آپ کے پاس حق لے کر آئے ہیں بے شک ہم سچے ہیں۔

۶۵–ابھی رات کا کچھ حصہ باقی ہو تو اس وقت اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جایئے اور خود ان کے پیچھے پیچھے چلیے اور آپ لوگوں میں سے کوئی بھی پلٹ کر نہ دیکھے اور وہاں جایئے جہاں جانے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

۶۶–اور ہم نے یہ فیصلہ لوط تک پہنچادیا کہ صبح ہوئے تک ان لوگوں کی بیخ کنی کردی جائے گی۔

۵۹– إِلَّآ ءَالَ لُوطٍ – لوط کے گھر والے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں

إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ – ہم اُن سب کو بچالیں گے

۶۰– إِلَّا ٱمْرَأَتَهُۥ قَدَّرْنَآ – سوائے لوط کی بیوی کے ہم نے مقدر کردیا ہے

إِنَّهَا لَمِنَ ٱلْغَٰبِرِينَ – وہ کافروں کے ساتھ باقی رہے گی تاکہ اُن کے ساتھ ہلاک ہوجائے

۶۱-فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ الْمُرْسَلُوْنَ - پھر جب فرشتے آل لوط کے پاس پہنچے

۶۲-قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ - لوط نے کہا آپ لوگ اجنبی لگتے ہیں

میں تمھیں خود سے اجنبی قرار دیتا ہوں اور تم سے اس لیے دور ہو رہا ہوں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم لوگ مجھے مصیبت میں مبتلا نہ کر دو۔

۶۳-قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ -

انھوں نے کہا ہم وہ چیز لے کر آئے ہیں جس کے بارے میں یہ لوگ شک کر رہے تھے

یعنی ان پر عذاب الٰہی آئے گا جسے ہم لے کر آئے ہیں۔

۶۴-وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ - اور ہم آپ کے پاس حق لے کر آئے ہیں

تاکہ آپ اپنی قوم کو عذاب سے ڈرائیں۔

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ - اور بے شک ہم سچے ہیں

۶۵-فَاَسْرِ - اے لوطؑ آپ رات کو جائیں

بِاَهْلِكَ - اپنے اہل و عیال کو لے کر

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ - آدھی رات گزر جانے کے بعد

وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ -

اور آپ اُن کے پیچھے پیچھے چلیں تاکہ آپ اُن پر نظر رکھ سکیں کہ اُن میں سے کوئی یہاں رہ نہ جائے۔

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ -

اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے

وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ -

وہاں پر تشریف لے جایئے جہاں جانے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے

۶۶-وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ -

اور ہم نے یہ فیصلہ لوط تک پہنچا دیا

یہ جملہ مبہم ہے اس کے بعد اس کی تشریح آ رہی ہے۔

اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ -

کہ ان لوگوں کا انجام اور اختتام یہ ہوگا

مَقْطُوْعٌ - کہ انھیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا

مُّصْبِحِيْنَ - جوں ہی سپیدۂ سحر نمودار ہوگی اور یہ لوگ صبح کے وقت میں داخل ہوں گے۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾

۶۷۔شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے لوط کے گھر تک آ گئے۔

۶۸۔لوط نے کہا دیکھو یہ میرے مہمان ہیں لہٰذا تم لوگ مجھے بے عزت نہ کرو۔

۶۹۔اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

۷۰۔انھوں نے کہا کیا ہم نے آپ کو ساری دنیا کی پذیرائی سے منع نہیں کیا تھا؟

۷۱۔لوط نے کہا! اگر تمھیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔

۷۲۔اے نبی آپ کی جان کی قسم وہ لوگ اپنی مستی میں بھٹک رہے تھے۔

۷۳۔آخر کار پو پھٹتے ہی ایک زبردست چیخ نے انھیں آ لیا۔

۷۴۔ہم نے اس بستی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا اور ان پر سخت مٹی کے بنے ہوئے کنکروں کی بارش کر دی۔

۶۷۔وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ۔

سدوم کے شہر میں رہنے والے آئے

يَسْتَبْشِرُوْنَ۔

خوشیاں مناتے ہوئے لوط کے مہمانوں کی طرف ان کے بارے میں طمع کرتے ہوئے

۶۸۔قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ۔

حضرت لوط نے کہا یہ میرے مہمان ہیں تم میرے مہمانوں کو بے عزت کر کے میری توہین نہ کرو اس لیے کہ

جس نے کسی کے مہمان کے ساتھ براسلوک کیا تو گویا کہ اس نے خود اس کے ساتھ براسلوک کیا ہے۔

۶۹-وَاتَّقُوا اللّٰهَ -

اللہ سے ڈرو اور بدکاری میں نہ پڑو

وَلَا تُخْزُوْنِ -

اور مجھے رسوا نہ کرو

۷۰-قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ -

انھوں نے کہا کیا ہم نے آپ کو ساری دنیا کی پذیرائی سے منع نہیں کیا تھا؟

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی حدیث پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ اس سے مراد لوگوں کی مہمان نوازی سے روکنا اور انھیں اپنے ہاں آنے کی اجازت نہ دینا ہے۔[۱]

۷۱-قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ -

لوط نے کہا اگر تمھیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں

اس آیت کی تفسیر سورۂ ھود آیت ۷۷-۸۰ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔[۲]

۷۲-لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ -

اے نبی آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں بھٹک رہے تھے

گمراہی نے ان کی عقلوں کو زائل کر دیا تھا وہ اسی میں سرگرداں تھے تو بھلا نصیحت کی بات کہاں سن سکتے تھے۔

۷۳-فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ -

جبرئیل کی چیخ نے انھیں آ لیا

مُشْرِقِیْنَ -

جب سورج نکلنے کا وقت ہوا چاہتا تھا

۷۴-فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا -

ہم نے ان کی بستی کے بلند حصے کو

سَافِلَهَا - پست بنا دیا وہ بستی تہ و بالا ہوگئی

وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ -

اور ہم نے ان پر سخت مٹی کے بنے ہوئے کنکروں کی بارش کر دی

سجیل کے معنی ہیں سنگِ گل یعنی مٹی سے بنے ہوئے پتھر۔

(۱،۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۳۵

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ ﴿۷۵﴾

وَ اِنَّہَا لَبِسَبِیۡلٍ مُّقِیۡمٍ ﴿۷۶﴾

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿ؕ۷۷﴾

۷۵-اس واقعے میں فہم وفراست رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

۷۶-اور یہ بستی اب بھی موجود ہے جو لوگوں کی گزرگاہ ہے۔

۷۷-بے شک اس میں نشانی ہے صاحبانِ ایمان کے لیے۔

۷۵-اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ -

اس واقع میں فہم وفراست رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

صاحبانِ فراست خدوخال دیکھ کر حقیقتِ شے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں اور اُن کی نگاہوں کے سامنے ہر شے آشکار ہوجاتی ہے۔

۷۶-وَ اِنَّہَا- اور یہ کہ وہ بستی

کہا گیا ہے کہ اس بستی کے آثار۔[۱]

لَبِسَبِیۡلٍ مُّقِیۡمٍ-

اب بھی موجود ہے وہ لوگوں کی گزرگاہ ہے ان کے ہلاک ہوجانے کے بعد وہ مٹی نہیں بلکہ وہ لوگ تو اس بستی کے آثار کو دیکھ رہے ہیں۔

یہ دراصل قریش کو متنبہ کرنا مقصود ہے جس طرح اللہ کا قول وَ اِنَّکُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَیۡہِمۡ مُّصۡبِحِیۡنَ ﴿۱۳۷﴾ (الصافات: ۱۳۷) اور بلاشبہ تم صبح کے وقت ان تباہ شدہ بستیوں سے گزرتے ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت ثابت ہے آپ نے فرمایا: اِتَّقُوۡا فَرَاسَۃَ الۡمُؤۡمِنِ فَاِنَّہٗ یَنۡظُرُ بِنُوۡرِ اللّٰہِ تم مومن کی فراست سے ڈرو اس لیے کہ وہ نورِ خدا سے دیکھتا ہے۔[۲]

اور پھر فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جو خدوخال سے لوگوں کو پہچان لیتے ہیں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۳]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اللہ کے قول اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ کے ذیل میں ارشاد فرمایا کہ: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسم (فراست سے معلوم

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۴۵ (۲،۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۴۳

کرنے والے) تھے اور ان کے بعد میں متوسم ہوں اور میری ذرّیت میں آنے والے تمام ائمہ متوسمین ہیں۔ ۱

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "تم مومن کی فراست سے ڈرو اس لیے کہ وہ نورِ خدا سے دیکھتا ہے۔" ۲

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا نَحْنُ المتوسّمون ہم ہی متوسم (یعنی فراست سے معلوم کرنے والا) ہیں اور سبیل ہمارے درمیان مقیم ہے۔ ۳

قمیؒ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ "سبیل" سے مراد جنت کی راہ ہے۔ ۴

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے "وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ" فرمایا ہم میں سے کوئی بھی اس سے ہرگز باہر نہیں آئے گا۔ ۵

کتاب بصائر میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہر مخلوق کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے مومن ہے یا کافر ہے اور یہ تحریر تم لوگوں سے پوشیدہ ہے لیکن آل محمدؐ میں جو ائمہ علیہم السلام ہیں اُن سے یہ پوشیدہ نہیں ہے جب بھی اُن کی خدمت میں کوئی آتا ہے وہ پہچان لیتے ہیں کہ آنے والا مومن ہے یا کافر ہے پھر امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ۶

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جب قائم علیہ السلام قیام کریں گے تو ان کے سامنے رحمان کی مخلوقات میں سے جو بھی کھڑا ہوگا امام اسے پہچان لیں گے کہ وہ صالح ہے یا طالح (بُرا) اور اس میں فہم و فراست رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور یہی سبیل مقیم ہے۔ ۷

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ "آیة للمتوسمین" امام کے بارے میں ہے اور وہی سبیلِ مقیم ہے اور وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ کی جانب سے بولتا ہے اور وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ شے اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتی۔ ۸

۷۷- اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ -

بے شک اس میں مومنین کے لیے نشانی ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۲۱۹_۲۱۸ ح ۵ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۱۸ ح ۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۷ ح ۲۸
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۷ ح ۲۹ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۲۷۷ (۵) الکافی ج ۱ ص ۲۱۸ ح ۴
(۶) بصائر الدرجات ص ۳۵۷ ح ۱۱ باب ۱۷ (۷) اکمال الدین و اتمام النعمۃ-ص ۶۷۱ ح ۲۰
(۸) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۸ ح ۳۱

وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِينَ ﴿۷۸﴾

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿۷۹﴾

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۸۰﴾

وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۸۱﴾

وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا اٰمِنِينَ ﴿۸۲﴾

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿۸۳﴾

فَمَآ أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸۴﴾

ع ۵ ۱۹ ۵ وقف لازم

۷۸-اور ایکہ والے لوگ یقینا ظالم تھے۔

۷۹-ہم نے اُن سے بھی انتقام لیا اور یہ دونوں بستیاں (سدوم۔ایکہ) کھلے ہوئے راستے پر واقع ہیں۔

۸۰-حجر والوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔

۸۱-ہم نے اپنی نشانیاں انھیں دکھائیں پھر بھی وہ اُن سے روگردانی کرتے رہے۔

۸۲-وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر محفوظ مکانات بنایا کرتے تھے۔

۸۳-آخرکار ایک چیخ نے صبح سویرے انھیں آلیا۔

۸۴-ان کی کمائی اُن کے کسی کام نہ آئی۔

۷۸-وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ-اور ایکہ کے لوگ یعنی غیضہ کے باشندے

غَيْضَه-ایسی جگہ جہاں پر درخت بکثرت پائے جاتے تھے۔

لَظٰلِمِينَ-یقینا ظالم تھے۔ یہ شعیب علیہ السلام کی قوم کے افراد تھے جو غیضہ میں رہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اُن کی طرف بھیجا انھوں نے حضرت شعیب کو جھٹلایا تو وہ لوگ "عذابِ ظُلّہ" سے ہلاک ہوگئے۔(الف)

(الف) کہا گیا ہے کہ جب انھوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو ان کے اوپر بادل چھا گئے اور شدید گرمی ہوگئی پھر ایک بادل کے ٹکڑے کو ان کے اوپر بلند کیا گیا وہ باہر نکل کر اس بادل کا سایہ ڈھونڈ ھنے لگے وہ ان پر برس گیا اور انھیں ہلاک کر ڈالا۔(مجمع البحرین)

اور عذاب یوم الظلّۃ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ بادلوں کے نیچے جھلسا دینے والی ہوا تھی یا بادل کا ٹکڑا تھا جس نے سایہ کر رکھا تھا وہ اس کے نیچے گرمی سے بچنے کے لیے جمع ہوئے تھے اس بادل نے انھیں ڈھانپ دیا۔

۷۹۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۔

ہم نے انھیں ہلاک کر کے ان سے انتقام لے لیا

وَ اِنَّهُمَا ۔

یہ دونوں بستیاں سدوم اور ایکہ

لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۔

کھلے ہوئے واضح راستے پر واقع ہیں جن کا قصد کیا جاتا ہے۔ اتباع کی جاتی ہے اور رہنمائی ملتی ہے۔

۸۰۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۔

حجر والوں نے رسولوں کی تکذیب کی

یعنی قوم ثمود نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور حجر ان کی وادی کا نام ہے جو مدینہ اور شام کے درمیان میں واقع ہے وہ لوگ اسی وادی میں رہا کرتے تھے۔

۸۱۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا ۔

اور ہم نے اپنی نشانیاں انھیں دکھائیں

جیسے ناقہ، اس کو پانی پلانا اس کا پانی پینا اور اس کا زیادہ دودھ دینا۔

فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۔

پھر بھی وہ ان سے روگردانی کرتے رہے

۸۲۔ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۔

اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر مکانات بنایا کرتے تھے جو گرنے سے محفوظ ہوں چور نقب نہ لگا سکے اور ان کی مضبوطی کے سبب دشمن اسے برباد نہیں کرسکتا یا وہ پہاڑوں میں گھر اس لیے بناتے تھے کہ غفلت کی زیادتی کے سبب عذاب سے محفوظ رہیں۔

۸۳۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ۔

آخرکار ایک چیخ نے صبح سویرے انھیں آلیا

۸۴۔ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔

اور اُن کی کمائی اُن کے کسی کام نہ آئی

مضبوط اور پائیدار گھروں کا بنانا اور مال اور تعداد کو بڑھانا ان کے کسی کام نہ آیا۔

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿۸۵﴾

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۶﴾

وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾

۸۵۔ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان تمام موجودات کو برحق پیدا کیا ہے اور قیامت کی گھڑی آنے ہی والی ہے۔لہٰذا اے نبی آپ ان لوگوں سے بہترین انداز میں درگزر کریں۔

۸۶۔ بے شک آپ کا پروردگار ہی تخلیق کار اور دانا و بینا ہے۔

۸۷۔ اور بلاشبہہ ہم نے ہی آپ کو سات ایسی آیتیں دی ہیں جو مثانی ہیں اور قرآنِ عظیم عطا کیا ہے۔

۸۵۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ۔

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان تمام موجودات کو برحق پیدا کیا ہے

لہٰذا یہاں مسلسل فساد کا جاری رہنا اور شر کا دائمی ہونا کسی طرح مناسب نہیں ہے اسی لیے حکمت کا یہ تقاضا تھا کہ اس جیسے لوگوں کو ہلاک کردیا جائے اور زمین سے فساد کو مٹا دیا جائے۔

وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ ۔

اور قیامت کی گھڑی آنے ہی والی ہے۔جس نے بھی آپ کو جھٹلایا ہے اللہ اس دن آپ کی خاطر اُن سے انتقام لے لے گا۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ۔

لہٰذا اے نبی آپ ان لوگوں سے بہترین انداز میں درگزر کریں

کتابِ عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ الصفح الجمیل کا مفہوم ہے العفو من غیر عتاب ایسی بخشش جس میں کوئی ملامت، الزام اور خفگی نہ ہو۔

۸۶۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۔

بے شک آپ کا پروردگار ہی تخلیق کار اور دانا ہے

وہ اللہ جس نے آپ کو خلق فرمایا اور انھیں بھی پیدا کیا آپ کا اور اُن کا تمام امر اللہ کے ہاتھوں میں ہے اور وہ آپ کے اور اُن کے حال سے باخبر ہے لہٰذا مناسب ہے کہ امر کو اسی کے سپرد کردیا جائے تا کہ وہ تمھارے درمیان فیصلہ کردے۔

۸۷- وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ -

اور بلاشبہہ ہم نے ہی آپ کو سات ایسی آیتیں دی ہیں جو مثانی ہیں اور قرآنِ عظیم عطا کیا ہے۔ لفظ مَثانی تثنیہ سے مشتق ہے جس کے معنی ''دو'' کے ہیں یا ثناء سے ہے جس کا مفہوم تعریف وتوصیف ہے۔

کتابِ عیون میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے اور یہ سات آیتیں ہیں فاتحہ کی تکمیل بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوتی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھ سے کہا اے محمدؐ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فاتحۃ الکتاب کے ذریعے مجھ پر اپنا کرم کیا اور اسے قرآن کریم کے مقابل میں قرار دیا۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد سورۃ الحمد ہے اور یہ سات آیتیں ہیں جن میں سے ایک آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی ہے اسے ''مثانی'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے نماز کی دو رکعتوں میں دومرتبہ پڑھا جاتا ہے۔[2]

صادقین میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد فاتحۃ الکتاب جس میں قول کو دہرایا گیا ہے۔[3]

اور ایسی ہی روایت کتاب المجالس میں امام سجاد علیہ السلام سے ہے۔[4]

کتاب مجمع البیان میں امام علی علیہ السلام، امام باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام سے [5] اور قمیؒ میں ہے کہ ''سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ'' سے مراد ''سورۂ فاتحہ'' ہے۔[6]

کتاب کافی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے طویل سورتیں توریت کی جگہ پر دی گئیں اور مئین (سو آیتوں والی سورتیں) انجیل کی جگہ پر عطا ہوئیں اور مجھے ''مَثانی'' زبور کے بدلے میں ملی۔[7]

کتاب احتجاج میں امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث میں مروی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''السبع الطوال'' (سات طویل سورتیں) اور فاتحۃ الکتاب بطورِ اضافہ عطا کی اور یہ سبع مثانی اور قرآنِ عظیم ہے۔[8]

کتاب توحید، عیاشی اور قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہم ہی وہ مثانی ہیں جنھیں اللہ نے ہمارے نبی کو عطا کیا ہے۔[9]

---

(۱) عیون اخبار الرضاج ۱ص ۳۰۲ ح ۶۰ باب ۲۸
(۲) تفسیر عیاشی ج ۱ص ۱۹ ح ۳
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ص ۲۴۹ ح ۳۴
(۴) امالی شیخ صدوق ص ۱۴۸ ح ۲
(۵) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۴۴
(۶) تفسیر قمی ج ۱ص ۳۷۷
(۷) الکافی ج ۲ص ۶۰۱ ح ۱
(۸) الاحتجاج ج ۱ص ۳۲۰
(۹) التوحید ص ۱۵۰ ح ۶ وتفسیر عیاشی ج ۲ص ۲۵۰-۲۴۹ ح ۳۶ وتفسیر قمی ج ۱ص ۳۷۷

صدوق طاب ثراہ نے امام علیہ السلام کے قول "نَحْنُ الْمَثَانی" کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہم ہی وہ لوگ ہیں جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کا قرین (ساتھی) بنایا ہے اور قرآن اور ہم سے تمسک کا حکم دیا ہے اور امت کو یہ بتلا دیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ آنحضرتؐ کے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اہل بیت کو ان کے ناموں کے اعتبار سے سات کی تعداد میں شمار کیا گیا ہے کیوں کہ وہ سات ہیں اس اعتبار سے جائز ہے کہ مثانی کو "ثناء" سے مشتق مانا جائے اور یہ کہ تثنیہ سے بھی مشتق مانا جاسکتا ہے اس لیے کہ یہ سات ہستیاں قرآن کے ساتھ ساتھ ہیں اور یہ لفظ مثانی کنایہ ہے چہاردہ معصومین علیہم السلام سے اس طرح کہ آنحضرتؐ بھی اس میں شامل ہوں اس اعتباری مُغایَرت کے ساتھ جو دینے والے اور لینے والے میں ہوتا ہے۔

---

(۱) التوحید ص ۱۵۱

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾

كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾

۸۸۔اے نبی آپ اس طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے ہم نے کفار کے مختلف گرہوں کو جو متاع دنیا سے نوازا ہے اور نہ ہی ان کے حال پر رنجیدہ خاطر ہوں اور آپ اپنے شانوں کو مومنین کے لیے جھکائے رکھیں۔

۸۹۔اور فرما دیجیے کہ میں واضح طور سے عذاب سے متنبہ کر رہا ہوں۔

۹۰۔جیسا عذاب ہم نے تفرقہ پردازوں پر بھیجا تھا۔

۹۱۔جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے۔

۸۸۔لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ ۔ اے نبی آپ اس کی طرف آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھیے

آپ للچائی ہوئی نظر سے نہ دیکھیں جس طرح اس طرف راغب ہونے والے دیکھتے ہیں۔

اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ۔ جس متاع دنیا سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو نوازا ہے

اس لیے کہ جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبر کو دیا ہے اس کے مقابل میں یہ سب کچھ بے وقعت ہے۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ۔ اور نہ ہی آپ ان کے حال پر رنجیدہ خاطر ہوں

کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے ورنہ ان کے ذریعے سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت ملتی۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ آپ اپنے شانے کو مومنین کے لیے جھکائے رکھیں

آپ کے ساتھ مومنین کا جو گروہ ہے آپ اُن سے متواضع رہیں ان سے نرمی سے پیش آئیں اور دولت مندوں اور رشتہ داروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور اپنا جی نہ جلائیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جسے قرآن دیا گیا ہے وہ یہ سوچے کہ کسی شخص کو اس سے افضل شے دی گئی ہے تو گویا کہ اس نے اس شے کو عظیم جانا اللہ نے جسے حقیر قرار دیا ہے اور اسے حقیر سمجھا اللہ نے جسے عظیم بنایا ہے۔[1]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۶۰۴ ح ۵

تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت ''لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جو مصیبت دی ہے اگر کوئی اس پر صبر نہ کرے تو دنیا کی حسرت میں اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے اور جو شخص اس پر نظر جمائے ہوئے ہے جو غیر کے ہاتھ میں ہے تو اس کے غم میں اضافہ ہوگا اور اس کا غصہ فرو نہیں ہوگا اور جو شخص یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ نے کھانے پینے اور لباس کے علاوہ بھی اسے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے تو ایسے شخص کا عمل کوتاہ ہوجائے گا اور اس کا عذاب قریب ہوجائے گا اور جو دنیا کی فکر میں غمگین اور حزین رہے گا تو وہ ہمیشہ اللہ سے ناراض رہے گا اور جو آنے والی مصیبت کا شکوہ کرتا ہے تو گویا وہ اپنے ربّ سے شکوہ کررہا ہے اور اس امت کے وہ افراد جو قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے اور جہنم میں چلے گئے تو وہ لوگ وہی ہوں گے جنھوں نے آیاتِ قرآنی کا مذاق اڑایا تھا اور جو شخص کسی صاحبِ حیثیت کے پاس آکر اس سے اُس مال کے حصول کے لیے عاجزی کرے جو اُس کے قبضے میں ہے تو اس شخص کا دو تہائی دین جاتا رہا۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی خوش کن چیزوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ [۲]

وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ۔اے نبی آپ فرمادیجیے کہ میں واضح طور سے عذاب سے متنبہ کررہا ہوں

میں اپنے بیان اور بُرہان (دلائل) سے تمھیں ڈرا رہا ہوں کہ تم پر اللہ کا عذاب نازل ہونے والا ہے اگر تم نے ایمان قبول نہیں کیا اور تمھیں جس چیز کی ضرورت تھی میں تمھارے لیے ان تمام باتوں کی وضاحت کرچکا ہوں اور میں جس مقصد کے لیے تمھاری جانب رسول بنا کر بھیجا گیا میں نے اس کی بھی وضاحت کردی ہے۔

۹۰۔ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ۔جیسا عذاب ہم نے تفرقہ پردازوں پر بھیجا تھا

۹۱۔الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ۔جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا ہے۔

کہا گیا ہے کہ ہم نے آپ پر قرآن کو اسی طرح نازل کیا ہے جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف کتابوں کو اتارا گیا تھا۔ جن لوگوں نے قرآن کو مختلف اجزاء اور مختلف حصوں میں بانٹ دیا ہے اور اپنے عناد (دشمنی) کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ قرآن کا کچھ حصہ حق ہے اس لیے کہ توریت اور انجیل کے مطابق ہے اور کچھ حصہ غلط ہے کیونکہ وہ توریت اور انجیل کے مخالف ہے تو اس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے قرآن کو حق اور باطل میں منقسم کردیا ہے۔ [۳]

اور کہا گیا ہے کہ ویسا ہی عذاب جیسا ہم نے اُن پر نازل کیا تھا۔ [۴]

تفسیر عیاشی میں صادقین سے مروی ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اس سے مراد قریش ہیں۔ [۵]

اور صادقین میں سے ایک سے مروی ہے کہ جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا فرمایا وہ قریش ہیں۔ [۶]

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۸۱ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۴۵ (۳) طبری جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۷۲
(۴) جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۷۲ (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۲ ح ۴۴ (۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۱ ح ۴۳

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾

عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٤﴾

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِءِينَ ﴿٩٥﴾

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾

۹۲۔اے محمدؐ آپ کے ربّ کی قسم ہم اُن سے ضرور باز پرس کریں گے۔

۹۳۔ان اعمال کی بابت جو وہ انجام دیتے رہے۔

۹۴۔آپ کو جس کام پر مامور کیا گیا ہے آپ اس کا واشگاف اعلان فرما دیجیے اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کیجیے۔

۹۵۔ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے ہم کافی ہیں۔

۹۶۔جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ دیگر معبود بنا لیے ہیں وہ عن قریب جان لیں گے۔

۹۲۔فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔

اے نبیؐ آپ کے ربّ کی قسم ہم اُن سے ضرور باز پُرس کریں گے

۹۳۔عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

ان اعمال کی بابت جو وہ انجام دیتے تھے اسی کے مطابق انھیں جزا دی جائے گی

۹۴۔فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔

جو آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اُسے علانیہ طور سے بیان کیجیے اسے ظاہر کر دیجیے

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا (اسراء: ۱۱۰) (اپنی نماز نہ زیادہ بلند آواز سے پڑھیں نہ بالکل دھیمی آواز میں) کے بارے میں امام علیہ السلام نے فرمایا ''فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ'' نے اس آیت کو منسوخ کر دیا۔[1]

وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۔

اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کیجیے

یعنی وہ لوگ جو بھی کہتے ہیں آپ اس کی طرف بالکل توجہ نہ دیجیے

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۲ ح ۴۵

۹۵۔اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۔

ان مذاق اڑانے والوں کے لیے ہم کافی ہیں۔ہم ان کی بیخ کنی کردیں گے ہم انھیں ہلاک کردیں گے۔

۹۶۔الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۔

جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ دیگر معبود بنا لیے ہیں وہ عن قریب جان لیں گے کہ دونوں جہانوں میں ان کا انجام کیا ہوا؟

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پانچ سالوں تک اپنے امر کو مخفی رکھا چھپاتے رہے ڈرتے رہے اپنے امر کو ظاہر نہ ہونے دیا حضرت علی اور حضرت خدیجہ اُن کے ساتھ ساتھ تھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ آپ جس کام پر مامور کیے گئے ہیں اس کا واشگاف اعلان فرما دیجیے تو پیغمبر نے اسے ظاہر کیا تو ان کا امر ظاہر ہوگیا۔فرمایا کہ دوسری روایت میں تین سال کا ذکر ہے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکۂ مکرمہ میں اپنے امر کو دو سال تک مخفی رکھا اسے ظاہر نہیں کیا اور حضرت علی اور حضرت خدیجہ اُن کے ساتھ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ انھیں جو حکم دیا گیا ہے اسے علانیہ طور سے بیان کریں نبی نے اسے ظاہر کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے خود کو قبائل عرب کے سامنے پیش کرنا شروع کیا نبی اکرم ﷺ جب بھی اُن کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ یہ کہتے کہ آپ جھوٹے ہیں آپ ہمارے پاس سے چلے جایئے۔ [2]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی بعثت نبوی کے تیسرے سال میں اور اکمال میں جو روایت بیان کی گئی اس سے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ روایت بیان کی ہے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کا مذاق اڑانے والے پانچ افراد تھے ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، حرث بن طلاطلہ خزاعی۔ [3]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ کا مذاق اڑانے والے قریش کے پانچ افراد تھے پھر ان کے نام بیان کیے ہیں پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ تو رسول اللہؐ کے علم میں آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مذاق اڑانے والوں کو رسوا کردیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان مذاق اڑانے والوں کو بدترین موت سے ہم کنار کیا۔ [4]

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے والد وہ اپنے آباء واجداد سے امیرالمومنینؑ

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۳۴۴ ح ۲۸ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۳ ح ۴۷

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۸ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۲ ح ۴۶

سے روایت کرتے ہیں جہاں تک مستھزین (مذاق اڑانے والے) کا تعلق ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے ''اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ '' تو اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی کے قاتل کے بغیر ایک ہی دن میں قتل کر ڈالا۔ ولید بن مغیرہ ایک تیر کے پاس سے گزرا جو خزاعہ کے ایک شخص نے اس میں پر لگا کر اسے راستے پر رکھ دیا تھا اس کی کمان کا حصہ نشانے پر لگا اور اس کے ہاتھ کی رگ کو کاٹ دیا اس کا خون بہہ گیا اور وہ مر گیا اور وہ اس وقت یہ کہہ رہا تھا مجھے محمدؐ کے ربّ نے قتل کر دیا۔

عاص بن وائل سہمی اپنی کسی حاجت کی تکمیل کے لیے کسی جگہ روانہ ہوا وہاں سے پتھر نیچے لڑھک گیا وہ گر پڑا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور وہ مر گیا اور وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے محمدؐ کے ربّ نے مار ڈالا۔ اسود بن عبد یغوث اپنے بیٹے زمعہ کا استقبال کرنے گیا تھا وہ ایک درخت کے سایہ تلے بیٹھا تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اُس کا سر پکڑا اور اسے درخت سے ٹکرا دیا اس نے اپنے بیٹے سے کہا مجھے اس سے روکو زمعہ نے جواب دیا میں نہیں دیکھ رہا ہوں کہ کوئی تمھارے ساتھ کچھ کر رہا ہے تم خود ایسا کر رہے ہو جبرئیل نے اسے قتل کر ڈالا اور وہ کہہ رہا تھا مجھے محمدؐ کے ربّ نے قتل کر ڈالا۔

اسود بن مطلب تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے لیے بددعا کی تھی کہ اس کی آنکھیں جاتی رہیں اور وہ اندھا ہو جائے اور وہ اس کا بیٹا اس سے گم ہو جائے جب وہ دن آیا وہ گھر سے نکلا ایک جگہ پہنچا تو جبرئیل ایک سبز پتّا لے کر آئے اس سے اُس کے چہرے کو مارا تو وہ اندھا ہو گیا اور وہ باقی رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس کے بیٹے کو گم کر دیا۔

حرث بن طلاطلہ تو وہ اپنے گھر سے جھلسا دینے والی گرم ہوا میں نکلا تو وہ حبشی بن گیا وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آیا اس نے کہا میں حرث ہوں اس کے گھر والے غضب ناک ہوئے اور اسے قتل کر دیا اور وہ یہ کہہ رہا تھا مجھے محمدؐ کے ربّ نے قتل کر ڈالا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا روایت بیان کی گئی ہے کہ اسود بن عبد یغوث نے نمکین مچھلی کھائی تو اسے پیاس لگنے لگی اس نے پانی پینا شروع کیا یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا وہ یہ کہہ رہا تھا مجھے محمدؐ کے ربّ نے قتل کیا ہے اور یہ سب کچھ ایک ہی وقت میں ہوا تھا واقعہ اس طرح ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے تھے انھوں نے کہا اے محمدؐ ہم ظہر تک آپ کا انتظار کرتے ہیں اگر آپ اپنے قول سے پھر گئے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم آپ کو قتل کر ڈالیں گے۔

نبی اکرم ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور ان لوگوں کی باتوں سے غم زدہ ہو کر اپنے اوپر گھر کے دروازے کو بند کر لیا تو اسی لمحے جبرئیل امین اللہ کی جانب سے نازل ہوئے اور فرمایا اے محمدؐ اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے ''فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ '' جو آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ علانیہ طور سے اسے

بیان کردیں اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کریں۔ یعنی آپ اپنا امر اہل مکہ پر ظاہر کردیں اور انھیں ایمان کی دعوت دیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے جبرئیل میں مذاق اڑانے والوں کا کیا کروں؟ اور جوانھوں نے مجھے دھمکی دی ہے اس کا کیا ہوگا؟ تو اللہ نے اُن سے کہہ دیا اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ اے جبرئیل ابھی وہ لوگ میرے سامنے تھے جبرئیل نے کہا میں نے ان کا کام تمام کردیا تو آنحضرتؐ نے اس وقت اپنے امر کو ظاہر کردیا۔[1]

تفسیر قمیؒ میں مذاق اڑانے والوں کا ذکر ہے اور ان سے نمٹنے کی کیفیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت سرا سے روانہ ہوئے آپ ایک پتھر پر کھڑے ہوگئے اور فرمایا اے عرب والو، اے عرب کے لوگو! میں تمھیں بتلاتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ لاالہٰ الاّ اللہ کوئی معبود نہیں سوائے ایک اللہ کے اور بے شک میں رسول اللہ ہوں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ شریکوں اور بتوں کو چھوڑ دو تم اگر مجھے جواب دو گے لبیک کہو گے تو اس کلمے کے سبب تم عرب کے حکم ران بن جاؤ گے اور عجم کو تمھارا زیرِ نگین بنا دوں گا اور تم جنت میں بادشاہ بن کر رہو گے لوگ یہ بات سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد بن عبداللہ تو دیوانے ہوگئے لیکن ابوطالب کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے وہ جسارت نہیں کر پا رہے تھے۔[2]

(۱) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۲۲ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۷۹

وَ لَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ ۙ﴿۹۷﴾
فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ۙ﴿۹۸﴾
وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ ﴿۹۹﴾ ع۲۰

۹۷-ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں اس کی وجہ سے آپ کا دل کڑھتا ہے۔
۹۸-آپ اپنے ربّ کے حمد کی تسبیح کیجیے اور ساجدین میں شامل رہیے۔
۹۹-اور مرتے دم تک اپنے ربّ کی عبادت کرتے رہیے۔

۹۷- وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ -

بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ کو جھٹلا کر، آپ کے بارے میں طعن و تشنیع کر کے اور جو کچھ قرآن کے بارے میں کہتے ہیں۔

۹۸- فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ -

جب بھی آپ پر کوئی مصیبت آئے، پریشانیوں سے دوچار ہوں تو خوف کے وقت اللہ سے پناہ طلب کریں تسبیح کے ذریعے حمد پروردگار اور نماز کے ذریعے یہ آپ کے رنج و محن اور درد و غم کو دور کرنے کے لیے کافی ہوگا۔

کتاب کتاب میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم لوگ اپنے تمام امور میں صبر سے کام لو اس لیے کہ خداوند عالم نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور انھیں صبر اور نرمی و ملائمت کا حکم دیا نبی اکرم ﷺ نے صبر کیا یہاں تک کہ لوگوں نے انھیں بڑی بڑی مصیبتوں سے دوچار کیا اور ان پر طرح طرح کے الزام لگائے اس سے پیغمبر اکرم کا دل بہت زیادہ کڑھنے لگا۔ تو خداوند عالم نے آیت نازل فرمائی وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کوئی امر غمگین کرتا تھا تو وہ نماز کے ذریعے اللہ کی پناہ ڈھونڈھتے تھے۔ [۲]

۹۹- وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ -

اور مرتے دم تک اپنے ربّ کی عبادت کرتے رہیے

اور اے نبی اپنے ربّ کی عبادت میں ہمیشگی اختیار کیجیے یہاں تک کہ موت آجائے یعنی آپ جب تک زندہ رہیں۔

سورۂ حجر کے پڑھنے کی فضیلت سورۂ ابراہیم کے آخر میں بیان کی جاچکی ہے۔ [۳]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۸۸ ح ۳ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۴۷
(۳) ثواب الاعمال ص ۱۰۷ سورۂ ابراہیم اور سورۂ حجر پڑھنے کا ثواب

سورۃ النحل

سورۂ نحل میں ابتدائی چالیس آیتیں مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قول وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ سے لے کر سورہ کے آخر تک مدینۂ منورہ میں نازل ہوئیں۔

اور یہ بھی ایک قول ہے کہ مکمل سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا سوائے تین آیات کے وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ سے لے کر آخر سورہ تک۔ اس سورہ میں آیتوں کی تعداد ۱۲۸ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱﴾ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿۲﴾

بے حد مہربان اور نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱۔ اللہ کا حکم آ گیا تم اس میں جلدی نہ کرو یہ لوگ جو شرک کر رہے ہیں اللہ اس سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

۲۔ وہ فرشتوں کو روح کے ساتھ اپنے امر سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کر دیتا ہے انھیں متنبہ کر دو کہ میرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے لہٰذا تم لوگ صرف مجھی سے ڈرو۔

۱۔ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ ۔

اللہ کا حکم آ گیا ہے تم اس میں جلدی نہ کرو

کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں جو تنبیہ اور تہدید کی تھی اس کے بارے میں جلدی کر رہے ہیں اور یہ کہ اللہ انھیں ہلاک کر دے گا جیسا کہ غزوۂ بدر کے موقع پر کیا تھا اس بارے میں عجلت سے کام لے رہے ہیں۔ ان کی یہ جلد بازی محض مذاق اڑانا اور جھٹلانا ہے اور وہ کہتے ہیں اے محمدؐ آپ جو باتیں کہہ رہے ہیں اگر یہ درست ہیں تو کوئی بات نہیں اَصنام ہماری شفاعت کریں گے اور اس سے چھٹکارا دلائیں گے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ مفہوم یہ ہے کہ جس امر کا وعدہ کیا جا چکا ہے اس کا آنا یقینی اور ثابت ہے اور اس کا واقع ہونا واجب ہے۔ تم اس کے واقع ہونے میں جلدی نہ کرو اس لیے کہ اس کے آنے میں نہ تمھاری کوئی بھلائی ہے اور نہ ہی تمھاری نجات ہے۔[1]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۴۸

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ان پر عذاب لے کر آئیں تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر اللہ کسی شے کے بارے میں خبر دے کہ وہ ہونے والی ہے تو گویا کہ وہ ہوگئی۔[2]

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

یہ لوگ جو شرک کر رہے ہیں اللہ اُس سے پاک اور بلند و بالا ہے

اللہ براءت کرتا ہے اور اس سے ماورا ہے کہ اس کا کوئی شریک اور ساتھی ہو کہ اللہ مشرکین پر عذاب کا ارادہ کرے تو وہ شریک اُسے ہٹا دے اور دور کر دے۔

۲۔يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ۔

وہ فرشتوں کو روح کے ساتھ نازل کرتا ہے

تا کہ وحی وقرآن کے ذریعے ان دلوں کو حیات بخشے جو جہالت کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس قوت کے ذریعے جو اللہ نے ان میں قرار دی ہے۔[3]

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرماتے ہیں کتاب اور نبوت کے ذریعے۔[4]

مِنْ اَمْرِهٖ۔ اپنے امر سے۔یعنی اپنی سلطنت سے

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ۔

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے

کتاب البصائر میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام انبیاء پر نازل ہوتے ہیں اور روح انبیاء اور اوصیاء کے ساتھ ہوتی ہے ان سے جدا نہیں ہوتی انھیں سمجھاتی ہے اور اللہ کی جانب سے انھیں راہ راست پر رکھتی ہے۔[5]

اور روح کے بارے میں باقی باتیں ان شاء اللہ سورۂ بنی اسرائیل میں پیش کی جائیں گی اور اس کے بارے میں مکمل تحقیق ہم سورۂ حجر آیت ۲۹ کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔

اَنْ اَنْذِرُوْٓا۔ انھیں متنبہ کر دو تا کہ انھیں معلوم ہو جائے

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ۔

کہ میرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے لہٰذا تم لوگ صرف مجھی سے ڈرو۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۲ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۴ ح ۲

(۳،۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۲ (۵) بصائر الدرجات ص ۴۸۳ ح ۱ باب ۱۹

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۴

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵

وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶

وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷

وَّالْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸

وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹ ع

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝۱۰

۳-اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے وہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے بلند و بالا ہے۔

۴-اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ صریحا جھگڑالو بن گیا۔

۵-اس نے چوپائے تخلیق کیے جن میں تمھارے لیے سردی سے بچاؤ اور طرح طرح کے فائدے بھی ہیں اور جنھیں تم کھاتے بھی ہو۔

۶-اور تمھارے لیے ان جانوروں میں زینت کا سامان ہے جب انھیں شام کو واپس لاتے ہو اور صبح کے وقت چراگاہ کی جانب روانہ کرتے ہو۔

۷-اور وہ تمھارے بوجھ اٹھا کر ایسے شہروں تک لے جاتے ہیں جہاں تک تم بغیر جانفشانی کے پہنچ نہیں سکتے تھے بے شک تمھارا پروردگار مہربان اور نہایت مشفق ہے۔

۸-اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے ہیں تاکہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمھاری زینت بنیں اور اللہ وہ کچھ پیدا کرتا ہے جس کا تمھیں علم نہیں۔

۹-اور اللہ ہی کے ذمے ہے سیدھے راستے کی ہدایت کرنا جب کہ ٹیڑھے راستے بھی موجود ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کی راہنمائی کر دیتا۔

۱۰-اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے تمھارے لیے پانی برسایا جو تمھارے پینے کے کام آتا ہے اور اسی

سے درخت اگتے ہیں جن میں تم جانور چراتے ہو۔

۴۔خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۔
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ انسان کو بدبودار پانی کے ایک قطرے سے پیدا کیا ہے یہی انسان بڑا ہو کر جھگڑے کرتا ہے، باتیں بناتا ہے اور بڑی ڈینگیں مارتا ہے۔ [1]

۵۔وَالْاَنْعَامَ ۔
چوپایوں کے آٹھ جوڑے

خَلَقَهَا ۔
اللہ نے ان کی تخلیق کی

لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ ۔
تمھارے لیے ان چوپایوں میں سردی سے بچنے کا سامان ہے
تفسیر قمیؒ میں ہے جس سے تمھیں گرمی ملتی ہے جو ان جانوروں سے اون اور پشم حاصل کرتے ہو۔ [2]

وَّمَنَافِعُ ۔
اور دیگر فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کی نسل بڑھتی ہے ان سے دودھ ملتا ہے ان پشت پر سواری کی جاتی ہے ان سے زمین میں ہل چلایا جاتا ہے اور بھی دیگر فوائد حاصل ہوتے ہیں

وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۔
ان جانوروں میں جن چیزوں کے کھانے کی اجازت ہے اسے کھاتے ہو جیسے گوشت چربی اور دودھ

۶۔وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ ۔
اور تمھارے لیے ان جانوروں میں سامانِ زینت ہے

حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ ۔
جب تم انھیں شام کے وقت چراگاہ سے آرام گاہ تک لاتے ہو

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۔
جب تم انھیں صبح کے وقت چراگاہ کی طرف لے کر جاتے ہو تو اس طرح دونوں وقتوں میں احاطہ ان سے آراستہ و پیراستہ ہو جاتا ہے اور جو لوگ ان چوپایوں کو دیکھتے ہیں ان کی نگاہوں پر ان مویشیوں کے مالک کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور شام کا ذکر اس لیے پہلے کیا کہ خوب صورتی اس وقت ظاہر ہوتی ہے مویشیوں کے شکم بھرے ہوتے ہیں دودھ ان میں چھلک رہا ہوتا ہے پھر وہ ایسے چھپروں کے نیچے آجاتے ہیں جو خاص اُن کے لیے بنائے جاتے ہیں۔

---

(۱) و (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۲

۷-وَتَحۡمِلُ اَثۡقَالَكُمۡ - اور وہ جانور تمھارے بوجھ اٹھاتے ہیں

اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا بٰلِغِيۡهِ -

ایسے شہروں تک لے جاتے ہیں جہاں تک تم اس بوجھ کو پشت پر لاد کرنہیں پہنچا سکتے تھے

اِلَّا بِشِقِّ الۡاَنۡفُسِ‌ؕ - مگر بڑی جانفشانی اور مشقت سے

اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ -

بے شک تمھارا رب مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

اس نے چوپایوں کو پیدا کر کے تم پر اپنا فضل کیا ہے کہ تم اس سے فائدے حاصل کرتے ہو اور تمھارے کام اس سے آسان ہو جاتے ہیں۔

۸-وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً‌ؕ وَيَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ -

اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے ہیں تاکہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمھاری زینت بنیں

اور اللہ وہ کچھ پیدا کرتا ہے جس کا تمھیں علم نہیں ہے

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ عجائبات اللہ تعالیٰ نے جنھیں خشکی اور سمندر میں پیدا کیا ہے۔[1]

۹-وَعَلَى اللّٰهِ قَصۡدُ السَّبِيۡلِ -

اور اللہ کے ذمے ہے سیدھے راستے کی ہدایت کرنا

قصد السبیل کا مفہوم ہے سیدھے راستے کی ہدایت جو حق تک پہنچا دے اور اس کی مثال یہ آیت بھی ہے:

اِنَّ عَلَيۡنَا لَلۡهُدٰىۖ (اللیل: ۱۲) بے شک ہدایت دینا ہمارے ہی ذمے ہے۔

مِنۡهَا جَآئِرٌ‌ؕ -

ان میں راہ راست سے ہٹے ہوئے بھی ہیں یعنی سیدھی راہ سے کج ہیں

وَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰٮكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ -

اگر اللہ چاہتا تو تم کو سیدھے راستے کی ہدایت کر دیتا

۱۰-هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً‌ لَّـكُمۡ مِّنۡهُ شَرَابٌ وَّمِنۡهُ شَجَرٌ -

اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے تمھارے لیے پانی برسایا جو تمھارے پینے کے کام آتا ہے اور اسی سے درخت اگتے ہیں جن میں تم جانور چراتے ہو

منه شجر کا مفہوم ہے کہ اس سے نباتات اگتے ہیں

فِيۡهِ تُسِيۡمُوۡنَ - جس میں تم اپنے مویشیوں کو چراتے ہو۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۸۲

يُنۡۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَ الزَّيۡتُوۡنَ وَ النَّخِيۡلَ وَ الۡاَعۡنَابَ وَ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۱۱﴾

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۙ﴿۱۲﴾

وَ مَا ذَرَاَ لَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾

وَ هُوَ الَّذِىۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡكُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِيًّا وَّ تَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡيَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَ تَرَى الۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِيۡهِ وَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۴﴾

وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ وَ اَنۡهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۙ﴿۱۵﴾

۱۱۔ وہ اس پانی کے ذریعے کھیتیاں اگاتا ہے زیتون، کھجور، انگور اور ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے یقیناً اس میں نشانی ہے اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتی ہے۔

۱۲۔ اس نے رات اور دن سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے اور تارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

۱۳۔ اور اس نے تمھارے لیے زمین میں جو رنگ برنگی چیزیں پیدا کر رکھی ہیں اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو اس سے سبق لیں۔

۱۴۔ اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنھیں تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے۔ تا کہ تم اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو اور شکر گزار بن جاؤ۔

۱۵۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ کی میخیں گاڑ دیں تا کہ وہ تمھارے سمیت جھک نہ جائے اور اس نے نہریں اور راستے بنائے ہیں تا کہ تم ہدایت و رہبری پا سکو۔

۱۱۔ يُنۡۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَ الزَّيۡتُوۡنَ وَ النَّخِيۡلَ وَ الۡاَعۡنَابَ وَ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ۔

وہ اس پانی کے ذریعے کھیتیاں اگاتا ہے زیتون، کھجور، انگور اور طرح طرح کے پھل پیدا کرتا ہے یقیناً اس

میں نشانی ہے اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتی ہے۔

زراعت، زیتون، کھجور، انگور اور دیگر پھلوں کے ذریعے صاحبانِ فکر ونظر استدلال کرتے ہیں ان کے خالق کی عظمت اور اس کی قدرت کے کمال اور اس کی حکمت وتدبیر پر۔

۱۲-وَسَخَّرَ لَكُمُ -

اس نے رات، دن سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے

وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ -

اور تارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ -

یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں

اللہ نے اس آیت میں تمام نشانیوں کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے اور آخر میں عقل کا ذکر کیا ہے فکر کا نہیں اس لیے کہ آثار علویہ میں دلائل و براہین کی وہ اقسام ہیں جو عظمتِ خداوندی کے لیے صرف عقلاء پر ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۳-وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ -

اور اس نے زمین سے تمھارے لیے جو چیزیں پیدا کر رکھی ہیں یعنی زمین سے جن حیوانات، نباتات اور معدنیات کو خلق فرمایا ہے ان سب کو تمھارا مطیع ومنقاد بنا دیا ہے۔

مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ - جن کی رنگت جدا جدا ہے

یعنی مختلف قسم کی اشیاء خلق کی ہیں جن میں سے اکثر کے رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ -

بے شک اس میں ان کے لیے نشانی ہے جو اس سے سبق لیں

۱۴-وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ -

اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا ہے اس طرح کہ تم قدرت رکھتے ہو کہ جہاز اور کشتی میں بیٹھ کر، شکار کر کے اور تیر کر اس سے فائدہ حاصل کرو

لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا -

تاکہ اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔ اس سے مراد مچھلی کا گوشت ہے

وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا -

اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنھیں تم پہنتے ہو یعنی موتی اور مرجان وغیرہ

وَتَرَى الْفُلْكَ - اور تم دیکھو گے کشتیوں کو

مَوَاخِرَ فِيْهِ -

سمندر میں چلتے ہوئے جو سمندر کا سینہ چیرتی ہوتی چلی جاتی ہیں

مواخر کا لفظ مخر سے ماخوذ ہے یعنی پانی کو شق کرنا۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد کشتی کے چلنے کی آواز ہے۔[1]

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ -

تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو یعنی تجارت کے لیے کشتی میں سوار ہو کر رزق میں وسعت دو

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ - اور تا کہ شکر گزار بن جاؤ

یعنی اللہ کی نعمت کو پہچانو پھر اس کا حق ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ

۱۵-وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ -

اور اس نے زمین میں پہاڑ کی میخیں گاڑ دیں رواسی مستحکم پہاڑ

اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ -

اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ کہیں زمین تمھیں لے کر جھک نہ جائے اور زمین میں اضطراب پیدا نہ ہو۔

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جب سمندروں کو خلق فرمایا تو سمندر نے فخر کیا اور اس کی موجیں بلند ہونے لگیں اور اس نے کہا کہ مجھ پر کون غلبہ پا سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے کشتی بنائی اسے سمندر میں چکر دیا اور سمندر کو اس کا مطیع بنا دیا۔ پھر زمین نے کہا کہ کون ہے جو مجھ پر غلبہ پا سکے تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو خلق فرمایا اور اسے زمین کی پشت میں کیل کی طرح گاڑ دیا تا کہ جو کچھ زمین کے اوپر ہے اسے لے کر زمین جھک نہ جائے اس طرح زمین مطیع ہوئی اور اسے استقرار آ گیا۔[2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ علیہم السلام کو زمین کا مضبوط ارکان قرار دیا ہے تا کہ زمین اپنے باشندوں کو لے کر جھک نہ جائے۔[3]

کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام کو زمین سے ایک ساعت کے لیے بھی اٹھا لیا جائے تو زمین اپنے تمام باشندوں سمیت اسی طرح موجیں مارنے لگے جس سمندر اہلِ سمندر کے ساتھ موج زن ہوتا ہے۔[4]

وَاَنْهٰرًا - اور زمین نہریں بنائی ہیں

وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ -

اور راستے بنائے ہیں تا کہ تم ہدایت و رہبری پا سکو اور اپنے مقاصد کو حاصل کر سکو۔

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف میں فراء سے نقل کیا ہے ج ۲ ص ۵۹۸ (۲) خصال ص ۴۴۲ ح ۳۴ باب ۱۰

(۳) الکافی ج ۱ ص ۱۹۸-۱۹۷ ح ۲، ۳ (۴) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۲۰۲ ح ۳ باب ۲۱

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾
اَفَمَنۡ يَّخۡلُقُ كَمَنۡ لَّا يَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۱۷﴾
وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۸﴾
وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾
وَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا يَخۡلُقُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّ هُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ ؕ ﴿۲۰﴾
اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾
اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ وَّ هُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۲۲﴾

ع ۲ ۱۲ ۸

۱۶-اس نے زمین میں نشانیاں بنائی ہیں اور وہ ستاروں کے ذریعے سے بھی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔
۱۷-کیا وہ جو خلق کرتا ہے اس جیسا ہوسکتا ہے جو کچھ خلق نہیں کرتا۔ تمھاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا؟
۱۸-اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اُن کا شمار نہ کرسکو گے بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔
۱۹-جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جسے تم ظاہر کرتے ہو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔
۲۰-اور جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی خلق نہیں کرتے بلکہ وہ تو خود مخلوق ہیں۔
۲۱-وہ مردہ ہیں ان میں زندگی نہیں ہے اور انھیں کچھ پتا نہیں کہ وہ دوبارہ کب زندہ کیے جائیں گے۔
۲۲-تمھارا معبود، معبود یکتا ہے، مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے دل انکار کرتے ہیں اور وہ غرور میں مبتلا ہیں۔

۱۶-وَعَلٰمٰتٍ ؕ-

اس نے زمین میں نشانیاں بنائی ہیں۔

یہ سنگِ میل ہیں اور ہر وہ چیز جس سے گزرنے والے کی رہنمائی اور رہبری کی جائے پہاڑوں میں اور ہموار زمین میں اور اس کے علاوہ دیگر مقامات پر۔

وَ بِالنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ -

اور وہ ستاروں کے ذریعے سے بھی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ رات کے وقت خشکی میں اور سمندروں میں

کتاب کافی، مجمع البیان، قمیؒ اور عیاشی میں بہت سی حدیثوں میں معصومین سے روایت ہے کہ ہم "علامات" ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستارے ہیں۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ" میں نجم سے مراد "جدی" ستارہ ہے (جس کو Capricorn کہا جاتا ہے) یہ وہ ستارہ ہے جو زائل نہیں ہوتا اور اسی پر قبلہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے یعنی لوگ اسی سے سمت قبلہ معلوم کرتے ہیں اور اسی ستارے سے خشکی اور سمندر کے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ [2]

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ظاہر و باطن دونوں موجود ہیں یہ جدی ہے جس سے قبلہ کی تشخیص ہوتی ہے اور اسی سے خشکی اور سمندر کے رہنے والے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اس لیے کہ یہ زائل نہیں ہوتا۔ [3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس کے ظاہری معنی "جدی" ہے اور باطنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۱۷۔ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۔

کیا وہ جو خلق کرتا ہے اس جیسا ہوسکتا ہے جو کچھ بھی خلق نہیں کرتا۔ یعنی کیا اللہ اور اصنام دونوں یکساں ہوسکتے ہیں

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۔

تمھاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا

کہ تم اس امر کی خرابی سے واقفیت حاصل کرلو۔

۱۸۔ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو شمار نہ کرسکو گے۔ تمھارے لیے اس کی تعداد کا تعین کرنا دشوار ہوگا چہ جائے کہ تم ان نعمتوں کا شکر ادا کرو

اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اگر تم شکر کی ادائیگی میں کوتاہی کرو گے تو وہ تمھیں بخش دے گا اور شکر میں کمی کے سبب رحمتوں کو منقطع نہیں کرے گا اور کفرانِ نعمت کی وجہ سے تمھیں سزا دینے میں عجلت سے کام نہیں لے گا۔

۱۹۔ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ۔

تم اپنے عقائد اور اعمال میں سے جو کچھ چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے وہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے یہ

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۹۸۔۱۹۷ ح ۳ و مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۵۴ و تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۳ و عیاشی ج ۲ ص ۲۵۶ ح ۱۰

(۲،۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۵ ح ۱۲

دراصل ایک قسم کی تنبیہ اور تہدید (دھمکی) ہے۔

۲۰- وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ -

اور وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن معبودانِ باطل کی عبادت کرتے ہیں وہ کچھ بھی خلق نہیں کرتے بلکہ وہ تو خود مخلوق ہیں

۲۱- اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ -

وہ مردہ ہیں اُن میں زندگی نہیں ہے اور انھیں کچھ پتا نہیں کہ وہ دوبارہ کب زندہ کیے جائیں گے

انھیں دوبارہ زندہ کیے جانے کا وقت یا ان کی عبادت کرنے والوں کے دوبارہ زندہ کیے جانے کا وقت معلوم نہیں ہے لہٰذا ان کی عبادت کی جزا کے وقت کا تعین کیسے ممکن ہے۔

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾
وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ ۙ
لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ
بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

۲۳۔ یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور جسے وہ ظاہر کرتے ہیں بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۲۴۔ اور جب ان سے دریافت کیا گیا کہ تمھارے ربّ نے کیا نازل کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا وہ اگلے وقتوں کی داستانیں ہیں۔

۲۵۔ یہ باتیں اس لیے کرتے ہیں تاکہ قیامت کے دن وہ اپنا پورا بوجھ اٹھانے کے ساتھ ساتھ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں جنھیں یہ بربنائے جہالت گمراہ کر رہے ہیں دیکھو تو یہ کیسا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔

۲۳۔ لَا جَرَمَ ۔

یہ بات حق ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۔

اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جسے وہ ظاہر کرتے ہیں اللہ اسی کے مطابق انھیں جزا دے گا۔ یہ درحقیقت ایک طرح کی وعید ہے۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۔

بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

تفسیر قمیؔ اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے یعنی رجعت پر ان کا یقین نہیں ہے قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ ان کے دل انکار کرتے ہیں یعنی کافر ہیں وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرتے ہیں یعنی ولایت علی کو تسلیم نہیں کرتے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی ولایت علی کے منکرین سے محبت نہیں کرتا۔[۱]

تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام مساکین کے قریب سے گزرے جنھوں نے اپنی گدڑی بچھا رکھی تھی اور روٹی کے ٹکڑے اس پر رکھے ہوئے تھے انھوں نے کہا اے فرزند رسول ہمارے ساتھ تناول فرمائیے

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۸۳ تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۷۔۲۵۶ ح ۱۴

امام حسین علیہ السلام گھٹنے موڑ کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور ان کے ساتھ روٹی کھائی پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص یہ دیکھتا ہے کہ اسے دوسرے پر فضیلت ہے تو وہ مستکبرین میں سے ہے تو امام علیہ السلام سے کہا گیا ہے کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس شخص کو دوسرے پر عافیت کے اعتبار سے فضیلت ہے اس لیے کہ اس نے دوسرے شخص کو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ہیہات ہیہات ہوسکتا ہے کہ اس کے گناہ معاف کردیے گئے ہوں اور ابھی تمھیں روک کر حساب لیا جائے کیا تم نے موسیٰ کے جادوگروں کا قصہ نہیں پڑھا۔[۲]

۲۴-وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔

اور جب ان سے دریافت کیا گیا کہ تمھارے ربّ نے کیا نازل کیا تو کہنے لگے وہ اگلے وقتوں کی داستانیں ہیں اور فضول باتیں ہیں۔

۲۵-لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۔

ان لوگوں نے قرآن مجید کو اساطیر الاولین (اگلے وقتوں کی داستانیں) کہہ کر گمراہ کرنا چاہا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے روکنا چاہا اس طرح ان لوگوں نے اپنی گمراہی کا مکمل بوجھ اٹھا لیا اور جنھیں گمراہ کیا ان کا بوجھ بھی کسی حد تک اٹھایا ہے اس لیے کہ گمراہ ہونے والا اور گمراہ کرنے والا دونوں شریک عمل ہوتے ہیں یہ گمراہ کرتا ہے اور یہ بربنائے جہالت اس کے گمراہ کرنے پر اس کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے یعنی یہ ان لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں جنھیں یہ علم نہیں کہ یہ لوگ گمراہ کرنے والے ہیں اور جاہل کا عذر قبول نہیں اس لیے کہ اُس پر لازم ہے کہ وہ تلاش وجستجو کرے عقل وفہم کی روشنی میں غور کرے تاکہ حق اور باطل کے مابین فرق اس پر واضح ہوجائے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بھی کوئی داعی (دعوت دینے والا) ہدایت کی طرف بلاتا ہے اور اس کی اتباع کی جاتی ہے تو اسے ہدایت کرنے والوں کے اجر جتنا اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی کی جائے اور جب بھی کوئی گمراہ کرنے والا گمراہی کی طرف بلاتا ہے اور اس کا اتباع کیا جاتا ہے تو اسے اس کا ویسا ہی بوجھ اٹھانا پڑے گا جیسا کہ بوجھ اس کی پیروی کرنے والے اٹھا رہے ہیں اور ان کے بوجھ میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوگی۔[۳]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۷ ح ۱۵ (۲) الکافی ج ۸ ص ۱۲۸ ح ۹۸ (۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۵۶

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۶۔بے شک ان سے پہلے جو لوگ تھے انھوں نے بھی مکاریاں کی تھیں اللہ نے اُن کی عمارت جڑ سے اکھاڑ پھینکی اوپر سے اُن کے اوپر چھت گر گئی اور ان پر عذاب اس صورت سے آیا کہ انھیں خبر تک نہ ہوئی۔

۲۷۔پھر قیامت کے دن اللہ انھیں رُسوا کرے گا اور پوچھے گا کہ بتاؤ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم (اہلِ حق سے) جھگڑے تھے اس وقت صاحبانِ علم کہیں گے کہ آج رسوائی اور بدبختی کافروں کے لیے ثابت ہو چکی ہے۔

۲۸۔ہاں انھی کافروں کے لیے جن کی روح فرشتے اس وقت قبض کرتے ہیں جب وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں تو وہ یہ (کہتے ہوئے) سر تسلیم خم کر دیتے ہیں کہ ہم کوئی برا کام تو نہیں کر رہے تھے۔ صاحبانِ علم کہتے ہیں ہاں بلاشبہ اللہ تمھارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔

۲۶۔قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ۔

بے شک ان سے پہلے جو لوگ تھے انھوں نے بھی مکاریاں کی تھیں اللہ نے ان کی عمارت جڑ سے اکھاڑ پھینکی

من القواعد کا مفہوم ہے کہ عمارت کی بنیاد جن ستونوں پر رکھی گئی تھی انھیں نیست و نابود کر دیا

فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ۔

ان کے اوپر، اوپر سے چھت گر گئی۔ ان کے مکر کی وجہ سے بطور مثال اس استیصال (جڑ سے اکھاڑ پھینکنا) کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں نے منصوبے بنائے تاکہ اللہ سے مکر کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان منصوبوں کے ذریعے سے ان کو ہلاک کر ڈالا اس قوم کی طرح جنھوں نے عمارتیں تعمیر کیں اور ان عمارتوں کو ستونوں سے مستحکم بنایا تو عمارت ستونوں کی جانب سے جاتی رہی یعنی گر گئی تو چھت ان کے اوپر آ پڑی اور وہ ہلاک ہو گئے اور بطورِ

مثال یہ کہا جاتا ہے مَنْ حَفَرَ لاخیہ جُبًّا وقع فیہ منکباً جو اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودتا ہے خود اس میں سر کے بل گر پڑتا ہے۔

اور اِتیانِ اللہ سے مراد ہے یعنی اللہ کا حکم ستونوں کی سمت سے آیا یعنی اس نے ستونوں کو کمزور کر دیا اور پوری عمارت منہدم ہوگئی۔

وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ -

اور اُن پر عذاب اس صورت سے آیا کہ انھیں خبر تک نہ ہوئی

نہ انھیں عذاب کا اندازہ تھا اور نہ ہی عذاب کی توقع تھی۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ بدعہدی اور دھوکے کا گھر تھا جب وہ کسی برائی کا ارادہ کرتے تو اس گھر میں جمع ہوتے تھے۔ [1]

تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے یہ ان لوگوں کے مکر وفریب کا گھر تھا جب وہ لوگ مر گئے تو اللہ نے انھیں آتشِ جہنم میں ڈال دیا فرمایا کہ یہ مثال آلِ محمد علیہم السلام کے دشمنوں کے لیے دی گئی ہے۔ [2]

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے ان کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ دینے کا مطلب ہے اُن پر عذاب نازل کرنا۔ [3]

۲۷- ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ -

پھر قیامت کے دن اللہ انھیں رسوا کرے گا

وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ -

اور ان سے پوچھے گا بتاؤ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم مومنین سے دشمنی کرتے تھے اور ان کی وجہ سے جھگڑتے رہتے تھے

قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ -

اس وقت صاحبانِ علم اُن سے کہیں گے

صاحبانِ علم سے مراد انبیاء اور علماء ہیں جو ان لوگوں کو توحید کی جانب بلایا کرتے تھے اور یہ لوگ ان علما اور انبیاء سے جھگڑتے اور اتراتے رہتے تھے۔

اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ -

آج کے دن رسوائی اور بدبختی یعنی ذلت وخواری اور عذاب

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ -

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۸ ح (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۸۴ (۳) التوحید ص ۲۶۶ ح ۵

کافروں کے لیے مقرر ہو چکا ہے

یہ جملہ شماتت (دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا) کے اظہار اور توہین کی زیادتی کے لیے کہا گیا ہے۔

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ "اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ" سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں وہ اپنے دشمنوں سے کہہ رہے ہوں گے کہ تمھارے شرکاء کہاں اور وہ کہاں ہیں؟ تم نے دنیا میں جن کی اطاعت کی تھی۔ [1]

۲۸۔اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔

ملائکہ جن کی روحیں قبض کرتے ہیں یعنی عذاب کے فرشتے جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت ۹۷ کے ذیل میں اس آیت کی نظیر پیش کرتے ہوئے ذکر کیا گیا۔

ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔

جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا تھا اس لیے کہ خود کو دائمی عذاب کے لیے پیش کر دیا تھا۔

فَاَلْقَوُا السَّلَمَ۔

تو وہ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اور متواضع ہو جاتے ہیں جب موت کو دیکھتے ہیں

مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ۔

دنیا میں جو کفر اور دشمنی ان میں پائی جاتی تھی وہ ان سب کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم برا کام تو نہیں کرتے تھے

بَلٰٓى۔

ہاں بلاشبہ

تو صاحبانِ علم اُن کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

بے شک اللہ تمھارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے

وہ تمھیں اسی کے مطابق بدلہ دے گا اور یہ بھی درحقیقت شماتت (کسی کی مصیبت پر خوش ہونا) ہے اور اسی طرح "فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ" بھی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۲۴۵۔۲۸۴

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾
وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾
جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾
الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

۲۹-تم جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہوجاؤ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا کتنا برا ہے؟

۳۰-اور متقین سے دریافت کیا گیا کہ تمھارے ربّ نے کیا نازل فرمایا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا خیر ہی خیر۔ جن لوگوں نے بھلائی کی ہے ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو ہے ہی بہترین اور متقین کا گھر کتنا عمدہ ہے۔

۳۱-وہ لوگ عدن کی جنتوں میں داخل ہوں گے جہاں باغات کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ان کے لیے وہاں پر جو چاہیں گے مہیا ہوگا اللہ متقین کو ایسی ہی جزا دیتا ہے۔

۳۲-جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ طیب و طاہر ہوتے ہیں اور فرشتے انھیں بشارت دیتے ہیں کہ ''سلام علیکم'' تم اپنے عمل کی بنیاد پر جنت میں داخل ہوجاؤ۔

۲۹-فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ-

تم جہنم کے دروازوں سے داخل ہوجاؤ

ہر صنف کے لوگوں کے لیے الگ الگ دروازہ تیار ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ-

وہ اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہوں گے جہنم تکبر کرنے والوں کے لیے کتنا برا ٹھکانا ہے

۳۰-وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ-

اور متقین سے دریافت کیا گیا کہ تمھارے ربّ نے کیا نازل فرمایا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا خیر ہی خیر

انھوں نے قرآن کے نازل ہونے کا اعتراف کر کے جواب کی سوال سے مطابقت پیدا کردی جب کہ منکرین نے کہا تھا "اساطیر الاولین" یہ تو فرسودہ داستانیں ہیں کسی شے کے بارے میں کچھ بھی نازل نہیں ہوا۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ -

جن لوگوں نے بھلائی کی ہے ان کے لیے اس دنیا میں بھی مکافات (بدلہ دینا) کے طور پر بھلائی ہے

وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ -

اور آخرت میں جو ثواب ملے گا وہ دنیا کے خیر سے بہتر ہوگا اور یہ متقین سے وعدہ ہے اور جائز ہے کہ آیت کا وہ حصہ جو اس کے بعد بیان کیا جا رہا ہے وہ ان کے کلام کا تتمہ ہو جو بدل کے طور پر آیا ہے اور خیر کی تفسیر ہے۔

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ -

اور متقین کا گھر کتنا عمدہ ہے

۳۱- جَنَّاتُ عَدْنٍ -

ان کے لیے عدن یعنی دائمی اور باقی رہنے والی جنت ہے

يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ -

جس میں وہ داخل ہوں گے جس کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ -

اس جنت میں ان متقین کے لیے ان کی پسندیدہ تمام چیزیں مہیا ہوں گی

اور جنت عدن کے بارے میں احادیث سورۂ توبہ کی آیت ۷۲ کے ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ -

اللہ متقین کو ایسی ہی جزا دیتا ہے

کتاب امالی میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اس لیے کہ وہ خیر کو اکٹھا کر لیتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور خیر نہیں ہے اور تقویٰ کے ذریعے جو خیر حاصل کیا جا سکتا ہے وہ اس کے علاوہ کسی اور شے سے ممکن نہیں نہ دنیاوی خیر اور نہ ہی اخروی خیر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا" اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ متقین کے لیے بہترین گھر دنیا ہے۔[2]

۳۲- الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ -

جن لوگوں کی روح فرشتۂ رحمت قبض کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت ۹۸ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے

---

(۱) امالی شیخ طوسی ۲۵ ح ۳۱ مجلس اول (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۸ ح ۲۴

طَيِّبِيْنَ -

وہ طیب و طاہر ہوتے ہیں

اسی لیے فرشتے انھیں جنت کی خوش خبری دیتے ہیں

يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ -

وہ فرشتے یہ کہتے ہیں سلام علیکم ہر جانب سے تمھارے لیے سلامتی ہو

ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ -

تم اپنے عمل کی بنیاد پر جنت میں داخل ہو جاؤ

کہا گیا ہے کہ یہ ایسے مومنین ہیں جن کی ولادت پاکیزہ ہوگی۔[1]

کتاب امالی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے انسانوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس وقت اس کی روح اس کے جسم سے مفارقت کرے تو اسے معلوم نہ ہو کہ وہ جنت و جہنم کی منزلوں میں سے کس منزل میں ہوگا کیا وہ اللہ کا دشمن ہے یا اللہ کا دوست ہے؟ اگر وہ اللہ کا دوست ہوگا تو اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے راستے متعین کر دیے جائیں گے اور وہ خود اپنی آنکھوں سے ان انعامات و کرامات کو دیکھ لے گا جو جنت میں اس کے لیے مہیا ہوں گی۔

تو یہ شخص ہر کام سے فارغ ہو جائے گا اور ہر طرح کا بوجھ اس سے ہٹا دیا جائے گا۔ اور اگر وہ اللہ کا دشمن ہوگا تو اس کے لیے آتش جہنم کا دروازہ وا ہوگا اور اس کے راستے اس پر منکشف ہوں گے اور جہنم میں جو چیزیں اللہ نے اس کے لیے مہیا کر رکھی ہیں وہ خود انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا وہ ہر ناپسندیدہ چیز کا سامنا کرے گا اور ہر برائی اس پر نازل ہوگی اور یہ سب کچھ موت کے وقت ہوگا اور اسے ان باتوں کا یقین ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ اور فرمایا الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ-[2]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۸ ح ۲۴

(۲) امالی شیخ طوسی ص ۲۷ ح ۳۱ مجلس اول

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾

ع ۹ / ۱۰

۳۳۔کیا یہ لوگ اب اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کے ربّ کا حکم آجائے جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔

۳۴۔پھر انھیں ان کے اعمال کے برے بدلے ملے اور انھیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

۳۵۔اور مشرکین کہنے لگے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد اُس کے سوا کسی اور چیز کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہی اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ان سے پہلے والے بھی ایسے ہی بہانے بناتے رہے ہیں۔بس رسولوں کے ذمّے تو بات کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

۳۶۔اور بلاشبہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو اس کے بعد اس امت میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت سے نوازا اور کسی پر گمراہی کو مسلط کردیا تم زمین کی سیر کرو اور دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہو چکا ہے؟

۳۳۔هَلْ يَنْظُرُوْنَ۔

کیا وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟

اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ -

کہ ان کے پاس عذاب کے فرشتے ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے آجائیں

اَوْ یَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّكَ -

یا اے نبی آپ کے ربّ کا امر آجائے

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ اس سے مراد عذاب کا حکم ہے، موت ہے اور قائم علیہ السلام کا خروج ہے۔[1]

كَذٰلِكَ -

اسی طرح کا کام جو شرک اور جھٹلانے سے متعلق تھا

فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ -

ان سے پہلے والوں نے بھی کیا تھا

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ -

ان لوگوں کو ہلاک کر کے اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا

وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ -

بلکہ وہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے رہے

اس کفر اور نافرمانی کے سبب جس نے انھیں یہاں تک پہنچا دیا۔

۳۴-فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ -

پھر انھیں اُن کے اعمال کے برے بدلے ملے اور انھیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ حَاقَ بِهِمْ۔ ان کا احاطہ کرلیا یہ لفظ صرف برائی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ رجعت میں جو عذاب ہوگا یہ لوگ اس عذاب کا مذاق اڑا رہے تھے۔

۳۵-وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ

اور مشرکین کہنے لگے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد اس کے سوا کسی اور چیز کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہی اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے

كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے والوں نے جو کچھ کیا تھا۔ اللہ کی ذات میں شریک گردانا۔ اللہ نے جسے حلال کیا ہے اسے حرام کردینا، اللہ نے جسے حرام کیا ہے اس کا ارتکاب کرنا جب ان لوگوں کو ان کے برے اعمال پر تنبیہ کی گئی تو انھوں نے ان افعال کی نسبت اللہ کی طرف دے دی اور کہا کہ اللہ اگر چاہتا تو ہم

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۲۸۵

ہرگز ایسا نہ کرتے۔

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَٰغُ الْمُبِينُ -

بس رسولوں کے ذمے تو حق کو واضح انداز میں پہنچا دینا ہے

۳۶-وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ -

اور بلاشبہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو اس کے بعد اس امت میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت سے نوازا

اللہ نے ہدایت سے انھیں نوازا یعنی انھیں ایمان کی توفیق دی اس لیے کہ وہ اللہ کے لطف وکرم کے اہل تھے

وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ -

اور اُن میں سے کسی پر گمراہی کو مسلط کر دیا

کہ انھیں تنہا چھوڑ دیا اور انھیں توفیق نہیں دی اس لیے کہ وہ لوگ کفر پر اڑے رہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی کو ہماری ولایت اور ہمارے دشمنوں سے براءت کے ساتھ مبعوث کیا اور یہ اللہ کے قول سے ثابت ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا سے مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ تک یعنی آل محمد صلوات اللہ علیہم کو جھٹلانے کے سبب ان پر گمراہی کو مسلط کر دیا۔[1]

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ -

تم جھٹلانے والوں کی زمین میں سیر کر کے دیکھ لو

فَانظُرُوا -

تو تمھیں جھٹلانے والوں کا انجام نظر آئے گا جن کا تعلق قوم عاد قومِ ثمود وغیرہ سے تھا تا کہ تمھیں عبرت حاصل ہو۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۸ ح ۲۵

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ
حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ ۙ
لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾
اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع

ع ۵ / ۱۱

۳۷۔اے نبی آپ اُن کی ہدایت کے لیے کتنے ہی خواہش مند کیوں نہ ہوں اللہ جسے گمراہی میں چھوڑ چکا ہے اس کی ہدایت نہیں کرے گا اور ان کا کوئی ناصر بھی نہ ہوگا۔

۳۸۔یہ لوگ اللہ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اللہ مرنے والے کو دوبارہ زندہ کرکے نہیں اٹھائے گا۔ کیوں نہیں اس وعدہ برحق کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے۔

۳۹۔تاکہ اللہ اُن کے سامنے اس حقیقت کو کھول دے جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں اور کافر یہ جان لیں کہ وہ بالکل جھوٹے تھے۔

۴۰۔جب ہم کسی شے کو وجود میں لانے کا ارادہ کرلیں تو ہم اس سے کہتے ہیں کہ "ہوجا" تو وہ شے "ہوجاتی ہے"

۳۷۔اِنْ تَحْرِصْ۔

اے محمدؐ اگر آپ خواہش مند ہیں

عَلٰى هُدٰىهُمْ۔

ان لوگوں کی ہدایت کرنے کے لیے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ۔

اللہ جسے گمراہی میں چھوڑ چکا ہے اس کی ہدایت نہیں کرے گا

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔

اور نہ ہی ان کا کوئی ناصر ہوگا جو اُن کی مدد کرے

۳۸۔وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ۔

اور یہ لوگ اللہ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں

لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ -

کہ اللہ مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا

کہا گیا ہے کہ مشرکین نے جس طرح وحدانیت کا انکار کیا ہے اسی طرح وہ قسمیں کھا کر "بعث" (دوبارہ زندہ کیا جانا) کا انکار کر رہے ہیں۔[1]

بَلٰی -

کیوں نہیں! اللہ انھیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا -

اس وعدۂ برحق کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ -

لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے

کہ انھیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا یا تو انھیں علم نہیں ہے کہ دوبارہ زندہ کیا جانا حکمت کا تقاضا ہے یا مانوس چیزوں کی وجہ سے ان کی نظر کوتاہ ہے لہذا وہ اس بات کو محال سمجھتے ہیں۔

۳۹-لِيُبَيِّنَ لَهُمُ -

اللہ انھیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا تاکہ ان پر واضح کر دے

الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ -

کہ جس بارے میں یہ لوگ اختلاف کر رہے تھے وہ برحق ہے

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ -

اور تاکہ کافروں کے علم میں آجائے کہ وہ جو کچھ سمجھ رہے تھے وہ مبنی بر کذب تھا یعنی وہ اپنے مزعومے میں جھوٹے تھے۔

۴۰-اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ -

یقیناً جب ہم کسی شے کو وجود میں لانے کا ارادہ کر لیں

اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ -

ہم اس سے کہتے ہیں "ہوجا" تو وہ شے "ہوجاتی" ہے۔

وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴۱﴾

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴۳﴾

بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۱-جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کی ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش وہ یہ بات جان لیتے۔

۴۲-جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔

۴۳-اے محمدؐ ہم نے آپ سے پہلے بھی انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا اور ان پر وحی کے ذریعے پیغامات بھیجا کرتے تھے۔ لہٰذا اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔

۴۴-ہم نے پچھلے رسولوں کو واضح نشانیوں اور کتابوں کے ساتھ بھیجا تھا اور ہم نے آپ پر ذکر کو نازل کیا ہے تاکہ جو کتاب ان کی طرف اتاری گئی ہے آپ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت کردیں ہوسکتا ہے وہ لوگ غور وفکر کریں۔

۴۱-وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ-

جن لوگوں نے حق کی خاطر اور صرف اللہ کے لیے ہجرت کی

مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا-

ظلم برداشت کرنے کے بعد

کہا گیا ہے کہ ہجرت کرنے والوں سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ مہاجرین ہیں کہ قریش نے جن پر مظالم ڈھائے تو ان میں سے کچھ نے حبشہ کی جانب ہجرت کی پھر وہ مدینہ کی جانب ہجرت کر کے چلے گئے یا اس سے مراد وہ اصحاب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرتِ مبارکہ کے بعد مکہ میں قید کردیے گئے اور گرفتارِ بلا ہوئے۔[1]

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۵۶

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً -

ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانا دیں گے اس سے مراد اہلِ مکہ پر غلبہ حاصل کرنا ہے جو ان پر ستم ڈھاتے تھے اوراس سے مراد مکمل عرب پر غالب آ جانا ہے اور مشرق اور مغرب والوں پر بھی غلبہ پانا ہے۔

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ -

یہ وہ اجر ہے جو انھیں دنیا میں فوراً مہیا کر دیا گیا ہے اور اجر آخرت تو اس سے بہت زیادہ بڑا ہے

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ -

کاش وہ یہ بات جان لیتے

۴۲۔الَّذِينَ صَبَرُوا -

جن لوگوں نے کفار کی اذیت رسانی اور ترکِ وطن پر صبر کیا

وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ -

اور وہ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں یعنی اپنے تمام امور اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں

۴۳۔وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ -

اے محمدؐ ہم نے آپ سے پہلے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا اور ان پر وحی کے ذریعے پیغامات بھیجا کرتے تھے۔ یہ درحقیقت رد ہے ان لوگوں کی بات کا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا مرتبہ اس سے کہیں زیادہ عظیم ہے کہ وہ ہماری طرف ہم جیسے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجے اس میں جو حکمت پنہاں ہے اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی روایت کے ذیل میں سورۂ انعام میں بیان کیا جا چکا ہے اور غالباً اسی طرح اللہ کے اس قول ”فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ“ (یعنی صاحبانِ ذکر سے دریافت کرلو) میں اشارہ کیا گیا ہے یعنی اس بات میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ -

لہٰذا اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے

کتاب کافی، قمی اور عیاشی میں ائمہ علیہم السلام سے بہت سی احادیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر ہیں اور ان کے اہل بیت وہ ہیں جن سے سوال کیا جائے اور وہ اہل الذکر ہیں۔ [۱]

اور کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی اس روایت میں اتنا اضافہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ (الطلاق: ۱۰۔۱۱) (تمھاری طرف ذکر کو نازل کیا ایسا رسول جو تم پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتا ہے) اس آیت میں ذکر سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم ان کے اہل ہیں۔ [۲]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۲۱۰ ح ۱، ۲، ۳، ۴ و تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۶۸ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۰ ح ۳۲

(۲) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۳۹ ح ۱

کتاب البصائر میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اور کافی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ذکر سے مراد قرآن ہے اور اس کے اہل سے مراد آل محمد صلوات اللہ علیہم السلام ہیں۔ [1]

اور کتاب کافی میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل الذکر سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے اور جاہلوں سے سوال کرنے کا حکم نہیں دیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کو ذکر کہا ہے اور فرمایا وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (النحل: ۴۴)

(اور ہم نے آپ پر ذکر کو نازل کیا تا کہ جو کتاب ان کی طرف اتاری گئی ہے آپ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت کر دیں) [2]

کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ان سے سوال کیا گیا ہمارے پاس کچھ لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے قول ''فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ'' سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا تو ایسی صورت میں وہ تمھیں اپنے دین کی دعوت دیں گے پھر فرمایا اور اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا ہم ہیں اہل الذکر ہم سے ہی سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ [3]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے ایسی ہی روایت وارد ہوئی ہے۔ [4]

اور تفسیر عیاشی میں یہ اضافہ ہے فرمایا کہ ذکر سے مراد قرآن ہے۔ [5]

کتاب کافی میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے ائمہ پر جو فرض ہے وہ ان کے شیعوں پر نہیں ہے اور ہمارے شیعوں پر جو فرض ہے وہ ہم پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا ہے کہ وہ ہم سے سوال کریں اور فرمایا ''فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ'' تو انھیں حکم دیا کہ وہ سوال کریں لیکن ہم پر جواب دینا واجب قرار نہیں دیا اگر ہم چاہیں گے جواب دیں گے اور اگر چاہیں گے رُک جائیں گے۔ [6]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ان احادیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن سے سوال کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے وہ مومنین ہیں مشرکین نہیں اور جو امور ان پر مشتبہ ہو جائیں اس بارے میں سوال کیا جا سکتا ہے کم سے کم پیغمبروں کے انسان ہونے کا سوال اور یہ مفہوم اسی صورت میں درست ہوگا جب ''وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا'' (اور ہم نے نہیں بھیجا یعنی بھیجا ہے) کو مشرکین کے رد میں تسلیم نہ کریں یا ہم یہ کہیں کہ ''فَسْئَلُوْۤا'' سے نئی بات شروع کی جا رہی ہے یا یہ کہ جب ہم اللہ کے قول ''بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ'' کو اللہ کے قول ''اَرْسَلْنَا'' سے معلق کریں گے تو پتا چلے گا کہ یہ کلام درمیان میں اجنبیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ کہ مشرکین کو حکم دیا گیا کہ اہل بیت سے سوال کریں کہ مرسلین

---

(۱) البصائر الدرجات ص ۶۰ ح ۱۰، ۱۳ باب ۱۹ و الکافی ج ۱ ص ۲۹۵ ح ۳ (۲) الکافی ج ص ۲۹۵ ح ۳
(۳) الکافی ج ص ۲۱۱ ح ۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۰ ح ۳۲ (۴) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۳۹ ح ۱ باب ۲۳
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۱ ح ۳۲ کے ذیل میں (۶) الکافی ج ۱ ص ۲۱۲ ح ۸

انسان تھے وہ فرشتہ نہ تھے جب کہ وہ مشرکین نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی رسول اللہ کو مانتے ہیں تو اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی سوائے اس کے کہ وہ مشرکین اہل بیت سے یہ سوال کریں کہ انسانوں میں سے مرسلین بھیجنے کی کیا حکمت ہے اور اس میں وہ کچھ ہے جو اس میں ہے۔

۴۴۔ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۔

واضح نشانیوں اور کتابوں کے ساتھ

کہا گیا ہے کہ ہم نے ان رسولوں کو معجزات اور کتابیں دے کر بھیجا تھا گویا کہ یہ معترض کو جواب دیا جا رہا ہے کہ "بم ارسلو" ان انبیاء کو کس چیز کے ساتھ بھیجا گیا۔[1]

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ ۔

اور ہم نے آپ پر ذکر کو نازل کیا

یعنی قرآن کو جیسا کہ پہلے ابھی ابھی بیان کیا جا چکا ہے اسے ذکر اس لیے کہا گیا کہ اس میں موعظت اور تنبیہ ہے۔

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۔

تا کہ جو کتاب ان کی طرف اتاری گئی ہے آپ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت کر دیں اس کتاب کے ذریعے انھیں جن امور کا حکم دیا گیا ہے اور جن باتوں سے روکا گیا ہے اُن کی وضاحت کر دیں۔

وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۔

ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ غور وفکر کریں

مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ اس میں غور وفکر سے کام لیں اور اس طرح حقائق و معارف سے آگاہ ہو جائیں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾

اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۴۶﴾

اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۷﴾

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۵-جنھوں نے بدترین مکر کیے ہیں کیا اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے یا اُن پر اس طرح عذاب آجائے کہ انھیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔

۴۶-یا چلتے پھرتے اچانک انھیں پکڑ لے وہ اللہ کو عاجز تو نہیں کرسکتے۔

۴۷-یا اُن کو خوف و دہشت کے عالم میں گرفت میں لے لے بے شک تمھارا رب مہربان اور نہایت مشفق ہے۔

۴۸-کیا ان لوگوں نے اللہ کی پیدا کردہ کسی چیز کو بھی نہیں دیکھا کہ اس کا سایہ اللہ کے حضور عاجزی کے ساتھ سجدہ ریز ہوتے ہوئے کس طرح دائیں اور بائیں گرتا ہے۔ سب کے سب اس طرح عاجزی کا اظہار کررہے ہیں۔

۴۹-آسمانوں اور زمین کے تمام جان دار اور فرشتے سب اللہ کے حضور سربسجود ہیں اور وہ سرکشی نہیں کرتے۔

۴۵-اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ۔

جنھوں نے بدترین مکر کیے ہیں کیا اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے

یعنی بدترین مکر کرنے والوں کو اللہ زمین میں اسی طرح دھنسا دے جس طرح اس نے قارون کو دھنسایا تھا۔

اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ۔

یا ان پر اس طرح عذاب آجائے کہ انھیں اس کا شعور بھی نہ ہو

یعنی ان پر اچانک عذاب آجائے جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ ہوا۔

۴۶-اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ فِیۡ تَقَلُّبِهِمۡ -

یا چلتے پھرتے عذاب انھیں اپنی گرفت میں لے لے جب وہ اپنی تجارت اور کام کاج کے لیے آ، جا رہے ہوں

فَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ -

وہ اللہ کو عاجز تو نہیں کر سکتے

۴۷-اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ -

یا انھیں خوف و دہشت کے عالم میں گرفت میں لے لے اس طرح کہ ان سے پہلے جو قوم تھی اسے ہلاک کر دے انھیں اس ہلاکت سے خوف محسوس ہو اور اسی خوف کے عالم میں اُن پر عذاب آ جائے یا کسی چیز کی کمی سے وہ خوف زدہ ہو جائیں اس طرح کہ اللہ ان کی جانوں اور اموال میں سے ایک چیز کے بعد دوسری چیز کو کم کرتا چلا جائے یہاں تک کہ ان کی کمی کے باعث خوف کی حالت میں وہ ہلاک ہو جائیں۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد دشمنانِ خدا ہیں جنھیں مسخ کر دیا جائے گا، جنھیں سنگ سار کیا جائے گا اور جو زمین میں مارے مارے پھرتے رہیں گے۔ [1]

کتاب کافی میں امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے دنیا سے بے رغبتی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: کہ تم لوگ غفلت کرنے والوں میں سے اور دنیا کی چمک دمک پر راغب ہونے والوں میں سے نہ بنو جنھوں نے بدترین مکر کیے ہیں اس لیے کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے اَفَاَمِنَ الَّذِیۡنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّخۡسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الۡاَرۡضَ لہٰذا تم ان چیزوں سے بچو جن کے بارے میں اللہ نے اپنی کتاب میں خبردار کیا ہے کہ اس نے ظلم کرنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا اور خود کو محفوظ نہ سمجھو کہ کہیں تم پر ان میں کچھ عذاب نازل نہ کر دے اس نے اپنی کتاب میں قوم ظالمین کو جس عذاب کی دھمکی دی ہے اللہ نے اپنی کتاب میں تمھارے غیر سے تمھارے لیے نصیحت کی ہے کیوں کہ سعید وہی ہے جو دوسروں کے انجام کو دیکھ کر نصیحت قبول کر لے۔ [2]

فَاِنَّ رَبَّکُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ -

بے شک تمھارا ربّ مہربان اور نہایت مشفق ہے

اس لیے کہ وہ سزا دینے میں عجلت سے کام نہیں لیتا۔

۴۸-اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ -

کیا ان لوگوں نے اللہ کی پیدا کردہ کسی چیز کو بھی نہیں دیکھا؟

یہ استفہام انکاری ہے یعنی ان لوگوں نے اللہ کی خلق کردہ اس جیسی بہت سی چیزوں کو دیکھا ہے لیکن انھیں کیا ہو گیا ہے کہ انھوں نے ان کے بارے میں غور و فکر نہیں کیا تاکہ ان پر اللہ کی کمالِ قدرت اور اس کی قہاریت ظاہر

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۱ ح ۳۵ (۲) الکافی ج ۸ ص ۸۲ ح ۴۹

ہوجاتی تو اس کا خوف ان کے دل میں جاگزیں ہوجاتا۔

یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ۔

ان کے سایے جھکے ہوتے ہیں

یعنی کیا انھوں نے مخلوقات کی طرف نظر نہیں کی جن کے سایے جھکے ہوتے ہیں

عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآىِٕلِ۔

داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے

سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ۔

اللہ کے حضور عاجزی کے ساتھ سجدہ ریز ہوتے ہوئے

داخرون کا مفہوم ہے اس کے لیے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اس کے سامنے جھکتے ہیں اور وہ اللہ کے حسن سلوک کے سامنے اپنے آپ کو حقیر و ذلیل گردانتے ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اللہ کے تخلیق کردہ ہر سایے کا تبدیل ہونا اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونا ہے۔[1]

کہا گیا ہے کہ جائز ہے کہ اللہ کے قول "وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ" سے مراد ہو کہ تمام اجرام فی نفسہ عاجزی کرتے ہوئے خود کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہوئے اللہ نے اُن پر جو عنایات کی ہیں اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے مطیع و منقاد ہیں۔[2]

لفظ داخر کی جمع "ون" کے ساتھ داخرون ہے اور "دُخور" یعنی مطیع و منقاد عقلاء کی صفات میں سے ہے۔

۴۹۔ **وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ۔**

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے وہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہے یعنی اس کے سامنے جھکا ہوا ہے

مِنْ دَآبَّةٍ۔

تمام جان دار

آسمانوں اور زمین میں رہنے والوں کی وضاحت کی گئی ہے "دَبِیب" حرکتِ جسمانی کو کہتے ہیں خواہ اس کا تعلق زمین سے ہو یا آسمان سے ہر متحرک اور جان دار اس سے مراد ہے۔

وَّ الْمَلٰٓىِٕكَةُ۔

اور فرشتے جن کے لیے کوئی مخصوص جگہ نہیں ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ فرشتوں کے لیے اللہ نے جو معین کردیا ہے اس کے مطابق گزرتے اور سفر کرتے رہتے ہیں۔[3]

وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ۔

اور وہ فرشتے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔ منہ نہیں موڑتے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۶ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۵۷ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۶

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾
وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾
وَ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾
ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾
لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

ع ۱۲ | السجدہ

۵۰۔ وہ اپنے ربّ کا خوف رکھتے ہیں جو ان پر غالب ہے اور انھیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ اُسے بجالاتے ہیں۔
۵۱۔ اور اللہ نے کہا دیکھو تم دو خدا نہ بناؤ، خدا تو بس ایک ہی ہے لہٰذا صرف مجھی سے ڈرتے رہو۔
۵۲۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُس کا ہے اور اسی کی اطاعت لازم ہے کیا تم اللہ کے غیر سے ڈرو گے۔
۵۳۔ تمھارے پاس جو نعمت بھی ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے پھر تم پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اسی سے آہ وزاری کرتے ہو۔
۵۴۔ پھر جب تم سے مصیبت ٹل جاتی ہے تو تم میں سے ایک گروہ اپنے ربّ کا شریک بنانے لگتا ہے۔
۵۵۔ تاکہ ہم نے جو نعمتیں انھیں دی ہیں ان کی ناشکری کریں خیر چند روز مزے اڑا لو عن قریب تمھیں پتا چل جائے گا۔

۵۰- يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ -

وہ اپنے ربّ کا خوف رکھتے ہیں اور اللہ ان کے اوپر غلبہ رکھتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے

وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ -

اور انھیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ اس حکم کو بجالاتے ہیں

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت ملتی ہے کہ ساتویں آسمان پر اللہ کے ایسے فرشتے ہیں کہ اللہ نے انھیں جب سے پیدا کیا ہے اس وقت سے قیامت تک وہ سجدۂ خالق بجالا رہے ہیں اللہ کے خوف سے ان کے جسم لرزاں ہیں جب بھی ان کی آنکھوں سے آنسو کا قطرہ ٹپکتا ہے تو وہ فرشتہ بن جاتا ہے جب قیامت کا دن آئے گا تو وہ سجدے سے سر اٹھائیں گے اور یہ کہتے نظر آئیں گے "ماعبدناك حق عبادتك " پروردگارا

ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔

صاحب معرفت میں سے کسی نے کہا ہے کہ اس جیسی آیتیں رہنمائی کرتی ہیں کہ مکمل عالم مقام شہود و عبادت میں سے ہے آگاہ ہو جاؤ کہ ہر مخلوق کے پاس تفکر کی قوت موجود ہے بالخصوص نفوس ناطقہ انسانیہ اور حیوانیہ اپنے نفسانی وجود کے اعتبار سے نہ کہ ہیکل جسمانی کے اعتبار سے اس لیے کہ ان کا ہیکل جسمانی اللہ کی تسبیح اور سجدے کے وقت دوسرے تمام عالم کی مانند ہے تمام اعضائے بدن اس کی تسبیح میں گویا ہیں کیا تم انھیں دیکھتے نہیں کہ وہ جن نفوس کے تابع تھے قیامت کے دن اُنھیں کے خلاف ان کی کھال، ان کے ہاتھ، ان کے پاؤں، ان کی زبانیں، ان کے کان، ان کی آنکھیں اور تمام قوتیں گواہی دیں گی۔ اقتدار اور حکم صرف اللہ کا ہے جو بلند و بالا اور بزرگ و برتر ہے اور اس بارے میں ہم مزید گفتگو انشاء اللہ سورۂ نور کے ذیل میں کریں گے۔

۵۱-وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ -

اور اللہ نے کہا دیکھو تم دو خدا نہ بناؤ، خدا تو بس ایک ہی ہے

اس آیت میں دو مقامات پر عدد کی تاکید ہے تا کہ اس جانب توجہ مبذول کرائی جائے اس لیے کہ اگر تم یہ کہو گے کہ ''وہ معبود'' تو یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ تم نے الہیت کو ثابت کیا ہے وحدانیت کو نہیں۔

فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ -

لہٰذا صرف مجھی سے ڈرتے رہو

گویا کہ کہا گیا: کہ میں ہی وہ ہوں لہٰذا صرف مجھی سے ڈرو میرے غیر سے نہ ڈرو۔ [۱]

۵۲-وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ -

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ تخلیق کے اعتبار سے اور ملکیت کے لحاظ سے۔

وَلَهُ الدِّيْنُ -

اور اسی کی اطاعت

وَاصِبًا ۭ -

لازم ہے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ''واصباً'' کے معنی ہیں ''واجباً'' یعنی لازم اور ضروری ہے۔ [۲]

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ -

کیا تم اللہ کے غیر سے ڈرو گے؟

---

(۱) البیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۵۸ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۲ ح ۳۷

۵۳۔ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۔

اور تمھارے پاس جو نعمت بھی ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ نعمت سے مراد صحت، وسعتِ رزق اور عافیت ہے۔ [1]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کے لیے کھانے اور لباس کے علاوہ بھی اللہ کی طرف سے نعمت ہے تو اس کے عمل میں کوتاہی ہے اور اس کا عذاب قریب ہے۔ [2]

ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۔

پھر جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اسی سے آہ وزاری کرتے ہو

جئر کے معنی ہیں دعا اور فریاد کے وقت آواز بلند کرنا۔

۵۵۔ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۔

تاکہ ہم نے جو نعمتیں انھیں دی ہیں ان کی ناشکری کریں

ان پر سے مصیبت کے ٹل جانے کی نعمت گویا کہ انھوں نے شرک کر کے نعمت کو جھٹلایا ہے اور اس بات کا انکار کیا ہے کہ یہ نعمت اللہ کی جانب سے تھی۔

فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۔

خیر چند روز مزے اڑا لو عن قریب تمھیں پتا چل جائے گا

یہ دراصل ایک طرف کی تہدید اور تنبیہ ہے۔

(۱) تفسیر قمیؒ ج۱ ص ۳۸۶ (۲) تفسیر قمیؒ ج۱ ص ۳۸۱ (یہ روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے)

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝۵۶

وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۵۷

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝۵۸

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۵۹

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶۰

ع ۱۰ / ۱۳

وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۶۱

۵۶- یہ لوگ جن (بتوں) کی حقیقت سے ناآشنا ہیں ان کے حصے ہمارے دیے ہوئے رزق سے قرار دیتے ہیں خدا کی قسم تمھاری من گھڑت باتوں کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔

۵۷- یہ لوگ خدا کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ اور خود اُن کے لیے جو وہ چاہیں۔

۵۸- اور اُن میں سے کسی کو جب بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری ملتی ہے تو غصے کے مارے اس کے چہرے کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے۔

۵۹- اس بری بشارت کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے سوچتا ہے ذلت کے ساتھ بیٹی کو روکے رہے یا اسے مٹی میں گاڑ دے۔ دیکھو یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

۶۰- بری صفات سے متصف کیے جانے کے اہل تو وہ لوگ ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ کے لیے بلند و بالا صفات ہیں اور وہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔

۶۱- اگر اللہ لوگوں کی زیادتیوں پر فوراً مواخذہ کرتا تو پھر روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن وہ سب کو ایک مقررہ وقت تک کے لیے مہلت دیتا ہے لیکن جب وہ وقت آ جاتا ہے تو پھر ایک ساعت کے لیے

نہ تاخیر ہوتی ہے اور نہ تقدیم۔

۵۶-وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ-

اور یہ لوگ جن بتوں کی حقیقت سے ناآشنا ہیں ان کے لیے قرار دیتے ہیں

ان معبودوں کے لیے جنھیں کچھ علم نہیں یا انھیں اُن معبودوں کا کچھ علم نہیں۔

نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ-

حصے ہم نے زراعت اور چوپایوں میں سے انھیں جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ عرب کے لوگ بتوں کے لیے اپنی زراعت اپنے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں میں سے حصے متعین کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس عمل کو مسترد کر دیا۔[1]

تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ -

خدا کی قسم تمھاری من گھڑت باتوں کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا

یہ کہ یہ اصنام (بت) معبود ہیں اور یہ کہ یہ بت اہل ہیں کہ ان سے تقرب حاصل کیا جائے اور یہ در حقیقت اس بارے میں وعید اور سرزنش ہے۔

۵۷-وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ - اور یہ لوگ خدا کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ قریش نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔[2]

سُبْحٰنَهٗ - سبحان اللہ۔ اس لفظ کے ذریعے ان کے قول سے اللہ کی پاکیزگی کا بیان ہے یا اُن کی اس بات پر تعجب کا اظہار ہے۔

وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ - اور خود اُن کے لیے جو چاہیں یعنی بیٹے

۵۸-وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثٰى - اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی ولادت کی خبر دی جاتی ہے

ظَلَّ - تو ہو جاتا ہے

وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا - اس کا چہرہ سیاہ سخت غم کی وجہ سے اور لوگوں سے شرم کے سبب

وَّهُوَ كَظِيْمٌ - اور وہ غصے سے بھر جاتا ہے لڑکی کی ولادت کی وجہ سے

۵۹-يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ - وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے

مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ - اس بری خبر کی وجہ سے جو اُسے دی گئی ہے

أَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ - کیا ذلت کے ساتھ اسے زندہ چھوڑ دے، رہنے دے

أَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ - یا اسے مٹی میں گاڑ دے، مٹی میں چھپا دے

(۲،۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۶

اور اسے زندہ زمین میں دفن کردے۔

اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ - یہ لوگ کتنا برا فیصلہ کررہے ہیں

یعنی وہ اللہ جو اولاد سے ماورا ہے اس اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کررہے ہیں جن کے نزدیک بیٹیوں کی یہ منزلت ہے۔

۶۰- لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ -

بری صفات سے متصف کیے جانے کے اہل تو وہ لوگ ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے

مَثَلُ السَّوْءِ سے مراد ہے بری صفت اور وہ ہے اولاد کی ضرورت بیٹے سے مدد کی تمنا اور بیٹی سے کراہت اور بھوک اور ننگ و عار کے خوف سے انھیں زمین میں زندہ گاڑ دینا۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى -

اور اللہ کے لیے بلند و بالا صفات ہیں اور یہ خدائی صفات ہیں اللہ بیوی اور اولاد سے مستغنی ہے اور وہ مخلوقین کی صفات سے پاک و پاکیزہ ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ - اور وہ غالب اور صاحب حکمت ہے

وہ کمال قدرت اور حکمت میں منفرد اور یکتا ہے

۶۱- وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ -

اگر اللہ لوگوں کے ظلم یعنی کفر وعصیان کے سبب ان کا مؤاخذہ کرنے لگتا

مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا - تو پھر روئے زمین پر ہرگز نہ چھوڑتا

مِنْ دَآبَّةٍ -

کسی متنفس کو ان کے ظلم کی بدبختی کے سبب، یا کسی ایسے متنفس کو نہ چھوڑتا جو ظالم ہو

وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى -

لیکن وہ سب کو ایک مقررہ مدت تک کے لیے مہلت دیتا ہے کہ وہ پیدا ہوتے ہیں

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ - لیکن جب وہ وقت آجاتا ہے

لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ -

تو پھر ایک ساعت کے لیے نہ تاخیر ہوتی ہے نہ تقدیم۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ۸ ۵ ۱۴

وَ اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾

۶۲۔ یہ جو چیزیں وہ اللہ کے لیے تجویز کر رہے ہیں خود اپنے لیے انھیں پسند نہیں کرتے اُن کی زبانیں غلط بیانی کر رہی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے کوئی شک نہیں کہ ان کے لیے آتش جہنم ہے اور یہ سب سے پہلے اس میں پہنچائے جائیں گے۔

۶۳۔ خدا کی قسم ہم آپ سے پہلے بہت سی امتوں میں رسول بھیج چکے ہیں، شیطان نے ان امتوں کے اعمال آراستہ کر کے انھیں دکھائے وہی آج ان کا سرپرست بنا ہوا ہے اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۶۴۔ اے نبی ہم نے آپ پر کتاب اس لیے نازل کی ہے تاکہ جن امور میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ اس کی وضاحت کردیں اور یہ کتاب صاحبانِ ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

۶۵۔ اور اللہ نے آسمان سے پانی کو نازل کیا اور اس پانی کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندہ کردیا اس میں نشانی ہے اس قوم کے لیے جو سنتی ہے۔

۶۶۔ اور تمھارے لیے چوپایوں میں عبرت کا سامان ہے اُن کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان ایک چیز ہم تمھیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے نہایت خوش گوار ہے۔

۶۲- وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُونَ -

اور جو چیزیں وہ اللہ کے لیے تجویز کر رہے ہیں خود اپنے نفوس کے لیے ان چیزوں کو پسند نہیں کرتے یعنی بیٹیاں، ریاست میں شرکت، انبیاء کا وجود، گھٹیا مال ومتاع۔

وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ -

اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی زبانیں غلط بیانی کر رہی ہیں

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ ان کی زبانیں جھوٹی ہیں۔[1]

اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى -

کہ اللہ کے پاس اُن کے لیے کسی قسم کی بھلائی اور بہتری ہے جیسے ان میں سے کوئی یہ کہے "اگر میں اپنے ربّ کے پاس واپس جاؤں گا تو اس کے پاس میرے لیے بھلائی کا سامان ہے"

لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ -

کوئی شک نہیں کہ اُن کے لیے آتش جہنم ہے

ان کے کلام کی تردید ہے اور اس کلام کی ضد کو ثابت کرنا مقصود ہے۔

وَاَنَّهُمْ مُفْرَطُوْنَ -

اور یہ لوگ بہت جلد سب سے پہلے آتش جہنم تک پہنچائے جائیں گے

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ ان پر عذاب نازل ہوگا۔[2]

۶۳- تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ -

خدا کی قسم ہم نے آپ سے پہلے بہت سی امتوں میں رسول بھیجے ہیں

فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ -

شیطان نے ان امتوں کے اعمال آراستہ کر کے انھیں دکھائے تو ان لوگوں نے اپنی برائیوں پر اصرار کیا اور رسولوں کا انکار کیا

فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ -

وہی آج کے دن ان کا ساتھی یا ناصر ہے یعنی ایسے لوگوں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ -

اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے

۶۴- وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ -

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۸۶ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۸۷

اور اے نبی ہم نے آپ پر کتاب اس لیے نازل کی ہے

اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ -

تا کہ جن امور میں یہ اختلاف کر رہے ہیں یعنی مبدا (آغاز) معاد (انجام آخرت) حلال اور حرام وغیرہ آپ ان سب کی وضاحت کر دیں۔

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ-

اور یہ کتاب صاحبانِ ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

۶۵-وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً -اور اللہ نے آسمان سے پانی کو نازل کیا

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا -

زمین کے بنجر ہو جانے کے بعد اس میں طرح طرح کے نباتات اگائے اسے زندگی عطا کر دی

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ-

اس میں نشانی ہے اس قوم کے لیے جو تدبر اور انصاف کے ساتھ سنتی ہے

۶۶-وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً - اور تمھارے لیے چوپایوں میں عبرت کا سامان موجود ہے

اس سے عبرت حاصل کر کے جہالت سے علم تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ - اُن کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ ہم تمھیں پلاتے ہیں

بطونہ میں "ہ" کی ضمیر مذکر ہے لفظ کے اعتبار سے یعنی انعام کو مذکر قرار دیا ہے اور یہی "انعام" سورۂ مومنون آیت ۲۱ میں بصورت مؤنث آیا ہے اسے معنی کے اعتبار سے مؤنث قرار دیا گیا کیوں کہ وہ اسم جمع ہے۔

مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ - گوبر اور خون کے درمیان سے جو اسے گھیرے ہوئے ہیں

لَّبَنًا خَالِصًا-

خالص دودھ جس میں نہ تو خون کا رنگ شامل ہوتا ہے اور نہ ہی گوبر کی بدبو آتی ہے اور دودھ میں گوبر اور خون کی ذرّہ برابر ملاوٹ نہیں ہوتی۔

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا اَلْفَرْثُ مَا فِي الْكَرْش۔ گوبر وہ ہے جو اوجھڑی میں ہوتا ہے۔[1]

سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ -

جو پینے والوں کے لیے نہایت خوش گوار ہے۔ حلق میں آسانی سے گزر جاتا ہے اُتر جاتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ پیتے وقت کسی کو اُچھو نہیں لگتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے "لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ"[2]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۷ (۲) الکافی ج ۶ ص ۳۳۶ ح ۵

وَ مِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِیۡلِ وَ الۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾

وَ اَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ﴿۶۸﴾

ثُمَّ كُلِیۡ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُكِیۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِیۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۶۹﴾

۶۷- اسی طرح کھجور اور انگور کے کچھ پھل ایسے ہیں جن سے تم نشہ آور اشیاء بناتے ہو اور پا ـیزہ رزق بھی تیار کرتے ہو بے شک اسی میں صاحبانِ عقل کے لئے ایک نشانی موجود ہے۔

۶۸- اور آپ کے ربّ نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ تم اپنا گھر پہاڑوں، درختوں اور ان چھپّروں میں بناؤ جہاں لوگ بیلیں چڑھاتے ہیں۔

۶۹- پھر ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس لو اور اپنے ربّ کے راستوں پر تابعداری کے ساتھ چلتی رہو، اس کے شکم سے ایسا شربت نکلتا ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اُس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، یقیناً اس میں صاحبانِ فکر وفہم کے لئے ایک نشانی ہے۔

۶۷- وَ مِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِیۡلِ وَ الۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا۔

اسی طرح کھجور اور انگور کے پھل ایسے ہیں جن سے تم نشہ آور اشیاء بناتے ہو

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد "خمر" (شراب) ہے۔ [۱]

اور تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد "خل" (سرکہ) ہے۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت، آیتِ تحریم سے پہلے نازل ہوئی تھی اور اس کے نازل ہونے کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ [۳]

اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ سکراً سے مراد خمر (شراب) ہے اور یہ لفظ دونوں معانی یعنی شراب اور سرکہ کا مفہوم لئے ہوئے ہے اور خمر بنانے کے ارادے سے اس وقت اس کی حلیت (حلال ہونا) لازم نہیں آتی کہ اس

---

(۱) طبرسی مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۷۱ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۸۷

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۳-۲۶۲ ح ۴۰

کی تحریم کے بیان سے پہلے کوئی عتاب (ملامت) اور کوئی احسان ہو اور یہاں نسخ کا مفہوم نسخ سکوت ہے تو اس میں کوئی منافات (مخالفت) نہیں پائی جاتی جو یہ آیا ہے کہ یہ کبھی بھی حلال نہیں تھی اور رزقِ حَسَن کے مقابلے میں سُکر کا لانا درحقیقت اس کی برائی پر تنبیہ کرنا مقصود ہے۔

وَّرِزْقًا حَسَنًا -

اور پاکیزہ رزق بھی تیار کرتے ہو، جیسے کھجور، کشمش، خشک انجیر اور انگور کا گاڑھا شیرہ بناتے ہو

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ -

بے شک اس میں صاحبانِ عقل کے لئے ایک نشانی موجود ہے

۶۸ - وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ -

اور آپ کے ربّ نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی یعنی الہام کیا اور اس کے دل میں یہ بات ڈال دی اس لئے کہ شہد کی مکھی کی عمدہ صنعت اور کاریگری اور اس کے امر کی تدبیر کی لطافت میں اور باریک بینی سے اس کا مطالعہ و معائنہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ سب دلائلِ واضحہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہد بنانے کا علم اسے ودیعت کر دیا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وحی کے معنی ہیں الہام کرنا۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے بھی ایسی ہی روایت وارد ہوتی ہے۔ [۲]

اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ -

کہ تم اپنا گھر پہاڑوں، درختوں اور ان چھپروں پر بناؤ جہاں لوگ بیلیں چڑھاتے ہیں

یعرشون کا مفہوم ہے کہ جس جگہ انگور کی بیلیں چڑھاتے ہیں یا اس سے مراد چھت ہے۔

۶۹ - ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ -

پھر ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس لو جس پھل کی طرف تمھاری طبیعت مائل ہو خواہ وہ میٹھا ہو یا ترش

فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ -

اور تم اپنے ربّ کے بتائے ہوئے راستوں پر گام زن رہو جو اس نے شہد کا عمل انجام دینے کے لئے متعین کر رکھا ہے اور تمھیں اس کا الہام کر دیا ہے

ذُلُلًا -

اللہ نے تمھارے لئے جسے تمھارے زیرِ نگیں اور ہموار کر دیا ہے "یا" تم ان راہوں پر اطاعت کرتے ہوئے چلتی رہو جس کا اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۸۷ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۳ ح ۴۱

يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ -

اس کے شکم سے ایسا شربت نکلتا ہے

یعنی شہد جسے لوگ پیتے ہیں۔

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ -

وہ مختلف رنگوں میں ہوتا ہے، سفید، زرد، سرخ اور کالا

فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ -

اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے

کتاب کافی اور کتاب خصال میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ شہد کا چاٹنا ہر بیماری سے شفا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ شہد قرآن کی قرأت کے ساتھ ساتھ لوبان چبانے سے بھی بلغم کو پگھلا دیتا ہے۔ [۱]

کتاب عیون میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ تین چیزیں حافظے کو بڑھاتی ہیں اور بلغم کو لے جاتی ہیں اور آپ نے انھی تینوں چیزوں کا ذکر کیا۔ [۲] (یعنی شہد کھانا۔ تلاوت قرآن کرنا اور لوبان چبانا)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اگر کسی شے میں شفا ہے تو وہ حجام کے نشتر میں اور شہد کے شربت میں ہے۔ [۳]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص شہد کا شربت تمہارے پاس بطور ہدیہ لاتا ہے تو اسے رد نہ کرو اور اس کے ہدیئے کو قبول کرلو۔ [۴]

سورۂ نساء کی آیت ۴ کے ذیل میں شہد سے شفا حاصل کیے جانے سے متعلق حدیث بیان کی جاچکی ہے۔ [۵]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ شہد کی مکھی کے بارے میں اور شہد پر اعتبار کرنے کی کئی وجوہات ہیں جن میں یہ وجہ بھی ہے کہ شہد مکھی کے منہ سے نکلتا ہے۔

اور وجہ یہ بھی ہے کہ شفا کو زہر کی جگہ پر رکھ دیا گیا ہے اس لئے کہ شہد کی مکھی ڈستی ہے اور اُن وجوہات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی میں انوکھی اور عجیب وغریب چیزیں رکھ دی ہیں اور اس کے مزاج اور طبیعت میں بھی انوکھی چیزوں کو ودیعت کردیا ہے اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر گروہ کے لئے ایک یعسوب مقرر کر رکھا ہے جو اُن کا امیر اور سردار ہوتا ہے وہ ان شہد کی مکھیوں کے آگے آگے رہتا ہے اور ان کی حمایت ونصرت کرتا ہے اور اُن کے امر کی تدبیر کرتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا ہے اور یہ

---

(۱) الخصال ص ۶۲۳ ح ۱۰ (۲) عیون اخبار الرضاج ۲ ص ۳۸ ح ۱۱۱ (۳) عیون اخبار الرضاج ۲ ص ۳۵ ح ۸۳

(۴) عیون اخبار الرضاص ۳۶ ح ۸۵ (۵) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۲۱۸ ح ۱۵

مکھیاں اُس کا اتباع کرتی ہیں اور اُس کے نشاناتِ قدم پر رواں دواں رہتی ہیں اور اگر وہ یعسوب ان کے درمیان نہ رہے تو ان مکھیوں کا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے اور ان کا سہارا جاتا رہتا ہے اور وہ مکھیاں اِدھر اُدھر بکھر جاتی ہیں اور اسی مفہوم کی جانب غالباً امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے قول أنا یعسوب المومنین (میں مومنین کا یعسوب ہوں) میں اشارہ فرمایا ہے۔[1]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہم ہی وہ ''نحل'' ہیں جن کی طرف اللہ نے وحی کی ہے کہ ''اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا'' ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم عرب کے لوگوں کو اپنا پیروکار بنائیں ''وَّ مِنَ الشَّجَرِ'' یعنی عجم کے لوگوں کو ''وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ'' اس سے مراد چاہنے والے اور محب ہیں اور ''یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ'' سے مراد وہ علم ہے جو ہمارے ذریعے سے تم تک پہنچتا ہے۔[2]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''نحل'' سے مراد ائمہ ہیں ''جبال'' سے عرب اور ''شجر'' سے موالی (آزاد کردہ غلام یا محبت کرنے والے) اور مِمَّا یَعْرِشُوْنَ سے مراد اولاد اور وہ غلام ہیں جنھیں آزاد نہیں کیا گیا لیکن وہ اللہ، اللہ کے رسول اور ائمہ سے محبت کرتا ہو شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ سے مراد وہ مختلف اقسام کے علوم ہیں جنھیں ائمہ علیہم السلام اپنے شیعوں کو سکھاتے ہیں ''فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ'' فرمایا کہ علم میں لوگوں کے لئے شفا ہے اور الناس سے مراد شیعہ ہیں اور ان کے علاوہ دیگر افراد ہیں اللہ اُن سے اچھی طرح آگاہ ہے اور اگر ایسا ہو جیسا کہ سمجھا جاتا ہے کہ جس شہد کو لوگ کھاتے ہیں اگر اس میں سے کوئی بیمار اسے کھالے یا پی لے تو اسے شفا مل جائے گی۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ'' اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا اس کے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی درحقیقت شفا علم قرآن میں پنہاں ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ (بنی اسرائیل: ۸۲) (اور ہم قرآن سے بتدریج نازل کرتے رہتے ہیں جس میں شفا اور رحمت ہے ان کے لیے جو صاحبانِ قرآن ہیں اور اس بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے اور صاحبانِ قرآن (قرآن کے اہل) ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے بندوں میں سے انھیں بنایا جنھیں منتخب کرلیا) (فاطر: ۳۲)[3]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔

یقیناً اس میں صاحبانِ فکر کے لئے ایک نشانی موجود ہے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۷۲ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۸۷

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۴۔۲۶۳ ح ۴۳

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾

ع۵

وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

۷۰-اللہ نے تمھیں پیدا کیا پھر وہ تمھیں دنیا سے اٹھالے گا، پھر تم سے کوئی بدترین عمر کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ تا کہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے بے شک اللہ علیم اور قدیر ہے۔

۷۱-اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے پھر جنھیں فضیلت دی گئی تھی وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں کی طرف پھیر دیں۔ تا کہ دونوں اس رزق میں برابر کے حصہ دار بن جائیں۔ کیا پھر وہ اللہ کی نعمت ہی کے منکر ہیں؟

۷۰-وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ-

اللہ نے تمھیں پیدا کیا پھر مختلف اوقات میں تمھیں وفات دے گا

وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ-

اور پھر تم میں سے کوئی بدترین عمر کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ پست ترین اور حقیر ترین عمر کے حصے میں پہنچ جاتا ہے یعنی ایسا بڑھاپا جو بچپن سے مشابہ ہو طاقت وقوت بھی کم ہوتی ہے اور عقل میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اُس سے مراد ۷۵ سال ہے۔ [1]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب بندہ سو سال کا ہو جاتا ہے تو یہ ارذل العمر کہلاتی ہے۔ [2]

کتاب خصال میں ایسی ہی روایت ہے فرمایا کہ روایت کی گئی ہے "ارذل العمر" وہ ہوتی ہے جس حد تک پہنچنے کے بعد اس کی عمر سات سالہ بچے جتنی ہو جاتی ہے۔

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ-

تا کہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اُس نے پہلے جو کچھ سیکھا ہوتا ہے اس بارے میں

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۷۲ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۷۹-۷۸

لاعلم ہوتا ہے۔

کتاب کافی میں حدیث ارواح کے ذیل میں اس آیت کو بیان کیا ہے پھر فرمایا اس وجہ سے جتنی ارواح ہیں اُن میں کمی واقع ہوجاتی ہے لیکن وہ شخص دین خدا سے باہر نہیں نکلتا۔ اس لئے جس خدا نے اسے عمل پر آمادہ کیا تھا اسی نے اسے ارذل عمر تک پہنچا دیا ہے وہ نماز کے اوقات کو نہیں پہچانتا اور شب کے وقت نماز تہجد پڑھنے پر قدرت نہیں رکھتا اور نہ ہی دن کے وقت نماز پڑھنے پر اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے پر قادر ہے تو یہ روح ایمان کی کمی کے باعث ہوتا ہے اور اس کا اسے کوئی نقصان نہیں اٹھانا پڑتا۔ [۱]

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ۔

بے شک اللہ جانتا ہے کہ تمھاری عمر کی کتنی مدت تمھارے لئے سزاوار اور مناسب ہے

قَدِيۡرٌ۔

اور تمھیں عمر کے اس حصے تک پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے۔

۷۱۔وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ‌ۚ۔

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے

تم میں سے کچھ دولت مند ہیں، کچھ محتاج ہیں، اور کچھ آقا ہیں جو اپنے غلاموں کے رزق اور ان کے علاوہ دیگر افراد کے رزق کے ذمہ دار ہیں اور ان میں سے کچھ خاندان غلامان کے فرد ہیں جن کا حال ان کے برعکس ہے۔

فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا بِرَآدِّىۡ رِزۡقِهِمۡ۔

پھر جنھیں فضیلت دی گئی تھی وہ ایسے نہیں کہ وہ اپنے رزق کو پھیر دیں۔عطا کردیں

عَلٰى مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ۔

اپنے غلاموں کی طرف

فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ‌ ؕ۔

تاکہ وہ دونوں اس رزق میں برابر کے حصہ دار بن جائیں

کہا گیا ہے اس کا مفہوم ہے کہ آقا اور غلام دونوں برابر ہوں اللہ نے ان سب کو رزق دیا ہے لہٰذا وہ سب اس کے رزق میں برابر کے شریک ہیں لہٰذا آقا کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ وہ غلاموں کو اپنے پاس سے رزق دے رہا ہے وہ تو اللہ کا دیا ہوا رزق ہے اللہ نے اُس کے ذریعے سے اُن غلاموں تک پہنچایا ہے۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آقا کو جو زیادہ رزق دیا گیا ہے وہ غلاموں تک نہیں پلٹتا ہے تاکہ وہ دونوں کھانے اور لباس میں مساوی ہوجائیں۔[۳]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۳۸ ح ۱۶ باب الکبائر (۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۹۸ (۳) جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۹۹

اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے تمھیں رزق میں متفاوت قرار دیا ہے اللہ نے تمھیں تمھارے غلاموں سے بہتر رزق عطا کیا ہے حالاں کہ وہ بھی تمھارے جیسے بشر ہیں اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو نعمتیں عطا کی ہیں تم ان غلاموں اور اپنے درمیان مساوات اور برابری قائم نہیں کرتے ہو اور تم ان کو اس نعمت میں شریک نہیں بناتے ہو اور خود کے لئے اس بات پر راضی نہیں ہو تو سوچو تم کیسے پسند کرتے ہو کہ جو اللہ کا غلام ہے اسے اللہ کی الوہیت میں شریک بنا دو اور جس طرح تم اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہو عبادت اور قرب میں ان کی جانب توجہ مبذول کرنے لگو۔ [۱]

اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ یَجۡحَدُوۡنَ۔

پھر تو وہ اللہ کی نعمت ہی کے منکر ہیں

اللہ نے اُن کے اس عمل کو نعمت کے انکار میں شمار کیا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کھانے کی کوئی چیز اپنے لئے مخصوص کرلے اور اپنے عیال کو اس سے محروم کردے۔ [۲]

تفسیر جوامع میں ابوذر سے یہ منقول ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ وہ سب تمھارے بھائی ہیں جو کچھ تم پہنو وہی انھیں پہناؤ، جو کچھ تم کھاؤ وہی انھیں کھلاؤ اس کے بعد اس کا غلام نظر نہیں آئے گا مگر یہ کہ اس کی ردا اُس کی ردا اور اِس کا تہبند اُس کا تہبند ہوگا اور اس میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوگا۔ [۳]

---

(۱) طبرسی جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۹۸ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۸۷ (۳) جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۹۹

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

۷۲۔اور اللہ نے تمھارے لئے تمھاری جنس سے ہی بیویاں بنائیں اور تمھاری بیویوں سے تمھیں بیٹے اور پوتے عطا کیے اور تمھیں پاک و پاکیزہ رزق سے نوازا پھر بھی کیا یہ لوگ باطل کو تسلیم کرتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

۷۳۔اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان (بتوں) کی پرستش کرتے ہیں جنھیں آسمانوں اور زمین میں سے ان کے لئے رزق کا کوئی اختیار نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں۔

۷۴۔تم اللہ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو بے شک اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے ہو۔

۷۲۔وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا۔

اور اللہ نے تمھارے لئے تمھاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں

تاکہ تم ان سے مانوس رہو اور تمھاری اولاد تمھاری ہی طرح ہو۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ حوّا کو آدم سے بنایا۔ [۱]

نوٹ از مترجم: یعنی اس مٹی سے بنایا جس سے آدم کو بنایا تھا جو مٹی بچ گئی اس سے حوّا کو خلق فرمایا۔

وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً۔

اور تمھاری بیویوں سے تمھیں بیٹے اور پوتے عطا کیے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں ''حَفَدَةً'' سے مراد بیٹی کی اولاد ہے اور ہم رسول کے نواسے ہیں۔ [۲]

اور دوسری روایت میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے ''بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً'' کے بارے میں فرمایا کہ بَنین ہی حفدہ ہیں یعنی مددگار جو بیٹے ہوتے ہیں۔ [۳]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۷ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۴ ح ۴۶ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۴ ح ۲

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس سے مراد داماد یعنی اس شخص کی بیٹیوں کے شوہر ہیں۔ ۱

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ "حفدة" سے مراد داماد ہیں۔ ۲

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ "حافد" کے معنی ہیں جو خدمت اور اطاعت میں پیش پیش ہو۔

وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ - اور تمھیں پاک و پاکیزہ رزق سے نوازا۔ لذت بخش چیزیں کھانے کو عطا کیں

اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ - پھر بھی کیا یہ لوگ باطل کو تسلیم کرتے ہیں

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اصنام (بت) انھیں فائدہ پہنچائیں گے اور ان کی شفاعت کریں گے۔ ۳

وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ - اور وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں

یعنی اللہ کی وہ تمام نعمتیں جو نظر آرہی ہیں جن میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ نعمتوں کے انکار نے خاص طور سے انھیں اصنام کی طرف مائل کر دیا ہے یا اللہ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا تھا انھوں نے انھیں حرام بنا دیا ہے۔ ۴

۷۳- وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بت کسی چیز کے مہیا کرنے کا اختیار نہیں رکھتے خواہ وہ بارش کی صورت میں ہو یا نباتات کی شکل میں

وَّ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ - اور نہ ہی اس کی استطاعت رکھتے ہیں کہ وہ ان چیزوں کے مالک ہوں

کہا گیا ہے کہ یہ جائز ہے کہ ضمیر کفار کی طرف لوٹ رہی ہو یعنی وہ کفار باوجودے کہ زندہ ہیں جب کسی چیز کی استطاعت اور قدرت نہیں رکھتے تو پھر یہ بت جو جمادات ہیں کس امر پر قادر ہوں گے۔ ۵

۷۴- فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ - تم اللہ کے لئے مثالیں بیان نہ کرو

کہ جیسے اس کا شریک بنانے لگو یا اس پر کسی اور کا قیاس کرنے لگو اس لئے کہ ضرب المثل ایک حالت کی دوسری حالت سے تشبیہ کو کہتے ہیں۔

کہا گیا ہے وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی عبادت بادشاہ کی غلامی کرنا ہے اس کی عبادت کے سبب اسے عظمت ملی ہے۔ ۶

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ - بے شک اللہ چیزوں کی حقیقت سے واقف ہے اور اسی کو ضرب الامثال کا علم ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ - اور تم لوگ نہیں جانتے ہو۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۷۳ (۲) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۸۷ (۳) طبرسی جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۹۹
(۴) انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۶۳ (۵) طبرسی جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۹۹ (۶) انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۶۳

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا لَّا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّ مَنۡ رَّزَقۡنٰهُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنۡفِقُ مِنۡهُ سِرًّا وَّجَهۡرًا ؕ هَلۡ يَسۡتَوٗنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۵﴾

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيۡنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبۡكَمُ لَا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوۡلٰٮهُ ۙ اَيۡنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَاۡتِ بِخَيۡرٍ ؕ هَلۡ يَسۡتَوِىۡ هُوَ ۙ وَمَنۡ يَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾

ع ۱۰ / ۱۶

وَلِلّٰهِ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۷۷﴾

وَاللّٰهُ اَخۡرَجَكُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۸﴾

اَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الطَّيۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِىۡ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷۹﴾

۷۵-اللہ نے مثال دی ہے ایک غلام کی جو دوسرے کا مملوک (غلام) ہے وہ خود کوئی اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے جسے ہم نے اپنی جانب سے بہترین رزق عطا کیا ہے وہ اس میں سے پوشیدہ طور سے اور علانیہ خرچ کرتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں، ہر طرح کی حمد صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے مگر اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں۔

۷۶-اللہ نے ایک اور مثال دی ہے جیسے دو آدمی ہیں ان میں سے ایک گونگا بہرا ہے وہ کوئی کام نہیں کر سکتا اور اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے اسے وہ جہاں بھی بھیجتا ہے وہ کبھی خیر کی خبر نہیں لاتا کیا ایسا شخص اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور سیدھے راستے پر قائم ہے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

۷۷-آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم تو بس خدا کے پاس ہے اور قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ پلک

جھپکنے کی طرح ہے یا اس سے بھی زیادہ قریب بے شک اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔
۷۸-اللہ نے تم لوگوں کو تمھاری ماؤں کے شکموں سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور اس نے تمھیں کان دیے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیے تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔
۷۹-کیا انھوں نے کبھی پرندوں کو نہیں دیکھا کہ وہ فضائے آسمانی میں کس طرح مسخر ہیں اللہ کے سوا کس نے انھیں تھام رکھا ہے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں۔

۷۵-ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۔

اللہ نے مثال دی ہے ایک غلام کی جو دوسرے کا مملوک (غلام) ہے وہ خود کوئی اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے جسے ہم نے اپنی جانب سے بہترین رزق عطا کیا ہے وہ اس میں پوشیدہ طور سے اور علانیہ خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عبد مملوک اور جسے بہترین رزق عطا کیا گیا ہے جب یہ دونوں برابر نہیں ہیں جب کہ دونوں کی جنس ایک ہے اور خلقت میں ایک جیسے ہیں تو پھر وہ اصنام (بت) جو دیگر مخلوقت سے زیادہ درماندہ اور کمزور ہیں اور وہ اللہ جو بے پروا اور ہر شے پر قدرت رکھتا ہے کیسے برابر ہوسکتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ تمثیل اس کافر کی ہو جو تنہا اور بے سہارا ہے اور اس مومن کی ہو جسے توفیق حاصل ہے یا اس سے مراد جاہل اور وہ عالم ہو جسے سکھایا گیا ہے۔ [1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ ۔

ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے مخصوص ہے اس کے علاوہ کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہے چہ جائے کہ عبادت کا اس لئے کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ اسی کی ذات ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ - مگر اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں

وہ نعمتوں کو غیر خدا کی طرف نسبت دیتے ہیں اور خدائی میں دوسروں کو شریک بناتے ہیں۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ غلام کی طلاق اور اس کا نکاح جائز نہیں ہے جب تک اس کا آقا اجازت نہ دے سوال کیا گیا کہ اگر اس کے آقا نے طلاق دے کر اس کی شادی کسی سے کردی ہو تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ آقا کے ہاتھ میں ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ (اللہ نے مثال دی ہے ایک غلام کی جو دوسرے کا غلام ہے وہ خود کسی شے کا اختیار نہیں رکھتا) عَلٰی

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۶۴

شَیۡءٍ سے مراد طلاق ہے اور اس مفہوم سے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ (۱)

۷۶۔وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلَیۡنِ اَحَدُہُمَاۤ اَبۡکَمُ۔

اور اللہ نے ایک اور مثال دی ہے دو آدمی ہیں جن میں سے ایک گونگا بہرا ہے نہ کچھ سمجھتا ہے اور نہ ہی سمجھاتا ہے۔

لَا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ۔

وہ نہ کوئی کام کرسکتا ہے نہ ہی کوئی منصوبہ بنا سکتا ہے اس لئے کہ اس کی عقل کم ہے

وَّہُوَ کَلٌّ۔ اور وہ بوجھ بنا ہوا ہے اس کی زیر کفالت ہے

عَلٰی مَوۡلٰىہُ۔ اپنے آقا پر جو اس کے معاملے کی دیکھ بھال کرتا اور سنبھالتا ہے

اَیۡنَمَا یُوَجِّہۡہُّ۔ اس کا آقا اُسے جہاں بھی بھیجتا ہے اور اسے کوئی کام سپرد کرتا ہے

لَا یَاۡتِ بِخَیۡرٍ۔ وہ کبھی خیر کی خبر نہیں لاتا، کامیابی اور مقصد کی تکمیل کی خبر

ہَلۡ یَسۡتَوِیۡ ہُوَ وَمَنۡ یَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ۔ کیا ایسا شخص اور جو عدل کا حکم دیتا ہے دونوں برابر ہوسکتے ہیں

کیا ایسا شخص اور وہ جس کے حواس صحیح و سالم ہوں وہ لوگوں کو کافی فائدہ پہنچاتا ہو ہدایت یافتہ اور دیں دار ہو جو لوگوں کو عدل و انصاف اور خیر کا حکم دیتا ہو۔

وَہُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۔ اور وہ سیدھے راستے پر قائم ہے

وہ فی نفسہ دین قویم (معتدل، سیدھے) پر قائم ہے اور اچھی اور نیک سیرت کا مالک ہے اور احتمالات کے موقع پر اس قسم کی مثالوں سے سابقہ پڑتا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جو ہستی عدل کا حکم دیتی ہے اس سے مراد امیرالمومنین علیہ السلام اور ائمہ علیہم السلام ہیں۔ (۲)

۷۷۔وَلِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔

آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم تو اللہ کے پاس ہے

یعنی آسمانوں اور زمین کے بارے میں جو باتیں بندوں سے غائب ہیں اور ان کے بارے میں جو معلومات ان کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہیں۔

وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَۃِ۔ اور قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ تیز رفتاری اور آسانی میں

اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ۔

پلک جھپکنے کی طرح ہے جتنی دیر میں آپ کی پلک آنکھ کے حدقہ (آنکھوں کی سیاہی) کے اوپر سے نیچے آئے گی

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۵ ح ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۷

اَوْ هُوَ اَقْرَبُ۔ یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوگی اس لئے کہ وہ یکبارگی واقع ہوجائے گی

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ بے شک اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے

وہ اس بات پر قادر ہے کہ تمام مخلوقات کو یکبارگی زندہ کردے جس طرح وہ بتدریج انھیں زندگی عطا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

۷۸۔وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ۔

اور اللہ نے تمھاری ماؤں کے شکموں سے تمھیں اس طرح نکالا

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا۔ کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے

وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ۔

اور اس نے تمھیں کان دیے، آنکھیں دیں اور سوچنے سمجھنے والے دل دیے

یہ تمام آلات اس لئے عطا کیے تاکہ اُس جہالت کو دور کردے تم جس پر پیدا ہوئے تھے اور ان پر ان آلات کے ذریعے اور واسطے سے علم کا حصول ممکن ہو اور ان پر عمل کیا جاسکے۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ

تاکہ یکے بعد دیگرے تم پر جو انعام واکرام کیا ہے تم اسے جان لو اور پھر شکر ادا کرو۔

۷۹۔اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ۔ کیا انھوں نے کبھی پرندوں کو نہیں دیکھا

مُسَخَّرٰتٍ۔

کہ وہ کس طرح مسخر ہیں۔ وہ پرواز کے لئے کس طرح آمادہ ہیں کہ اللہ نے انھیں بال و پر عطا کیے ہیں اور ایسے اسباب مہیا کیے ہیں جن کی وجہ سے وہ پرواز کرسکتے ہیں۔

فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ۔ فضائے آسمانی میں ایسی فضاؤں میں جو زمین سے دور ہے

مَا يُمْسِكُهُنَّ۔ اس فضا میں ان پرندوں کو کس نے تھام رکھا ہے

اِلَّا اللّٰهُ۔ سوائے اللہ کے

اس لئے کہ پرندوں کے جسم کے بوجھ کا تقاضا تھا کہ وہ زمین پر گر پڑتے نہ تو ان پرندوں کے اوپر کوئی ایسی جگہ ہے جس میں وہ لٹک رہے ہوں اور نہ ہی اُن کے نیچے ایسا ستون ہے جس نے انھیں تھام رکھا ہو۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

اس سے بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں

اس لئے کہ مومنین ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡۢ بُيُوۡتِكُمۡ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُيُوۡتًا تَسۡتَخِفُّوۡنَهَا يَوۡمَ ظَعۡنِكُمۡ وَ يَوۡمَ اِقَامَتِكُمۡ ۙ وَ مِنۡ اَصۡوَافِهَا وَاَوۡبَارِهَا وَ اَشۡعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيۡنٍ ﴿۸۰﴾

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَكۡنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمۡ سَرَابِيۡلَ تَقِيۡكُمُ الۡحَرَّ وَسَرَابِيۡلَ تَقِيۡكُمۡ بَاۡسَكُمۡ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُسۡلِمُوۡنَ ﴿۸۱﴾

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۸۲﴾

يَعۡرِفُوۡنَ نِعۡمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنۡكِرُوۡنَهَا وَاَكۡثَرُهُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۸۳﴾

ع ۱۱ / ۱۷

۸۰- اور اللہ نے تمھارے لیے تمھارے گھروں کو جائے سکون بنایا ہے اور اس نے جانوروں کی کھالوں سے ایسے خیمے بنائے جنھیں تم سبک پا کر اپنے سفر و حضر میں کام میں لاتے ہو اور اس نے جانوروں کی اون، پشم اور بالوں سے ایک مقررہ مدت تک کے لئے گھر کے ساز و سامان اور کارآمد چیزیں بنا دیں۔

۸۱- اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمھارے لئے سایے کا اہتمام کیا اور پہاڑوں میں تمھارے لئے پناہ گاہیں بنائیں اور تمھیں ایسی پوشاکیں عطا کیں جو تمھیں گرمی سے بچاتی ہیں اور ایسی پوشاکیں بخشیں جو جنگ میں تمھاری حفاظت کرتی ہیں وہ اسی طرح اپنی نعمتیں تم پر مکمل کرتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔

۸۲- اب اگر یہ لوگ روگردانی کرتے ہیں تو اے محمدؐ آپ کا کام بس واضح پیغام رسانی ہے۔

۸۳- یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ کافر ہیں۔

۸۰- وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡۢ بُيُوۡتِكُمۡ سَكَنًا۔

اور اللہ نے تمھارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا ہے

سکن اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر تم اپنے قیام کے دوران رہتے ہو۔

وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُيُوۡتًا۔

اور اس نے جانوروں کی کھالوں سے ایسے گھر یعنی بڑے خیمے بنائے جو کھال، پشم، اون اور بال سے بنائے گئے ہیں

تَسْتَخِفُّوْنَهَا-

تم اسے ہلکا پاؤ گے اس کا اٹھانا، منتقل کرنا اس کا رکھنا اور اس کا لگانا تمھارے لئے بہت آسان ہوگا

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ - تمھارے کوچ کے دن اور سفر کے دوران

وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ - اور جب تم پڑاؤ ڈالتے ہو اور ٹھہرے رہتے ہو

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ - اور اس نے جانوروں کی اون، پشم اور بالوں سے

صوف یعنی اُون بھیڑ سے، وَبر یعنی پشم اونٹ سے اور شعر یعنی بال بکریوں سے ملتا ہے۔

اَثَاثًا - گھر کے ساز وسامان

جسے پہنا اور بچھایا جاتا ہے۔

وَّمَتَاعًا - اور جس سے منفعت حاصل ہوتی ہے

اِلٰى حِيْنٍ - ایک مقررہ مدت تک۔ ایک خاص زمانے تک

تفسیر قمیؒ میں ابی الجارود سے روایت ہے فرمایا کہ اَثَاثًا سے مراد مال ہے اور مَتَاعًا سے مراد منفعت ہے اور اِلٰى حِيْنٍ سے مراد اس کے پہنچنے کا وقت۔ [1]

۸۱-وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ - اور اللہ اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمھارے لئے بنایا

یعنی درختوں، پہاڑوں اور عمارات وغیرہ سے۔

ظِلٰلًا - سایہ جس کے ذریعے تم سورج کی حرارت سے محفوظ رہتے ہو

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا - اور تمھارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں بنائیں

ایسی جگہیں جہاں غاروں میں تم سکونت اختیار کرتے ہو اور اس میں تراشے ہوئے گھر قرار دیے۔

وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ -

اور تمھارے لئے ایسی پوشاکیں عطا کیں

وہ کپڑے جو روئی، کتان اور اون وغیرہ سے بنائے گئے تھے

تَقِيْكُمُ الْحَرَّ-

جو تمھیں گرمی سے بچاتی ہیں

دو ضدوں یعنی سردی اور گرمی میں سے صرف ایک کا ذکر کیا کیوں کہ ایک کا ذکر دوسرے پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں کے نزدیک گرمی سے بچنا نہایت اہمیت رکھتا تھا۔

وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ - اور ایسی پوشاکیں جو جنگ میں تمھاری حفاظت کرتی ہیں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج۱ ص ۳۸۸

یعنی زرہ اور جوشن اور لفظ 'سربال' ہر اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جسے زیب تن کیا جائے۔

كَذٰلِكَ - اور اسی طرح یعنی جس طرح اس نے ان تمام نعمتوں کی تکمیل کی جنھیں بیان کیا گیا

يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ - تم پر اپنی نعمتیں مکمل کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ -

تاکہ تم اس کی ظاہر ہونے والی نعمتوں کو دیکھ کر اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو

۸۲-فَاِنْ تَوَلَّوْا - پس اگر یہ لوگ روگردانی کریں

اعراض کریں اور اے نبیؐ آپ کی بات کو تسلیم نہ کریں۔

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ - تو اے محمدؐ آپ کا کام بس واضح پیغام رسانی ہے

آپ نے اسے پہنچا دیا اور آپ بری الذمہ ہوگئے۔

۸۳-يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ -

یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کردیتے ہیں اور اُن میں سے اکثر لوگ کافر ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم ہم ہی اللہ کی وہ نعمت ہیں اللہ نے جسے اپنے بندوں کو عطا کیا ہے اور جو بھی کامیاب ہوا وہ ہمارے سبب ہی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ [۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور وہ اس آیت کے بارے میں اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا (المائدہ: ۵۵) نازل ہوئی تو اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں سے کچھ افراد مسجد مدینہ میں جمع ہوئے اور انھوں نے ایک دوسرے سے کہا تم اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو ان میں سے کسی نے کہا کہ اگر ہم اس آیت کا انکار کرتے ہیں تو گویا کہ تمام آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور اگر ہم اس آیت کو مان لیتے ہیں تو اس میں ہمارے لئے ذلت ہے کہ آنحضرتؐ ہم پر علیؑ بن ابی طالب کو مسلط کر رہے ہیں انھوں نے کہا ہمیں معلوم ہے کہ محمد ﷺ اپنے قول میں صادق ہیں لیکن نہ ہم انھیں ولی مانیں گے اور نہ ہی علی کی اطاعت کریں گے ہمیں نبی نے جس بات کا حکم دیا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا تو اس وقت یہ آیت يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا نازل ہوئی یعنی یہ علیؑ کی ولایت کو پہچانتے ہیں۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے انھیں پہچان لیا پھر اُن کا انکار کردیا۔ [۳]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۸۸ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۲۷ ح ۷۷

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۶ ح ۵۵

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾

وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾

وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾

وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِ السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾

الربع — ع ۱۲/۱۸

۸۴۔ جس روز ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر کافروں کو نہ تو کوئی موقع دیا جائے گا اور نہ ہی ان سے توبہ و استغفار کا مطالبہ کیا جائے گا۔

۸۵۔ اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھ لیں گے تو نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی انہیں لحہ بھر کی مہلت دی جائے گی۔

۸۶۔ اور جنھوں نے دنیا میں شرک کیا تھا جب وہ اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے پروردگارا یہ ہیں ہمارے وہ شرکاء تجھ کو چھوڑ کر ہم جنھیں پکارا کرتے تھے اُن کے معبود اس بات کو مسترد کرتے ہوئے جواب دیں گے تم بالکل جھوٹے ہو۔

۸۷۔ اس دن یہ سب اللہ کے حضور سر تسلیم خم کر دیں گے اور ان کی تمام افترا پردازیاں ان سے گم ہوجائیں گی۔

۸۸۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب دیں گے اس وجہ

سے کہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔

۸۹۔اور جس دن ہم ہر امت میں انھی میں سے ایک گواہ اٹھا کر کھڑا کر دیں گے اور اے محمدؐ اُن سب پر ہم آپ کو بطور گواہ لے کر آئیں گے۔

اور ہم نے آپ پر جو کتاب نازل کی ہے وہ ہر چیز کی وضاحت کرتی ہے یہ کتاب ہدایت، رحمت اور سر تسلیم خم کرنے والوں کے لئے بشارت ہے۔

۸۴۔يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا۔ جس روز ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے

اور وہ گواہ اس امت کا نبیؑ یا امام ہوگا جو اس کا قائم مقام ہوگا وہ اُن کے حق میں ایمان کی اور ان کے خلاف کفر کی گواہی دے گا۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہر زمانے میں اور ہر امت کے لئے امام ہوتا ہے اور ہر امت کو اس کے امام کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ [1]

ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا۔

پھر کافروں کو معذرت خواہی کا کوئی موقع فراہم نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے گا اجازت کا مرحمت نہ کیا جانا اس جانب رہنمائی کرتا ہے کہ نہ تو ان کے پاس کوئی حجت و دلیل ہے اور نہ ہی معذرت خواہی۔

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ۔ اور نہ ہی ان سے توبہ اور استغفار کا مطالبہ کیا جائے گا یعنی طلبِ رضایت کی جائے گی یعنی اُن سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ جس طرح بھی ممکن ہو تم اپنے ربّ کو راضی کر لو۔

عُتْبٰی کے معنی ہیں رضامندی

۸۵۔وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ۔

اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھ لیں گے اور وہ عذاب ان کے لئے بوجھل ہوگا

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ۔

تو نہ اُن کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی انھیں لحہ بھر کی مہلت دی جائے گی

۸۶۔وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ۔

اور جب مشرکین اصنام اور شیاطین میں سے اپنے شریکوں کو دیکھیں گے

قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ۔

تو کہیں گے پروردگارا! یہ ہیں ہمارے وہ شرکاء تجھ کو چھوڑ کر ہم جنھیں پکارا کرتے تھے

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۷۸ و تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۸۸

یعنی ہم اُن کی عبادت یا اُن کی اطاعت کیا کرتے تھے۔

فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ۔

ان کے معبود اس بات کو مسترد کرتے ہوئے جواب دیں گے تم بالکل جھوٹے ہو

یعنی جن کی انھوں نے عبادت کی تھی وہ اللہ کی عطا کردہ قوت گویائی کی بنیاد پر انھیں جھٹلائیں گے کہ وہ اللہ کے شریک تھے اور یہ بات بھی واضح کریں گے کہ انھوں نے درحقیقت ان کی عبادت نہیں کی تھی بلکہ انھوں نے اپنی خواہشات کی پرستش کی تھی جیسا کہ اللہ کا قول ہے كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ (مریم: ۸۲) عن قریب وہ خود اُن کی عبادت کا انکار کردیں گے۔

۸۷۔وَأَلْقَوْا۔اور ظالم لوگ ڈال دیں گے

إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ۔

اللہ کے حضور اس روز سر تسلیم خم کر کے۔ دنیا میں انکار اور تکبر کرنے کے بعد اس کے حکم اور فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کردیں گے اور اس کے سامنے جھک جائیں گے

وَضَلَّ عَنْهُمْ۔ اور برباد ہوجائے گا، باطل ہوجائے گا ان سے جاتا رہے گا

مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔ وہ لوگ جو افترا پردازیاں کر رہے تھے

کہ اللہ کے شرکاء موجود ہیں جو اِن لوگوں کی مدد کریں گے اور ان کی شفاعت کریں گے

۸۸۔الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ۔

جو لوگ کافر ہوگئے اور دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکا۔ یعنی اسلام سے باز رکھا اور کفر کے علم بردار رہے

زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ۔

ہم انھیں عذاب پر عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے رکاوٹ ڈالی تھی اور یہ کہ اپنے کفر کے سبب وہ جس عذاب کے مستحق ہیں۔

بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ۔ اس لئے کہ رکاوٹیں ڈال کر وہ لوگوں میں فساد پھیلا رہے تھے

۸۹۔وَيَوْمَ نَبْعَثُ۔ اور جس دن ہم ہر امت میں انھی میں سے ایک شہید اٹھا کر کھڑا کردیں گے

وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ۔

اور اے محمدؐ ہم آپ کو ان سب پر بطور گواہ لے آئیں گے

عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ سے مراد ہے ائمہ پر لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ائمہ پر گواہ ہیں اور ائمہ لوگوں پر گواہ ہیں۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس مفہوم کی تحقیق ہم سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳ کے ذیل میں اور سورۂ نساء

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۶ ح ۵۷

آیت ۴۱ کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔

اور اے نبی ہم نے آپ پر جو کتاب نازل کی ہے وہ ہر چیز کی وضاحت کرتی ہے

تبیان کے معنی ہیں واضح طور سے اور نہایت بلیغ انداز میں وضاحت کرنا۔

وَهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

یہ کتاب ہدایت، رحمت اور سر تسلیم خم کرنے والوں کے لئے بشارت ہے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: خدا کی قسم ہم جانتے ہیں کہ آسمانوں میں کیا ہے؟ زمین میں کیا ہے؟ جنت میں کیا ہے؟ اور جہنم میں کیا ہے؟ اور ان کے درمیان کیا کچھ ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ میں مرقوم ہے پھر آپ نے اس آیۂ وافی ہدایہ کی تلاوت فرمائی۔[1]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (اعراف: ۱۴۵) (اور ہم نے الواح میں اُن کے لئے ہر شے لکھ دی) اور ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے تمام اشیاء کو نہیں لکھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (نحل: ۳۹) تاکہ اُن کے لئے وہ بات واضح کردے جس میں وہ اختلافات کرتے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (اے محمدؐ اُن سب پر ہم آپ کو بطورِ گواہ لے کر آئیں گے اور ہم نے آپ پر جو کتاب نازل کی ہے وہ ہر چیز کی وضاحت کرتی ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے میں اسے جانتا ہوں اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو جنت میں ہے اور جو کچھ جہنم میں ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے مجھے اُن سب کا علم ہے پھر آپ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوئے تو آپ نے یہ محسوس کیا کہ سننے والوں پر یہ بات گراں گزری ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب سے ہے اس نے فرمایا ہے "فیه تبیان کل شیء" (نوٹ: یہ اللہ تعالیٰ کے قول تبیاناً لکل شی سے اقتباس ہے)[2]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ہر شے کی وضاحت نازل فرما دی ہے یہاں تک کہ خدا کی قسم بندوں کی ضرورت کی تمام باتیں اس میں بیان کردی گئی ہیں کہ بندہ یہ نہ کہہ سکے کاش یہ بات قرآن میں نازل کردی جاتی الّا یہ کہ اللہ نے اسے قرآن میں نازل کر دیا ہے۔[3]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۲۶۱ ح ۵۸ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۶۱ ح ۲

(۳) الکافی ج ۱ ص ۵۹ ح ۱

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَ إِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۹۰﴾

وَ أَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۹۱﴾

وَ لَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۚ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبٰى مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۹۲﴾

۹۰۔ بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل، احسان اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرنے کا اور روکتا ہے بے حیائی، ناپسندیدہ کاموں اور ظلم و زیادتی سے وہ تمھیں وعظ کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

۹۱۔ اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو اور خبردار پختہ قسمیں کھا کر انھیں توڑ نہ دینا جب کہ تم نے اللہ کو اپنا ضامن بنایا ہے اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

۹۲۔ تمھاری حالت اس عورت کی طرح نہ ہو جائے جس نے بڑی محنت سے سوت کاتا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکر و فریب کا ذریعہ بناتے ہو تاکہ ایک قوم دوسری قوم سے بڑھ کر فائدہ اٹھائے اللہ اس عہد و پیمان کے ذریعے تمھیں آزمائش میں ڈالتا ہے اور وہ روز قیامت تمھارے تمام اختلافات کی حقیقت کو تم پر واضح کر کے رکھ دے گا۔

۹۰۔ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَ إِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى ۔

بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل، احسان اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرنے کا۔

إِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى یعنی قرابت داروں کو وہ کچھ دینا جس کی انھیں ضرورت ہو

وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ ۔ اور وہ روکتا ہے بے حیائی سے

یعنی ان باتوں سے جو حدود خداوندی سے تجاوز کر جائیں۔

وَالْمُنْكَرِ ۔

اور ناپسندیدہ کاموں سے عقل جن باتوں کو ناپسندیدہ قرار دیتی ہے

وَالْبَغْیِ ۔ اور ظلم و زیادتی سے

بغی کے معنی ہیں ناحق لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنا

کتاب معانی الاخبار اور تفسیر عیاشی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ عدل کے معنی ہیں انصاف کرنا اور احسان کا مفہوم ہے مہربانی کرنا۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ عدل سے مراد اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنا ہے اور احسان سے مراد امیر المومنین ہیں۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے ایسی ہی روایت مذکور ہے۔ [۳]

سعد امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ عدل سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے جس نے اُن کی اطاعت کی اس نے عدل کیا اور احسان سے علی علیہ السلام مراد ہیں جس نے اُن سے محبت کی اس نے نیک سلوک کیا اور نیک سلوک کرنے والا جنتی ہے وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی سے مراد ہمارے قرابت دار ہیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ہماری مودّت کا حکم دیا ہے۔

يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔

تمھیں وعظ کیا جاتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرلو

کتاب روضہ الواعظین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ میں اللہ نے مکمل تقویٰ کو یکجا کر دیا ہے۔ [۴]

کہا گیا ہے اگر قرآن میں اس آیت کے علاوہ کوئی اور دوسری آیت نہ ہوتی تو اس آیت پر صادق آتا (کہ یہ تبیانا لکل شیئ ہے) یعنی یہ ہر شے کی وضاحت کر رہی ہے۔ [۵]

۹۱۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۔

اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو اور خبردار پختہ قسمیں کھا کر انہیں توڑ نہ دینا جب کہ تم نے اللہ کو اپنا ضامن بنایا ہے۔

کفیل کے معنی ہیں گواہ اور نگہبان

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔

اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو کہ پختہ قسمیں کھا کر انھیں توڑ رہے ہو اور عہد کو پورا نہیں کر رہے ہو

۹۲۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا ۔

---

(۱) معانی الاخبار ص ۲۵۷ ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۷ ح ۶۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۷ ح ۶۱

(۳) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۲۶۸ ح ۲۶ (۴) روضۃ الواعظین ص ۴۳۷ (۵) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۶۷

اور تمھاری حالت اس عورت کی طرح نہ ہوجائے کہ جس نے سوت کاتا اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا

مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ - مضبوطی سے کاتنے اور بٹنے کے بعد

أَنكَٰثًا -

نکث کی جمع ہے بٹی ہوئی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کردینا

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس نے سوت کات کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا تھا وہ بنی تمیم بن مرہ کی ایک عورت تھی جس کا نام رَیطَہ بنتِ کعب بن سعد بن تمیم بن لوی ابن غالب تھا وہ احمق خاتون تھی وہ بالوں کو کاتتی تھی پھر اسے کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کردیتی تھی دوبارہ پھر کاتنے لگتی تھی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ''كَالَّتِي نَقَضَتۡ غَزۡلَهَا'' الخ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا اور عہد شکنی سے منع فرمایا لہٰذا ان لوگوں کے لئے یہ مثال بیان فرمائی۔ [1]

تَتَّخِذُونَ أَيۡمَٰنَكُمۡ دَخَلَۢا بَيۡنَكُمۡ -

تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکر وفریب کا ذریعہ بناتے ہو

دَخَلًا کا مفہوم ہے خیانت کرنا اور مکر وفریب کرنا۔ اس لئے کہ وہ لوگ عہد کرتے وقت خیانت کو چھپا کر رکھتے تھے اور لوگ ان کے عہد و پیمان سے اطمینان حاصل کرلیتے تھے ''دخل'' کے معنی ہیں کہ اس کا باطن ظاہر کے مخالف ہو اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایسی شے میں داخل ہوجائے جس کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔

أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرۡبَىٰ مِنۡ أُمَّةٍ -

تاکہ ایک قوم دوسری قوم سے بڑھ کر فائدہ اٹھائے یعنی تم عہد شکنی اس وجہ سے نہ کرو کہ تم ایک جماعت ہو یعنی قریش کے کفار جو تعداد میں زیادہ ہیں اور ان کے پاس وافر مال ہے ایک جماعت سے یعنی مومنین کی جماعت سے۔

إِنَّمَا يَبۡلُوكُمُ ٱللَّهُ بِهِۦ -

اللہ اس عہد و پیمان کے ذریعے تمھیں آزمائش میں ڈالتا ہے

اللہ تمھیں آزماتا ہے ان کے زیادہ فائدہ اٹھانے کہ سبب تاکہ وہ یہ دیکھے کہ آیا تم اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہو؟ یا تم دھوکہ کھا جاتے ہو قریش کی کثرت ان کی قوت و طاقت اور دولت و ثروت کی وجہ سے اور مومنین کی قلت ان کی کمزوری اور فقر کی وجہ سے۔

وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ مَا كُنتُمۡ فِيهِ تَخۡتَلِفُونَ -

اور وہ روز قیامت تمھارے تمام اختلافات کی حقیقت کو تم پر واضح کرکے رکھ دے گا

ایک طرح کی تنبیہ، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت سے چوکنا کرنا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج۱ ص ۳۸۹

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

۹۳۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور ضرور تم سے تمام عمل کی باز پرس ہوگی۔

۹۴۔ اے مسلمانو! تم اپنی قسموں کو باہمی دھوکہ دہی کا ذریعہ نہ بنا لینا کہ جم جانے کے بعد قدم کہیں اکھڑ نہ جائیں اور راہِ خدا سے روکنے کی پاداش میں تم برائی کا مزا چکھو اور عذاب عظیم کا سامنا کرو۔

۹۵۔ اور اللہ کا عہد تھوڑی قیمت میں نہ بیچو جو کچھ اللہ کے پاس سے وہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

۹۶۔ جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ضرور بالضرور ان کے عمل سے بہتر اجر دیں گے۔

۹۷۔ جس نے نیک عمل کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطے کہ وہ مومن ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور ہم ضرور ان کے عمل سے بہتر انھیں اجر و ثواب عطا کریں گے۔

۹۳۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک ہی امت بنا دیتا یعنی مسلمان اور مومن بنا دیتا

وَّ لٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ ۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اسے تنہا رہنے دیتا ہے

وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ - اور جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے
یعنی اسے ہدایت کی توفیق عطا کرتا ہے۔
وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ - اور ضرور تم سے تمام عمل کی باز پرس ہوگی
ایسے سوالات جن کے ذریعے سرزنش ہو اور بدلہ دیا جائے۔
۹۴-وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ -
اے مسلمانو! تم اپنی قسموں کو باہمی دھوکہ دہی کا ذریعہ نہ بنا لینا
وضاحت کے ساتھ اس بات کی ممانعت کی گئی ہے اور جس چیز سے روکا گیا ہے اس کے قبح کو تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔
فَتَزِلَّ قَدَمٌ - کہ کہیں قدم اکھڑ نہ جائیں اسلام کے راستے سے
بَعْدَ ثُبُوتِهَا - جب کہ اس راستے پر قدم جم چکے ہیں
یعنی تم ہدایت پالینے کے بعد ہدایت سے گمراہی کی طرف نہ چلے جاؤ
کہا جاتا ہے زَلَّ قَدَمُ فلان فی امر کذا کہ فلاں شخص کے قدم اکھڑ گئے فلاں معاملے میں جب وہ سیدھے راستے سے منحرف ہوجاتا ہے قَدَم سے مراد اَقدَام ہیں بصورتِ واحد لائے اور اسے نکرہ رکھا گیا تا کہ اس طرف توجہ دلائی جائے کہ ایک قدم کی لغزش بھی بہت بڑی ہے چہ جائے کہ بہت زیادہ قدموں کی لغزش ہو۔
وَتَذُوقُوا السُّوءَ - اور تم دنیا میں برائی کا مزا چکھو
بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ - راہِ خدا سے روکنے کی پاداش میں
تمھارے روکنے کی وجہ سے یا تم اپنے غیر کو اس سے روک دو اس لئے کہ اگر انھوں نے عہد شکنی کی ہے اور مرتد ہوگئے ہیں تو پھر عہد شکنی ایک روش بن جائے گی جسے لوگ اختیار کرنے لگیں گے۔
وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ - اور آخرت میں تمھارے لئے عذاب عظیم ہے
تفسیر جوامع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت ولایت علی علیہ السلام اور اُن کی بیعت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا سلّموا علی علیٍ بِإِمْرَةِ الْمُؤْمِنِين کہ علی کو امیر المومنین کی حیثیت سے سلام کرو۔ [۱]
۹۵-وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ - اور اللہ کا عہد فروخت نہ کرو
یعنی اللہ کا عہد اور اللہ کے رسول کی بیعت کو فروخت نہ کرو۔
ثَمَنًا قَلِيلًا - معمولی سی، تھوڑی سی متاعِ دنیا کے عوض

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۰۶

اِنَّمَا عِنۡدَ اللّٰهِ -

اس لئے عہد کو پورا کرنے کا ثواب اللہ کے نزدیک ہے

هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ -

وہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو

۹۶-مَا عِنۡدَكُمۡ - تمھارے پاس جو متاعِ دنیا ہے

يَنۡفَدُ - وہ ختم ہوجانے اور فنا ہوجانے والی ہے

وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ -

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے یعنی اس کی رحمت کے خزانے

بَاقٍ - باقی رہنے والا ہے وہ ختم نہیں ہوگا

وَلَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ -

اور ہم صبر کرنے والوں کو ضرور بالضرور اُن کے عمل سے بہتر جزا دیں گے

۹۷-مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ -

جس نے بھی نیک عمل کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطے کہ وہ مومن ہو

فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً -

ہم اسے ضرور دنیا میں پاک و پاکیزہ زندگی عطا کریں گے

یعنی وہ ضرور بالضرور دنیاوی زندگی عیش و آرام کے ساتھ پاکیزہ طریقے سے بسر کرے گا۔

تفسیر قمیؔ میں ہے فرمایا "اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرے گا۔" [1]

نہج البلاغہ میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام سے حیٰوۃ طیبہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے جواب دیا اس سے مراد "قناعت" ہے۔ [2]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ "حیٰوۃ طیبہ" سے مراد قناعت اور اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا ہے۔ [3]

وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ -

اور ہم ضرور ان کے عمل سے بہتر انھیں اجر و ثواب عطا کریں گے۔

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۹۰ (۲) نہج البلاغہ حکمت نمبر ۲۲۹

(۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۸۴

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۹۸﴾
إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۹﴾
إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾

ع ۱۳/۱۱ ۱۹

۹۸- پس جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطانِ رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کریں۔
۹۹- اُسے اُن لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔
۱۰۰- اس کا قابو تو بس انھی پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے ہیں اور جو اس کے بہکانے کی وجہ سے شرک کرتے ہیں۔

۹۸- فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ -

جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو۔ اس کی تلاوت شروع کرو

فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ -

تو شیطانِ رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو

تم اللہ سے دعا کرو کہ وہ تم شیطان کے وسوسوں سے اپنی پناہ میں رکھے تاکہ قرآن کی تلاوت کرتے وقت وہ تمھیں بہکا نہ سکے۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اُن سے سوال کیا گیا کہ میں تعوذ کس طرح کروں تو امام علیہ السلام نے فرمایا تم کہو أَسْتَعِيذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فرمایا رجیم تمام شیطانوں میں سب سے زیادہ خبیث ہے۔ [۲]

قرب الاسناد میں سدیر سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے مغرب کی نماز امام صادق علیہ السلام کے پیچھے پڑھی تو آپ نے بالجہر تعوذ کیا اور فرمایا اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم واعوذ باللہ ان یحضرون اس کے بعد بالجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا۔ [۳]

عامہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے "اعوذ باللہ السمیع العلیم مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" پڑھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا تم یہ کہو اعوذ باللہ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ جبرئیل نے مجھے اسی طرح پڑھ کر قلم سے اور لوحِ محفوظ سے سنایا تھا۔ [۴]

---

(۱) اقتباس از انوار التنزیل (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۰ ح ۶۷
(۳) قرب الاسناد ص ۱۲۴ ح ۴۳۶ (۴) انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۶۹ وعوالی اللالی ج ۲ ص ۴۷ ح ۱۲۴

اور ''استعاذہ'' کی تفسیر کتاب کے آغاز میں کی جا چکی ہے۔

کتاب کافی میں ہے کہ جب تم بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ رہے ہو تو اگر تم نے استعاذہ نہیں کیا ہے تو اس کی پروا نہ کیا کرو۔ [۱]

۹۹۔ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ ۔

اسے اُن لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا، اُن پر اس کا اقتدار نہیں ہوتا

عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۔

جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں

اس لئے کہ ایسے افراد اس (شیطان) کے احکام کو تسلیم نہیں کریں گے اور ان کی اطاعت نہیں کریں گے۔

۱۰۰۔ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ ۔

اس کا قابو تو بس انھی پر چلتا ہے جو اسے اپنا سرپرست بناتے ہیں

اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ۔

اور جو اُس کے بہکانے کی وجہ سے شرک کرتے ہیں

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم شیطان مومن کے بدن پر تو غلبہ حاصل کر لیتا ہے لیکن اس کے دین پر قابو نہیں پا سکتا شیطان حضرت ایوب علیہ السلام پر مسلط ہو گیا تو ان کی ہیئت کو تبدیل کر دیا لیکن اُن کے دین پر مسلط نہ ہو سکا اور امام علیہ السلام نے فرمایا وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ کا مفہوم ہے کہ شیطان ان مشرکین کے ابدان اور ادیان دونوں پر تسلط قائم کر لیتا ہے۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ شیطان ان مومنین کو ولایت سے دور نہیں کر سکتا جہاں تک گناہ اور اس سے مشابہت رکھنے والی چیزوں کا سوال ہے تو شیطان مومنین کی اسی طرح عیب جوئی کرتا ہے جس طرح اُن کے غیر کی بے آبروئی میں مشغول ہوتا ہے۔ [۳]

تفسیر قمیؒ میں بھی ایسی ہی روایت پائی جاتی ہے۔ [۴]

---

(۱) الکافی ج ۳ ص ۳۱۳ ح ۳ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۸۸ ح ۴۳۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۰۔۲۶۹ ح ۶۶

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۰ ح ۶۹ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۹۰

وَ اِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾

۱۰۱۔ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کر رہا ہے۔ تو کفار یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اسے خود گھڑ لیا ہے جب کہ ان کی اکثریت حقیقت سے ناآشنا ہے۔

۱۰۲۔ اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اس قرآن کو روح القدس آپ کے ربّ کی جانب سے حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہو۔

۱۰۳۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ انھیں کوئی بشر سکھاتا ہے یہ جس کی طرف غلط نسبت دیتے ہیں وہ عجمی ہے جب کہ یہ قرآن تو فصیح عربی زبان میں ہے۔

۱۰۱۔ وَ اِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ ۔

اور جب ہم ایک آیت کو منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسری آیت لے آتے ہیں

وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ ۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کر رہا ہے

اسے مصلحتوں کا علم ہے ہوسکتا ہے کہ ایک وقت جو چیز بہتری اور اچھائی کے لئے ہو وہ دوسرے وقت میں فساد اور خرابی کا باعث ہو جائے اور یہ اعتراض ہے تاکہ کفار کے قول یا ان کے حال پر سرزنش کی جائے۔

قَالُوْٓا ۔ کفار یہ کہتے ہیں

اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ ۔

کہ اے نبی آپ نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ آپ یہ اللہ کی طرف سے گھڑ کر پیش کرتے ہیں ایک بات کا حکم دیتے ہیں پھر آپ کے سامنے کچھ اور ظاہر ہوتا ہے تو آپ اُس بات سے روک دیتے ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جب بھی کوئی آیت منسوخ ہوتی تھی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہتے تھے اَنْتَ مُفْتَرٍ

"آپ نے اسے گھڑلیا ہے" اللہ نے اس بات کی تردید کی ہے۔ ۱

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ -

جب کہ ان کی اکثریت احکام کی حکمت سے نا آشنا ہے اور انھیں یہ معلوم نہیں کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح ہے؟

۱۰۲-قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ - اے نبی آپ فرمادیجیے کہ اسے جبرئیل امین لے کر آئے ہیں

مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ - آپ کے ربّ کی جانب سے حق کے ساتھ جس نے حکمت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے

لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - تا کہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے

تا کہ مومنین کو ایمان پر ثابت قدم رکھا جائے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس لئے کہ جب وہ ناسخ (دوسری کتابوں کو منسوخ کرنے والی کتاب) کو سنیں گے اور اس میں اصلاح اور حکمت کے جن امور کو ملحوظ رکھا گیا ہے اس میں غور وفکر کریں گے تو ان کے عقائد اور زیادہ پختہ ہوجائیں گے اور ان کے دلوں کو اطمینان حاصل ہوگا۔

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ - اور یہ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہو

مسلمین سے مراد ہے حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے۔

تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ روح القدس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور قدس مقدس اور طاہر کو کہا جاتا ہے۔ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ۲

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے روح القدس کو خلق فرمایا اور کسی ایسی مخلوق کو خلق نہیں کیا جو روح القدس سے زیادہ اللہ کا قرب رکھتی ہو اور اس سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم ہو جب اللہ کسی امر کو اس کی طرف القاء کرنا چاہتا ہے تو وہ نجوم کی طرف ڈال دیتا ہے اور وہ نجوم سے جبرئیل تک پہنچ جاتا ہے۔ ۳

۱۰۳-وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ -

یلحدون الیہ کے معنی ہیں اُس کی طرف تعلیم کی غلط نسبت دیتے ہیں

اَعْجَمِيٌّ - غیر واضح ہے۔ عجمی ہے

وَّهٰذَا - اور یہ قرآن

لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ -

توفصیح عربی زبان میں ہے۔ جس کی باتیں واضح ہیں اور وضاحت و بلاغت سے بھرپور ہے۔

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ جس زبان کی نسبت نبی کی طرف دیتے ہیں وہ ابی فُکَیْہِہ کی زبان تھی جو ابن حضرمی کا غلام تھا اور وہ عجمی زبان تھا اس نے نبی اکرم کا اتباع کیا تھا اور اُن پر ایمان لایا تھا اور اس کا تعلق اہلِ کتاب سے تھا قریش نے کہا تھا خدا کی قسم یہی محمدؐ کو سکھاتا پڑھاتا ہے اسی نے اپنی زبان میں انھیں سکھا دیا ہے۔ ۴

(۱-۲) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۹۰ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۰ ح ۷۰ (۴) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۳۹۰

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۙ لَا یَہۡدِیۡہِمُ اللّٰہُ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ مَنۡ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِیۡمَانِہٖۤ اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ وَ لٰکِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡکُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَیۡہِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۴۔ بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے تو اللہ ان کی رہنمائی نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۰۵۔ جھوٹ تو وہ لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے دراصل وہی لوگ جھوٹے ہیں۔

۱۰۶۔ جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کرے مگر جسے مجبور کر دیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن جس نے کفر کے لئے اپنا سینہ کھول دیا تو ایسے لوگوں پر اللہ کی جانب سے غضب ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

۱۰۴۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۙ ۔ بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے

اس بات کی تصدیق نہیں کرتے کہ یہ آیتیں اللہ کی جانب سے ہیں

لَا یَہۡدِیۡہِمُ اللّٰہُ ۔ تو اللہ اُن کی رہنمائی نہیں کرتا

نہ اُن پر لطف و کرم کرتا ہے اور نہ ہی ان کا ساتھ دیتا ہے بلکہ انھیں تنہا چھوڑ دیتا ہے۔

وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۔ اور ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہوگا

۱۰۵۔ اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۚ ۔

جھوٹ تو وہ لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے

اس لئے کہ یہ سزا سے نہیں ڈرتے جو انھیں اللہ سے دور کر دے گی یہ درحقیقت ان کے قول "اِنَّمَآ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ" کی تردید ہے یعنی جھوٹ گھڑنا تو اس کے لئے سزاوار ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتا اس لئے کہ ایمان جھوٹ سے روکتا ہے۔

وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ۔ اور دراصل یہی لوگ جھوٹے ہیں

۱۰۶۔ مَنۡ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِیۡمَانِہٖۤ اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ ۔

جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے مگر جسے مجبور کر دیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو یعنی اس کے عقیدے میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا -

اور لیکن جس نے کفر کے لئے اپنا سینہ کھول دیا کفر پر اس کا اعتقاد ہے اور وہ اسے دل و جان سے پسند کرتا ہے

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ -

تو ایسے لوگوں پر اللہ کی جانب سے غضب ہے اور اُن کے لئے بہت بڑا عذاب ہے اس لئے کہ اس جرم سے بڑھ کر کوئی اور جرم نہیں ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ سے مراد عمار بن یاسر ہیں۔قریش نے مکہ مکرمہ میں انھیں پکڑا اور انھیں آگ سے اذیت پہنچائی یہاں تک کہ انھوں نے زبان سے وہ کہہ دیا جو قریش مکہ چاہ رہے تھے لیکن ان کا دل ایمان کا اقرار کر رہا تھا اور اللہ کا قول " وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا " سے مراد عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح [۱] بن حارث بن لوی ہے۔ [۲]

فرمایا کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عثمان بن عفان کی طرف سے مصر کا گورنر تھا۔ [۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں عمار کا واقعہ جیسا کہ اس آیت کے شانِ نزول کے ضمن میں مفسرین نے بیان کیا ہے وہ ہے کہ قریش نے عمار اور اُن کے والدین یاسر اور سمیہ کو مجبور کیا کہ وہ مرتد ہو جائیں دینِ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں ان دونوں نے انکار کیا تو انھوں نے دونوں کو قتل کر دیا وہ دونوں اسلام کے پہلے

---

(۱) قمیؒ نے اپنی تفسیر میں امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان کا رضاعی بھائی تھا وہ مدینہ آیا اور مسلمان ہو گیا اس کا خط اچھا تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اسے بلا کر اس سے کتابت کرواتے تھے تو وہ اپنے رجحان سے وحی کے الفاظ تبدیل کر دیتا تھا جب رسول اللہ فرماتے لکھو سمیع بصیر تو وہ لکھتا سمیع علیم اور جب آنحضرتؐ فرماتے واللہ بما تعملون خبیر تو وہ لکھتا بما تعملون بصیر وہ "ت" اور "ی" میں فرق کر دیتا یعنی ت کی جگہ ی لکھ دیتا اور رسول اللہ اس سے فرماتے وہ ایک جیسا ہے وہ مرتد ہو کر کافر ہو گیا اور مکہ واپس چلا گیا اور قریش سے کہا خدا کی قسم محمد نہیں جانتے وہ کیا کہتے ہیں جیسا وہ کہتے ہیں ویسا ہی میں کہتا ہوں اور وہ مجھ پر اعتراض نہیں کرتے جو جیسا اللہ نے نازل کیا ہے میں بھی نازل کر سکتا ہوں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ومن......اللہ (انعام ۶: ۹۳) (اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ گھڑے یا کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل نہیں کی گئی اور جس نے کہا کہ میں بھی ایسی چیز نازل کر سکتا ہوں جیسی اللہ نے نازل کی ہے) جب رسولِ اکرم نے مکہ فتح کر لیا تو آنحضرتؐ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا حضرت عثمان اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہؐ کی خدمت میں لائے جب کہ وہ مسجد الحرام میں تھے اور کہا یارسول اللہ اسے معاف کر دیجیے رسول اللہؐ خاموش رہے انھوں نے دوبارہ کہا رسول اللہ پھر بھی خاموش رہے انھوں نے پھر کہا تو اس وقت رسول اللہؐ نے فرمایا میں اسے تمھارے سپرد کرتا ہوں جب وہ گزرا تو رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب سے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ جو بھی اسے دیکھے قتل کر دے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ میں آپ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ آپ اشارہ کریں تو میں اسے قتل کر دوں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ انبیاء اشاروں سے کسی کو قتل نہیں کرتے وہ طلقاء میں سے تھا۔ (طبرسی مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۳۳۵) اس واقعے کو ابن عبدالبر نے الاستعیاب جلد ۳ ص ۹۱۸ پر نقل کیا ہے۔ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۹۰ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۹۰

مقتولین میں سے ہیں البتہ قریش جو کہلوانا چاہتے تھے عمار نے اسے زبان سے کہہ دیا لیکن وہ اس پر دل سے خوش نہ تھے انھوں نے مجبوراً ایسا کیا تھا۔ کہا گیا یارسول اللہ عمار کافر ہو گئے آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں عمار سر سے لے کر پاؤں تک ایمان سے بھرے ہوئے ہیں اور ایمان اُن کے گوشت اور خون میں گردش کر رہا ہے۔ عمار رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے نبی اکرمؐ نے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو پونچھا اور فرمایا کہ اے عمار اگر قریش دوبارہ تم سے یہ کہلوائیں تو کہہ دینا اور گھبرانا نہیں۔ [۱]

کتاب کافی میں ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبر کوفہ پر فرمایا تھا ایها الناس انکم سیدعون الی سبی فسبّونی ثم تدعون البراءة فلا تتبرؤا منی (اے لوگوں عن قریب تمھیں مجھ پر سبّ وشتم (گالی گلوچ) کے لئے کہا جائے گا تو تم مجھ پر سب کر لینا پھر تمھیں مجھ سے بیزاری کے لئے بلایا جائے گا تو دیکھو مجھ سے بیزاری نہ کرنا) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں نے بہت سی جھوٹی باتیں علی سے منسوب کردی ہیں پھر فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا انکم ستدعون الی سبی فسبّونی ثم تدعون الی البراءة منی وانی لعلی دین محمد صلی الله علیه وآله وسلم (تمھیں مجھ پر سبّ وشتم کے لئے طلب کیا جائے تو مجھ پر سب کرنا پھر تمھیں مجھ سے براءت کے لئے دعوت دی جائے گی اور میں حضرت محمدؐ کے دین پر ہوں اور یہ نہیں فرمایا کہ لاتتبرّوا منی (مجھ سے بیزاری نہ کرنا) تو سوال کرنے والے نے کہا کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس نے قتل کو پسند کرلیا اور براءت اختیار نہ کی فرمایا کہ نہیں اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے اس کے لئے وہی عمل ہے جسے عمار بن یاسر نے اختیار کیا تھا جب انھیں اہلِ مکہ نے مجبور کیا تھا اور اُن کا دل ایمان پر مطمئن تھا اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں آیت نازل فرمائی الا...ایمان (الا یہ کہ اسے مجبور کردیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا اے عمار اگر اہلِ مکہ دوبارہ یہ کلمات کہلوائیں تو کہہ دینا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری معذرت کے بارے میں آیت نازل فرمائی ہے اور تمھیں حکم دیا ہے کہ اگر وہ اس امر کا اعادہ چاہیں تو تم اسے دوبارہ کہہ دینا۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے ایسی ہی روایت پائی جاتی ہے۔ [۳]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ گردن کا پیش کر دینا آپ کو زیادہ محبوب ہے یا علیؑ سے براءت کرنا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس امر کی اجازت دی گئی ہے وہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے کیا تم نے اللہ کا قول عمار بن یاسر کے بارے میں نہیں سنا اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ ۔ [۴]

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۰۹ و مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۳۸۷ (۲) الکافی ج ۲ ص ۲۱۹ ح ۱۰
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۱ ح ۷۳ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۲ ح ۷۴

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۰۷۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کو پسند کرلیا اور اللہ قوم کافرین کی ہدایت نہیں کرتا۔

۱۰۸۔ یہی وہ لوگ ہیں اللہ نے جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے اور دراصل یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۰۹۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یقینا یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

۱۱۰۔ پھر آپ کا رب اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے آزمائش کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا بے شک آپ کا رب اس کے بعد بخشنے والا اور بے حد مشفق ہے۔

۱۱۱۔ جس دن ہر متنفس خود اپنا دفاع کرتا ہوا نظر آئے گا اور ہر فرد کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ ہونے پائے گا۔

۱۰۷۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کو پسند کرلیا ہے اس لئے کہ انھوں نے دنیاوی زندگی کو حیاتِ اخروی پر ترجیح دی ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ اور اللہ قوم کافرین کی ہدایت نہیں کرتا

اللہ کے علم میں ہے کہ وہ کافر ہیں جب تک ان کا ایمان ثابت نہ ہوجائے۔

۱۰۸۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ۔

یہی وہ لوگ ہیں اللہ نے جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے
جس نے انھیں حق کا ادراک کرنے اور اسے حاصل کرنے سے روک دیا ہے۔
وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ اور دراصل یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں
وہ پورے طور سے غافل ہیں اس لئے کہ انجام کار کے بارے میں تدبر کرنے سے انھوں نے غفلت کی ہے۔
۱۰۹- لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں
اس لئے کہ انھوں نے اپنی زندگی ان کاموں میں صرف کردی جو دائمی عذاب کی طرف لے جاتے ہیں۔
تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنے تمام اصحاب کو دعوت دیتے تھے اللہ جس کے لئے خیر کا ارادہ کرتا تھا وہ شخص سنتا تھا اور جان لیتا تھا کہ نبی کس طرف بلا رہے ہیں اور اللہ جس کو شر میں پڑا رہنے کا ارادہ کرتا تھا تو اس کے دل پر مہر لگا دیتا تھا تو وہ شخص نہ سنتا تھا اور نہ ہی سمجھتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے قول اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ (الایۃ) سے یہی مراد ہے۔ [1]
۱۱۰- ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا۔
پھر آپ کا ربّ اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے آزمائش کے بعد ہجرت کی
مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا کا مفہوم ہے کہ اللہ کے بارے میں انھیں اذیتیں پہنچائی گئیں، انھیں کفر پر مجبور کیا گیا جو کچھ ان سے مطالبہ کیا گیا وہ انھوں نے پورا کر دیا تا کہ ان لوگوں کے شر سے محفوظ رہیں جیسے عمار بن یاسر۔
ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا۔ پھر انھوں نے جہاد کیا اور انھیں جن دشواریوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اُن پر صبر کیا
اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا- بے شک آپ کا رب اس آزمائش، جہاد اور صبر کے بعد
لَغَفُوْرٌ - جو کچھ انھوں نے پہلے کیا تھا اسے بخشنے والا
رَّحِيْمٌ -اور بے حد مشفق ہے
ان لوگوں نے جو مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں اس کی پاداش میں انھیں نعمتوں سے نوازے گا۔
۱۱۱- يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا- جس دن ہر متنفس خود اپنا دفاع کرتا ہوا نظر آئے گا
ہر شخص اپنے نفس کے لئے دفاع کرے گا اس کی طرف سے معذرت خواہ ہوگا اور اسے نجات دلانے کی سعی کر رہا ہوگا اسے کسی اور کی فکر لاحق نہ ہوگی وہ یہ کہہ رہا ہوگا نفسی نفسی۔ میرا نفس میرا نفس۔
وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ - اور ہر فرد کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ- اور کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ ہونے پائے گا۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۳ ح ۷۷

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ ؕ

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۲۔ اور اللہ نے ایک ایسی بستی کی مثال دی ہے جس کے باشندے امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے ان کا رزق ہر طرف سے وافر مقدار میں آ رہا تھا انھوں نے اللہ کی نعمتوں کو جھٹلا دیا تو اللہ نے اُن کی کارستانیوں کے سبب انھیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزا چکھا دیا۔

۱۱۳۔ اُن کے پاس اُن کی قوم میں سے ایک رسول آیا انھوں نے اس رسول کی تکذیب کی آخرکار عذاب نے انھیں آلیا جب کہ وہ ظالم تھے۔

۱۱۴۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو حلال اور پاک رزق تمھیں عطا کیا ہے اسے کھاؤ اور اگر تم واقعی اس کے عبادت گزار ہو تو پھر اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو۔

۱۱۵۔ اللہ نے جن چیزوں کو تم پر حرام کیا ہے وہ ہیں مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر وقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، مگر وہ شخص جو مجبور ہو جائے جب کہ وہ نہ باغی ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا تو یقیناً اللہ بخشنے والا اور بے حد مہربان ہے۔

۱۱۶۔ اور خبردار تمھاری زبانیں جو غلط بیانی سے کام لیتی ہیں اس بنیاد پر نہ کہو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام

ہے۔ تاکہ اس کی بدولت تم اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو جو لوگ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں وہ فلاح نہیں پاسکتے۔

۱۱۷۔ سامان زندگی بہت کم ہے آخر کار اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۱۲۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً۔

اور اللہ نے ایک بستی کی مثال دی ہے

ہر اس قوم کے لئے اللہ نے جنھیں نعمتوں سے نوازا تھا نعمتیں پاکر انھوں نے سرکشی اختیار کرلی اور ان نعمتوں کو جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ان کو سزا سنائی۔

كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً۔

بستی والے نہایت امن وسکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے

انھیں کسی قسم کا خوف دامن گیر نہیں تھا۔

يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا۔

ان کا رزق وافر مقدار میں آرہا تھا۔ رزق نہایت وسیع تھا

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ۔

ہر طرف سے گرد و نواح سے مہیا ہو رہا تھا

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ۔

ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کو جھٹلا دیا

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔

تو اللہ نے انھیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزا چکھا دیا

ذوق کا لفظ بطورِ استعارہ لایا گیا جس کے معنی ہیں مزا تاکہ بھوک اور خوف کے نقصان کا اندازہ ہو جس نے ان کو لباس کی طرح ڈھانپ لیا ہے اور اس کے اثرات کا ادراک ہو اسی لئے کہا گیا فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔

بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔

یہ سب ان کے عمل کی پاداش کے طور پر ہوا

تفسیر قمیؒ میں ہے یہ آیت ایک ایسی قوم کے بارے میں نازل ہوئی ان کے ہاں ایک دریا تھا جس کا نام ''البلیان'' تھا ان کا علاقہ نہایت سرسبز وشاداب تھا اور ان کے پاس مال و دولت اور مویشی کی کمی نہ تھی وہ گندھے ہوئے آٹے سے استنجا کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے یہ ہمارے لئے زیادہ نرم ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جھٹلا دیا اور اللہ کی نعمت کو معمولی اور حقیر جانا اللہ نے ''بلیان'' کو ان کے لئے بند کر دیا تو انھیں خشک

سالی کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ اللہ نے انھیں ایسا محتاج بنا دیا کہ وہ جس سے استنجا کیا کرتے تھے اسے باہمی تقسیم کر کے کھانے لگے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ میرے والد رومال سے ہاتھ پونچھنے کو ناپسند فرماتے تھے کہ رومال میں جو کھانے کا حصہ لگ جائے گا اس کی عظمت کی وجہ سے ہاتھ میں جو بچ جاتا تھا اسے خود چوس لیا کرتے تھے یا اگر ان کے قریب کوئی بچہ ہوتا تو وہ چوس لیتا تھا اور فرمایا کہ دسترخوان پر اگر کھانے کا معمولی ذرہ بھی گر گیا ہے تو میں اسے تلاش کرتا ہوں اور خادم اس بات پر ہنستا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک بستی والے تھے اللہ نے انھیں وسیع نعمت عطا کی تھی انھوں نے سرکشی کی تو انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اگر ہم اس صاف ستھرے اناج سے ایسی شے بنالیں جس سے ہم استنجا کریں تو ہمیں پتھر سے زیادہ نرم ہوگی جب انھوں نے ایسا کیا تو اللہ نے اُن کی زمین پر ایک چوپایہ بھیجا جو ٹڈی سے چھوٹا تھا اللہ نے جتنی چیزیں اس زمین پر اگائیں درخت وغیرہ سب کو کھا گیا اور اگائی ہوئی اشیاء میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا انھیں نہایت دشواری کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ جس آٹے کے پیڑے سے وہ استنجا کیا کرتے تھے اسے کھانے پر مجبور ہوگئے یہی وہ قریہ ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرْیَۃً کَانَتْ اٰمِنَۃً مُّطْمَئِنَّۃً سے لے کر اللہ کے قول بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ تک۔ [2]

آیت ۱۱۳، ۱۱۴ اور ۱۱۵ کی تفسیر ہم سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۳ کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔

۱۱۶ - وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلٰلٌ وَّ ھٰذَا حَرَامٌ -

اور خبردار تمھاری زبانیں جو غلط بیانی سے کام لیتی ہیں اس بنیاد پر نہ کہو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ وہ بات ہے جسے یہودی کہا کرتے تھے مَا فِیْ بُطُوْنِ ھٰذِہِ الْاَنْعَامِ خَالِصَۃٌ لِّذُکُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓی اَزْوَاجِنَا (انعام۶: ۱۳۹) (اور انھوں نے کہا کہ ان چوپایوں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر وہ حرام ہے) [3]

کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم محض اپنے زبانی قول کی بنیاد پر بغیر کسی حجت و دلیل کے کسی چیز کے لئے یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اور ان کی زبان کو اس لئے جھوٹا کہا گیا کہ اس امر کی تاکید کی جائے کہ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں گویا کہ جھوٹ کی حقیقت غیر معلوم ہے اور ان کی زبانیں ان کے کلام کو کہے جا رہی ہیں اور تعارف کرا رہی ہیں یہ قول اس قول کی مانند ہے وَجْھُھَا یَصِفُ الْجَمَالَ وَعَیْنُھَا تَصِفُ السِّحْرَ اس کا چہرہ جمال کو ظاہر کر رہا ہے اور آنکھیں سحر کو۔ [4]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج۱ ص ۳۹۱ اور اسی میں ہے کہ دریا کا نام ثلثان (ثرثار) ہے۔

(۲) تفسیر عیاشی ج۲ ص ۲۷۴-۲۷۳ ح ۷۹

(۳) تفسیر قمیؒ ج۱ ص ۳۹۱

(۴) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج۱ ص ۵۷

لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ -

تا کہ اس کی بدولت تم اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ -

جولوگ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں وہ فلاح نہیں پاسکتے

۱۱۷- مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ -

سامانِ زندگی بہت کم ہے

یعنی تم جس مقصد کے لئے افترا پردازی کرتے ہو وہ تو بہت تھوڑا سا فائدہ ہے جوعن قریب منقطع ہوجائے گا۔

وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ -

آخر کار اُن کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب بندہ گناہانِ کبیرہ میں سے کوئی گناہ کبیرہ کرتا ہے یا گناہانِ صغیرہ میں سے کسی گناہِ صغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں سے منع فرمایا ہے تو ایسے گناہ کا ارتکاب کرنے والا ایمان سے باہر نکل جاتا ہے اور ایمان کا نام اس سے ختم ہوجاتا ہے البتہ اسلام کا نام اُس کے لئے باقی رہتا ہے اگر وہ توبہ اور استغفار کرلیتا ہے تو وہ ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے لیکن یہ گناہ اُسے کفر، انکار اور استحلال (اسے حلال قرار دینا) کی طرف نہیں لے جاتا لیکن اگر وہ حلال کے لئے کہتا ہے کہ یہ حرام ہے اور حرام کے لئے کہتا ہے کہ یہ حلال ہے اور اسے اپنا دین بنالیتا ہے اور اپنا عقیدہ قرار دیتا ہے تو ایسا شخص ایمان اور اسلام سے خارج ہوکر کفر تک چلا جاتا ہے اور اس کی مثال ایسے شخص جیسی ہے کہ وہ حرم میں داخل ہوا پھر کعبہ کے اندر گیا اور اُس نے کعبہ کے اندر پاخانہ کردیا تو اسے کعبہ اور حرم سے نکالا جائے گا اور اس کی گردن اڑادی جائے گی اور وہ واصلِ جہنم ہوگا۔ [1]

---

(۱) التوحید ص ۲۲۹ ذیل حدیث ۷ باب ۳۰

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٨﴾

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٩﴾

۱۵ ع ۹ ۲۱

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾

شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾

وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٢﴾

۱۱۸-اور خاص طور سے یہودیوں کے لئے ہم نے جن چیزوں کو حرام کیا تھا ہم پہلے آپ سے اُن کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے خود اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا تھا۔

۱۱۹- بے شک آپ کا رب اُن پر (مہربان ہے) جنھوں نے نادانی میں برے عمل کا ارتکاب کیا پھر اس کے بعد انھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی بے شک اس کے بعد آپ کا ربّ غفور اور رحیم ہے۔

۱۲۰- بلاشبہ ابراہیم اپنی ذات میں ایک امت تھے، اللہ کے فرماں بردار اور موحد تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

۱۲۱- اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے انھیں منتخب کیا تھا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی ہدایت کی تھی۔

۱۲۲-اور ہم نے انھیں دنیا میں بھلائی دی اور وہ آخرت میں یقیناً صالحین میں سے ہوں گے۔

۱۱۸-وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ-

اور خاص طور سے یہودیوں کے لئے ہم نے جن چیزوں کو حرام کیا تھا ہم اس سے پہلے آپ سے اُن کا تذکرہ کر چکے ہیں۔

یعنی سورۂ انعام آیت ۱۴۶ میں ربّ العزت نے فرمایا وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ الخ (انعام: ۱۴۶) اور جو لوگ یہودی ہیں ان پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کیا تھا۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ -

ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔ یعنی ہر ناخن والے جانور کو حرام کر کے ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ -

بلکہ انھوں نے خود اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا تھا

یعنی جب انھوں نے یہ کام انجام دیا تو انھیں اس کی سزا دی گئی اور اس بات سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اُن پر جو کچھ حرام کیا گیا تھا انھیں سزا دینے کے لئے تھا انھیں نقصان پہنچانے کے لئے نہیں تھا۔

۱۱۹ - ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ -

بے شک آپ کا ربّ اُن پر مہربان ہے جنھوں نے نادانی میں برے عمل کا ارتکاب کیا ہے وہ اس عمل سے جاہل تھے اور انھیں انجام کے بارے میں کچھ اندازہ نہ تھا

ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا -

پھر اس کے بعد انھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا -

بے شک آپ کا ربّ اس کے بعد یعنی توبہ کے بعد

لَغَفُوْرٌ -

اس برائی کا بخشنے والا ہے

رَّحِيْمٌ -

مہربان ہے وہ توبہ کرنے پر ثواب عطا کرے گا

۱۲۰ - اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا -

بلاشبہ ابراہیم اپنی ذات میں ایک امت تھے اللہ کے فرماں بردار اور موحد تھے

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ امت ایک اور اس سے زائد کو بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1]

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ کو امت اس لئے کہا گیا کہ آپ ایسے دین پر تھے جس پر ان کے علاوہ کوئی اور عمل پیرا نہ تھا تو اس طرح یہ امة واحدة (ایک امت) تھے۔ قانتاً کے معنی ہیں اطاعت گزار اور حنیف کا مفہوم ہے مسلمان۔ تسلیم کرنے والا۔ [2]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ نے انھیں فضیلت عطا کی ہے۔ [3]

---

(۱) الکافی ج ۵ ص ۶۰ ح ۱۶ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۹۲ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۴ ح ۸۱

امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں تھا اس میں صرف اللہ کی عبادت کی جاتی تھی اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور ہوتا تو یقیناً وہ اپنے ساتھ اسے شامل کرتا جیسا کہ اُس نے فرمایا ''اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً'' بے شک ابراہیم تنہا تھے جب تک اللہ نے چاہا انھوں نے تنہائی پر صبر کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں اسماعیل اور اسحاق کے ذریعے مانوس کیا اس طرح اُن کی تعداد تین ہوگئی۔ [1]

وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ -

اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے

اس کا مقصد قریش کو جھٹلانا ہے کہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ملتِ ابراہیمی کے پیروکار ہیں۔

۱۲۱۔شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ -

وہ اللہ کی نعمتوں کے شکرگزار تھے

اور اس کی نعمتوں کے معترف تھے روایت ہے کہ وہ مہمان کے بغیر کھانا تناول نہیں کرتے تھے۔ [2]

اِجْتَبٰىهُ -

اللہ نے انھیں منتخب کیا تھا

وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ -

اور سیدھے راستے کی طرف اُن کی ہدایت کی تھی

صراط مستقیم کے معنی ہیں واضح راستہ۔

۱۲۲۔وَاٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً -

اور ہم نے انھیں دنیا میں بھلائی دی تھی

کہ ہم نے انھیں انسانوں میں محبوبیت عطا کی تھی یہاں تک کہ تمام ملتوں کے لوگ انھیں دوست رکھتے ہیں اور اُن کی تعریف کرتے ہیں اور اللہ نے انھیں پاک و پاکیزہ اولاد عطا کی اور لمبی زندگی بخشی جو انھوں نے فراخی اور اطاعت الٰہی کے ساتھ بسر کی۔

وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ -

اور وہ آخرت میں یقیناً صالحین میں سے ہوں گے

یعنی جنتی لوگوں میں سے ہوں گے جیسا کہ انھوں نے اللہ سے دعا طلب کی تھی وَ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف:۱۰۱ و شعراء: ۸۳)

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۴ ح ۸۴ (۲) الکشاف ج ۲ ص ۶۴۳ و جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۱۳

ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾
اِنَّمَا جُعِلَ السَّبۡتُ عَلَی الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ ؕ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَیَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾
اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾

۱۲۳۔ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ اے نبی آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو موحد تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

۱۲۴۔ ہفتہ کے تعظیم صرف ان لوگوں پر ضروری قرار دی گئی جنھوں نے اس میں اختلاف کیا اور یقیناً آپ کا ربّ ان کے مابین قیامت کے دن اس امر کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

۱۲۵۔ اے محمدؐ آپ اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور احسن طریقے سے ان سے بحث و تمحیص کیجیے۔ بے شک آپ کا ربّ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے اور اسے یہ بھی علم ہے کہ کون راہ راست پر ہے۔

۱۲۳۔ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ۔

پھر اے محمدؐ ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی

اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ ۔

کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو مؤحد تھے

وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۔

اور مشرکین میں سے نہیں تھے

کہا گیا ہے کہ لفظ ''ثم'' لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت اور عظمت کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور آگاہ کیا گیا ہے کہ خلیل اللہ کو جو شرف و کرامت عطا ہوئی ہے اس میں سب سے افضل یہ ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمدؐ اُن کی ملت کا اتباع کر رہے ہیں اسی لئے اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جتنے اوصاف بیان کیے ہیں اس صفت کو مرتبے کے اعتبار سے الگ اور جداگانہ طریقے سے بیان کیا ہے۔ [1]

---

(۱) طبرسی جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۱۳

مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ انسانوں میں زیرک و دانا مومنین کے لئے اقتدا کرنے سے زیادہ سے محفوظ کوئی اور راستہ نہیں ہے اس لئے وہی واضح راہ ہے ارشاد ربّ العزت ہے "ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا" (پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ اے نبی آپ ملت ابراہیمی کا اتباع کریں جو موحّد تھے) پس اگر دین خداوندی کے لئے اقتدا کرنے سے زیادہ مضبوط اور مستحکم کوئی گزرگاہ ہوتی تو خداوند ذوالجلال اپنے اولیاء اور انبیاء کو اسی پر برانگیختہ کرتا۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام حسین بن علی علیہما السلام سے مروی ہے کہ سوائے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے کوئی بھی ملت ابراہیمی پر باقی نہیں ہے اور دیگر تمام افراد اُس سے علاحدہ ہیں۔[2]

۱۲۴۔ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبۡتُ عَلَی الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ ؕ۔

ہفتہ کی تعظیم صرف ان لوگوں پر ضروری قرار دی گئی جنھوں نے اس میں اختلاف کیا

وَ اِنَّ رَبَّکَ لَیَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۔

اور یقیناً آپ کا ربّ قیامت کے دن ان کے مابین اُس امر کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ خداوند عالم نے جو سات دن انھیں عطا فرمائے ہیں اُن میں سے صرف ایک دن اللہ کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر دیں یعنی صرف اللہ سے لو لگائیں اسی کی طرف مشغول رہیں اور یہی وہ افراد تھے جنھوں نے اس بارے میں اختلاف کیا تھا۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ان کی داستان سورہ اعراف میں آیت ۱۶۳ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

۱۲۵۔ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ ۔

اے نبی آپ اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ دعوت دیجیے

ایسی گفتگو کیجیے جو محکم ہو، درست ہو، حق کی وضاحت کرتی ہو اور شبہات کو دور کرنے والی ہو یہ خواص کے لئے ہے۔

وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ ۔

اور عمدہ وعظ و نصیحت کے ساتھ

ایسی تقریریں جو لوگوں کو مطمئن کریں ایسی نصیحت آموز باتیں جو منفعت بخش ہوں ان لوگوں پر مخفی نہ رہے کہ آپ انھیں نصیحت کر رہے ہیں اور آپ ان تقریروں اور خطابات کے ذریعے انھیں فائدہ پہنچا رہے ہیں اور یہ طریقہ عوام کے لئے ہے۔

---

(۱) مصباح الشریعہ ص ۱۵۷ باب ۷۴ (۲) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۳۸۸ ح ۱۲۶ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۹۲

وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ؕ -

اور احسن طریقے سے اُن سے بحث وتمحیص کیجیے

یعنی ایسا راستہ اپنایئے جو بحث وتمحیص کا بہترین اور عمدہ راستہ ہو اور یہ طریقۂ دعوت دشمنانِ حق اور منکرین کے لئے ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ سے مراد ہے کہ قرآن کے ذریعے مجادلہ کیجیے۔ [1]

کتاب احتجاج اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کے قول قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ (بقرہ: ۱۱۱) کی روشنی میں امام صادق علیہ السلام کے سامنے ذکر کیا گیا کہ الجدال فی الدین (یعنی دین میں جدال) کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ اور ائمہ علیہم السلام کو اس سے روکا گیا ہے تو امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جدال سے مطلقاً منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ ایسے جدال سے روکا گیا ہے جو احسن طریقے پر نہ ہو کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا وَلَا تُجَادِلُوۡۤا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ۖ (عنکبوت: ۴۶) اور اللہ تعالیٰ کا قول اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ؕ لہٰذا وہ جدال جو احسن طریقے سے کیا جائے علمائے دین کو اس جدال کا حکم دیا گیا ہے اور وہ جدال جو غیر احسن ہو وہ حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے ہمارے شیعوں پر حرام قرار دیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مکمل طور پر جدال کو کیسے حرام کرتا جب کہ وہ فرما رہا وَقَالُوۡا لَنۡ يَّدۡخُلَ الۡجَـنَّةَ اِلَّا مَنۡ كَانَ هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى ؕ (بقرہ: ۱۱۱) (اور انھوں نے کہا کہ جنت میں کوئی نہیں جاسکتا مگر یہ کہ وہ یہودی یا نصرانی ہو) اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا تِلۡكَ اَمَانِيُّهُمۡ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ (بقرہ: ۱۱۱) (یہ اُن کی باطل آرزوئیں ہیں اے نبی آپ کہہ دیجیے کہ تم اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو) تو اللہ تعالیٰ نے سچائی اور ایمان کے علم کو برہان سے وابستہ کردیا اور بُرہان اسی جدال کے ذریعے سے لایا جاسکتا ہے جو احسن ہو۔

کہا گیا ہے اے فرزندِ رسولِ خدا آپ ہمارے لئے وضاحت کیجیے کہ کون سا جدال احسن ہے اور کون سا جدال احسن نہیں؟ جہاں تک اس جدال کا تعلق ہے جو غیر احسن ہے تو وہ ہے کہ تم باطل پرست سے بحث کرو وہ تم پر باطل چیزیں وارد کرے گا تم ایسی دلیل کے ذریعے اسے رد نہ کرسکو گے جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے بلکہ تم اس حق کا انکار کرو گے جو وہ باطل پرست چاہتا ہے تاکہ اس کے ذریعے وہ اپنے باطل کی مدد کرے تو تم اس حق کا انکار کردو گے اس ڈر کی وجہ سے کہیں اس کے لئے تمھارے خلاف اس میں کوئی حجت نہ ہو اس لئے کہ تم یہ نہیں جانتے کہ وہ اس سے کتنا مخلص ہے تو ایسی بحث وتمحیص ہمارے شیعوں پر حرام قرار دی گئی ہے کہ کہیں وہ اپنے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۹۲

کمزور بھائیوں اور باطل پرستوں کے لئے آزمائش نہ بن جائیں، باطل پرست لوگ تمہارے کمزور کو اور کمزور کردیں گے جب وہ اس سے جدال کے لئے آمادہ ہوگا باطل کے خلاف جو اس کے پاس دلیل ہے وہ اس کے ہاتھ میں کمزور ہوجائے گی تو کمزور لوگوں کے دل نہایت غمگین ہوجائیں گے جب وہ یہ دیکھیں گے کہ حق کا پرستار باطل پرست کے ہاتھوں کمزور نظر آرہا ہے۔

اور جو جدال (بحث و تمحیص) احسن ہے تو وہ وہی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جس کا حکم دیا ہے کہ وہ اس سے جدال کریں جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور اپنے دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتا ہے کہ اللہ اسے زندگی عطا کرے گا اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی وضاحت کی ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ۝ (یس: ۷۸) اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا اے محمدؐ آپ فرما دیجیے قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۨ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (یس: ۷۹۔۸۰) سے آخر سورہ تک اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا اُس کا نبی اُس باطل پرست سے جدال کرے جو یہ کہہ رہا ہے کہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ (یس: ۷۹) اے نبی کہہ دیجیے انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار خلق کیا تھا۔ کیا وہ ہستی جس نے اسے کسی شے کے بغیر پیدا کردیا تھا کیا اس کے بوسیدہ ہوجانے کے بعد اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوگی بلکہ اگر تم سوچو کہ اس کا آغاز اس کے دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ دشوار تھا۔

پھر فرمایا: الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ (یس: ۸۰) (جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت سے آگ بنادی پھر یکایک تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو) یعنی جب آتش سوزاں تروتازہ سرسبز درخت میں چھپی ہوئی ہوتی ہے پھر اللہ اسے اُس درخت سے برآمد کرتا ہے اور اس طرح وہ تمھیں پہچنواتا ہے کہ اگر کوئی چیز بوسیدہ ہوجائے تو وہ اسے دوبارہ لوٹانے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے پھر فرمایا اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔؕ بَلٰی ۗ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ (یس: ۸۱) کیا وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ ان جیسے انسانوں کو پیدا کردے کیوں نہیں! وہی تو پیدا کرنے والا اور ہر شے سے واقف ہے اگر آسمانوں اور زمین کی تخلیق تمہارے خیالات اور اندازے کے مطابق زیادہ باعظمت اور زیادہ بعید ہے بوسیدہ کو دوبارہ زندہ کرنے کے مقابل میں جس پر تم قدرت حاصل کرسکو تو بتاؤ تم نے کیسے یہ مان لیا کہ تمہارے نزدیک جو زیادہ عجیب اور زیادہ دشوار ہے اسے اللہ نے خلق فرمایا ہے تو یہ بتاؤ کہ پھر تم یہ کیوں نہیں مانتے کہ بوسیدہ کو دوبارہ زندہ کیا جانا جو تمہارے نزدیک زیادہ سہل ہے اللہ اس پر قادر ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس جدال کو احسن کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں کافرین کے عذر کو منقطع کرکے ان کے شبہات کو دور کیا جاتا ہے اور وہ جدال جو غیر احسن ہے وہ یہ ہے کہ تم حق کا انکار کردو اور تمہارے

لئے یہ ممکن نہ ہو کہ تم اس حق اور جس سے جدال کر رہے ہو اس کے باطل کے مابین فرق کر سکو اور تم اس کے باطل کو دور کرتے ہوئے حق کا انکار کر دیتے ہو یہ جدال حرام کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ تم باطل پرست کی مانند ہو جاؤ گے کیوں کہ اس نے بھی حق کا انکار کیا اور تم نے بھی دوسرے حق کا انکار کر دیا۔ [1]

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ -

بے شک آپ کا ربّ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ -

اور اُسے یہ بھی علم ہے کہ کون راہ راست پر ہے

یعنی اے نبی یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ انھیں راہ راست پر لائیں اور نہ یہ کہ آپ انھیں گمراہی سے پلٹا دیں بس آپ کا کام تو پہنچا دینا ہے لہٰذا جس شخص میں بھی ذرہ برابر خیر ہوگا تو اس کے لئے برہان (دلیل) اور وعظ ونصیحت کافی ہوگی اور جس میں خیر کا فقدان ہوگا تو اس کے لئے کوئی تدبیر بھی کارگر نہیں ہوگی بس اسے دین کی طرف بلانا ایسا ہی ہوگا جیسے ٹھنڈے لوہے پر ضرب لگانا جو بے سود ہے۔

---

(۱) تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام ص ۵۲۹۔۵۲۷

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع

۱۲۶۔ اور اگر تم بدلہ لینا چاہو تو اسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی ہوئی ہے لیکن اگر تم نے صبر کیا تو صبر کرنے والوں کے لئے اسی میں بہتری ہے۔

۱۲۷۔ اے محمدؐ آپ صبر کرتے رہیں اور آپ کا صبر کرنا بھی اللہ کی توفیق سے ہے ان لوگوں کی حرکات پر آپ محزون (غم زدہ) نہ ہوں اور نہ ہی ان کی مکاریوں پر آپ تنگ دل ہوں۔

۱۲۸۔ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ احسان کرنے والے اور فیاض ہیں۔

۱۲۶۔ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ۔

اور اگر تم بدلہ لینا چاہو تو اسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی ہوئی ہے

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۔

لیکن اگر تم نے صبر کیا تو صبر کرنے والوں کے لئے اسی میں بہتری ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ مشرکین نے غزوۂ احد کے موقع پر اصحاب نبی کا مثلہ کیا (یعنی ان کے اعضائے جسمانی مثلاً ناک کان وغیرہ کو کاٹ لیا) جنھوں نے غزوۂ احد کے موقع پر جام شہادت پیا جن میں حضرت حمزہ بھی تھے مسلمانوں نے کہا کہ اگر اللہ نے ہمیں اُن پر غلبہ عطا کیا تو ہم اُن کے منتخب افراد کا مثلہ کریں گے تو اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ اس سے مراد وہ افراد ہیں جو موت سے ہم کنار ہو چکے ہوں۔[۱]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے غزوۂ احد کے موقع پر فرمایا کیا کسی کو میرے چچا حمزہ کا علم ہے کہ وہ کہاں پر ہیں؟ حارث بن صمت نے کہا کہ ہاں مجھے اس جگہ کا علم ہے وہ آیا اور حمزہ کی لاش کے قریب کھڑا ہوا لیکن اس نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں جانا مناسب نہ جانا کہ انھیں اس معاملے کی خبر دے تو پھر رسول اللہؐ نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا اے علیؑ ذرا اپنے چچا کی خبر لو علیؑ آئے حمزہ کی لاش پر رکے لیکن

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۹۲

آنحضرتؐ کو اطلاع دینے سے گریز کیا اتنے میں رسول اکرمؐ خود وہاں تشریف لے آئے اور حمزہ کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے اور جو کچھ ان کے ساتھ کیا گیا تھا اسے دیکھ کر گریہ کیا اور فرمایا کہ مجھے اس جگہ سے زیادہ کسی اور جگہ غصہ نہیں آیا اگر اللہ نے مجھے قریش پر قابو دیا تو میں ان کے ستر افراد کو مثلہ کروں گا تو اس وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور فرمایا وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۔ لہٰذا اے نبی آپ صبر سے کام لیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں صبر کروں گا۔ ۱

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو کچھ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے ساتھ کیا گیا تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے دیکھا تو فرمایا اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا اَرٰى (یا اللہ تمام حمد تیرے لئے مخصوص ہے اور تجھ سے ہی شکایت ہے اور میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اس پر تجھ سے ہی مدد کا طلب گار ہوں) پھر فرمایا کہ اگر میں کامیاب ہوگیا تو ضرور بالضرور مثلہ کروں گا اور مثلہ کروں گا فرمایا تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ (الآیۃ) تو رسول اکرمؐ نے فرمایا میں صبر کروں گا، میں صبر کروں گا۔

۱۲۷- وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ -

اے محمدؐ آپ صبر کرتے رہیں اور آپ کا صبر کرنا بھی اللہ کی توفیق سے ہے اور اسی کے ثابت قدم رکھنے کی وجہ سے ہے۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ -

اور انھوں نے جو آپ کے اصحاب کے ساتھ کیا ہے آپ اس پر غمگین اور ملول وحزین نہ ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی کرامت کے گھر کی جانب منتقل کردیا ہے۔

وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ -

اور نہ ہی ان مشرکین کی مکاریوں پر آپ دل تنگ ہوں

۱۲۸- اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا -

بے شک اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو شرک اور معاصی سے اجتناب کرتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں

وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ -

اور جو لوگ احسان کرنے والے اور فیاض ہیں

جو لوگ بہترین اعمال بجالاتے ہیں۔

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ نحل ہر مہینہ میں پڑھے تو یہ سورہ دنیا میں قرض کی ادائیگی کے لئے کافی ہوگا اور ستر قسم کی بلاؤں سے محفوظ رکھے گا جن میں سب سے آسان اور معمولی جنون، جذام اور برص کی بیماری ہے اور جنت عدن اُس کا ٹھکانا ہوگا اور جنت عدن تمام جنتوں کے درمیان میں واقع ہے۔ ۲

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۲۳ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۴ ح ۱

سورۃ الاسراء بنی اسرائیل

سورۂ بنی اسرائیل مکی سورہ ہے اور کہا گیا ہے کہ سوائے پانچ یا آٹھ آیتوں کے مکمل سورت مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۱۱۱ ہے۔(مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۹۳)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِىۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ①

خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت مشفق ہے

۱۔ پاک ہے وہ جو ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا تھا کہ ہم انھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سب کچھ سننے والا اور ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔

۱۔ سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِىۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ۔

پاک ہے وہ جو ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا تھا۔

وہ مسجد اقصیٰ جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا تھا یعنی مسجد اقصیٰ کی اس سلطنت تک جو آسمان میں ہے جیسا کہ آنے والی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ ۔ تا کہ ہم انھیں اپنی کچھ آیتیں دکھا دیں

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ ۔ بے شک اللہ بندے کی باتوں کو سن رہا تھا

الۡبَصِيۡرُ ۔ اور اُن کی کارکردگی کو دیکھ رہا تھا

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ مسجد الحرام (خانۂ کعبہ) میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے ایک مرتبہ آسمان کی طرف دیکھا اور ایک بار کعبہ پر نظر کی پھر فرمایا سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا اور امام عالی مقام نے تین مرتبہ اس آیت کی تکرار کی پھر آپ اسماعیل جعفی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عراقی عراق کے لوگ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک کی سیر کرائی گئی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہیں ہے

جو وہ کہتے ہیں البتہ آنحضرتؐ کو یہاں سے وہاں تک لے جایا گیا اور آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ دونوں کے درمیان حرم ہے۔ ۱

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے اُن مساجد کے بارے میں سوال کیا گیا جو فضیلت کی حامل تو امام علیہ السلام نے فرمایا مسجد الحرام اور مسجد رسولؐ۔ سوال کیا گیا اور مسجد اقصیٰ تو امامؑ نے فرمایا وہ مسجد آسمان میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی مسجد تک رات کے وقت لے جایا گیا تو ان سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے تو فرمایا مسجد کوفہ اس سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ ۲

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنی مرتبہ معراج کا شرف حاصل ہوا؟ تو امام عالی مقام نے فرمایا دو مرتبہ۔ ۳

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بُراق لے کر حاضر ہوئے جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا جس کے کانوں میں جنبش تھی اس کی آنکھیں اس کے کھر میں تھیں اور اس کے قدم آنکھوں کے سامنے پھیلے ہوئے تھے۔ ۴

اور کتاب کافی میں یہ اضافہ ہے کہ جب وہ پہاڑ کی بلندی تک پہنچتا تھا تو اس کے ہاتھ کوتاہ اور اس کی ٹانگیں لمبی ہو جاتی تھیں اور جب وہ نیچے اُترتا تو اس کے ہاتھ لمبے اور ٹانگیں چھوٹی ہو جاتی تھیں دائیں طرف گردن پر لمبے بال تھے اور اس کے پیچھے دو پر لگے ہوئے تھے۔ ۵

کتاب عیون میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بُراق کو میرے لئے مسخر کر دیا اور یہ جنت کے چوپایوں میں سے ایک چوپایہ ہے نہ بالکل چھوٹا ہے اور نہ یہ بہت بڑا ہے اگر اسے اِذنِ خدا مل جائے تو وہ ایک ہی دوڑ میں دنیا اور آخرت کا چکر لگا لیتا اور رنگ کے اعتبار سے یہ چوپایہ نہایت حسین ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں براق لے کر حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے براق کی لگام تھامی، اور دوسرے نے رکاب کو اور تیسرے نے اس پر جو کپڑا تھا اسے درست کیا۔ براق نے بہت زیادہ ہلنا شروع کیا تو جبرئیلؑ نے اسے تھپڑ لگایا اور فرمایا اے براق پُرسکون ہو جا ایسا نبی نہ تجھ پر پہلے سوار ہوا ہے اور نہ ہی بعد میں سوار ہوگا۔ امامؑ نے فرمایا اس کے بعد براق ہموار اور مطیع ہو گیا اور انھیں بلندی پر لے گیا جو زیادہ نہ تھی اور اُن کے ساتھ حضرت جبرئیلؑ تھے جو انھیں آسمان و زمین کی نشانیاں دکھلا رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ابھی راستا طے کر رہا تھا کہ کسی پکارنے والے نے مجھے داہنی طرف سے آواز دی یا محمدؐ میں نے اسے جواب نہیں دیا پھر کسی منادی نے بائیں طرف سے پکارا یا محمدؐ میں

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۳ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۹ ح ۱۳ (۳) الکافی ج ۱ ص ۴۴۳ ح ۱۳

(۴) الکافی ج ۸ ص ۳۷۶ ح ۵۶۷ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۶ ح ۳ (۵) الکافی ج ۸ ص ۳۷۶ ح ۵۶۷

نے اسے بھی جواب نہ دیا اور نہ ہی میں اس کی طرف متوجہ ہوا پھر میرے سامنے ایک عورت آئی جس کے بازو کھلے ہوئے تھے وہ دنیاوی زینت سے آراستہ تھی اس نے کہا اے محمدؐ ذرا مجھے موقع دیجیے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے اس کی جانب بھی توجہ نہ دی۔ میں نے سفر جاری رکھا تو میں نے ایک آواز سنی جس نے مجھے ڈرا دیا میں نے اسے بھی پار کرلیا تو جبرئیلؑ نے مجھے اتارا اور کہا آپ نماز پڑھ لیجیے میں نے نماز پڑھی انھوں نے مجھ سے دریافت کیا آپ کو معلوم ہے آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں جبرئیل نے کہا "طیبہ" میں جہاں آپ ہجرت کرکے آئیں گے۔

میں پھر سوار ہوا اور جہاں تک اللہ نے چاہا ہم گئے جبرئیل نے پھر کہا سواری سے اتر کر نماز پڑھ لیجیے میں سواری سے اترا میں نے نماز پڑھی جبرئیل نے مجھ سے پوچھا آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں نماز پڑھی آنحضرتؐ نے کہا نہیں تو جبرئیل نے کہا آپ نے طورِ سینا پر نماز پڑھی ہے جہاں پر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے گفتگو کی تھی میں پھر سوار ہوا اور ہم روانہ ہوئے جہاں تک اللہ نے چاہا جبرئیل نے مجھ سے کہا اتر جائیے اور نماز پڑھیے میں سواری سے اترا میں نے نماز پڑھی جبرئیل نے پوچھا آپ کو معلوم ہے آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے میں نے کہا نہیں تو جبرئیل نے کہا آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی ہے اور بیت لحم بیت المقدس کے حدود میں تھا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔

میں پھر سوار ہوا اور روانہ ہوکر ہم بیت المقدس پہنچے اور میں نے براق کو اسی حلقہ میں باندھ دیا جہاں انبیاء اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے میں مسجد میں داخل ہوا اور میرے ساتھ حضرت جبرئیلؑ بھی تھے وہاں ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیکھا اور اللہ نے جن انبیاء کو چاہا تھا وہ وہاں پر موجود تھے جو میرے لئے مجتمع تھے اور نماز قائم کی گئی اور مجھے کوئی شک نہیں ہے جبرئیل مجھے آگے لے جاتے رہے جب صف تیار ہوگئی تو جبرئیل نے مجھے کندھے سے تھاما اور مجھے آگے بڑھا دیا میں نے تمام انبیاء کی امامت کی اور اس پر مجھے کوئی فخر وغرور نہیں۔

پھر خازن میرے پاس تین برتن لے کر آئے ان میں سے ایک میں دودھ تھا ایک میں پانی تھا اور ایک میں شراب تھی میں نے سنا کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا کہ اگر انھوں نے پانی لے لیا تو خود بھی ڈوبیں گے اور امت بھی غرق ہوجائے گی اور اگر شراب لے لی تو خود بھی بھٹکیں گے اور امت بھی بھٹک جائے گی اور اگر انھوں نے دودھ لے لیا تو خود بھی ہدایت یافتہ ہوں گے اور امت بھی ہدایت پا جائے گی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میں نے دودھ لیا اور اس میں سے تھوڑا سا پی لیا تو جبرئیل امین نے مجھ سے کہا آپ بھی ہدایت پاگئے اور آپ کی امت بھی پھر مجھ سے پوچھا آپ نے اس سفر میں کیا دیکھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کسی منادی نے مجھے دائیں طرف سے پکارا جبرئیل نے کہا کیا آپ نے اُسے جواب دیا میں نے کہا نہیں اور نہ ہی اس کی طرف متوجہ ہوا جبرئیل نے کہا وہ پکارنے والا یہودی تھا اگر آپ اُسے جواب دیتے تو آپ کے بعد آپ کی اُمت یہودی بن جاتی پھر پوچھا آپ نے کیا دیکھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کسی منادی نے مجھے بائیں طرف سے آواز دی جبرئیل نے کہا وہ پکارنے والا عیسائی تھا اگر آپ نے اسے جواب دیا ہوتا تو آپ کے بعد آپ کی امت عیسائی بن جاتی۔ جبرئیل نے دریافت کیا پھر آپ کے سامنے کون آیا آنحضرتؐ نے فرمایا میں

نے ایک عورت کو دیکھا جس کے بازو کھلے ہوئے تھے اور وہ دنیاوی زینت سے آراستہ تھی اس نے کہا اے محمدؐ آپ توقف کریں جب تک میں آپ سے گفتگو کرلوں جبرئیل نے دریافت کیا کہ آپ نے اس سے گفتگو کی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں نہ میں نے اس سے گفتگو کی اور نہ یہ میں اُس کی طرف متوجہ ہوا جبرئیل نے کہا یہ دنیا تھی اگر آپ نے اس سے گفتگو کی ہوتی تو آپ کی امت آخرت کے مقابل میں دنیا کو اختیار کرلیتی۔

پھر میں نے آواز سنی جس نے مجھے خوف زدہ کردیا جبرئیل نے مجھ سے کہا اے محمدؐ آپ نے وہ آواز سنی تھی میں نے کہا ہاں جبرئیل نے کہا یہ ایک پتھر ہے جسے میں نے جہنم کے کنارے ستر سال پہلے پھینکا تھا تو وہ اب وہاں ٹھہر گیا ہے لوگوں نے کہا کہ اس کے بعد نبی اکرمؐ کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آئی یہاں تک کہ آپ کی روح قبض ہوگئی فرمایا جبرئیل بلند ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ آسمان کی بلندیوں پر گیا اور وہاں پر مامور ایک فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا وہ "خطفہ" کا ذمہ دار ہے جس کے بارے میں ارشاد باری ہے اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ (الصافات: ۱۰) مگر جو کوئی ایک بات اچک کر بھاگے تو شہاب ثاقب اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اور اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں اور ہر فرشتے کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں اسماعیل نے کہا اے جبرئیل آپ کے ساتھ کون تشریف لائے ہیں جبرئیل نے کہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے کہا کیا انھیں بھیجا گیا ہے جبرئیل نے کہا ہاں پھر اس نے دروازہ کھولا۔

آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے سلام کیا اور اس نے مجھے سلام کیا میں نے اس کے لئے استغفار کی اور اس نے میرے لئے اور اس نے کہا مَرۡحَبًا بِالۡاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ میں اپنے برادرِ صالح اور نبی صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں اور فرشتوں نے مجھ سے ملاقات کی یہاں تک کہ میں دنیاوی آسمان میں داخل ہوگیا میں نے وہاں ہر فرشتے کو ہنستے مسکراتے ہوئے پایا یہاں تک مجھے ایک فرشتہ دکھائی دیا جس سے زیادہ کریہ المنظر اور غصے میں بھرا ہوا میں نے کسی مخلوق کو نہیں دیکھا تھا اس نے بھی مجھ سے اسی طرح گفتگو کی جس طرح دوسرے فرشتوں نے کی تھی لیکن اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہ تھی اور نہ ہی میں اس میں بشاشت دیکھ رہا تھا جس طرح میں نے دوسرے فرشتوں کو مسکراتے ہوئے دیکھا تھا میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون ہے؟ مجھے اس سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔

جبرئیلؑ نے کہا کہ اس سے ڈرنا جائز ہے ہم سب اس سے ڈرتے ہیں یہ مالک ہے جو داروغہ جہنم ہے کبھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آئی اور اللہ تعالیٰ نے جب سے اسے جہنم کا داروغہ مقرر کیا ہے ہر روز اس کے غیظ وغضب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ان لوگوں پر جو اللہ کے دشمن ہیں اور جو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اسی کے ذریعے سے اُن سے انتقام لے گا اور اگر یہ آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کسی کے سامنے ہنسیں گے تو وہ صرف آپ کی خاطر لیکن ہنسی اُن کے چہرے پر نہیں آتی میں نے مالک کو سلام کیا تو انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے جنت کی بشارت دی میں نے جبرئیل سے کہا (اور جبرئیل اس منزلت پر فائز ہیں کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ﴿۲۱﴾ (التکویر: ۲۱) (آسمانوں میں اُس کی اطاعت کی جاتی ہے وہ امین ہے) کہ اے جبرئیل تم مالک کو حکم دو کہ مجھے

جہنم دکھلا دے تو جبرئیل نے اُن سے کہا اے مالک حضرت محمدؐ کو جہنم دکھلا دو تو مالک نے جہنم کے اوپر سے پردہ ہٹا دیا اور اس کے ایک دروازے کو کھول دیا تو اس سے ایک شعلہ نکلا جو آسمان کی بلندی کی پر جا رہا تھا اور وہ جوش میں آیا اور بلند ہوگیا یہاں تک کہ میں یہ سمجھا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں یہ مجھے اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

میں نے کہا اے جبرئیل مالک سے کہو کہ اس کے اوپر دوبارہ پردہ ڈال دے اس نے جہنم کو حکم دیا اور شعلے سے کہا اپنی جگہ واپس آجا تو شعلہ جہاں سے نکلا تھا وہاں واپس چلا گیا پھر میں چلا اور میں نے ایک گندم گوں شخص کو دیکھا جو جسامت والے تھے میں نے کہا جبرئیل یہ کون بزرگ ہیں تو جبرئیل نے کہا یہ آپ کے باپ آدمؑ ہیں ان کے سامنے اُن کی ذرّیت کو پیش کیا گیا ہے اور وہ فرما رہے ہیں روح طیبۃ وریح طیبۃ من جسد طیب پاک و پاکیزہ روح، پاک و پاکیزہ خوشبو پاک و پاکیزہ جسم سے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ مطففین کی آیات تلاوت فرمائیں كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ (المطففین ۱۸۔۲۱) (ہرگز نہیں! نیک لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً علیین میں ہے اور تمھیں کیا معلوم کہ علیّین کیا ہے؟ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔ مقرب فرشتے اس کے پاس حاضر رہتے ہیں) آخر سورہ تک پڑھا۔ فرمایا کہ میں نے اپنے باپ آدم کو سلام کیا انھوں نے مجھے جواب سلام دیا میں نے اُن کے لئے مغفرت کی اور انھوں نے میرے لئے اور فرمایا مرحبًا بالابن الصالح والنبی الصالح والمبعوث فی الزمن الصالح خوش آمدید فرزند صالح اور نبی صالح کو جو صالح زمانے میں مبعوث ہوا ہے۔

پھر میں ایک فرشتے کے پاس سے گزرا جو کسی نشست پر بیٹھا ہوا تھا اور پوری دنیا اس کے دونوں زانوؤں کے درمیان میں تھی اور اس کے ہاتھ میں نور کی ایک لوح تھی جس کی طرف وہ دیکھ رہا تھا اس میں ایک کتاب تحریری شکل میں موجود تھی وہ اس کتاب میں دیکھ رہا تھا وہ دائیں اور بائیں طرف توجہ نہیں دے رہا تھا بس اس کا رُخ کتاب کی جانب مرکوز تھا جیسے کوئی ملول وحزین ہو میں نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ ملک الموت ہے جو ارواح کو قبض کرنے میں مسلسل مصروف ہے میں نے کہا اے جبرئیل ذرا قریب چلو مجھے اس سے کچھ کہنا ہے جبرئیل مجھے اس کے قریب لے گئے میں نے ملک الموت کو سلام کیا اور جبرئیل امین نے میرا تعارف کرایا ھذا نبی الرحمۃ الذی ارسلہ اللہ الی العباد یہ نبی رحمت ہیں اللہ تعالیٰ نے جنھیں بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے ملک الموت نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے سلام کا جواب دیا اور کہا اے محمدؐ آپ کو مبارک ہو میں آپ کی امت میں مکمل خیر کو دیکھ رہا ہوں۔

میں نے کہا ہر طرح کی حمد اس منّان کے لئے ہے جو اپنے بندوں کو مسلسل نعمتیں دیتا رہتا ہے یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہے جبرئیلؑ نے کہا کہ کام کے اعتبار سے اس فرشتے کا کام نہایت دشوار ہے میں نے کہا کہ کیا جتنے لوگ مر چکے ہیں یا بعد میں ان کی موت واقع ہونے والی ہے یہی ان کی روح قبض کرتے ہیں جبرئیلؑ نے کہا ہاں! میں نے کہا کہ جہاں پر وہ ہوتے ہیں یہ انھیں دیکھتے ہیں اور خود ان تک پہنچتے ہیں جبرئیلؑ نے کہا ہاں تو ملک الموت نے کہا کہ پوری دنیا جسے اللہ نے میرے لئے مسخر کردیا اور مجھے اس پر قدرت عطا کردی ہے میرے لئے ایسی

ہوا ہے جیسے کسی شخص کے ہاتھ میں درہم ہو کہ وہ اسے جس طرح چاہے اچھال دے اور میں ہر گھر کا دن میں پانچ مرتبہ جائزہ لیتا ہوں اور جب مرنے والے کے گھر والے اس پر گریہ کرتے ہیں تو میں اُن سے کہتا ہوں دیکھو تم اس پر نہ روؤ میں تو تمھاری طرف بار بار چکر لگاتا رہوں گا یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے گا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ موت کی مصیبت ہی کافی ہے اے جبرئیل، جبرئیل نے کہا کہ موت کے بعد بھی شدید مصائب و شدائد ہیں جو موت سے بھی بڑھ کر ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں وہاں سے آگے بڑھا تو کیا دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہیں ان کے سامنے دسترخوان بچھا ہے جس پر عمدہ گوشت اور خراب گوشت رکھا ہوا ہے وہ خراب گوشت کھا رہے ہیں اور عمدہ گوشت کو چھوڑ رہے ہیں میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حرام کھاتے ہیں اور حلال کو چھوڑ دیتے ہیں اور اے محمدؐ ان لوگوں کا تعلق آپ کی اُمت سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میں نے فرشتوں میں سے ایک ایسے فرشتے کو دیکھا اللہ نے جس کا معاملہ عجیب و غریب قرار دیا تھا اس کا آدھا جسم آگ تھا اور آدھا حصہ برف تھا نہ تو آگ برف کو پگھلا رہی تھی اور نہ ہی برف آگ کو بجھا رہی تھی اور وہ بلند آواز میں صدا دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا سبحان الذی کفّ حرّ ھٰذہ النار فلا تذیب الثلج و کفّ برد ھذا الثلج فلا یطفئ حرّ ھٰذہ النّار اللّٰھم یا مؤلّف بین الثلج والنّار الّف بین قلوب عبادك المؤمنین (پاک ہے وہ جس نے باز رکھا ہے اس آگ کو جو برف کو پگھلاتی نہیں اور دور رکھا ہے اس برف کی ٹھنڈک کو جو اس آگ کی حرارت کو خاموش نہیں کرتی اے اللہ برف اور آگ کو یکجا کرنے والے تو اپنے مومن بندوں کے دلوں کو باہمی مربوط کردے) میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے اطراف و اکناف پر مقرر کر رکھا ہے یہ وہ فرشتہ ہے جو زمین پر رہنے والے اللہ کے مومن بندوں کو سب سے زیادہ نصیحت کرتا ہے جب سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے وہ مومنین کے لئے دعا کر رہا ہے جیسا کہ آپ نے سنا ہے۔

اور میں نے دو فرشتوں کو دیکھا جو آسمان میں ندا دے رہے ہیں ایک یہ کہہ رہا ہے اللّٰھم اعط کلّ منفق خلفا اے اللہ ہر خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا یہ کہہ رہا ہے اللّٰھم اعط کلّ ممسك تلفا اے اللہ ہر روکنے والے (کنجوس) کو بربادی دے۔ میں پھر آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی طرح ہیں وہ اپنی پلکوں سے گوشت کاٹتے ہیں اور اپنے مُنہ میں ڈال رہے ہیں میں نے سوال کیا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرئیلؑ نے کہا یہ عیب جو طعن وتشنیع کرنے والے، چغل خور اور بدگو ہیں۔

پھر میں چلا تو میں ایسے لوگوں کے پاس پہنچا جو اپنے سروں کو چٹان سے ٹکرا رہے تھے میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز عشا پڑھے بغیر سو جاتے ہیں میں پھر چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا کہ آگ جن کے منہ کے راستے داخل ہو رہی تھی اور جن پچھلے حصے سے خارج ہو رہی تھی میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں جبرئیل نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو ظالمانہ طور سے یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے تھے اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِيْ

بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ (النساء: ۱۰) (وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)۔

میں پھر آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں کہ ان میں سے ایک کھڑا ہونا چاہتا ہے لیکن بڑے پیٹ کے سبب کھڑا نہیں ہو رہا ہے میں نے سوال کیا کہ اے جبرئیل یہ لوگ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ (البقرہ: ۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جسے شیطان نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو) اور وہ آلِ فرعون کے طریقے پر صبح وشام آتش جہنم کے سامنے پیش کیے جائیں گے وہ کہیں گے اے ہمارے ربّ قیامت کب آئے گی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا میں پھر چلا تو میں نے دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے پستانوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں میں نے سوال کیا اے جبرئیل یہ خواتین کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جنھوں نے اپنے شوہروں کے مال کا وارث ان کے غیر کی اولاد کو بنا دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا غضب اس عورت پر شدید ہوتا ہے جو ایسے شخص کو اپنی قوم سے منسوب کر کے شامل کر لے جس کا تعلق ان سے نہیں ہے اور وہ شخص ان کے پوشیدہ مقامات سے واقف ہو جائے اور ان کی جمع پونجی کھا جائے فرمایا کہ پھر ہم اللہ کے فرشتوں میں ایسے فرشتوں کے پاس سے گزرے اللہ نے انھیں جیسا چاہا تھا خلق فرمایا تھا اور ان کے چہروں کو جیسا چاہا تھا ویسا بنایا تھا اور ان کے جسم کا ہر حصہ ہر جانب سے مختلف آوازوں میں تسبیح خداوندی کر رہا تھا اور اس کی حمد کے گیت گا رہا تھا ان کی آواز حمد پروردگار سے بلند ہو رہی تھیں اور وہ خشیتِ خداوندی سے گریہ کناں تھے۔

میں نے جبرئیلؑ سے ان فرشتوں کے بارے میں دریافت کیا جبرئیلؑ نے کہا جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں یہ جب سے پیدا ہوئے ہیں جو فرشتہ دوسرے فرشتے کے پہلو میں ہے اس نے کبھی اس سے گفتگو نہیں کی اور نہ ہی انھوں نے اپنے مافوق کی طرف اپنے سروں کو بلند کیا ہے اور نہ ہی انھوں نے جو کچھ ان کے نیچے ہے اس کی طرف نظریں جھکائی ہیں یہ سب کچھ خوف خداوندی اور خشیت الٰہی کی وجہ سے ہے میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے سر ہلا کر میرے سلام کا جواب دیا لیکن خشوع وخضوع کے سبب میری طرف نظر نہیں کی جبرئیل امین نے اُن سے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو نبی رحمت ہیں اللہ نے انھیں اپنے بندوں کی طرف رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے اور وہ نبوت کے خاتم اور سید المرسلین ہیں کیا تم لوگ ان سے گفتگو نہ کرو گے جب انھوں نے جبرئیل امین سے یہ سنا تو وہ میری طرف متوجہ ہوئے انھوں نے سلام کیا میری تکریم کی میرے لئے اور میری امت کے لئے خیر کی خوش خبری سنائی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا پھر ہم دوسرے آسمان پر گئے وہاں پر ہم نے دو ایک جیسے افراد دیکھے تو میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا دونوں خالہ زاد بھائی یحییٰ اور عیسیٰ ہیں میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے مجھے جواب سلام دیا میں نے ان کے لئے مغفرت کی اور انھوں نے میری اور انھوں نے کہا مرحبًا بالاخ

الصّالح والنّبی الصّالح برادرِ صالح اور نبی صالح خوش آمدید اور دوسرے آسمان پر ہم نے فرشتوں کو دیکھا جن کی نگاہیں عاجزی کی وجہ سے جھکی ہوئی تھیں اور اللہ نے جیسا چاہا تھا اُن کا چہرہ بنایا تھا ان میں سے ہر فرشتہ مختلف آوازوں میں اللہ کی تسبیح اور حمد سرائی میں مصروف تھا۔

پھر ہم تیسرے آسمان پر گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کا حسن و جمال تمام مخلوقات سے اسی طرح افضل ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کا حسن تمام ستاروں سے افضل ہے میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ آپ کے بھائی یوسف ہیں میں نے یوسف کو سلام کیا اور انھوں نے مجھے سلام کیا میں نے ان کے لئے استغفار کی اور انھوں نے میرے لئے اور کہا مرحبًا بالنبی الصّالح والاخ الصّالح المبعوث فی الزمن الصّالح اے نبی صالح اے برادرِ صالح اے وہ جسے صالح زمانے میں مبعوث کیا گیا ہے خوش آمدید یہاں بھی ایسے فرشتے دیکھے جو خضوع وخشوع میں ان فرشتوں کی مانند تھے جو پہلے اور دوسرے آسمان میں تھے جن کے اوصاف ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اور جبرئیل نے اُن سے میرے بارے میں وہی کہا جو وہ پہلے فرشتوں سے کہہ چکے تھے اور دوسرے فرشتوں کی طرح انھوں نے بھی میرے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔

پھر ہم چوتھے آسمان پر گئے میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا اور جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ حضرت ادریسؑ ہیں اللہ تعالیٰ نے جنھیں بلند جگہ پر اٹھالیا تھا میں نے انھیں سلام کیا اور انھوں نے مجھے سلام کیا میں نے اُن کے لئے مغفرت کی اور انھوں نے میرے لئے اور ہم نے اس آسمان پر بھی دیگر آسمانوں کی طرح فرشتے دیکھے جو خضوع وخشوع کے عالم میں تھے ان فرشتوں نے میرے لئے اور میری امت کے لئے خیر کی بشارت دی۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں اور ہر فرشتے کے تحت ستر ہزار فرشتے ہیں اور اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں یہ خیال ڈالنا چاہا کہ وہی سب سے اعلیٰ ملک ہے تو جبرئیل نے اسے چیخ کر کہا کھڑا ہوجا تو وہ کھڑا ہوگیا اور وہ قیامت تک کھڑا رہے گا۔

پھر ہم پانچویں آسمان پر گئے تو ہم نے ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو دیکھا جس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور میں نے کسی ایسی عمر والے شخص کو اس سے زیادہ باعظمت نہیں دیکھا اس کے گرد اس کی امت کے بہت سے افراد تھے مجھے ان کی کثرت تعداد پر حیرانی ہوئی میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ تو جبرئیل نے کہا یہ اپنی قوم کے لوگوں کو جواب دینے والے ہارون بن عمران ہیں میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے مجھے جواب سلام دیا میں نے اُن کے لئے مغفرت کی انھوں نے میرے لئے اور اس آسمان پر بھی دیگر آسمانوں کی طرح فرشتے خضوع وخشوع کی حالت میں نظر آئے۔

پھر ہم چھٹے آسمان پر گئے ہم نے دیکھا کہ وہاں ایک گندم گوں طویل القامت شخص ہے گویا کہ وہ رنگین گندم کی طرح ہے اس نے دو قمیصیں پہن رکھی تھیں تاکہ اس کے بال باہر نہ نکل آئیں اور میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا بنی اسرائیل یہ سمجھتے ہیں کہ اولاد آدم میں سے میں سب سے زیادہ مکرم ہوں لیکن یہ شخص مجھ سے بھی

زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم ومحترم ہے میں نے سوال کیا جبرئیل یہ کون ہیں؟ تو جبرئیلؑ نے کہا یہ آپ کے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے مجھے سلام کیا میں نے ان کے لئے مغفرت کی اور انھوں نے میرے لئے اس آسمان پر بھی فرشتے اسی طرح خضوع وخشوع میں مصروف تھے جس طرح دیگر آسمانوں میں تھے۔

پھر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے میں جس فرشتے کے پاس سے گزرا اس نے یہی کہا اے محمدؐ آپ پچھنا لگوائیں اور اپنی امت کو پچھنا لگانے کا حکم دیں وہاں پر میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ کو دیکھا جن کے ڈاڑھی اور سر کے بال سفید و سیاہ ملے ہوئے تھے اور وہ کرسی پر تشریف رکھتے تھے میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ ہستی کون ہے جو ساتویں آسمان پر بیٹھی ہوئی ہے جو بیت المعمور کے دروازے کے نزدیک اللہ کی ہمسائگی میں ہے جبرئیل نے کہا اے محمدؐ یہ آپ کے والد ابراہیمؑ ہیں اور یہی آپ کی منزل اور آپ کی امت میں جو متقین ہیں اُن کا مقام ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ (آل عمران: ۶۸) (بے شک ابراہیم سے قریب تر وہی لوگ ہیں جنھوں نے اُن کی پیروی کی پھر یہ نبی اور مومن لوگ اور اللہ مومنین کا دوست ہیں) میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے مجھے سلام کیا اور فرمایا مرحبًا بالنبی الصالح والابن الصّالح والمبعوث فی الزّمن الصّالح خوش آمدید اے نبی صالح اے فرزند صالح اے وہ جسے صالح دور میں مبعوث کیا گیا مین نے اس آسمان پر بھی دیگر آدمانوں کی طرح فرشتوں کو خضوع و خشوع کے عالم میں دیکھا انھوں نے میرے لئے اور میری امت کے لئے خیر کی بشارت دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ساتویں آسمان میں نور کے چمک دار سمندر دیکھے اس کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی اور اس میں تاریک سمندر بھی دیکھے اور برف کے ایسے سمندر بھی دیکھے جو لرزہ براندام تھے جب میں خوف زدہ ہوا اور میں نے یہ سب دیکھا تو جبرئیل سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا اے محمدؐ مبارک باد قبول کیجیے اور اپنے ربّ کی کرامت پر شکر ادا کیجیے اور اللہ نے آپ پر جو کرم کیا ہے اس پر شکر ربّ بجا لائیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت ونصرت سے مجھے ثباتِ قدم عطا کیا یہاں تک کہ میں جبرئیلؑ سے کافی دیر تک گفتگو کر کے حیران ہوتا رہا جبرئیل نے کہا اے محمدؐ آپ نے جو کچھ دیکھا ہے وہ آپ کی نگاہوں میں عظمت کا حامل ہے یہ تو آپ کے ربّ کی تخلیق ہے تو ذرا سوچیں وہ خالق کیسا ہوگا جس نے یہ مخلوقات خلق فرمائی ہیں جن میں سے آپ کچھ دیکھ رہے ہیں اور جو آپ نہیں دیکھ رہے ہیں وہ آپ کے ربّ نے اس سے بھی زیادہ باعظمت بنائی ہیں اللہ اور اس کی مخلوقات کے درمیان ۹۰ ہزار حجابات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں اللہ سے سب سے زیادہ قریب میں ہوں اور اسرافیل ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان چار حجابات ہیں نور کا حجاب، ظلمت کا حجاب، بادلوں کا حجاب اور پانی کا حجاب۔

آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کی مخلوقات میں اللہ نے جنھیں میرے لئے مسخر کر دیا تھا میں نے ان کے عجائبات کا مشاہدہ کیا میں نے ایک مرغے کو دیکھا کہ جس کے پاؤں ساتویں زمین کی تہہ میں تھے اور اس کا سر

عرش کے پاس تھا اور فرشتوں میں سے ایک فرشتہ اللہ نے جسے جیسا چاہا تھا بنایا تھا اس کے پاؤں بھی ساتویں زمین کی تہہ میں تھے وہ بلند ہوا اور ہوا سے نکل کر ساتویں آسمان پہنچا اور وہ مسلسل چڑھتا رہا یہاں تک کہ اس کے سر کا کنارہ عرش کے نزدیک تک پہنچ گیا اور وہ کہہ رہا تھا سبحان ربّی میرا ربّ پاک و پاکیزہ ہے جب کہ تم نہیں جانتے ہو کہ تمھارا ربّ اتنی عظیم شان کے باوجود کہاں ہے؟ اور اس فرشتے کے دو بازو ہیں اس کے کندھوں سے متصل جب وہ انھیں پھیلاتا ہے تو وہ مشرق و مغرب سے پار چلے جاتے ہیں جب وقت سحر ہوتا ہے تو وہ اپنے بازوؤں کو پھیلاتا ہے اور وہ انھیں ہلاتا ہے (پھڑپھڑاتا ہے) اور بلند آواز میں یہ تسبیح پڑھتا ہے سبحان اللہ الملک القدّوس سبحان اللہ الکبیر المتعال لا الہ الّا اللہ الحیّ القیّوم (پاک ہے اللہ جو بادشاہ ہے اور بہت پاک و بابرکت ہے، پاک ہے اللہ جو کبیر اور بلند و بالا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جو زندہ اور قائم بالذات ہے)۔ اور جب وہ فرشتہ یہ کہتا ہے تو زمین کے تمام مرغ تسبیح کرنے لگتے ہیں اور اپنے بازوؤں کو پھڑپھڑاتے ہیں اور چیختے چلاتے ہیں اور جب وہ مرغ آسمان خاموش ہوتا ہے تو زمین کے تمام مرغ بھی ساکت ہوجاتے ہیں اور اس مرغ کے سبز رنگ کے روئیں ہیں اور سفید پر ہیں میں نے اتنے شدید سفید بال کبھی نہیں دیکھے اور اس کے سفید پروں کے نیچے سبز رنگ کے روئیں ہیں اتنے شدید سبز ہیں کہ آج تک ایسے سبز میں نے نہیں دیکھے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میں جبرئیل کے ساتھ روانہ ہوا اور بیت المعمور میں داخل ہوا میں نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی اور میرے اصحاب میں سے کچھ افراد تھے اور وہ نئے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور کچھ اصحاب ایسے تھے جنھوں نے پرانے لباس پہن رکھے تھے نئے لباس والے اصحاب داخل ہوئے اور پرانے کپڑے پہننے والے اصحاب کو روک دیا گیا پھر میں وہاں سے نکل کر روانہ ہوا تو مجھے دو نہروں کی جانب لے جایا گیا ایک نہر کا نام کوثر تھا اور دوسری نہر کا نام رحمت تھا میں نے کوثر سے پانی پیا اور نہر رحمت میں نہایا پھر مجھے جنت کی جانب رہنمائی کی گئی میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کے کناروں پر میرے اور میرے ازواج کے گھر تھے۔ اور جنت کی مٹی مشک کی مانند تھی میں نے دیکھا کہ ایک کنیز جنت کی نہروں میں محوِ شناوری ہے میں نے اس سے دریافت کیا کہ تو کس کے لئے ہے اے کنیز اس نے جواب دیا زید بن حارثہ کے لئے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے زید کو اس کی بشارت دی اور جنت کے پرندے اونٹ کی مانند تھے اور اس کے انار بڑے بڑے ڈول کی مانند تھے اور ایک درخت ایسا تھا کہ اگر اس کی جڑ میں پرندے کو بھیج دیا جائے تو وہ سات سو سال تک اس کے چکر لگاتا رہے اور جنت میں کوئی ایسا گھر نہیں ہے جو دونوں طرف سے وسیع نہ ہو میں نے دریافت کیا اے جبرئیل یہ کیا ہے جبرئیل نے کہا یہ شجرِ طوبیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ" (الرعد:۲۹) (اُن کے لئے خوش حالی اور اچھا ٹھکانا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں اپنی جانب رجوع کیا اور میں نے جبرئیل سے ان سمندروں اور اُن کی ہولناکیوں کے بارے میں دریافت کیا اور ان کے عجائبات کے بارے میں گفتگو کی

جبرئیل نے کہا کہ وہ حجابات کے غبار اور شامیانے ہیں جن کے ذریعے اللہ ربّ العزت پوشیدہ ہے اور اگر یہ حجابات نہ ہوتے تو عرش کا نور اور جو کچھ اس میں ہے وہ ظاہر ہوجاتا۔ اور میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا اس کا ایک پتا امتوں میں سے ایک امت پر سایہ کیے ہوئے تھا اور میں انھی میں سے تھا جیسا کہ ارشاد باری ہے قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (النجم: ۹) مجھے ندا دی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (البقرہ: ۲۸۵) رسول اس ہدایت پر ایمان لائے جو ان کے ربّ کی جانب سے نازل کی گئی اور مومنین نے بھی اسے مان لیا۔ [1]

قمیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس روایت کو سورۂ بقرہ کی آیت ۸۵ کے ذیل میں بیان کر دیا ہے۔ میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ہم نے اُسے اسی مقام پر نقل کیا ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے میرے ربّ تو نے انبیائے کرام کو فضیلتوں سے نوازا ہے مجھے بھی عطا فرما اللہ نے ارشاد فرمایا مجھے جو کچھ آپ کو دینا تھا وہ عطا کر چکا میں نے آپ کو عرش کے نیچے دو کلمات عطا کیے لاحول ولا قوۃ الا باللہ وَلَا منجا منك اِلَّا اليك اور فرمایا کہ فرشتوں نے مجھے ایک قول سکھایا جسے میں صبح و شام کہتا رہتا ہوں اللّٰھم ان ظلمی اصبح مستجیرًا بعفوك وذنبی اصبح مستجیرًا بمَغْفِرتِكَ وذلّی اصبح مُستجیرًا لعزّك وفقری اصبح مستجیرًا بغناك وَوجْهِي البالی اصبح مستجیرًا بوجهك الباقی الّذی لایَفْنٰی۔ (یااللہ میرا ظلم تیرے عفو کی پناہ ڈھونڈھ رہا ہے اور میرا گناہ تیری مغفرت کی پناہ چاہ رہا ہے اور میری ذلت وخواری تیری عزت کی پناہ چاہ رہی ہے اور میرا فقر و فاقہ تیرے غِنا (دولت مندی) کی پناہ طلب کر رہا ہے اور میرا بوسیدہ چہرہ تیری باقی رہنے والی ہستی کی پناہ کا متلاشی ہے جس کے لئے کبھی فنا نہیں)۔

آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اذان کی آواز سنی ایک فرشتہ اذان دے رہا تھا جسے آسمان میں اس سے پہلے نہیں دیکھا گیا تھا نبی اکرمؐ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ نے کہا میرے بندے نے سچ کہا میں ''اکبر'' ہوں پھر کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الّا اللہ اللہ نے کہا میرے بندے نے سچ کہا میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے پھر کہا اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اللہ نے کہا میرے بندے نے سچ کہا یقیناً محمدؐ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے ہی انھیں بھیجا ہے اور میں نے ہی انھیں منتخب کیا ہے۔ کہا حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ اللہ نے کہا میرے بندے نے سچ کہا میرے بندے نے میرے فریضہ کی طرف دعوت دی اب جو بھی اس فریضے کی جانب شوق سے جائے گا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھ کر جائے گا تو وہ اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ کہا حی علی الفلاح، حی علی الفلاح اللہ نے کہا یہی صلاح (نیکی، درستی) ہے کامیابی ہے، کامرانی ہے اس کے بعد میں نے آسمان میں فرشتوں کی امامت کی جس طرح میں نے بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کی تھی فریفتگی، عشق کی وارفتگی مجھ پر چھا گئی تو میں سجدے میں گر گیا تو میرے ربّ نے مجھے ندا دی کہ تم سے پہلے جتنے نبی گزریں ہیں اُن پر پچاس نمازیں فرض تھیں میں نے ان نمازوں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۔۱۱

کو تم پر اور تمھاری امت پر فرض کر دیا ہے لہٰذا تم اسے اپنی امت کے لئے لے کر جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہاں سے روانہ ہو کر حضرت ابراہیم کے قریب سے گزرا انھوں نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا یہاں تک کہ جب میں حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں پہنچا تو انھوں نے دریافت کیا اے محمدؐ آپ نے کیا کیا میں نے کہا کہ میرے ربّ نے کہا ہے کہ میں نے آپ سے پہلے تمام انبیاء پر پچاس نمازیں فرض قرار دی تھیں میں انھی نمازوں کو آپ پر اور آپ کی امت پر فرض کر رہا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے محمدؐ آپ کی امت آخری امت ہے اور سب سے کمزور ہے اور اللہ آپ کا ربّ آپ کی کسی بات کو رد نہیں کرے گا آپ کی امت اتنی نمازیں پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتی آپ واپس جایئے اور آپ اپنی امت کے لئے نمازوں میں کمی کا مطالبہ کیجیے میں اپنے ربّ کے پاس دوبارہ گیا یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہٰی پر پہنچا میں سجدے میں گر گیا۔

پھر میں نے کہا اے اللہ تو نے مجھ پر اور میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں نہ تو میں اور نہ ہی میری امت اس کی طاقت رکھتی ہے لہٰذا تو میرے لئے نمازوں میں تخفیف کر دے اللہ تعالیٰ نے دس نمازوں کی تخفیف کر دی میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور میں نے انھیں بتایا انھوں نے پھر مجھے واپس بھیجا اور کہا آپ اپنے ربّ کے پاس تشریف لے جایئے آپ کی اُمت ان نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی میں اپنے ربّ کے پاس واپس گیا اللہ نے دس نمازیں وضع کر دیں میں حضرت موسیٰ کے پاس واپس گیا میں نے انھیں اطلاع دی اور انھوں نے مجھے واپس بھیجا اور ہر واپسی پر میں اللہ کے پاس جاتا تو میں سجدے میں عرض گزار ہوتا یہاں تک کہ دس نمازیں رہ گئیں میں پھر موسیٰ کے پاس واپس گیا اور انھیں اطلاع دی فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔

میں پھر ربّ کے پاس گیا اور اللہ نے دس میں سے پانچ نمازیں وضع کر دیں اب میں حضرت موسیٰ کے پاس واپس آیا اور انھیں اطلاع دی تو انھوں نے کہا آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی میں نے کہا کہ مجھے اپنے ربّ سے شرم آتی ہے میں اس پر صبر کروں گا تو منادی نے مجھے ندا دے کر کہا چوں کہ تم نے اس پر صبر کیا ہے لہٰذا پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں ہر نماز دس کے مساوی ہے اور تمھاری امت میں سے جو بھی ایک نیکی کا قصد کرے گا اور اس پر عمل پیرا ہو جائے گا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اگر عمل نہیں کرے گا تو صرف ایک نیکی لکھی جائے گی اور آپ کی امت میں سے جو شخص برائی کا ارادہ کرے گا اور اس پر عمل کر لے گا تو اس کے لیے ایک برائی لکھ دی جائے گی اور اگر عمل نہیں کرے گا تو اس کے لئے کچھ بھی نہیں لکھا جائے گا۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کو اس امت کی جانب سے جزائے خیر عطا کرے یہ اللہ تعالیٰ کے قول سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ کی تفسیر ہے۔[۱]

کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تو جبرئیل امین انھیں براق پر لے گئے وہ دونوں بیت المقدس آئے تو انھیں انبیاء کی محرابیں (جہاں پیش نماز عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے) پیش کی گئیں انھوں نے وہاں نماز پڑھی اور انھیں واپس کر دیا اور جب واپسی ہوئی تو آنحضرتؐ

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۱۔ ۱۳

قریش کے ایک قافلے کے پاس سے گزرے جن کے برتن میں پانی تھا اور ان کا اونٹ گم ہوگیا تھا اور وہ اپنے اونٹ کو تلاش کر رہے تھے نبی اکرمؐ نے اس پانی میں سے پیا اور باقی پانی بہا دیا جب صبح ہوئی تو رسول اللہؐ نے قریش سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت المقدس تک سیر کرائی تھی اور مجھے انبیاء کے آثار اور اُن کی منزلیں دکھائی تھیں اور میں فلاں فلاں جگہ ایک کارواں کے پاس سے گزرا تھا جنھوں نے اپنے اونٹ کو گم کر دیا تھا میں نے ان کے پانی میں سے پیا تھا اور باقی پانی کو بہا دیا تھا ابوجہل نے کہا اے لوگو اگر تمھیں فرصت ملے تو اُن سے سوال کرو کہ بیت المقدس میں کتنے ستون اور کتنی قندیلیں ہیں؟ انھوں نے کہا اے محمدؐ ہمارے پاس وہ شخص ہے جو بیت المقدس جا چکا ہے آپ ذرا یہ فرمایئے کہ اس میں کتنے ستون، کتنی قندیلیں اور کتنے محراب ہیں۔ جبرئیل تشریف لائے اور انھوں نے بیت المقدس کی تصویر آنحضرتؐ کے سامنے آویزاں کردی رسول اکرمؐ اُن کے ہر سوال کا جواب دیتے رہے جب وہ انھیں بتا چکے تو انھوں نے کہا کہ قافلے کو واپس آنے دیں آپ نے فرمایا ہے ہم اُن سے بھی اُس بارے دریافت کریں گے رسول اکرمؐ نے فرمایا اس بات کی تصدیق یہ ہے کہ قافلہ سورج نکلتے ہی یہاں پہنچ جائے گا اور سب سے آگے مٹیالے رنگ کا اونٹ ہوگا جب دوسرا دن ہوا تو انھوں نے گھاٹی کی جانب دیکھنا شروع کیا اور کہا دیکھو سورج ابھی نکلا ہی چاہتا ہے ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ سورج نکلتے ہی قافلہ بھی نظر آ گیا اور مٹیالا اونٹ آگے آگے دکھائی دیا تو رسول اللہؐ نے جو کچھ بتایا تھا اُن لوگوں نے وہ قافلے والوں سے پوچھا انھوں نے جواب دیا ہاں یہ واقعہ تھا، ہمارا اونٹ فلاں جگہ گم ہوگیا تھا اور ہم نے پانی رکھ دیا تھا تو ہم نے یہ دیکھا کہ کسی نے پانی بہا دیا ہے یہ سننے کے بعد قریش والوں کی سرکشی میں اضافہ ہوا۔[1]

تفسیر قمیؒ میں بھی اسی سے ملتا جلتا واقعہ لکھا ہے۔[2]

کتاب کشف الغمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے آپ سے کس زبان میں خطاب کیا تو آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے علی ابن ابی طالب کی زبان میں گفتگو کی (یعنی گفتگو کا لہجہ علی کا تھا) تو مجھے الہام کیا گیا کہ اگر تم یہ سوال کرو اے ربّ تو نے مجھے خطاب کیا ہے یا علی ابن ابی طالب نے تو فرمایا اے احمد میں کسی شے کی مانند نہیں ہوں اور میرا قیاس انسانوں سے نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کسی شے کے ذریعے میرے اوصاف بیان کیے جاسکتے ہیں میں نے تمھیں اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور علیؑ کو تمھارے نور سے بنایا ہے میں آپ کے دل کے راز سے آگاہ ہوں میں نے آپ کے دل میں علیؑ ابن ابی طالب سے زیادہ کسی اور کو محبوب نہیں پایا تو میں نے آپ سے علیؑ کی زبان میں خطاب کیا تاکہ آپ کا دل مطمئن رہے۔[3]

قصۂ معراج کی احادیث بہت ہیں جو چاہتا ہے انھیں اُن مقامات پر دیکھ سکتا ہے اور اس میں اتنے اسرار ہیں جن سے راسخون فی العلم ہی آگاہ ہوسکتے ہیں۔

---

(۱) الامالی شیخ صدوق ص ۳۶۳ مجلس ۶۹ ح ۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۳

(۳) کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۰۶ علامہ مجلسی نے بحارالانوار ج ۱۸ ص ۳۸۶ ح ۹۴ میں اس کی تحریم ہے۔

وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷

۲۔ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت قرار دیا اور انھیں خبردار کر دیا کہ میرے علاوہ کسی اور کو اپنا کارساز نہ بنانا۔

۳۔ چوں کہ تم ان کی اولاد ہو جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا بے شک نوح بے حد شکر گزار بندے تھے۔

۴۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنی کتاب میں اس فیصلے سے آگاہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں ضرور فساد برپا کرو گے اور یقیناً بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔

۵۔ پھر جب دونوں میں سے پہلے وعدہ کا موقع آیا تو اے بنی اسرائیل ہم نے تمھارے اوپر ایسے سخت جنگجو مسلط کر دیئے جو تمھارے دیار میں فساد کرنے کے لئے گھس گئے اور یہ ایک پورا ہونے والا وعدہ تھا۔

۶۔ اس کے بعد ہم نے تمھیں ان پر غلبے کا موقع فراہم کیا اور ہم نے اموال اور اولاد سے تمھاری مدد کی

اور تمھاری تعداد میں اضافہ کر دیا۔
۷۔اگر تم نے بھلائی اختیار کی تو اس کا فائدہ خود تمھیں پہنچے گا اور اگر تم برائی کرو گے تو وہ خود تمھارے لئے ہوگی پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آ گیا (تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا) تاکہ وہ تمھارا چہرہ بگاڑ دیں اور وہ مسجد (بیت المقدس) میں اُسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر اُن کا بس چلے اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیں۔

۲۔وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔
اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت قرار دیا
اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا۔
اور انھیں خبردار کر دیا کہ میرے علاوہ کسی اور کو اپنا کارساز نہ بنانا
یعنی میرے علاوہ کسی کو ربّ نہ بناؤ جس کی طرف تم اپنے امور میں اعتماد اور بھروسا کرو۔
۳۔ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ۔
(چوں کہ) تم ان کی اولاد میں سے ہو جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا
لفظ ذُرِّيَّةَ کی "ۃ" کو زبر یا تو اختصاص کی وجہ سے ہے یا ندا کے سبب ہے۔
اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔
بے شک نوح بے حد شکر گزار بندے تھے
شکور کے معنی ہیں زیادہ شکر ادا کرنے والا
کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا سے کیا مراد ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا نوح علیہ السلام چند کلمات پابندی سے ادا کرتے تھے اور اُن میں کوتاہی نہیں کرتے تھے سوال کیا گیا وہ کلمات کیا تھے؟ امام عالی مقام نے فرمایا کہ جب صبح ہوتی تھی تو وہ فرمایا کرتے تھے اَصْبَحْتُ اُشْهِدُكَ مَا اَصْبَحَتْ بِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ عَافِيَةٍ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا فَاِنَّهَا مِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ، وَلَكَ الشُّكْرُ كَثِيْرًا۔ میں صبح کے وقت گواہی دیتا کہ اے اللہ تو نے مجھے نعمت اور عافیت دین و دنیا میں عطا فرمائی ہے یہ سب تیری جانب سے ہے تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اس عنایت پر تیری حمد کر رہا ہوں اور تیرا بہت زیادہ شکر گزار ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام صبح کے وقت تیس مرتبہ اور شام کے ہنگام تیس مرتبہ یہ کلمات دہرایا کرتے تھے۔
کتاب فقیہ، علل الشرائع، قمیؒ اور عیاشی میں کچھ لفظوں کے اختلاف اور تعداد کے اختلاف کے ساتھ اسی سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔

۴۔وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ -

اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے فیصلے سے آگاہ کردیا تھا

ہم نے اُن کی طرف ایسی وحی کی جو پوری ہونے والی، طے شدہ اور نافذ ہونے والی تھی۔

فِي الْكِتَٰبِ -

کتاب میں یعنی توریت میں

لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ -

کہ تم دومرتبہ زمین میں ضرور فساد برپا کروگے

وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا -

اور یقینا بڑی سرکشی دکھاؤ گے

۵۔فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا -

اور جب دونوں میں سے پہلے عذاب کے وعدے کا وقت آ گیا

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ -

ہم نے تمھارے اوپر اپنے بندوں کو مسلط کیا

أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ -

بڑے سخت جنگ جو

فَجَاسُوا -

وہ تمھاری تلاش میں گھس گئے

خِلَٰلَ الدِّيَارِ -

دیار میں شہر کے وسط میں قتل وغارت گری اور قیدی بنانے کے لئے

وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا -

اور یہ ایک پورا ہونے والا وعدہ تھا اور ان کو سزا دینے کا وعدہ لازم تھا کہ ہوکر رہے۔

۶۔ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ -

اس کے بعد ہم نے تمھیں ان پر غلبے کا موقع فراہم کیا اور حکومت واقتدار سے نوازا ان لوگوں کے خلاف غلبہ عطا کیا جنھیں تم پر مسلط کیا گیا تھا۔

وَأَمْدَدْنَٰكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ -

اور ہم نے اموال اور اولاد سے تمھاری مدد کی

وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا -

اور ہم نے تمھاری تعداد میں اضافہ کردیا یعنی تم جتنی تعداد میں تھے اس کو بڑھا دیا

لفظ ''نفیر'' کا مفہوم ہے جو کسی شخص کے ساتھ اپنی قوم سے نکل کر بھاگ جائے اور دشمن سے مڈبھیڑ کے لئے جمع ہونے والے افراد۔

۷- اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ -

اگر تم نے بھلائی اختیار کی تو اس کا فائدہ خود تمھیں پہنچے گا

اس لئے کہ اس بھلائی کا ثواب تمھارے نفس کو ملے گا۔

وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا -

اور اگر تم برائی کرو گے تو اس کا وبال بھی خود تمھارے نفس پر ہوگا

تفسیر جوامع میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا نہ تو تم نے کسی پر احسان کیا ہے اور نہ ہی تم نے کسی سے برائی کی ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1]

کتاب عیون میں ہے اگر تم برائی کرو گے تو اس کا بخشنے والا رب موجود ہے۔ [2]

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ -

پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آگیا یعنی دوسری مرتبہ سزا دینے کا وعدہ

لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ -

تاکہ وہ تمھارا چہرہ بگاڑ دیں

ہم نے تمھارے دشمنوں کو تم پر اس لئے مسلط کیا تھا کہ وہ تمھارا چہرہ بگاڑ دیں وہ اسے خانہ بدوشوں جیسا بنا دیں جن پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوں۔

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ -

اور وہ مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے داخل ہوئے تھے

وَلِيُتَبِّرُوْا -

اور تاکہ اسے برباد کردیں

مَا عَلَوْا -

وہ جس چیز پر غلبہ حاصل کرلیں اس پر چھا جائیں یا اس سے مراد ان کی فوقیت کی مدت ہے

تَتْبِيْرًا - جو تباہی کا حق ہو

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۱۸ (۲) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۹۴ ح ۴۹

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ⑧

۸۔ ہوسکتا ہے کہ تمھارا رب تم پر رحم کرے لیکن اگر تم اپنی سابقہ روش کا اعادہ کرو گے تو پھر ہم بھی اپنی سزا کا اعادہ کریں گے اور ہم نے کافرین کے لئے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔

۸۔عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۔ ہوسکتا ہے کہ تمھارا رب تم پر رحم کرے

وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۔ اب اگر تم اپنی سابقہ روش کا اعادہ کرو گے تو ہم تیسری مرتبہ تمھیں سزا دیں گے

وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۔

اور ہم نے کافرین کے لئے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے

ایسا قید خانہ جہاں سے وہ نکل کر ہرگز باہر نہیں جاسکتے ہیں اور عامہ نے افساد کی تفسیر یہ کی ہے کہ دو مرتبہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کا قتل اور بہت بڑی تعلّی اللہ کی اطاعت سے سرپیچی اور سرکشی اور لوگوں پر ظلم ڈھانا اور عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ سے مراد بخت نصر اور اس کے لشکر کے ذریعے سے اور اُن پر دوبارہ حملہ کیا بہمن بن اسفندیار کو شام کے وسیع علاقے کی طرف روانہ کرکے اور دانیال کو ان پر حاکم بنا کر اور دوسرا وعدہ دوبارہ ان پر اللہ نے فُرس (ایرانیوں) کو مسلط کردیا۔[۱]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ''اِفْسَادِیْن'' (دو فساد) کی تفسیر حضرت علی ابن ابی طالب کے قتل اور امام حسن پر نیزہ مارے جانے سے کی ہے اور ''العلوّ الکبیر'' سے مراد امام حسین علیہ السلام کا قتل ہے اور عباد اولی باس سے مراد وہ قوم ہے اللہ تعالیٰ جن کو قائم کے ظہور سے پہلے مبعوث کرے گا اور وہ آل محمد صلوات اللہ علیہم کے خون کا بدلہ لینے کے لئے چن چن کر قتل کریں گے اور وعد اللہ سے مراد قائم کا ظہور ہے اور دوبارہ حملہ کرنے سے مراد امام حسین علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا ہے اپنے ستر اصحاب کے ساتھ ان پر سفید اور سنہری لباس ہوگا جس وقت حجت القائم اُن کے درمیان موجود ہوں گے۔[۲]

اور دوسری روایت میں عیاشی نے امام باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ ان العباد اولی باس سے مراد قائم اور اُن کے اصحاب ہیں۔[۳]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ اور ہم نے بنی اسرائیل کو توریت میں آگاہ کردیا اس کے بعد بنی اسرائیل سے خطاب منقطع ہوکر اُمت محمدؐ کی طرف آیا اور اللہ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر فرمایا لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ کہ تم لوگ زمین میں دو بار فساد کرو گے۔[۴]

---

(۱) تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۷۸ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۰۶ ح ۲۵۰ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۱ ح ۲۰
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۱ ح ۲۱ (۴) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۱۴

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۙ﴿۹﴾

وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۰﴾

وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ﴿۱۲﴾

۹- بے شک یہ قرآن اس راستے کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور یہ اُن مومنین کو بشارت دیتا ہے جو اعمالِ صالحہ بجالاتے ہیں کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر موجود ہے۔

۱۰- اور جولوگ آخرت کونہیں مانتے تو ہم نے اُن کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

۱۱- انسان شر کو اِس طرح طلب کرتا ہے جس طرح اسے خیر کو مانگنا چاہیے اور انسان تو جلد باز واقع ہوا ہے۔

۱۲- اور ہم نے رات اور دن کو نشانیاں بنایا ہے پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنا دیا تا کہ تم اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو اور ماہ و سال کا حساب معلوم کرسکو اور ہم نے ہر شے کو الگ الگ واضح طور سے بیان کر دیا ہے۔

۹- اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ-

بے شک یہ قرآن اس راستے کی ہدایت کرتا جو بالکل سیدھا ہے۔

یعنی یہ قرآن اس راستے کی طرف لے جاتا ہے جو تمام راستوں میں سب سے سیدھا اور بالکل مستقیم ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے یَهْدِیْ کے معنیٰ ہیں یہ دعوت دیتا ہے۔[۱]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ قرآن امام کی جانب ہدایت کرتا ہے۔[۲]

اور امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ قرآن ولایت کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔[۳]

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے وہ اپنے والد اور وہ اپنے جد سیّد سجاد علیہ السلام

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۲۱۶ ح ۲ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۱۲ ح ۲ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۳ ح ۲۵

سے روایت کرتے ہیں امامؑ نے فرمایا کہ ہم میں سے جو بھی امام ہے وہ معصوم ہوتا ہے اور عصمت کوئی ظاہری شے نہیں ہے جسے دیکھ کر پہچانا جاسکے اسی لیے امام منصوص من اللہ (اللہ کی جانب سے مقرر کردہ) ہوتا ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ معصوم کا مفہوم کیا ہے فرمایا وہ جو حَبْلُ اللہ سے اعتصام رکھتا ہو اور حبل اللہ سے مراد قرآن ہے اور قرآن امام کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے قول سے ثابت ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ -[1]

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا

اور یہ اُن مومنین کو بشارت دیتا ہے جو اعمالِ صالحہ بجالاتے ہیں کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر موجود ہے

۱۰-وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

اور جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے تو ہم نے اُن کے لیے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے

یعنی مومنین کو دو بشارتیں دی جارہی ہیں پہلی بشارت یہ ہے کہ وہ ثواب کے حق دار ہوں گے اور دوسری بشارت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں کو عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔

۱۱-وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ-

اور انسان شر کو اس طرح طلب کرتا ہے جس طرح اسے خیر کو مانگنا چاہیے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا-

اور انسان تو جلد باز واقع ہوا ہے۔

کتاب مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے تم پر لازم ہے کہ اپنی نجات اور اپنی ہلاکت کے راستے کو پہچان لو تاکہ تم اللہ کو اس چیز کے ذریعے نہ پکارو جس میں ہوسکتا ہے کہ تمھاری ہلاکت مضمر ہو اور تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس میں تمھاری نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ الخ[2]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا اور ان میں اپنی روح ڈالی تو انھوں نے تخلیق کی تکمیل سے پہلے ہی چھلانگ لگادی اور کھڑے ہونے لگے تو وہ گر گئے وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا -[3]

۱۲-وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ-

اور ہم نے رات اور دن کو نشانیاں بنایا ہے۔

فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً-

پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹادیا اور دن کی نشانی کو روشن بنادیا۔

---

(۱) معانی الاخبار ص ۱۳۲ ح ۱ باب عصمت امام کا مفہوم (۲) مصباح الشریعہ ص ۱۳۲ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۳ ح ۲۷

لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔

تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

اور دن کی روشنی میں اپنے ذرائع معاش کی تگ و دو کرو اس کی جستجو میں نکل جاؤ۔

وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ۔

اور تا کہ تم جان لو ماہ و سال کا حساب ان کا یکے بعد دیگرے آنا اور اُن کی منزلیں۔

وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا۔

اور ہم نے ہر شے کو الگ الگ واضح طور سے بیان کر دیا ہے جس میں کسی قسم کا التباس نہیں ہے۔ تمھیں دین اور دنیا کے امر میں جس کی اکثر ضرورت پڑتی رہتی ہے نہج البلاغہ میں حضرت علی السلام نے فرمایا ہے۔

''اُس نے فلک کے سورج کو دن کی روشن نشانی اور چاند کو رات کی دھندلی نشانی قرار دیا ہے اور انھیں اُن کی منزلوں پر چلایا ہے اور ان کی گزرگاہوں میں اُن کی رفتار مقرر کر دی ہے تا کہ اُن کے ذریعے سے شب و روز کی تمیز ہو سکے اور انھی کے اعتبار سے برسوں کی گنتی اور دوسرے حساب جانے جا سکیں۔[1]

کتاب علل الشرائع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا بات ہے کہ سورج اور چاند کی ضیا اور نور ایک جیسا نہیں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو خلق فرمایا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور ذرا سی بھی نافرمانی نہیں کہ تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ چاند کی روشنی کو مٹا دیں تو اس مٹانے کا اثر کالی لکیروں کی شکل میں چاند میں موجود ہے اور اگر چاند کو اس کے حال پر سورج کی طرح چھوڑ دیا جاتا اور مٹایا نہ جاتا تو پھر رات دن کی تمیز باقی نہ رہتی اور نہ ہی دن کو رات سے پہچانا جاتا اور نہ ہی روزہ دار کو علم ہوتا کہ کتنے دن روزہ رکھے اور نہ لوگ سالوں کا حساب جان پاتے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول سے واضح ہے۔ وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ الخ[2]

کتاب احتجاج میں ہے کہ ابن الکوا نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ آپ مجھے اس محو (مٹانے) کے بارے میں بتلایئے جو چاند میں ہوتا ہے تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر ایک اندھا شخص ایک تاریک رات کے مسئلے کے بارے میں سوال کر رہا ہے کیا تم نے اللہ کا قول نہیں سنا وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً۔[3]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاند کو خلق کیا تو اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المومنین لکھ دیا اور چاند میں جو سواد نظر آتا ہے وہ اسی کی وجہ سے ہے۔[4]

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۹۱
(۲) علل الشرائع ص ۴۷۰ ح ۳۳ باب ۲۲۲
(۳) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۸۷
(۴) الاحتجاج ج ۱ ص ۲۳۱

وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىۡ عُنُقِهٖ‌ؕ وَنُخۡرِجُ لَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلۡقٰىهُ مَنۡشُوۡرًا ﴿۱۳﴾

اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ‌ؕ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا ؕ‏ ﴿۱۴﴾

مَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ﴿۱۵﴾

وَاِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا ﴿۱۶﴾

۱۳- اور ہم نے ہر انسان کے شگون (عمل) کو اس کے اپنے گلے میں لٹکا دیا ہے اور ہم روز قیامت اس کے لیے ایک تحریر نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی کتاب کی طرح پائے گا۔

۱۴- تم اپنا نامۂ اعمال پڑھ لو، آج اپنا حساب لینے کے لیے تم خود ہی کافی ہو۔

۱۵- اب جو ہدایت پا گیا تو اس ہدایت کا فائدہ اس کے نفس کو پہنچے گا۔ اور جو گمراہ رہا تو اس گمراہی کا وبال بھی اسی پر ہوگا اور کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک ان لوگوں میں کسی رسول کو مبعوث نہ کردیں۔

۱۶- اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس بستی کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تو اس بستی پر ہمارا حکم نافذ ہوجاتا ہے اور ہم اُسے مکمل طور پر تباہ و برباد کردیتے ہیں۔

۱۳- وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ طٰٓئِرَهٗ -

اور ہم نے ہر انسان کے شگون (عمل) کو لٹکا دیا ہے۔ اور جو کچھ اس کے لیے لکھ دیا گیا تھا اسے اس کے ساتھ لازم قرار دیا ہے گویا کہ غیب کے گھونسلے اور قضا و قدر کے آشیانے سے اُس کا شگون حاصل کیا گیا ہو۔

فِىۡ عُنُقِهٖ - اس کی گردن میں طوق لٹکا دیا گیا ہے۔

تفسیر عیاشی میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے اور قمی میں ہے فرمایا اللہ نے اس کے لیے جو کچھ مقرر کرنا تھا وہ مقرر کردیا۔[1]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۴ ح ۳۲ و تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۷

تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اس کا خیر اور اس کا شر ایک ساتھ ہوگا وہ ان دونوں کو علیحدہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ہوگا یہاں تک کہ قیامت کے دن جو کچھ اس نے عمل کیا ہوگا اُس کے مطابق اس کا نامۂ عمل اسے دے دیا جائے۔[1]

وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا۔

اور ہم روز قیامت اس کے لیے ایک تحریر نکالیں گے۔

یہ تحریر اس کے عمل کا صحیفہ ہوگی۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ بعینہ خود اس کا نفس ہوگا جس میں اس کے اعمال راسخ ہو چکے ہوں گے یوں محسوس ہوگا جیسے اس کے اعمال اس میں مُنقش ہو چکے ہیں۔

يَلْقَاهُ مَنْشُورًا۔

پردہ ہٹ جانے کی وجہ سے وہ اپنے نامۂ عمل کو کھلی ہوئی کتاب کی صورت میں پائے گا۔

۱۴۔ اِقْرَأْ كِتَابَكَ۔

جیسا تم نے کہا تھا اس کے مطابق اب تم خود اپنی کتاب (نامۂ عمل) پڑھ لو۔

كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔

آج اپنا حساب لینے کے لیے تم خود کافی ہو۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا بندے نے جو بھی عمل کیا تھا وہ یاد کرے گا اور جو کچھ نامۂ عمل میں تحریر ہوگا یوں محسوس ہوگا جیسے اس نے یہ عمل اسی وقت انجام دیے ہیں اسی وجہ سے وہ یہ کہیں گے **يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا** (الکہف:۴۹) ہائے ہماری کم بختی کیسا یہ اعمال نامہ ہے جو کسی چھوٹے یا بڑے عمل کو نہیں چھوڑ رہا اس نے تو سب ہی کو شمار کر رکھا ہے۔[2]

۱۵۔ مَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ۔

اب جو ہدایت پا گیا تو اس کا فائدہ اُس کے نفس کو پہنچے گا۔

وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا۔

اور جو گمراہ رہا تو اس کی گمراہی کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔

اور کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ وہ خود اپنا بوجھ اٹھائے گا۔

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۱۷ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۰۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۴ ح ۳۳

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔

اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک ہم کسی رسول کو مبعوث نہ کردیں۔

جو رسول دلائل کو واضح کرے اور شریعت کی بساط بچھائے تاکہ اُن لوگوں پر حجت قائم ہوجائے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا انسانوں کے درمیان ایسا آلہ بنا دیا گیا ہے جس سے وہ معرفت حاصل کرلیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں، پوچھا گیا کیا انھیں معرفت حاصل کرنے کے لیے مکلف بنایا گیا ہے۔ فرمایا نہیں، اس کی وضاحت اللہ کے ذمے ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (بقرہ:۸۶) اللہ کسی فرد کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا" (الطلاق:۷) اللہ کسی شخص پر اتنی ہی ذمہ داری ڈالتا ہے جتنا اس نے اُسے دیا۔[1]

۱۶۔وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً ۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

جب ہمارا ارادہ کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے پختہ ہوجاتا ہے اور جب اس کا مقررہ وقت قریب آجاتا ہے۔

اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا ۔ تو ہم اس بستی کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔

فَفَسَقُوْا فِيْهَا ۔ وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ہم اس کے سرکش اور مغرور لوگوں کی تعداد بڑھا دیتے ہیں۔[2]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ہم اس بستی کے اکابرین کو حکم دیتے ہیں۔[3]

حدیث میں آیا ہے خَيْرُ الْمَالِ سِكَّةٌ مَابُوْرَةٌ وَمُهْرَةٌ مَاْمُوْرَةٌ

بہترین مال ایسا کھجور کا درخت ہے جو زیادہ پھل دے اور ایسا گھوڑا ہے جس کی نسل زیادہ بڑھے۔

سِكَّةٌ کے معنیٰ کھجور کے ہیں اور مُهْرَةٌ گھوڑے کو کہتے ہیں۔[4]

کہا گیا ہے کہ (مترفین) عیش وعشرت میں پلے ہوئے، ظالم اور سرکش افراد کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے اس لیے کہ دوسرے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں اس لیے بھی کہ یہ لوگ حماقت میں نہایت پھرتی دکھاتے ہیں اور فسق و فجور پر قدرت رکھتے ہیں۔[5]

فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ ۔

تو اس بستی پر ہمارا حکم نافذ ہوجاتا ہے۔ یعنی اس بستی پر عذاب آجاتا ہے۔

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۔ تو ہم اسے مکمل طور پر تباہ کردیتے ہیں یعنی ہلاک و برباد کردیتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۴ ح ۳۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۷ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۴ ح ۳۵

(۴) جوامع الجامع ج ۱ ص ۳۲۱ و انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۸۰ (۵) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۸۰

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

۱۷۔ ہم نے نوح کے بعد بہت سی اُمتوں کو ہلاک کر ڈالا اور اے نبی تمھارا ربّ اپنے بندوں کے گناہوں سے اچھی طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

۱۸۔ جو شخص دنیا کا خواہش مند ہے ہم جسے جو دینا چاہتے ہیں اسے دُنیا ہی میں عطا کر دیتے ہیں پھر ہم اس کے لیے آتش جہنم کا فیصلہ کر دیتے ہیں جسے وہ تاپے گا ملامت زدہ اور دھتکارے ہوئے شخص کی طرح۔

۱۹۔ اور جو آخرت کا طلب گار ہے اور اس کے لیے اپنی پوری کوشش کر رہا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی سعی مشکور ہوگی۔

۲۰۔ ہم اِنھیں بھی اور اُنھیں بھی دنیا میں سامانِ زیست فراہم کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ تمھارے ربّ کا عطیہ ہے اور تمھارے ربّ کا عطیہ کسی کے لیے ممنوع نہیں ہے۔

۲۱۔ ذرا غور کرو ہم نے ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت کے درجات بہت بڑے ہوں گے اور اس کی فضیلتیں بھی عظیم ہوں گی۔

۱۷۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا۔

اور ہم نے بہتیرے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا۔

مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۔

نوح کے بعد اُمتوں میں سے جیسے عاد اور ثمود کی قوم۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۔

اور اے نبی تمھارا ربّ اپنے بندوں کے گناہوں سے اچھی طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ وہ ہر ایک کے باطن اور اُن کے ظاہر کا ادراک کر لیتا ہے اور اسی کے مطابق انھیں جزا و سزا دیتا ہے۔

۱۸۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ ۔

جو شخص دنیا کا خواہش مند ہے۔

یعنی دنیاوی نعمتوں کی جانب اس کی تمام توجہات مرکوز ہیں۔

عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ۔

ہم جسے جو کچھ دینا چاہتے ہیں اُسے دنیا ہی میں عطا کر دیتے ہیں۔ اللہ نے اس شخص کے لیے دنیا میں جو نصیب مقرر کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے مَشِيَّتْ اور ارادے سے مقید کر دیا ہے اس لیے کہ ہر خواہش مند اور متمنی اپنی ہر خواہش پوری نہیں کر پاتا اور نہ ہی فرد کو اس کی خواہشات کے مطابق ہر چیز مل جاتی ہے۔ یہ بات علم میں رہنی چاہیے کہ امر کا تعلق مَشِيَّتْ سے ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۔

پھر ہم نے اُس کے لیے آتش جہنم کا فیصلہ کر دیا ہے جسے وہ ملامت زدہ اور دھتکارے ہوئے شخص کی طرح تاپے گا۔

مَّدْحُوْرًا کے معنی میں اللہ کی رحمت سے دور کیا ہوا اور دھتکارا ہوا تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اس علم کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جن چیزوں کو فرض قرار دیا ہے وہ اس کے ذریعے اللہ کی خوش نودی اور آخرت کے گھر کا متمنی نہیں ہے وہ اپنے اس عمل سے دنیاوی ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا ہی میں جو چاہتا ہے دنیاوی مال و متاع دے دیتا ہے۔ لیکن آخرت میں اس کے لیے کسی قسم کا ثواب باقی نہیں رہتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سب کچھ اس لیے دیا ہے کہ وہ اسے اطاعت پر مددگار بنائے وہ اس نعمت کو اللہ کی معصیت اور نافرمانی میں استعمال کرتا ہے تو اس عمل پر اللہ اسے سزا دے گا۔[1]

۱۹۔ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا ۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۰۷

اور جو آخرت کا طلب گار ہے اور اس کے لیے اپنی پوری کوشش کر رہا ہے۔

سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا کا مفہوم جو کوشش کا حق ہے وہ ادا کر رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جن امور کا حکم دیا ہے انھیں بجا لا رہا ہے اور جن باتوں سے روک دیا ہے ان سے رُک گیا ہے اور وہ اُن سے تقرب حاصل نہیں کر رہا ہے جسے ان لوگوں نے اپنی رائے سے گھڑ لیا ہے۔ لَهَا میں ''ل'' کا فائدہ نیت اور اخلاص کے اعتبار کو ظاہر کرنا ہے۔

وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

دراں حالے کہ وہ مومن ہو۔

ایسا ایمان جس میں نہ شرک ہو اور نہ ہی تکذیب (جھٹلانا)

فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔

تو ایسے لوگوں کی سعی مشکور ہوگی۔

مشکوراً کا مفہوم ہے اللہ کے نزدیک وہ مقبول ہوئی اور اسے اللہ سے اس کا ثواب ملے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص آخرت کا ارادہ کر رہا ہے اور آخرت کا طلب گار ہے اسے چاہیے کہ وہ دنیاوی زندگی کی زینت کو ترک کر دے۔[1]

۲۰۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ۔

ہم اُن میں سے ہر ایک کو سامانِ زیست فراہم کر رہے ہیں۔

وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ۔

اور یہ سب کچھ تمھارے ربّ کا عطیہ ہے۔

ہم فریقین میں سے ہر ایک کو انھیں بھی اور اُنھیں بھی یکے بعد دیگرے نعمتوں سے نواز رہے ہیں ایک عطا کے بعد دوسری عطا کا سلسلہ جاری رہتا ہے ہم موجودہ عطا کو سابقہ عطا سے متصل کر دیتے ہیں اسے منقطع نہیں ہونے دیتے ہم اطاعت گزار اور نافرمان دونوں کو رزق فراہم کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔

اور تمھارے ربّ کا عطیہ کسی کے لیے ممنوع نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کسی گناہ گار کے عصیان اور نافرمانی کی بنا پر اس کے رزق کو نہیں روکتا۔

۲۱۔ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔

ذرا غور کرو ہم نے ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر دنیا میں کس طرح فضیلت عطا کی ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔

---

(۱) بحار الانوار ج ۶ ص ۱۳۱ ح ۲ و ج ۱۷ ص ۳۳۳ ح ۹ و خصال ص ۲۹۳ ح ۵۸ باب ۵

اور آخرت کے درجات بہت بڑے ہوں گے اور اس کی فضیلتیں بھی عظیم ہوں گی یعنی آخرت میں ایک دوسرے سے بہت سے زیادہ فرق ہوگا۔ تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ جنت کے اعلیٰ درجات اور نچلے درجات میں اتنا ہی فرق ہوگا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فرق ہے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے تم یہ مت کہو کہ جنت ایک ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ (الرحمن : ۶۲) اور ان دونوں کے درمیان دو جنتیں ہیں اور یہ بھی نہ کہو کہ درجہ ایک ہے ارشاد باری عزاسمہ ہے وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (زخرف : ۳۲) (اور ہم نے انھیں درجات میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے) اعمال کی وجہ سے لوگوں کے درجات ایک دوسرے سے افضل ہوں گے۔[2]

امام علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ جب مومنین جنت میں داخل ہوں گے اور اُن میں سے ایک کا درجہ دوسرے سے اعلیٰ ہوگا اگر وہ اپنے ساتھی سے ملاقات کا خواہش مند ہو تو وہ کیا کرے گا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو اعلیٰ درجے میں ہوگا وہ نیچے اترے گا اور اپنے رفیق سے ملاقات کرے گا لیکن جو نچلے درجے میں ہوگا وہ اعلیٰ درجے والے تک نہیں جائے گا اس لیے کہ وہاں تک اس کی رسائی ممکن نہیں لیکن اگر وہ پسند کریں گے خواہش رکھیں گے تو پوشیدہ طور سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہے گا۔[3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ کل یعنی روز قیامت بندے درجات کے اعتبار سے رفعت حاصل کریں گے اور اپنی عقلوں کے لحاظ سے اپنے ربّ کی قربت انھیں حاصل ہوگی۔[4]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ثواب عقل کے مطابق دیا جاتا ہے۔[5]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۰۷ (۲) تفسیر عیاشی و مجمع البیان ج ۹۔۱۰ ص ۲۱۰
(۳) مجمع البیان ج ۹۔۱۰ عیاشی سے نقل کیا ہے۔
(۴) نور الثقلین ج ۳ ص ۱۴۷ ح ۱۲۵ و بحار الانوار ج ۶۹ ص ۱۵۶۔۱۵۵ (۵) الکافی ج ۱ ص ۱۱۔۱۲ ح ۸

لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقۡعُدَ مَذۡمُوۡمًا مَّخۡذُوۡلًا ﴿۲۲﴾

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡهَرۡهُمَا وَ قُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا ﴿۲۳﴾

وَ اخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا ؕ ﴿۲۴﴾

رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِىۡ نُفُوۡسِكُمۡ ؕ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا صٰلِحِيۡنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلۡاَوَّابِيۡنَ غَفُوۡرًا ﴿۲۵﴾

۲۲۔تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ اگر تم نے ایسا کیا تو قابل مذمت اور بے یار و مددگار رہ جاؤ گے۔

۲۳۔اور تمھارے ربّ کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ سوائے اُس کے کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اگر تمھارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی منزل کو پہنچ جائیں تو خبردار انھیں اُف تک نہ کہنا اور نہ ہی اُنھیں جھڑکنا بلکہ اُن سے احترام کے ساتھ بات کرنا۔

۲۴۔اور اُن کے سامنے نرم دلی سے عاجزی کے ساتھ اپنے بازو کو جھکائے رکھنا اور یہ دعا طلب کرنا اے میرے پروردگار تو ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔

۲۵۔تمھارا ربّ اچھی طرح جانتا ہے جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ بلاشبہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

۲۲۔لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔

تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ۔

اس آیت میں ہر فرد سے خطاب ہے یا خطاب صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا ہے اور اُن کی امت مراد لی گئی ہے جیسا کہ قمیؒ نے کہا ہے۔[1]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۸

فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا -

(اگر تم نے ایسا کیا) تو قابلِ مذمت اور بے یارومددگار رہ جاؤ گے۔

یعنی اگر تم نے ایسا کیا تو جب تک زندہ رہو گے عقلاء کی زبان پر تمھاری مذمت کا سلسلہ جاری رہے گا تم بے یارومددگار تنہا رہ جاؤ گے تمھارا کوئی حامی و ناصر نہ ہوگا اور اس بات کو لفظ "فَتَقْعُدَ" سے ظاہر کیا ہے اس لیے کہ قُعُود کے معنیٰ ہیں ذلت وخواری، عاجزی اور ذلت۔ عربی میں کہا جاتا ہے قَعَدَ بِهِ الضُّعْفُ کمزوری نے اسے کہیں کا نہیں رکھا، گھر میں بٹھلا دیا۔

۲۳-وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ -

اور تمھارے ربّ کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ قطعی اور حتمی حکم دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اس لیے کہ انتہائی تعظیم کا وہی مستحق ہوتا ہے جو بہت زیادہ باعظمت ہو اور جس کا بہت زیادہ انعام واکرام ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ لفظ "اَن" وضاحت کے لیے آیا ہو اور "لَا" نفی کے لیے لایا گیا اور اس بارے میں اٹھارہ آیتوں کے بعد حدیث پیش کی جائے گی۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا -

اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

یہ کہ تم اپنے والدین کی ستائش کرو یا ان سے اچھا سلوک کرو اس لیے کہ وہی ظاہری سبب ہیں تمھارے وجود اور تمھارے عیش وآرام کے۔

اِمَّا يَبْلُغَنَّ -

اگر پہنچ جائیں اِمّا دراصل "اِن ما" تھا اِن شرطیہ تھا جس پر ما کو تاکید کے لیے لایا گیا لہٰذا اس کے ساتھ "ن" کو ملحق کرنا درست ہے۔

عِنْدَكَ الْكِبَرَ -

تمھارے پاس بڑھاپے کی منزل کو

یعنی جب وہ تمھارے پاس رہ رہے تھے اور تم ان کی کفالت کر رہے تھے۔

اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا -

ان میں سے کوئی ایک یا دونوں۔

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ -

اگر وہ تمھیں ستائیں اور تنگ کریں پھر بھی اُن سے اُف تک کہنا۔

وَّلَا تَنْهَرْهُمَا -

اور نہ ہی انھیں جھڑکنا اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اُن سے جھگڑا نہ کرنا اور نہ ہی اُن کی مخالفت مول لینا۔[1]

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا -

اور ان سے احترام کے ساتھ بات کرنا۔

کریما کے معنی ہیں حَسَنًا جَمِیلًا اچھی اور خوب صورت بات کرنا۔

۲۴-وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ -

اور ان کے سامنے عاجزی کے ساتھ اپنے بازوؤں کو جھکائے رکھنا۔

یعنی اُن کے سامنے نہایت عاجزی انکساری اور خاکساری کے ساتھ پیش آنا۔

مِنَ الرَّحْمَةِ - نرم دلی کے ساتھ۔

یعنی ان کے ساتھ بھرپور طریقے سے مہربانی کا سلوک کرنا اس لیے کہ یہ دونوں (ماں باپ) ایسے شخص کی طرف محتاج ہوئے ہیں جو ان دونوں کی جانب اللہ کی مخلوقات میں سب سے زیادہ محتاج ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا -

اور یہ دعا طلب کرواے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرما ایسی رحمت سے جو باقی رہنے والی ہے اور تو ان کے لیے اپنے رحمت فانی کو کافی نہ سمجھ۔

كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا- جس طرح انھوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی۔

بچپن میں جو انھوں نے مجھ پر رحم و کرم کیا تھا اور ان دونوں نے میری تربیت میں جو حصّہ لیا تھا اور بچپن میں انھوں نے جو میری رہنمائی اور ہدایت کی تھی تو ان سب کی جزا انھیں عطا فرما۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ ما الاحسان؛ احسان کیا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دو کہ وہ تم سے کسی چیز کا سوال کریں خواہ وہ دونوں مستغنی ہی کیوں نہ ہوں کیا خداوند عالم فرماتا نہیں ہے؟ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۲) (تم ہرگز نیکی کو حاصل نہ کرسکو گے جب تک اپنی محبوب چیز خرچ نہ کردو) تو دیکھو خبردار فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ تمھیں ستائیں اور تنگ کریں تو اُن سے اُف تک نہ کہنا اور اگر وہ تمھیں ماریں پھر بھی ان سے اُف تک نہ کہنا بلکہ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ان سے احترام کے ساتھ بات کرنا اور فرمایا اگر وہ تمھیں ماریں تو ان دونوں سے کہنا غفر اللہ لکما اللہ آپ دونوں کی مغفرت کرے یہ تمھاری طرف سے قول کریم

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۸

ہوگا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ کا مفہوم یہ ہے کہ تم آنکھیں بھر کر یعنی گھور کر انھیں نہ دیکھو۔ اِلّا یہ کہ رحمت کی نظر کرو نرمی سے دیکھو اور اُن کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور نہ ہی اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر رکھو اور نہ ہی اُن کے آگے آگے چلو۔[1] اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اگر اللہ کے نزدیک اُف سے بھی زیادہ کوئی معمولی شے ہوتی تو اللہ اس سے بھی روک دیتا اور یہ کہنا نافرمانی سے بہت قریب ہے۔[2] اور کافی میں یہ اضافہ ہے کہ نافرمانی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کی طرف دیکھے اور انھیں گھورنے لگے۔[3]

امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ والد کا حق اس کے بیٹے پر کیا ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بیٹا اس کا نام لے کر نہ پکارے اور نہ ہی اُس کے آگے آگے چلے اور نہ ہی اس سے پہلے بیٹھے اور نہ اس کے لیے ایسا جملہ زبان سے نکالے جس میں سَب وشتم (گالی گلوچ) کا پہلو ہو۔[4]

تفسیر جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا وہ شخص تین بار ذلیل وخوار ہوا اس نے اپنی ناک خاک پر رگڑی دریافت کیا گیا کہ وہ کون ہے اے اللہ کے رسول؟ تو آپ نے فرمایا کہ جسے بڑھاپے میں اپنے والدین کی خدمت کا موقع ملا ان میں سے ایک یا دونوں کی خدمت کی اور وہ جنت میں نہ جاسکا۔[5]

طبری نے کہا حذیفہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے والد کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی جب کہ وہ مشرکین کی صف میں تھے آنحضرتؐ نے اُن سے کہا رہنے دو، چھوڑ دو کسی اور کو ان تک جانے دو۔[6]

۲۵- رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ - تمھارا ربّ اچھی طرح جانتا ہے جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے۔

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ - اگر تم لوگ صالح بن کر رہو۔

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا - تو وہ بلاشبہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ اَوَّابِيْنَ سے مراد "تَوَّابِيْنَ" توبہ کرنے والے "اَلْمُتَعَبِّدُوْنَ" اور عبادت گزار افراد ہیں۔[7]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ الاوّاب کا مفہوم ہے التوّاب اَلْمُتَعَبِّدُ الرَّاجِعُ عَنْ ذَنْبِهٖ وہ توبہ کرنے والا جو اللہ کی عبادت میں لگ جائے اور اپنے گناہوں سے واپس لوٹ جائے۔[8]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم چار رکعت نماز پڑھو اور ہر رکعت میں پچاس مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کا سورہ پڑھو۔[9]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۵ ح ۳۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۵ ح ۳۸ (۳) الکافی ج ۲ ص ۳۴۹ ح ۷
(۴) الکافی ج ۲ ص ۱۵۹-۱۵۸ ح ۵ (۵) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۲۵ (۶) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۲۵
(۷) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۶ (۸) تفسیر مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۴۱۰ (۹) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۴۱۰

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾

۲۶۔اور قرابت داروں کو اُن کا حق ادا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی (ان کا حق دو) اور خبردار فضول خرچی بالکل نہ کرنا۔
۲۷۔بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے ربّ کا نافرمان ہے۔

۲۶۔وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۔ کہا گیا ہے عامہ کی تفسیر میں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے علاوہ دیگر قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حق ادا کرنے کی تلقین کی ہے اللہ نے جب والدین کے بارے میں وصیت کرلی تو پھر ان کے حقوق ادا کرنے کے لیے کہا۔[۱]

کہا گیا ہے "ذِی الْقُرْبٰی" سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔اور یہ آیت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے انھیں فدک دے دیا اور اس آیت میں مسکین سے مراد اولاد فاطمہ ہے اور ''اَبْنَاءُ السَّبِیْل'' سے مراد وہ مسافر ہیں جن کا تعلق آل محمد صلوات اللہ علیہم سے ہو اور وہ حضرت فاطمہؑ کی اولاد میں سے ہوں۔[۳]

اور ہم سورۂ روم کی آیت ۳۸ کے ذیل میں اسی جیسی آیت میں قصہ فدک مفصل بیان کریں گے۔[۴]

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے مہدی عباسی سے جو گفتگو ہے اس ذیل میں مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب فدک اور اس کے گرد ونواح کا علاقہ اپنے نبی کے لیے فتح کر کے دلوا دیا تم نے اُس کے لیے نہ تو گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اونٹ بھگائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں جبرئیل سے دریافت کیا کہ وہ کون لوگ ہیں جبرئیل نے اپنے ربّ سے مراجعت کی تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی کہ فدک فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کے سپرد کردو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کو طلب کیا اور فرمایا "یا فاطمۃُ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ اِلَیْکِ فَدَکَ" اے فاطمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فدک کو تمھیں عطا کردوں۔حضرت فاطمہؑ نے فرمایا یارسول اللہ میں نے فدک کو اللہ تعالیٰ اور آپ کی جانب سے قبول کرلیا۔[۵]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مامون رشید سے ان کی گفتگو کے ذیل میں روایت ہے اور

---

(۱) اسے ابن عباس نے کہا ہے اور یہ روایت مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۱۰ پر ہے۔
(۲) سدّی نے سجّاد علیہ السلام سے روایت کی ہے مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۱۰ اور انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۸۳
(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۸ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۵۵ (۵) الکافی ج ۱ ص ۵۴۳ ح ۵

پانچویں آیت اللہ تعالیٰ کا قول "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" یہ ایک ایسی خصوصیت ہے اللہ تعالیٰ نے صرف اہل بیت علیہم السلام کو جس سے مخصوص کیا ہے اور انھیں اپنی امت پر منتخب قرار دیا ہے۔ جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو فرمایا فاطمہؑ کو میرے پاس بلا کر لاؤ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بلایا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ! فاطمہؑ نے کہا لبیک یا رسول اللہ ﷺ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ فدک ہے جس پر نہ گھوڑے دوڑے ہیں اور نہ ہی اونٹ اور یہ میرے لیے مخصوص ہے اس کا دیگر مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں میں نے فدک کو تمھیں دے دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا تم یہ لے لو یہ تمھارے لیے اور تمھاری اولاد کے لیے ہے۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب خداوند عالم نے آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل مجھے معلوم ہے کہ مسکین کون ہے؟ ذوی القربی سے کون مراد ہیں؟ جبرئیل نے کہا کہ اس سے مراد آپ کے رشتہ دار ہیں تو اس وقت آنحضرتؐ نے حسنؑ حسینؑ اور فاطمہؑ کو طلب کیا اور فرمایا میرے ربّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو وہ عطا کروں جو اللہ نے مجھے بطورِ فَے دیا ہے اور فرمایا میں تمھیں فدک عطا کر رہا ہوں۔ [۲]

کتاب احتجاج میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے شام کے کسی رہنے والے سے کہا تھا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" کہا ہاں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ وہ انھیں اُن کا حق ادا کر دیں۔ [۳]

تفسیر مجمع البیان میں اسی مفہوم کی حامل عامہ کی روایت ہے۔ [۴]

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے فاطمہ علیہا السلام کو فدک دے دیا اور تمام احادیث جو اس بارے میں ہیں وہ مستفیضہ (یعنی مشہور) کہلاتی ہیں۔ [۵]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ سے علی علیہ السلام مراد تھے اور ان کا حق وہ وصیت تھی جو اُن کے لیے کی گئی اور حق سے مراد اسمِ اکبر، میراثِ علم اور علمِ نبوت کے آثار ہیں۔ [۶]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس حدیث اور سابقہ احادیث میں کسی قسم کی منافات نہیں ہے اور نہ ہی جو تفسیریں عامہ نے بیان کی ہیں اُن میں اور ان تفاسیر میں باہمی کوئی اختلاف ہے جیسا کہ اس شخص پر ظاہر ہو جائے گا جو تدبّر سے کام لے اور قرآن کے خطاب کا عارف ہو اور اسے یہ معلوم ہو کہ حقوق کسے کہتے ہیں اور وہ کون

---

(۱) عیون اخبار الرضاج ۱ ص ۲۳۳ ح ۱ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۷ ح ۴۶ (۳) الاحتجاج ج ۲ ص ۳۳
(۴) مجمع البیان ج ۶۵ ص ۴۱۱ (۵) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۱۱ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۷ ح ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱
(۶) الکافی ج ۱ ص ۲۹۴ ح ۳

ہے جس کا حق تھا اور وہ کون ہے جس کا حق نہیں والحمد للہ۔

وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا- اور خبردار فضول خرچی بالکل نہ کرنا مال کو وہاں پر صرف کر کے جہاں صرف کرنا مناسب نہیں اور اسے ایسی جگہ خرچ کر کے جو اسراف کے ذیل میں آتا ہو۔

اور ''تبذیر'' کی اصل تفریق ہے یعنی مال کو فضول خرچی میں بکھیر دینا ہے۔

تفسیر جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ سَعُد کے پاس سے گزرے اور وہ وضو کررہا تھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے سعد یہ کیسی فضول خرچی ہے؟ تو سعد نے کہا کیا وضو میں بھی فضول خرچی (اِسراف) ہوتی ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں خواہ تم جاری نہر پر ہی کیوں نہ ہو۔[۱]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص سے کہا کہ اللہ سے ڈرو نہ اسراف کرو اور نہ اِقتار (کنجوسی) بلکہ درمیانی راہ اختیار کرو یاد رکھو تبذیر کا اسراف سے تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا-[۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام عالی مقام نے فرمایا کہ جس نے اطاعتِ خداوندی کے بغیر کسی شے کو خرچ کیا تو وہ مُبَذِّر (فضول خرچ) ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو وہ مُقۡتَصِد (میانہ رو) ہے۔[۳]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا حلال میں بھی تبذیر ہوتی ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔[۴]

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے کھجوریں منگوائیں تو ان میں سے کچھ نے کھا کر اس کی گھٹلیاں مارنا شروع کر دیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا ایسا مت کرو یہ عمل تبذیر میں آتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔[۵]

کتاب محاسن اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا'' کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا تُبَذِّرۡ فِی وِلَایَةِ عَلِیٍّ علیہ السلام تم علیؑ کی ولایت کے بارے میں تبذیر سے کام نہ لو۔[۶]

۲۷- اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ - بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔

فضول خرچ لوگوں کی مثال شیطان کے راستے پر چلنے والوں جیسی ہے اور یہ نہایت قابلِ مذمت بات ہے۔

وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا - اور شیطان اپنے ربّ کا نافرمان تھا۔

وہ کفر میں اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہے تو لازم ہے کہ اس کی اطاعت نہ کی جائے۔

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۲۶ (۲) الکافی ج ۳ ص ۵۰۱ ح ۱۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۸ ح ۵۵
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۸ ح ۵۳ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۸ ح ۵۴
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۹_۲۸۸ ح ۵۸ (۶) المحاسن ج ۱ ص ۱۰۴ ح ۹۰۲ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۸ ح ۵۷

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

۲۸۔ اگر تم اپنے ربّ کی رحمت کو تلاش کرنے کے لیے جس کی تمھیں امید ہے ان سب سے اِعراض (روگردانی) کرنا چاہو تو اُن سے نہایت نرم لہجے میں گفتگو کرو۔

۲۹۔ اور دیکھو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ کر نہ رکھو اور نہ ہی اسے بالکل کھلا چھوڑ دو ورنہ تم ملامت شدہ اور حسرت زدہ رہ جاؤ گے۔

۲۸۔ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا۔

اور اگر تم اپنے ربّ کی رحمت کو تلاش کرنے کے لیے جس کی تمھیں امید ہے ان سب سے اعراض کرنا چاہو تو ان سے نہایت نرم لہجے میں گفتگو کرو۔

یعنی اگر تم یہ چاہو کہ اُن لوگوں سے روگردانی کرو میں نے تمھیں جن کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور تمھیں ان کو خالی لوٹاتے ہوئے شرم آرہی ہے اور تم انھیں اس لیے لوٹا رہے ہو کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور تمھارے مال میں اتنی وسعت ہو جائے کہ تم اس میں سے خرچ کر سکو تو ایسی صورت میں اُن سے نہایت نرم لہجے میں گفتگو کرو اور ان سے نہایت خوب صورت انداز میں وعدہ کرو لفظ ''ابتغاء'' کو رزق کے نہ ہونے کی جگہ پر رکھا ہے اس لیے کہ جس کے پاس رزق نہیں ہے گویا کہ وہ شخص اُس رزق کا متلاشی ہے۔

تفسیر مجمع البیان اور عیاشی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور ان سے سوال کیا جاتا اور ان کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے فرمایا کرتے تھے۔

یَرْزُقُنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ مِنْ فَضْلِهٖ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور خاص طور سے تمھیں اپنے فضل وکرم سے عطا کرے۔[1]

۲۹۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ۔

اور دیکھو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ کر نہ رکھو۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۱۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۹ ح ۵۹

وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ ۔

اور نہ ہی اسے بالکل کھلا چھوڑ دو۔

یہ مثال بیان کی گئی ہے کنجوس کو روکنے اور فضول خرچ کو منع کرنے کے لیے ان دونوں کو روکا گیا ہے اور اس کے مابین جو درمیانی راستہ ہے اسے اختیار کرنے کو کہا گیا ہے جو کرم اور جُود ہے۔

فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ۔

ورنہ تم ملامت شُدہ اور حسرت زدہ رہ جاؤ گے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب بھی کوئی مالِ دنیا کا سوال کرتا تھا آپ اسے عطا فرماتے تھے ایک عورت نے اُن کے پاس اپنے بیٹے کو بھیجا اور کہا تم رسول اللہؐ کی خدمت میں جاؤ اور اُن سے مانگو اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارے پاس دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے تو اُن سے کہنا آپ اپنا کُرتہ عنایت فرما دیجیے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت نے اپنی قمیض اتاری اور اسے دے دی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے انھیں میانہ روی کا حکم دیا اور فرمایا وَ لَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ الخ [1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سکھایا کہ کیسے خرچ کریں بات یہ تھی کہ آپ کے پاس ایک اونس سونا تھا آنحضرت کو نامناسب معلوم ہوا کہ وہ رات کے وقت آپ کے پاس موجود رہے آپ نے اسے صدقہ کر دیا جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ کے پاس کچھ نہ تھا ایک سائل نے آ کر آپ سے سوال کیا تو آپ کے پاس اُسے دینے کے لیے کچھ نہ تھا سائل نے انھیں ناسزا کہا آنحضرتؐ کو بہت افسوس ہوا کہ اُن کے پاس سائل کو دینے کے لیے کچھ بھی نہ تھا آنحضرتؐ بے حد مہربان، شفیق اور نرم دل انسان تھے تو اللہ تعالیٰ نے لَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ الخ آیت نازل کر کے اپنے نبی کو یہ ادب سکھایا اور فرمایا کہ اے نبی یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں اور آپ کی معذرت قبول نہیں کرتے جو کچھ آپ کے پاس ہے اگر آپ وہ سارا مال دے دیں گے تو آخرکار آپ مال سے محروم ہو کر فقر و فاقے میں گرفتار ہو جائیں گے۔[2]

امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ ''اِحسار'' کے معنی ہیں فاقہ [3] تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں ''احسار'' سے مراد اِقتار یعنی کنجوسی ہے۔[4]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اگر کوئی سائل کچھ طلب کرتا تھا تو آپ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے ایک شخص نے آ کر آپ سے سوال کیا اس وقت کوئی

---

(۱) الکافی ج ۴ ص ۵۶۔۵۵ ح ۷ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۹ ح ۵۹ (۲) الکافی ج ۵ ص ۶۷۔۶۸ ح ۱
(۳) الکافی ج ۴ ص ۵۵ ح ۶ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۹ ح ۶۱

چیز آپ کے پاس موجود نہ تھی آنحضرتؐ نے فرمایا "ان شاء اللہ، اللہ مہیا کرے گا" سائل نے کہا یا رسول اللہؐ آپ مجھے اپنا کرتہ عنایت فرما دیجیے آنحضرتؐ نے اسے اپنا کرتہ دے دیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَجْعَلْ الخ آیت نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے انھیں کنجوسی اور اسراف دونوں سے منع فرمایا اور کہا کہ اگر دے دو گے تو تم لباس کے بغیر ہو جاؤ گے۔[1]

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے "المحسور" سے مراد ہے عُریان یعنی بغیر لباس کے[2] کتاب تہذیب اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے قول وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ کا مفہوم ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ کو سمیٹ کر مٹھی بند کر کے فرمایا اس طرح وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ کے لیے آپ نے اپنی ہتھیلی کو کھلا رہنے دیا اور فرمایا اس طرح۔[3]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۸-۱۹ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹

(۳) تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۳۶ ح ۱۰۳۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۹ ح ۶

اِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا ﴿۳۰﴾

وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُہُمۡ وَ اِیَّاکُمۡ ؕ اِنَّ قَتۡلَہُمۡ کَانَ خِطۡاً کَبِیۡرًا ﴿۳۱﴾

وَ لَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَ سَآءَ سَبِیۡلًا ﴿۳۲﴾

۳۰۔ بے شک تمھارا ربّ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے یقیناً وہ اپنے بندوں سے اچھی طرح باخبر ہے اور انھیں دیکھ رہا ہے۔

۳۱۔ اور تم اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی بے شک ان کا قتل گناہِ کبیرہ ہے۔

۳۲۔ اور زنا کے قریب نہ جانا وہ بہت برا فعل اور بدترین راستا ہے۔

۳۰۔ اِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ۔

بے شک تمھارا ربّ جس کے رزق کو چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

وہ رزق میں وسعت اور تنگی مصلحت کے اعتبار سے کرتا رہتا ہے۔

اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا۔

یقیناً وہ اپنے بندوں سے اچھی طرح باخبر ہے اور انھیں دیکھ رہا ہے۔

وہ ان کی مصلحتوں کے بارے میں جانتا ہے کیا چیز اُن کے لیے مناسب ہے اور کون سی چیز اُن کے لیے مناسب نہیں ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے اور میرے بندوں میں سے ایسا شخص ہے جس کے لیے فقر ہی موزوں و مناسب ہے اگر میں اسے دولت مند بنا دوں تو دولت اسے بگاڑ دے گی اور میرے بندوں میں سے ایسا شخص بھی ہے جس کے لیے ثروت مندی موافق ہے اگر میں اسے فقر و فاقہ میں مبتلا کروں گا تو وہ فقر اسے خراب کر دے گا اور فرمایا اور میں اپنے بندوں کی مصلحتوں سے بخوبی واقف ہوں۔ مکمل حدیث کے لیے کتاب کافی کی طرف رجوع کریں۔[1]

نہج البلاغہ میں ہے۔

اللہ نے سب کی روزیاں معین کر رکھی ہیں چاہے قلیل ہوں یا کثیر پھر انھیں تنگی اور وسعت کے اعتبار سے بھی تقسیم کر دیا ہے اور اس میں بھی عدالت رکھی ہے تاکہ جسے آسانی فراہم کی ہے اور جسے دشواری میں رکھا ہے،

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۶۲۔۶۱ ح ۴

دونوں کا امتحان لیا جاسکے اور غنی وفقیر دونوں کو شکر یا صبر سے آزمایا جاسکے۔ ۱؎

۳۱-وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ -

اور تم اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ فقر و فاقے اور بھوک کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو اس لیے کہ عرب کے لوگ اس وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کرڈالتے تھے۔ ۲؎

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حج کرنے والا کبھی بھی اِملاق کا شکار نہ ہوگا سوال کیا گیا املاق سے کیا مراد ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ''افلاس'' اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ۳؎

نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ -

ہم انھیں رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔

اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا - ان کا قتل گناہِ کبیرہ ہے۔

خطا کے معنیٰ ہیں گناہ غیر ارادی غلطی۔

۳۲-وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا -

اور زنا کے قریب تک نہ جانا وہ بہت برا فعل اور بدترین راستا ہے۔

فَاحِشَةً ایسی برائی جو برائی کی حد سے تجاوز کرجائے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فَاحِشَةً کا مفہوم ہے مَعْصِيَةً وَمَقْتًا نافرمانی اور نفرت کے قابل اس لیے کہ اللہ زانی سے نفرت کرتا ہے اور اسے ناپسند کرتا ہے اور فرمایا ''وَسَآءَ سَبِيْلًا'' سے مراد آتشِ جہنم کا شدید عذاب ہے اور زنا گناہانِ کبیرہ میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ ۴؎

کتاب فقیہ اور خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے آباؑ اجداد سے اور انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے اور حضرت علیؑ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کرتے فرمایا اے علی زنا میں چھ خصلتیں ہیں ان میں سے تین دنیا میں ہیں اور تین کا تعلق آخرت سے ہے دنیاوی خصلتیں یہ ہیں۔ چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے، جلد ہی فنا ہوجاتا ہے، رزق منقطع ہوجاتا ہے۔ اور جو خصلتیں آخرت سے مربوط ہیں۔ بدترین حساب، رحمان کی ناراضی اور دائمی جہنم۔ ۵؎

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جب زنا عام ہوگا تو زلزلے ظاہر ہوں گے۔ ۶؎

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۹۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۸۹-۳۹۰ ح ۶۳
(۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹ (۵) من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۲۶۶ ح ۸۲۱ باب ۱۷۶ و خصال ص ۳۲۰-۳۲۱ ح ۳ باب ۶
(۶) الخصال ص ۲۴۲ ح ۹۴ باب ۴

وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾
وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾

۳۳۔ اور قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جسے مظلومانہ طریقے سے قتل کیا گیا ہو تو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کا حق عطا کیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ قتل میں حد سے تجاوز نہ کرے اس کی مدد کی جائے گی۔
۳۴۔ اور خبردار یتیم کے مال کے پاس نہ پھٹکنا مگر احسن طریقے سے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کی پابندی کرو، عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

۳۳۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔

اور قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔

صرف تین امور ایسے ہیں جن کی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے۔ ایمان لانے کے بعد کافر ہوجانا شادی شدہ عورت سے زنا کرنا۔ مومن کو عمداً قتل کرنا۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا۔

اور جسے مظلومانہ طریقے سے قتل کیا گیا ہو یعنی اس کا قتل کرنا جائز نہ تھا، درست نہ تھا۔

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا۔

تو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کا حق عطا کیا ہے۔

"ولی" وہ ہے جو اس کی وفات کے بعد اس کے معاملات کا ذمہ دار ہو "سلطان" یعنی قصاص لینے پر تسلّط دیا ہے۔

فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ۔

اس پر لازم ہے کہ وہ قتل میں حد سے تجاوز نہ کرے۔

اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا۔

اس کی مدد کی جائے گی۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ قاتل کے خلاف مقتول کے بیٹے کی مدد کی جائے گی۔[1]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کون سا اِسراف ہے اللہ نے جس سے منع فرمایا ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ منع فرمایا ہے کہ قاتل کے سوا کسی اور کو قتل کر دیا جائے یا قاتل کا مُثلہ (ناک کان وغیرہ کو کاٹنا) کیا جائے سوال کیا گیا کہ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا کا مفہوم کیا ہے؟ فرمایا کہ بتاؤ کہ اس سے بڑھ کر کونسی نصرت ہوگی کہ قاتل کو مقتول کے اولیا کے سپرد کر دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دیں اور جس نے اسے قتل کیا ہے اس پر دین اور دنیا میں کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔[۱]

اور کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر کئی افراد ایک شخص کے قتل میں ملوث ہوں گے تو والی حکم دے گا کہ ان میں سے جسے چاہے قتل کر دے لیکن اولیاء کے لیے ایک سے زیادہ افراد کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے ارشاد ربّ العزت ہو رہا ہے وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ تک۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[۳]

لوقتل اهل الارض به ماكان سَرَفاً

امام حسین علیہ السلام کے خون کے بدلے میں اگر ساری زمین کے لوگ قتل کر دیے جائیں تو بھی یہ اسراف نہیں ہوگا۔[۴]

۳۴۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ۔

اور خبردار یتیم کے مال کے پاس نہ پھٹکنا چہ جائے کہ اس کے مال میں تصرف کرو۔

اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ۔

مگر احسن طریقے سے یعنی اس میں تصرف کا احسن طریقہ اختیار کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ اس مال کی حفاظت کی جائے۔

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ۔

یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یتیم کی یتیمی اس وقت منقطع ہوتی ہے جب اسے احتلام ہو جائے اور اَشُد سے یہی مراد ہے۔[۴]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب لڑکا تیرہ سال کی عمر میں عقل کی پختگی کو پہنچ جائے اور چودھویں

---

(۱) الکافی ج ۷ ص ۳۷۱۔۳۷۰ ح ۷ (۲) الکافی ج ۷ ص ۲۸۴۔۲۸۵ ح ۹ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۰ ح ۶۶
(۳) الکافی ج ۸ ص ۲۵۵ ح ۳۶۴ (۴) من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۱۶۳ ح ۵۶۹

سال میں داخل ہوجائے تو اس پر وہ تمام چیزیں واجب ہوجاتی ہیں جو محتلمین (جنھیں احتلام آتا ہے) پر واجب ہوتی ہیں خواہ اسے احتلام آئے یا احتلام نہ آئے اس کے لیے برائیاں اور اچھائیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے لیے ہر چیز کی اجازت اور رخصت ہوگی الا یہ کہ وہ کمزور یا احمق (کم عقل) ہو۔[1]

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ۔

اور عہد کی پابندی کرو وعدہ وفا کرو۔

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا۔

بے شک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

کتابِ خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے تین باتیں ایسی ہیں کہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی چھوٹ نہیں دی ہے اور اُن میں سے آپ نے ''وفاء بالعهد'' یعنی عہد کو پورا کرنا قرار دیا ہے۔[2]

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۱۶۴ ح ۵۷۱ (۲) الخصال ص ۱۲۸ ح ۱۲۹ باب ۳

وَ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ اِذَا کِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۳۵﴾

وَ لَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۶﴾

۳۵- اور جب پیمانے سے دو تو پورا پورا ناپ کر دو اور تولو تو ترازو سے ٹھیک ٹھیک تول کر دو۔ اسی میں بھلائی ہے اور اس کا انجام بہترین ہے۔

۳۶- اور جس بات کا تمھیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو یقیناً کان، آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔

۳۵- وَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ اِذَا کِلۡتُمۡ -

اور جب پیمانے سے دو تو پورا پورا ناپ کر دو اور اس میں کوئی کمی نہ کرو۔

وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ -

اور تولو تو ترازو سے ٹھیک ٹھیک تول کر دو۔

قسطاس المستقیم کے معنیٰ ہیں ایسا ترازو جس کے دونوں پلڑے مساوی ہوں۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ ترازو ہے جس کی زبان ہوتی ہے۔

ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا -

اسی میں بھلائی ہے اور اس کا انجام بہترین ہے۔

۳۶- وَلَا تَقۡفُ - اور اس کے پیچھے نہ پڑو۔

تم اس بات کا اتباع نہ کرو۔

تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی وہ بات نہ کہو۔[1]

مَا لَیۡسَ لَکَ بِهٖ عِلۡمٌ - جس بات کا تمھیں علم نہ ہو۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جس بات کا تمھیں علم نہیں ہے اس بنیاد پر تم کسی پر الزام تراشی نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بھی کسی مومن یا مومنہ پر بہتان لگائے گا تو اسے خبال (الف) کی طینت (مٹی)

(الف) خبال کے معنیٰ ہیں فساد اور حدیث میں ہے "کہ جو شراب پیے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خبال کی مٹی کا پانی پلائے گا۔" یہ پیپ ہے جو جہنمیوں کو پلایا جائے گا اور زانی عورتوں کی شرم گاہ سے نکلنے والا پانی جو جہنم کی دیگچی میں جمع ہوگا اور جہنمی اسے پییں گے (مجمع البحرین ج ۵ ص ۳۶۲)

میں ٹھہرایا جائے گا یا اس نے جو کچھ کہا ہے اس وجہ سے اسے نکالا جائے گا۔[1]

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا -

یقینا کان، آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ کان نے جو کچھ سنا ہے، آنکھ نے جس چیز کو دیکھا ہے اور دل نے جس چیز کو گرہ سے باندھ لیا ہے اس بارے میں سوال کیا جائے گا۔[2]

کتاب کافی، فقیہ، قمی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے کسی شخص نے کہا کہ میرے پڑوس میں کچھ لوگ رہتے ہیں اور ان کی لونڈیاں گاتی اور سارنگی بجاتی ہیں جب میں باہر نکلنے کے راستے میں داخل ہوتا ہوں تو میں بہت دیر تک ان کے ساز و آواز کو سنتا ہوں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ایسا مت کرو اس شخص نے کہا کہ یہ وہ چیز نہیں ہے جو پیروں سے چل کر میرے پاس آئی ہو میں تو صرف کان سے سُن رہا ہوں تو امام صادق علیہ السلام نے اُس سے فرمایا خدا کی قسم کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا وہ شخص کہتا ہے کہ ایسا محسوس ہوا کہ میں نے یہ آیت آج تک کسی عربی اور عجمی سے نہیں سنی تھی۔ اس کے بعد یقینی طور سے میں نے گانا سننا ترک کر دیا اور میں استغفار کرتا ہوں۔ الحدیث[3]

کتاب علل الشرائع میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ تمھیں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ تم جو چاہے کہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اور اس کے پیچھے نہ پڑو جس بات کا تمھیں علم نہ ہو۔ اور اس لیے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے خیر کہا تو اسے مالِ غنیمت مل گیا یا چپ رہا تو باسلامت رہا اور تمھارے لیے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ جو بھی چاہے وہ سنو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ الخ[4]

مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص فرائض اور مستحبات اور جو حقوق اس پر واجب ہیں انھیں ادا کرنے کے بعد سوجائے تو وہ پسندیدہ نیند ہے اور میں اپنے زمانے والوں کے لیے جب وہ ان خصال کو بجالائیں نیند سے زیادہ محفوظ کوئی اور عمل نہیں پاتا ہوں اس لیے کہ مخلوقات نے اپنے دین کی نگہبانی چھوڑ دی ہے اور اپنے احوال کی نگرانی سے غافل ہوگئے ہیں اور انھوں نے بدشگونی کا راستا اپنا لیا ہے اور بندہ اگر کوشش کرے کہ وہ بات نہ کرے تو کیسے ممکن کہ وہ کوئی بات نہ سنے اس لیے کہ اسے سننے سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے اور نیند ان آلات میں سے ایک ہے ارشاد باری عزّ اسمہ ہے اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[5]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۹ (۲) الکافی ج ۲ ص ۳۷ ح ۲ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۲ ح ۷۵

(۳) الکافی ج ۶ ص ۴۳۲ ح ۱۰ و من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۴۵ ح ۱۷۳

(۴) علل الشرائع ص ۶۰۵-۶۰۶ ح ۸۰ باب ۳۸۵ (۵) مصباح الشریعۃ ص ۴۵ باب ۲۰

وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

۳۷۔اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو بلاشبہ نہ تو تم زمین کو شگافتہ کرسکتے ہو اور نہ ہی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔
۳۸۔ان امور میں سے ہر ایک کی برائی آپ کے ربّ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔
۳۹۔یہ حکمت کی وہ باتیں ہیں جو آپ کے ربّ نے آپ کو وحی کے ذریعے بتلائی ہیں اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنالینا تمھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا ملامت زدہ اور دُھتکارا ہوا۔

۳۷۔وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا۔

اور زمین میں تم اکڑ کر نہ چلو۔

مَرَحاً کے معنیٰ ہیں اتراتے ہوئے اور اس سے مراد اکڑنا اور مغرور ہونا ہے۔تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی تکبر میں آپے سے باہر ہوکر اور خوشی میں پھولے نہ سماتے ہوئے۔[1]

اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ۔

نہ تو تم زمین کو شگافتہ کرسکتے ہو۔

یعنی تم کتنا ہی زمین کو پامال کرو تم اپنی پامالی سے اسے ہرگز شگافتہ نہ کرسکو گے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ تم مکمل زمین تک نہ پہنچ سکو گے۔[2]

وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا۔

اور لمبائی میں مقابلہ کر کے نہ تم پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ تم اس بات پر قدرت نہیں رکھتے ہو کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ جاؤ۔[3]

کہا گیا ہے کہ وہ متکبرانہ چال چلنا ہے اور اس سے روکنے کی علت بیان کی گئی ہے اس لیے کہ غرور و تکبر خالص حماقت ہے اس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا ہے اور یہ عاجزی میں سے نہیں ہے۔[4]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰
(۴) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۸۵

کتاب فقیہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی کہ آپ نے محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیروں پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ انھیں اللہ کی اطاعت میں اٹھائے اور ان سے نافرمانوں کی چال نہ چلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے وَ لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۔[۱]

۳۸۔ كُلُّ ذٰلِكَ۔

یہ تمام امور

سے اشارہ ہے ان پچیس[۲۵] امور کی طرف جو اللہ کے قول وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ میں مذکور ہیں اور ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ الواحِ موسیٰ میں لکھے ہوئے ہیں۔[۲]

و كَانَ سَيِّئُهٗ۔

اور اس کی برائی ہوگی۔

یعنی جن امور سے روکا گیا ہے اُن اُمور کی برائی۔

عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۔

آپ کے ربّ کے نزدیک ناپسندیدہ۔

۳۹۔ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ۔

یہ حکمت کی وہ باتیں ہیں جو آپ کے ربّ نے آپ کو وحی کے ذریعے بتلائی ہیں۔

وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنالینا۔

اس بات کو مکرر بیان کیا گیا تاکہ اس امر کی جانب متوجہ کیا جائے کہ توحید ہی سے امر کا آغاز ہوا ہے اور اسی پر انجام ہوگا اور توحید ہی حکمت کی سربراہ اور معاون و مددگار ہے۔

فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ۔

تمھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

مَلُوْمًا۔

ایسے عالم میں کہ تم خود اپنے آپ پر ملامت کررہے ہوگے۔

مَّدْحُوْرًا۔

تم دھتکارے ہوئے رحمتِ خداوندی سے دور کردیے گئے ہوگے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن یہ خطاب لوگوں کے لیے ہے۔[۳]

---

(۱) من لا تحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۳۸۳ ح ۶۲۷ (۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۲۹ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۰

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ مکّہ میں تھے دس سال تک اور ان دس سالوں میں کوئی شخص ایسا نہیں مرا جس نے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہا ہو اور اللہ تعالیٰ نے محض اس اقرار پر اسے جنت میں داخل نہ کیا ہو اور یہ ایمانِ تصدیق ہے اور ان مرنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ کسی پر بھی عذاب نازل نہیں کرے گا جب کہ وہ اس امر پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متبع (اتباع کرنے والا) ہو اِلّا یہ کہ جو کسی کو رحمان کا شریک قرار دے۔ اور اس بات کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ پر مکہ مکرمہ میں سورۂ بنی اسرائیل میں نازل فرمایا وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا سے لے کر اللہ کے قول اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا تک اَدَب ہے موعظہ ہے تعلیم ہے اور نہایت خفیف انداز میں منع کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں کوئی وعدہ نہیں کیا اور جن چیزوں سے روکا گیا ان کے ارتکاب کرنے پر کوئی دھمکی نہیں دی اور ان چیزوں کے بارے میں نہی کو نازل فرمایا جن کے لیے خوف دلایا لیکن اس میں سختی نہیں کی اور نہ ہی عذاب کی تہدید (دھمکی) کی اور فرمایا وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (اسراء:۳۱) اور آیات کو اللہ کے قول مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا تک تلاوت کی۔[۱]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۹۔۳۰ ح ۱

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَ مَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

۴۰- یہ کیسی عجب بات ہے کہ اللہ نے تمھیں تو بیٹوں کے لیے چن لیا ہے اور خود اپنے لیے ملائکہ کو بیٹیاں بنا لیا ہے یہ بہت بڑی بات تم اپنی زبان سے نکال رہے ہو۔

۴۱- ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے لوگوں کو سمجھایا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں مگر وہ حق سے دور جاتے رہے۔

۴۲- اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اگر خدا کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا جیسا کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں تو وہ صاحب عرش تک پہنچنے کے لیے ضرور کوئی راہ نکالتے۔

۴۳- اللہ پاک اور بلند ہے اور مشرکین جو کچھ کہہ رہے ہیں اس سے بہت زیادہ برتر و بالا ہے۔

۴۴- ساتوں آسمان اور زمین اور اُن کے تمام ساکنین (رہنے والے) اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر شے اس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح میں مصروف ہے البتہ تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھنے سے قاصر ہو بے شک وہ اللہ نہایت بردبار اور مغفرت کرنے والا ہے۔

۴۰- اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ نے تمھیں تو بیٹوں کے لیے چن لیا ہے اور خود اپنے لیے ملائکہ کو بیٹیاں بنا لیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ قریش کی بات کو رد کرنا ہے جب انھوں نے کہا تھا۔

''اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ هِیَ بَنَاتُ اللّٰه '' کہ فرشتے تو اللہ کی بیٹیاں ہیں۔[۱]

اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا۔

یہ بہت بڑی بات تم اپنی زبان سے نکال رہے ہو۔

اللہ کی طرف اولاد کی اضافت دے کر، پھر اپنے آپ کو اس پر فوقیت اور فضیلت دے کر کہ اس کے لیے وہ پسند کر رہے ہو جسے تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو اس پر مزید یہ کہ ان فرشتوں کو جو اللہ کی مخلوقات میں اشرف مخلوق ہیں انھیں تم ادون (پست) مخلوق قرار دے رہے ہو۔

۴۱-وَلَقَدْ صَرَّفْنَا-

اور یقیناً ہم نے دلائل کو مکرر اور عبرتوں کو مفصل بیان کر دیا ہے۔

فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ- اس قرآن میں۔

لِيَذَّكَّرُوْا-

تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور انھیں عبرت حاصل ہو اور اگر لفظ لیذ کروا ذِکر سے ماخوذ ہو تو معنی ہوں گے انھیں یاد دہانی کرائی جائے۔

وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا-

مگر وہ حق سے دور جاتے رہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جب وہ قرآن کو سنتے تھے تو اس سے دور بھاگتے تھے اور اسے جھٹلاتے تھے۔[۲]

۴۲-قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ-

اے نبی آپ فرما دیجیے اگر خدا کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا جیسا کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔

اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِيْلًا-

تو وہ صاحب عرش تک پہنچنے کے لیے ضرور کوئی راہ نکالتے۔

تو وہ مالک الملک تک تقرب اور اطاعت کے ذریعے راستہ نکال لیتے جیسا کہ اس سورے میں آیا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ (اسراء: ۵۷) (یہ لوگ جنھیں پکارتے ہیں وہ خود اپنے ربّ تک رسائی کے لیے وسیلہ ڈھونڈھ رہے ہیں کہ کون اُن سے زیادہ قریب ہے)۔

۴۳-سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا-

اللہ پاک اور بلند ہے اور مشرکین جو کچھ کہہ رہے ہیں اس سے بہت زیادہ برتر اور بالا ہے۔

۴۴-تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ-

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰

ساتوں آسمان اور زمین اور اُن کے تمام ساکنین (رہنے والے) اللہ کی تسبیح کررہے ہیں۔

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ۔

اور ہر شے اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح میں مصروف ہے البتہ تم اُن کی تسبیح کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

کتاب کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ دیواروں کا چیخ جانا اس کی تسبیح ہے۔[1]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کسی پرندے کا شکار اس لیے ہوتا ہے کہ وہ تسبیح کو ضائع کردیتا ہے یعنی تسبیح نہیں کرتا۔[2]

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا خشک درخت تسبیح کرتا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں کیا تم نے گھر کی لکڑیوں کی آواز کو نہیں سنا جب وہ تڑختی ہیں اور ان کا یہ تڑخنا درحقیقت اللہ کی تسبیح ہے پاک و پاکیزہ ہے اللہ ہر حال میں۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ مخلوقات کے نقصانات (کمیاں) کمالات خالق کے دلائل ہیں اور ان کی کثرت اور اختلافات اس کی وحدانیت کے شواہد ہیں اور اس کے شریک کو منتفی (ختم کرنا) کرنا ہے اور اس کی ضد اور اس کے ہمسر کا انکار ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے چوں کہ اس نے شعور کی قوتیں ایجاد کی ہیں اس سے ثابت ہوا کہ وہ شعور کے آلات نہیں رکھتا اور چوں کہ اس نے جواہر کو آشکار کیا ہے تو اس سے واضح ہوا کہ اس کا کوئی جوہر نہیں اور چوں کہ اس نے امور میں ضدیت قرار دی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد محال ہے اور اس نے چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں ہے۔[4]

یہ فطری تسبیح اور ذاتی مقتضا ہے اس تجلّی سے اس نے جنم لیا ہے جو ان کے اندر مُتجلّی (ظاہر) ہے انھوں نے اسے پسند کیا اور بغیر کسی تکلیف شرعی کے وہ ثنائے پروردگار پر تیار ہو گئے اور یہ عبادت ذاتیہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں قائم کر رکھا ہے اس حکمِ استحقاق کی بنیاد پر اللہ جل وجلالہ جس کا مستحق ہے اور اس امر کا مزید بیان ان شاء اللہ ہم سورہ نور کی آیت ۴۱ کے ذیل میں کریں گے۔

اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا ۔

وہ اللہ نہایت بردبار ہے۔

وہ تمہاری غفلت اور شرک کے باوجود تمھیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

غَفُوْرًا ۔ اور مغفرت کرنے والا ہے۔

ان لوگوں کی تم میں سے جو توبہ کریں۔

---

(۱) الکافی ج ۶ ص ۵۳۱ ح ۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۳ ح ۷۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۴ ح ۸۳

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۴ ح ۸۴ (۴) التوحید ص ۳۷ ح ۲ باب ۲

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾

وَّ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾

وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾

۴۵۔ اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو اس وقت ہم آپ کے اور اُن لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک غیر مرئی پردہ حائل کردیتے ہیں۔

۴۶۔ اور ہم اُن کے دلوں پر ایک غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرہ پن پیدا کردیتے ہیں اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے ربّ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ نفرت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

۴۷۔ ہمیں معلوم ہے کہ جب وہ کان لگا کر آپ کی گفتگو سنتے ہیں تو وہ کیا سنتے ہیں اور جب یہ لوگ سرگوشیاں کرتے ہیں تو یہ ظالم آپس میں کہتے ہیں کہ تم ایک سحر زدہ آدمی کی پیروی کررہے ہو؟

۴۸۔ دیکھیے وہ کس طرح آپ کے لیے طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں وہ تو گمراہ ہوگئے ہیں انھیں راستا نہیں ملتا۔

۴۹۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم جب ہڈیاں اور خاک ہوکر چورہ چورہ ہوجائیں گے تو کیا ہم ازسرِ نو پیدا کرکے اٹھائے جائیں گے؟

۴۵۔ وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو اس وقت ہم آپ کے اور اُن لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک غیر مرئی پردہ حائل کردیتے ہیں۔

ایسا پردہ جو محسوسات سے چھپا ہوا ہوتا ہے وہ قدرتِ خداوندی سے ان لوگوں سے آپ کو پوشیدہ کر دیتا ہے۔

۴۶۔وَّ جَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ اَکِنَّۃً اَنۡ یَّفۡقَہُوۡہُ۔

اور ہم ان کے دلوں پر ایک غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکیں۔

یہ غلاف سمجھنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے وہ دل کو چھپا دیتا ہے اور وہ حق کو ادراک کرنے اور اسے قبول کرنے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

وَ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَقۡرًا۔

اور ان کے کانوں میں بہرہ پن پیدا کر دیتے ہیں۔

جو قرآن سننے سے انھیں روک دیتا ہے۔

وَ اِذَا ذَکَرۡتَ رَبَّکَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَہٗ۔

اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے ربّ کا ذکر کرتے ہیں۔

ان کے معبودوں کو اپنے ربّ کے ساتھ شامل کیے بغیر۔

وَلَّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِہِمۡ نُفُوۡرًا۔

تو وہ نفرت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

توحید کو سننے سے بھاگنے اور راہِ فرار اختیار کرنے کے لیے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے گھر میں داخل ہو رہے تھے اور قریش ان کے پاس مجتمع تھے تو اس وقت نبی اکرمؐ بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر اور اونچی آواز میں پڑھ رہے تھے اسے سُن کر قریش نے راہِ فرار اختیار کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس آیت وَ اِذَا ذَکَرۡتَ رَبَّکَ الخ کو نازل فرمایا۔[1]

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو رات کو نیند سے بیدار ہو کر قرآن پڑھا کرتے تھے اور قریش اسے نہایت توجہ سے سنتے تھے اس لیے کہ آنحضرتؐ بہترین آواز میں اس کی تلاوت فرماتے تھے جب نبی اکرمؐ بسم اللہ الرحمن الرحیم فرماتے تو وہ لوگ اس سے راہِ فرار اختیار کرتے۔[2]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بالجہر (اونچی آواز میں) پڑھا کرتے تھے تو منافقین ان کے پیچھے سے صفوں سے نکل کر چلے جاتے اور جب نبی اکرمؐ سورے کی تلاوت فرماتے تو وہ اپنی اپنی جگہوں پر واپس لوٹ

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۶۶ ح ۳۸۷ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰

آتے اور وہ ایک دوسرے سے کہتے کہ یہ (نبی) اپنے ربّ کا نام بار بار دہراتے ہیں یہ اپنے ربّ سے بڑی محبت کرتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کیا وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ الخ ۱؎

۴۷۔نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۔

ہمیں معلوم ہے کہ جب وہ کان لگا کر آپ کی گفتگو سنتے ہیں تو کیا سنتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ اس لغو بات اور قرآن کے استہزا (مذاق اڑانا) کا سبب کیا ہے۔

وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى ۔

اور جب یہ لوگ سرگوشیاں کرتے ہیں۔

اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

تو یہ ظالم آپس میں کہتے ہیں۔

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۔

کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کی پیروی کررہے ہو۔

جس پر جادو کیا گیا تو وہ دیوانہ ہوگیا اور اس کی عقل زائل ہوگئی وہ مخبوط الحواس ہوگیا ہے۔

۴۸۔اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ ۔

دیکھیے وہ کس طرح آپ کے لیے طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔

انھوں نے آپ کی مثال جادوگر سے دی، شاعر کہا، کاھن (غیب کی خبریں دینے والا) بنایا اور دیوانہ قرار دے دیا۔

فَضَلُّوْا ۔

وہ لوگ حق سے بھٹک گئے ہیں۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۔

انھیں راستا نہیں ملتا۔

یعنی وہ حق تک نہیں پہنچ سکتے۔

۴۹۔وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَ ۔

اور انھوں نے کہا کہ جب ہم ہڈیاں اور خاک ہوکر چورا چورا ہوجائیں گے۔

اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۔

تو کیا ہم ازسرِ نو پیدا کرکے اٹھائے جائیں گے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۵ ح ۸۷

ان کا یہ قول دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار ہے اور اسے بعید گردانتا ہے۔تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اُبَیّ بن خلف (الف) آیا اور اس نے دیوار سے ایک بوسیدہ ہڈی کو لیا پھر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کردیے اور کہا ''اے محمدؐ'' ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (جب ہم ہڈیاں اور خاک ہوکر چورہ چورہ ہوجائیں گے تو کیا ہم ازسرِ نو پیدا کرکے اٹھائے جائیں گے) تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ (یس: ۷۸۔۷۹) اُس نے کہا ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب کہ وہ بوسیدہ ہوچکی ہوں گی۔اے نبی فرمادیجیے انھیں وہی اللہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح کی تخلیق سے اچھی طرح واقف ہے۔ ۱

(الف) اُبَیّ بن خلف مکہ کا مشرک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شدید دشمن تھا۔اس نے ایک دن مکہ مکرمہ میں رسول اللہؐ سے کہا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں روزانہ کئی مکیال مکئی اور باجرا کھلاتا ہوں میں اسی پر بیٹھ کر آپ کو قتل کردوں گا۔رسول اللہؐ نے اسے جواب دیا ان شاء اللہ میں تجھے قتل کروں گا۔اس کا واقعہ یہ ہے کہ وہ غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہؐ سے جنگ کرنے کے لیے مدینہ منورہ پہنچا جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور رسول اللہؐ کے ساتھ مختصر سے لوگ رہ گئے تو ابی بن خلف سامنے آیا اور اس نے کہا محمد کہاں ہیں اگر نجات پا بھی گئے تو نجات نہیں پائیں گے تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہم میں سے کوئی اسے آپ سے پھیر دے آنحضرتؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو جب وہ قریب آیا تو آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن میں چبھو دیا جس سے وہ اپنے گھوڑے سے بار بار حرکت میں آیا اور جب ابی قریش کی طرف واپس آیا تو خون میں لت پت تھا اور اس کی گردن سے خون جاری تھا۔اس نے کہا کہ مجھے محمد نے قتل کرڈالا پھر وہ کچھ دنوں کے بعد مرگیا۔

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۶۔۲۹۷ ح ۸۹

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيدًا ﴿۵۰﴾

اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

ع ۵ / ۱۲

وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾

۵۰-اے نبی آپ اُن سے کہہ دیجیے کہ تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ۔

۵۱-یا کوئی اور مخلوق جو تمھارے ذہن میں بہت بڑی ہو تو عن قریب یہ لوگ کہیں گے کہ ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ اے نبی آپ فرما دیجیے کہ وہی جس نے پہلی مرتبہ تمھیں پیدا کیا تھا پھر وہ سر ہلا کر پوچھیں گے کہ یہ ہوگا کب؟ آپ فرما دیجیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ نزدیک ہی ہو۔

۵۲-جس روز وہ تمھیں پکارے گا اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے لبیک کہو گے۔ اور اس وقت تم یہ سمجھ رہے ہو گے کہ تم تھوڑی ہی دیر اس حالت میں پڑے رہے ہو۔

۵۳-اے نبی آپ میرے بندوں سے فرما دیجیے! کہ وہ بات کہیں جو احسن ہو یقیناً شیطان ہے جو ان کے درمیان فساد ڈلواتا ہے حقیقت یہ ہے کہ شیطان، انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

۵۴-تمھارا ربّ تمھارے احوال سے زیادہ باخبر ہے وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے اور چاہے تو تمھیں عذاب دے دے اور اے نبی ہم نے آپ کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

۵۰-قُلْ-

آپ فرما دیجیے۔ یہ اُن لوگوں کا جواب ہے۔

كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا-

تم پتھر یا لوہا (بھی) بن جاؤ۔

۵۱-اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ -

یا کوئی اور مخلوق جو تمھارے خیال میں بڑی لگتی ہو۔

پھر بھی اللہ تمھیں دوبارہ زندہ کر کے لانے پر قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے تمھارے سینوں میں جس کی تخلیق سب سے بڑی نظر آ رہی ہے وہ موت ہے۔[1]

فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا -

تو عن قریب یہ لوگ کہیں گے کہ ہمیں کون دوبارہ لوٹائے گا۔

قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ -

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ وہی جس نے پہلی مرتبہ تمھیں پیدا کیا

اس لیے کہ جو ہستی پہلی مرتبہ خلق کرنے پر قدرت رکھتی ہے تو وہ دوبارہ پیدا کرنے پر زیادہ قادر ہے۔

فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ -

پھر وہ از روئے تعجب اور استہزا (مذاق اڑانا) آپ کی طرف سر ہلا کر پوچھیں گے۔

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ -

اور کہیں گے کہ یہ کب ہوگا۔

قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا -

آپ فرما دیجیے کہ ہوسکتا ہے وہ نزدیک ہی ہو۔

اس لیے کہ جو شے آنے والی ہوتی ہے وہ قریب ہوتی ہے۔

۵۲-يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ -

جس روز وہ تمھیں پکارے گا تو تم لبیک کہو گے۔

یعنی جس روز وہ تمھیں دوبارہ زندہ کرے گا تو تم اطاعت گزاری کے ساتھ جواب دو گے۔ پکارنے اور لبیک کہنے کو بطور استعارہ لایا گیا تا کہ ان لوگوں کو متنبّہ کیا جائے کہ یہ دونوں امر کس قدر جلد اور آسان ہیں۔

بِحَمْدِهٖ -

حمد خداوندی کرتے ہوئے۔

اللہ کی کمال قدرت پر اس کی حمد کرتے ہوئے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱

کتاب جوامع میں ہے روایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے سروں سے مٹی کو صاف کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہوں گے۔ سبحانك اللهم وبحمدك اے اللہ تو پاک ہے اور ہم تیری حمد کر رہے ہیں۔ [1]

وَتَظُنُّونَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا -

اور اس وقت تم یہ سمجھ رہے ہو گے کہ تم تھوڑی ہی دیر اس حالت میں پڑے رہے ہو۔

اور تم (قبر میں) اپنی مدّتِ اقامت کو کم سمجھو گے۔

۵۳- وَقُلْ لِعِبَادِي - اور اے نبی آپ میرے بندوں سے فرما دیجیے۔

يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ - کہ وہ بات کہیں جو احسن ہو۔

یعنی وہ ہمیشہ مشرکین سے وہ بات کہیں جو احسن ہو اور ایسی باتوں سے مخاطب نہ ہوں جو انھیں غصہ دلائے اور انھیں غضب ناک کرے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ - شیطان ہے جو ان کے درمیان فساد ڈلواتا ہے۔

شیطان ان کے درمیان جھگڑا اور شر انگیزی کرتا ہے اس طرح سختی کا برتاؤ انھیں دشمنی اور فساد کو بڑھانے تک پہنچا دیتا ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُبِينًا -

حقیقت یہ ہے کہ شیطان، انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے یعنی اس کی دشمنی ظاہر ہے۔

۵۴- رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ - تمھارا ربّ تمھارے احوال سے زیادہ باخبر ہے۔

إِنْ يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِنْ يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ -

وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے اور چاہے تو تمھیں عذاب دے دے۔

کہا گیا ہے کہ یہ ''الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ'' کی تفسیر ہے یہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے یعنی کہ ان لوگوں سے یہ کلمہ یا اسی نوعیت کے کلمات کہو اور صراحتہً یہ نہ کہو کہ وہ جہنمی ہیں اگر ایسا کہو گے تو یہ بات انھیں شر پر ابھارے گی حالاں کہ ان کے امر کا خاتمہ غیب میں سے ہے اسے سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں جانتا۔ [2]

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا -

اور اے نبی ہم نے آپ کو اُن پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

کہ ان کا معاملہ صرف آپ کے سپرد ہو جائے اور آپ انھیں ایمان لانے پر مجبور کر دیں بلکہ ہم نے تو آپ کو خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے آپ اُن سے مدارات کیجیے اور اپنے اصحاب کو حکم دیں کہ ان سے چشم پوشی کرتے رہیں۔

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۳۲ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۸۸

وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

۵۵۔ اور اے نبی آپ کا ربّ آسمانوں اور زمین کی مخلوقات سے کے بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہے اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

۵۶۔ اے نبی آپ اُن سے فرما دیجیے تم اللہ کے سوا جنھیں اپنا کارساز سمجھتے ہو انھیں پکار کر دیکھ لو وہ نہ تو تم سے تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی اسے بدل سکتے ہیں۔

۵۷۔ یہ لوگ جنھیں پکارتے ہیں وہ خود اپنے ربّ تک رسائی کے لیے وسیلہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ کون اس سے زیادہ قریب ہے اور سب اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے خائف ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ کے ربّ کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے ڈرنا چاہیے۔

۵۸۔ اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم روزِ قیامت سے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا اسے عذابِ شدید میں مبتلا نہ کریں یہ بات کتاب الٰہی (لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔

۵۵۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

اے نبی آپ کا ربّ آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کے بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہے۔

اور ان کے حالات سے زیادہ آگاہ ہے وہ اُنھی میں سے جو اہل ہوتا ہے اسے اپنی نبوت اور اپنی ولایت کے لیے پسند فرماتا ہے اور درحقیقت قریش جس بات کو بعید سمجھ رہے تھے اسے رد کرنا مقصود ہے کہ یتیمِ ابوطالب نبوّت کے درجے پر کیسے فائز ہوگیا؟ اور یہ کہ محتاج لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں شامل ہیں۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ -

اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض انبیاء پر فضیلت دی ہے۔

وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا -

اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے سردار پانچ ہیں اور وہ رسولوں میں اولوا العزم کہلاتے ہیں اور (کائنات) کی چکی انھیں کے گرد گھوم رہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی جمیع الانبیاء)۔[1]

کتاب علل الشرائع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کو ملائکہ مقربین سے افضل قرار دیا ہے اور مجھ کو تمام انبیاء اور مرسلین پر فضیلت دی ہے اور میرے بعد اے علی آپ اور آپ کی اولاد میں آنے والے ائمہ افضل ہیں اور فرشتے ہمارے اور ہمارے محبین کے خدام ہیں۔[2]

۵۶- قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ -

اے نبی آپ فرما دیجیے تم جن کے بارے میں یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمھارے معبود ہیں تم انھیں پکار کے دیکھ لو!

مِّنْ دُوْنِهٖ -

اللہ کے سوا۔

جیسے فرشتوں کو، مسیح کو اور عزیر کو۔

فَلَا يَمْلِكُوْنَ -

وہ استطاعت نہیں رکھتے، وہ قدرت نہیں رکھتے۔

كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ -

کہ تم سے تکلیف کو دور کرسکیں۔

جیسے بیماری، فقر و فاقہ اور قحط سالی وغیرہ۔

وَلَا تَحْوِيْلًا -

اور نہ اسے تم سے لے کر تمھارے غیر تک منتقل کرسکتے ہیں۔

۵۷- اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ -

یہ لوگ جنھیں پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک رسائی کے لیے وسیلہ ڈھونڈ رہے ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۷۵ ح ۳ (۲) علل الشرائع ص ۵ ح ۱ باب ۷

یہ معبود خود اطاعت کے ذریعے اللہ کی قربت کے متمنی ہیں۔

اَيُّهُمْ اَقْرَبُ-

کہ کون اُس سے زیادہ قریب ہے۔

یعنی جو ان میں زیادہ قریب ہے وہ اللہ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈھ رہا ہے چہ جائے کہ جو اقرب نہیں ہے۔

وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ-

اور وہ سب اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے خائف ہیں دوسرے بندوں کی طرح تو بھلا وہ کیسے یہ گمان کر رہے ہیں کہ وہ معبود ہیں۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا-

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے ربّ کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے ڈرنا چاہیے۔

لازم ہے کہ ہر فرد اللہ کا خوف رکھے حتیٰ کہ فرشتے اور مرسلین بھی خوف خدا رکھتے ہیں۔

۵۸-وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا-

اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم روز قیامت سے پہلے ہلاک نہ کردیں یا اسے عذاب شدید میں مبتلا نہ کریں۔

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا-

اور یہ بات کتاب الٰہی (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ موت سے فنا ہو جانا ہے۔[۱]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دیگر امتوں کی طرح ہے جو مر گیا وہ ہلاک ہو گیا۔[۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قتل اور موت وغیرہ سے۔[۳]

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۱۸ ح ۵۶۲ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۷ ح ۹۰ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۱

وَ مَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾

وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا ﴿۶۰﴾

۵۹-ہمیں نشانیاں (معجزات) بھیجنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے مگر یہ کہ سابقہ امتوں نے اسے جھٹلا دیا تھا اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی کی علانیہ نشانی دی انھوں نے اُس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں اسی لیے بھیجتے ہیں کہ لوگ انھیں دیکھ کر ڈریں۔

۶۰-اور وہ وقت یاد کیجیے جب ہم نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ کے ربّ نے ان لوگوں کو گھیر رکھا ہے اور ہم نے آپ کو جو خواب دکھایا تھا اسے ہم نے انسانوں کے لیے آزمائش قرار دیا ہے۔ جس طرح وہ درخت جسے قرآن میں ملعون کہا گیا ہے، ہم انھیں ڈرا دھمکا رہے ہیں لیکن اس سے اُن کی سرکشی میں بڑا اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

۵۹-وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ-

اور ہمیں نشانیاں (معجزات) بھیجنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

قریش نے جس کا مطالبہ کیا ہے۔

اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ-

مگر یہ کہ سابقہ امتوں نے اُسے جھٹلا دیا تھا۔

جس طرح پہلے لوگوں نے اسے جھٹلایا تھا جیسے قوم عاد اور قوم ثمود یہ لوگ بھی انھی کی مانند ہیں۔ اگر یہ معجزات بھیج دیے جاتے تو یہ لوگ انھیں اسی طرح جھٹلا دیتے جس طرح ان سے پہلی قوموں نے جھٹلایا تھا اور اس طرح یہ لوگ جلدی آنے والے اور بیخ کن عذاب کے مستحق قرار پاتے اور اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مسعود کے سبب یہ ہے کہ اس امت پر ایسا عذاب نازل نہ کیا جائے جو انھیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے جیسا کہ ارشاد فرمایا وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ ؕ (انفال: ۳۳) اے نبی جب تک آپ اُن لوگوں کے درمیان موجود ہیں اللہ اُن پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کی قوم نے سوال

کیا تھا کہ اُن تک کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں تو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے "وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ" ہمیں نشانیاں (معجزات) بھیجنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے مگر سابقہ امتوں نے اسے جھٹلا دیا تھا۔ اور ہم جب بھی کسی بستی کی طرف کوئی معجزہ (نشانی) بھیجتے ہیں اور وہ لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے تو ہم انھیں ہلاک کردیتے ہیں اسی وجہ سے ہم نے ان آیات و معجزات کو آپ کی قوم کے لیے مؤخر کردیا۔[1]

وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ۔

ان لوگوں کے طلب کرنے پر ہم نے قوم ثمود کو ناقہ (اونٹنی) بطورِ آیت (نشانی) دیا تھا۔

مُبْصِرَةً۔

بالکل واضح نشانی۔

فَظَلَمُوْا بِهَا۔

انھوں نے اس پر ظلم کیا۔

یعنی اسے ذبح کر کے خود اپنے اوپر ظلم ڈھایا۔

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۔

اور ہم نشانیاں اسی لیے بھیجتے ہیں کہ لوگ انھیں دیکھ کر ڈریں۔

اور ان لوگوں کو عذاب آخرت سے ڈرایا جائے اے نبی آپ جن لوگوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں ان کے امر کو ہم نے قیامت کے دن تک کے لیے مؤخر کردیا ہے۔

۶۰۔وَاِذْ قُلْنَا لَكَ۔

اور وہ وقت یاد کیجیے جب ہم نے آپ کو وحی کی۔

اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ۔

کہ بے شک آپ کے ربّ نے ان لوگوں کو گھیر رکھا ہے۔

وہ لوگ اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور کہا گیا ہے کہ انؑ سے مراد قریش ہیں۔ اللہ نے جن دشمنوں کا احاطہ کر رکھا ہے انھیں ہلاک کردے گا یعنی ہم نے آپ کو غزوۂ بدر کی بشارت دی اور ہم نے قریش کے خلاف آپ کی مدد کی اور یہ اللہ کا قول ہے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝ (القمر:۴۵) (عن قریب اُن کی جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے)۔ عن قریب وہ شکست کھائیں گے اور سیدھے جہنم کی طرف جائیں گے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر بھی اسی طرح دی ہے جس طرح وہ اپنی عادت کے مطابق خبریں دیتا اور آگاہ کرتا ہے۔[2]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۱ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۸۹

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔

اور ہم نے آپ کو جو خواب دکھایا تھا اسے ہم نے انسانوں کے لیے آزمائش قرار دیا ہے۔

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ۔

جس طرح وہ درخت جسے قرآن میں ملعون کہا گیا ہے۔

خواب کے جملے پر اس جملے کا عطف ہے یعنی الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ

وَنُخَوِّفُهُمْ۔

اور ہم انھیں مختلف طریقوں سے ڈرا دھمکا رہے ہیں۔

فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا۔

اس سے اُن کی سرکشی میں بڑا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

طُغْيَانًا كَبِيْرًا۔ ایسی سرکشی جو حد سے متجاوز ہو۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تعالی کے قول ''وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ'' کے بارے میں سوال کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ بنی تیم اور بنی عدی کے کچھ لوگ منبروں پر ہیں جو لوگوں کو راستے سے الٹے پاؤں بھیج رہے ہیں کہا گیا ہے کہ شجرۂ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔[1]

امام صادق علیہ السلام سے اسی طرح وارد ہوا ہے مزید آپ نے یہ فرمایا کہ آنحضرت نے خواب میں دیکھا کہ منبروں پر کچھ لوگ لوگوں کو گمراہی کی طرف پلٹا رہے ہیں۔[2]

اور دوسری روایت میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ آتشِ جہنم میں ہیں اور آگ کے منبروں پر ہیں لوگوں کو پچھلے پیروں پر پلٹا رہے ہیں۔[3]

اور ایک روایت میں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا میں نے شب کے وقت بنی امیہ کے بچوں کو دیکھا کہ میرے اس منبر پر چڑھ رہے ہیں میں نے کہا اے میرے پروردگار کیا میرے ساتھ ایسا ہوگا فرمایا نہیں یہ تمھارے بعد ہوگا۔[4]

کتاب کافی میں صادقین میں سے ایک سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت غمگین اور حزین نظر آئے حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت سے کہا یا رسول اللہؐ میں آپ کو محزون اور ملول دیکھ رہا ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا میں کیوں نہ اس طرح رہوں؟ میں نے شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ بنی تیم

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۸ ح ۱۰۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۷ ح ۹۵

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۸ ح ۹۶ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۸ ح ۹۸

اور بنی عدی اور بنی امیّہ میرے اس منبر پر چڑھ گئے ہیں اور لوگوں کو اسلام سے پچھلے پیروں کی طرف لوٹا رہے ہیں میں نے اللہ سے دریافت کیا میرے مالک یہ سب کچھ میری ظاہری زندگی کے دوران ہوگا یا میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمھارے دنیا سے چلے جانے کے بعد ایسا ہوگا۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث خاصہ اور عامہ کے مابین بہت مشہور ہے عامہ بھی تو یہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بنی امیّہ کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ آپ کے منبر پر بلند ہورہے ہیں اور اس پر بندروں کی طرح اچھل کود رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا دنیاوی حصّہ ہے جو اپنے اسلام کے سبب وہ انھیں دے رہے ہیں۔[۲]

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے خواب میں بندروں کو دیکھا کہ ان کے منبر پر چڑھ رہے ہیں اور اس سے اتر رہے ہیں آنحضرتؐ کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ اس وجہ سے ملول وحزین ہوئے۔[۳]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ کچھ بندر ہیں جو ان کے منبر پر چڑھ گئے ہیں آنحضرتؐ کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور بہت زیادہ غمگین ہوگئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً اور ہم نے آپ کو جو خواب دکھایا تھا وہ اُن لوگوں کے لیے ایک آزمائش ہے تاکہ وہ اس میں حیران بھٹکتے پھریں اور "الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ" یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی اور شجرۂ ملعونہ سے مراد بنی اُمیّہ ہیں۔[۴]

امام علیہ السلام سے پوشیدہ طور سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محوِ خواب تھے تو انھوں نے یہ دیکھا کہ بنی اُمیّہ ان کے منبر پر چڑھے بیٹھے ہیں اور لوگوں کا راستا روک رہے ہیں جب بھی ان میں کوئی شخص چڑھتا ہے تو رسولِ اکرمؐ اس کی ذلت اور بے چارگی کو ملاحظہ فرماتے ہیں آنحضرتؐ یہ خواب دیکھ کر گھبرا کر بیدار ہوگئے آنحضرتؐ نے جنھیں دیکھا تھا وہ بنی اُمیّہ کے بارہ افراد تھے جبرئیل آنحضرتؐ کی خدمت میں اس آیت کو لے کر حاضر ہوئے اس کے بعد جبرئیلؑ نے کہا کہ بنی اُمیّہ اہل بیت کی حکومت سے دُگنی حکومت کریں گے۔[۵]

صحیفہ سجادیہ کے مقدمے میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں آپ کو اونگھ آگئی تو آپ نے خواب میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ منبر رسول پر بندروں کی طرح اُچھل کود رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو پچھلے پیروں کی طرف پلٹا رہے ہیں۔ رسول اکرمؐ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور غم والم ان کے چہرے سے ظاہر ہورہا تھا تو

---

(۱) الکافی ج ۸۲ ص ۳۴۵ ح ۵۴۳ (۲) انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۹۰ (۳) درمنثور ج ۴ ص ۱۹۱
(۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۱ (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۸ ح ۱۰۱

اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور یہ آیت ''وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيٓ اَرَيْنٰكَ'' نازل ہوئی اس سے مراد بنی اُمیہ ہیں آنحضرتؐ نے پوچھا کہ کیا وہ میرے عہد اور میرے زمانے میں ہوں گے؟ فرمایا نہیں بلکہ اسلام کی چکّی ہجرت کے بعد چلتی رہے گی تو آپ اس طرح دس سال رہیں گے اس کے بعد اسلام کی چکی ہجرت کے بعد ۳۵ سالوں تک چلے گی آپ اس دوران پانچ سال تک ہوں گے اس کے بعد گمراہی کی چکی چلنے لگے گی جو مسلسل اپنے کھونٹے پر باقی رہے گی پھر فراعنہ حکومت کریں گے فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ (القدر:۱۔۳) ہزار مہینہ بنی امیہ کی حکومت ہوئی جس میں شبِ قدر نہیں ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرما دیا کہ بنی امیہ اس اُمت کے اقتدار پر قبضہ کرلیں گے اور اس طولانی مدت تک حکمرانی کریں گے اگر پہاڑ بھی لمبائی میں ان کا مقابلہ کرے گا تو وہ اس پر پہنچ جائیں گے یہاں تک کہ اللہ ان کی حکومت کے زوال کا حکم دے گا اور وہ سب اس دوران اہل بیت کی عداوت اور ان کی دشمنی کے بارے میں سوچ رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بتلا دیا تھا جو اہل بیت محمد علیہم السلام اور اہل بیت سے مودّت رکھنے والوں کو اور ان کے شیعوں کو ان سے اُن کی جنگوں اور حکومت و اقتدار کے دوران جن کا سابقہ اور سامنا کرنا پڑے گا۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں لوگوں کو اسلام سے پچھلے پیروں کی طرف پلٹا دیا گیا اس لیے وہ اسلام کو ظاہر کررہے تھے وہ قبلہ کی طرف نمازیں پڑھ رہے تھے اس کے باوجود وہ اسلام سے کچھ کچھ باہر جانے لگے اس شخص کی مانند جو سیدھے راستے سے پلٹ جائے اور پچھلے پیروں پر لوٹ جائے اور اس کا چہرہ حق کی طرف رہے تو جب وہ اپنی انتہائی مقصود تک پہنچے گا تو وہ خود کو جہنم میں دیکھے گا۔

کتاب احتجاج میں امام حسن بن علی سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ آپ نے مروان بن الحکم سے کہا ''اے مروان میں نے نہ تمھیں گالی دی ہے اور نہ ہی تمھارے باپ کو لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر اور تمھارے باپ پر لعنت کی ہے اور اس نے تمھارے اہل بیت اور تمہاری ذرّیت پر لعنت کی ہے اور جو بھی تمھارے باپ کے صلب سے قیامت تک آنے والا ہے اسے نبی کی زبانی لعنت بھجوائی گئی ہے۔ اے مروان خدا کی قسم نہ تو تم اور نہ ہی یہاں پر موجود کوئی شخص اس امر سے انکار کرسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ لعنت تمھارے لیے تمھارے باپ کے لیے پہلے ہی سے تھی اور اللہ نے اس پر یہ مستزاد کیا کہ اے مروان جس بات سے تمھیں ڈرایا ہے وہ بہت بڑی سرکشی ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے ارشاد ربّ العزت ہے وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا اور اے مروان تم اور تمہاری ذرّیت رسول اللہ کی زبانی قرآن

---

(۱) الصحیفہ الکاملہ السجادیہ ص ۱۵ و ریاض السالکین ج ۱ ص ۱۴۸

کریم میں شجرۂ ملعونہ ہو۔[1]

امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ اہل کتاب کو جو کتاب پر قائم ہیں اور اس کے ظاہر و باطن پر عمل پیرا ہیں ایک درخت سے تعبیر کی گئی ہے کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا (ابراہیم: ۲۴۔۲۵) (اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ وہ ہر وقت پر اپنے ربّ کے حکم سے پھل لاتا ہے) یعنی اس طرح کا علم صاحب علم پر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہتا ہے اور ان کے دشمنوں کو شجرۂ ملعونہ کا اہل قرار دیا جو لوگ نورِ خداوندی کو منہ کے پھونک سے بجھانے کے درپے ہوگئے اور اللہ نے یہ طے کرلیا کہ وہ نور کو مکمل کر کے رہے گا۔[2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے قول فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا میں ایسی لطافت ہے جو مخفی نہیں ہے۔

---

(۱) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۱۶ (۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۶

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾

۶۱۔اور یاد کیجیے جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے کہا، کیا میں اُسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

۶۲۔اس نے کہا دیکھ تو سہی یہی ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت عطا کی ہے اے اللہ اگر تو روزِ قیامت تک مجھے مہلت دے تو میں اس کی پوری نسل کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں گا سوائے چند افراد کے۔

۶۳۔اللہ نے کہا! جا، اُن میں سے جو بھی تیرے پیچھے چلے گا تم سب کی جزا جہنم ہے جو بھرپور جزا ہے۔

۶۴۔تو جس جس کو اپنی آواز سے بہکا سکتا ہے اسے بہکا دے اور تو اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ ان پر چڑھائی کر دے اور تو ان کے اموال اور اولاد میں ان کا شریک بن جا اور انھیں وعدوں کے جال میں پھانس لے اور شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

۶۱۔وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔

اور یاد کیجیے جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ۔

سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔

قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا۔

اس نے کہا! کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر پہلے سورۂ بقرہ کی آیت ۳۴ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ ۔

اس نے کہا دیکھ تو سہی یہی ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت عطا کی ہے۔

یعنی اے اللہ مجھے بتلا کہ کیا یہی ہے وہ شخص جسے تو نے مجھ پر مکرم کیا ہے یعنی اسے فضیلت بخشی ہے اور میرے مقابل میں اسے منتخب کیا ہے جب کہ میں اُس سے بہتر ہوں۔

لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔

اے اللہ! اگر روزِ قیامت تک تو نے مجھے مہلت دے دی۔

لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ۔

تو میں اس کی پوری نسل کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں گا سوائے چند افراد کے یعنی میں انھیں گمراہ کر کے اُن پر غالب آ کر اُن کی بیخ کنی کروں گا۔ سوائے معدودے چند افراد کے میں ان کی استقامت کا مُقابلہ کرنے پر قادر نہیں ہوں۔

۶۳۔ **قَالَ اذْهَبْ** ۔

اللہ نے کہا جا تو جو چاہتا ہے اسے کر گزر۔

اور یہ ایک طرح سے راندۂ درگاہ کرنا ہے اور شیطان اور اس کا نفس اسے جس بات پر بہکا رہا تھا اسے دوام بخشنا ہے اور اس مفہوم سے متعلق حدیث سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔

فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ ۔

اُن میں سے جو بھی تیرے پیچھے چلے گا۔

فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ ۔

تو یقیناً جہنم تم سب کی جزا ہے۔

اے شیطان یہ تیری جزا اور تیرا اتباع کرنے والوں کی بھی جزا ہے۔

جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۔

بھرپور اور مکمل جزا۔

۶۴۔ **وَاسْتَفْزِزْ** ۔

تو تو ڈرا، خوف زدہ کر، غیر مطمئن کر دے۔

مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ ۔

تو اُن میں سے جس جس کو خوف زدہ کرنے کی استطاعت اور طاقت رکھتا ہے۔

بِصَوْتِكَ۔

اپنی آواز کے ذریعے۔

یعنی فساد کی دعوت دے کر۔

وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم۔

اور ان کے خلاف شور وغوغا کر، چیخ پکار کر، چڑھائی کر۔

بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ۔

سواروں اور پیادوں کے ساتھ تو جس طرح چاہے ان کے خلاف اقدام کر یہ تمثیل ہے کہ وہ جسے بہکا رہا ہے وہ اس پر مسلّط ہو گیا ہے۔

وہ جن افراد کے خلاف شور مچائے گا انھیں ان کی جگھوں سے خوف زدہ کر دے گا اور اپنے لشکر سے ان پر چڑھائی کرے گا یہاں تک کہ انھیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے گا۔

وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ۔

اور تو ان کے اموال میں ان کا شریک بن جا۔

انھیں حرام مال کمانے کی ترغیب دے کر اور اسے جمع کرنے کی تلقین کر کے اور اس مال کو غیر مناسب اور غلط جگہ خرچ کروانے کے ذریعے سے۔

وَالْأَوْلَادِ۔

اور تو اُن کی اولاد میں (شریک ہوجا)

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ہر بدکار، بدزبان اور فحش گو اور بے حیا پر جنت کو حرام کر دیا ہے اسے کوئی پروا نہیں ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور یہ کہ اس کے بارے میں کیا کہا جا رہا ہی اگر تم ایسے شخص کی چھان بین کرو گے تو اُسے وَلَدِ زنا یا شیطان کا شریک پاؤ گے سوال کیا گیا یا رسول اللہ کیا انسانوں میں شیطان کی شرکت ہوتی ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں پڑھا۔ ''وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ''[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کو پڑھا پھر فرمایا کہ شیطان آتا ہے اور عورت کے پاس اسی طرح بیٹھتا ہے جس طرح انسان بیٹھتا ہے اور وہ ویسی ہی گفتگو کرتا ہے جیسے انسان کرتا ہے اور اسی طرح جنسی تعلقات قائم کرتا ہے جیسا انسان کرتا ہے۔ سوال کیا گیا اس بات کی معرفت کس

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۲۳ ح ۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۹ ح ۱۰۵

طرح حاصل ہوگی؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا تم اسے ہماری محبت اور ہمارے بغض سے سمجھ سکتے ہو جو بھی ہم سے محبت کرتا ہے وہ بندے (انسان) کا نطفہ ہے اور جو ہم سے بغض رکھتا ہے تو وہ شیطان کا نطفہ ہے۔ [۱]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر وہ مجامعت کے وقت اگر اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو شیطان اُس سے دور چلا جاتا ہے اور اگر عمل کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور مرد آلہ تناسل کو داخل کرے تو پھر دونوں کا عمل ہوتا ہے لیکن نطفہ ایک ہوتا ہے۔ [۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے آدمی اور شیطان جب دونوں شریکِ کار ہوں تو اُن کے نطفے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کبھی تو صرف ایک سے تخلیق عمل میں آتی ہے اور کبھی دونوں نطفوں سے تخلیق کی جاتی ہے۔ [۳]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ جو مالِ حرام سے ہوتا ہے شیطان اس میں شریک ہوتا ہے پس اگر وہ اُس مال سے کسی کنیز کو خریدتا ہے اور اُن سے مباشرت کرتا ہے اور اس کی اولاد جنم لیتی ہے تو اس سے جو بھی اولاد پیدا ہوگی اس میں شیطان کی شرکت ہوگی اور مرد جب مجامعت کر رہا ہوگا تو شیطان اُس کے ساتھ ہوگا اگر وہ مالِ حرام سے ہو۔ [۴]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو شیطان اپنا آلہ تناسل داخل کرتا ہے اور دونوں وہ عمل انجام دیتے ہیں اور اس طرح دونوں نطفے باہمی اختلاط پیدا کر لیتے ہیں اور اللہ ان دونوں نطفوں سے خلق فرماتا ہے اس طرح شیطان کی شرکت ہوجاتی ہے۔ [۵]

وَعِدْهُمْ -

اور انھیں وعدوں کے جال میں پھانس۔

ان سے جھوٹے وعدے کر جیسے معبودوں کی شفاعت اور توبہ میں تاخیر سے کام لینا آرزوؤں اور تمناؤں کو طول دینے کے لیے۔

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا -

اور شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

غرور کے معنیٰ ہیں غلطی کو اس طرح مزین کرنا کہ وہ بالکل درست اور صحیح لگنے لگے۔

---

(۱) الکافی ج ۵ ص ۵۰۲ ح ۲ (۲) الکافی ج ۵ ص ۵۰۱ ح ۳ (۳) الکافی ج ۵ ص ۵۰۳ ح ۶

(۴) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۲۲ (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹۹ ح ۱۰۴

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ﴿۶۵﴾

رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾

وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ۙ﴿۶۸﴾

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۧ﴿۷۰﴾

ع ۷/۱۰

۶۵-یقیناً میرے بندے وہ ہیں جن پر تجھے اقتدار حاصل نہ ہوگا اور ضمانت کے لیے تمھارا ربّ کافی ہے۔

۶۶-تمھارا پروردگار وہ ہے جو سمندر میں تمھاری کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو وہ تم پر بڑا مہربان ہے۔

۶۷-اور جب سمندر میں تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اللہ کے سوا تم جنھیں پکارا کرتے تھے وہ سب گم ہوجاتے ہیں۔ مگر جب وہ تم کو بچا کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو تم اللہ سے روگردانی کرتے ہو اور انسان تو بڑا ناشکرا ہے۔

۶۸-کیا تمھیں اس بات کا بھی اطمینان ہوگیا ہے کہ کہیں اللہ خشکی پر لے جا کر تمھیں زمین میں دھنسا نہ دے یا تم پر پتھروں کی بوچھاڑ کرنے والی آندھی نہ بھیجے اور تمھیں کوئی حمایتی نہ ملے جو اس سے بچالے۔

۶۹-کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے ہو کہ خدا دوبارہ تمھیں سمندر میں لے جائے اور تمھاری نافرمانی کی وجہ سے سخت طوفانی ہوا بھیج کر تمھیں غرق کردے۔ پھر تم اس غرقابی کے سبب اپنے لیے ہمارا کوئی پیچھا

کرنے والا نہ پاؤ۔

۷۰۔اور بلاشبہ ہم نے اولادِ آدم کو مکرم بنایا ہے اور انھیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ہم نے انھیں پاک و پاکیزہ رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انھیں نمایاں برتری سے نوازا۔

۶۵۔ اِنَّ عِبَادِیْ۔ بے شک میرے بندے وہ ہیں۔

اس سے مراد ہے میرے مخلص بندے اس لیے اللہ نے عَبْد کو اپنی طرف نسبت دی ہے اور شیطان کے قول کی وجہ سے اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۝ (الحجر:۴۰) سوائے تیرے مخلص بندوں کے (میں سب کو بہکاؤں گا)

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ جن پر تجھے کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا۔

یعنی تو انھیں گمراہ کرنے اور بہکانے پر قدرت نہیں رکھے گا اس لیے کہ وہ لوگ تجھ سے دھوکا نہیں کھائیں گے اور تیرے فریب میں نہیں آئیں گے۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا۔ اور ضمانت کے لیے تمھارا رب کافی ہے۔

اس لیے کہ وہ لوگ اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے اے شیطان تجھ سے استعاذہ (پناہ مانگنا) کرتے ہیں اور اللہ انھیں شرک کرنے والوں سے بچا لیتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ اپنے مسلمان بندوں میں جن سے محبت فرماتا ہے وہ سب لوگ اس آیت کے مصداق بن جائیں۔[۱]

نہج البلاغہ میں ہے۔

''خدا کے بندو! اللہ کے دشمن سے ڈرو کہ کہیں وہ تمھیں اپنا روگ نہ لگا دے، اپنی پکار سے تمھیں بہکا نہ دے اور اپنے سوار اور پیادے لے کر تم پر چڑھ نہ دوڑے کیوں کہ اس نے شروع میں تمھاری ہی اصل (آدم) پر فخر کیا تمھارے حسب پر عیب لگایا تمھارے نسب (اَصْل وطنیت) پر طعن کیا اور اپنے سواروں کو لے کر تم پر یورش کی اور اپنے پیادوں کو لے کر تمھارے راستے کا قصد کیا ہے وہ ہر جگہ سے تمھیں شکار کرتے ہیں اور تمھاری انگلی کی ایک ایک پور پر چوٹیں لگاتے ہیں کسی حیلہ و تدبیر سے نہ تم اپنا بچاؤ کر سکتے ہو اور نہ پورا تہیا کر کے اس کی روک تھام کر سکتے ہو درآں حالے کہ تم رسوائی کے بھنور، تنگی و ضیق کے دائرے، موت کے میدان اور مصیبت و بلا کی جولان گاہ میں ہو۔''[۲]

۶۶۔ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ۔ تمھارا ربّ وہ ہے جو چلاتا ہے۔

لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ۔ تمھارے لیے سمندر میں کشتیوں کو۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۰۲۔۳۰۱ ح ۱۱۲ (۲) نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۰ خطبۂ قاصعہ

لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ۔ تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔

یعنی ہوائیں اور طرح طرح کے سامان زندگی جو تمھارے پاس موجود نہیں ہیں۔

اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ بے شک وہ تم پر بے حد مہربان ہے۔

کہ اس نے تمھارے لیے ضرورت کی ہر چیز مہیا کردی ہے اور جن چیزوں کے حصول میں دشواری تھی انھیں تمھارے لیے آسان اور سہل الحصول بنا دیا۔

۶۷۔وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ۔ اور جب سمندر میں تم پر کوئی مصیبت آتی ہے۔

یعنی ڈوبنے کا خوف دامن گیر ہوتا ہے۔

ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ۔

تم جنھیں زمانے کی سختیوں کے موقع پر پکارا کرتے تھے وہ سب کے سب تمھارے ذہنوں سے گم ہوکر رہ گئے۔

اِلَّآ اِيَّاهُ۔ سوائے اللہ کے۔

صرف خدا ہے کہ تم اس موقع پر اس سے نجات کی امید رکھتے ہو اور یہ مفہوم اس سے قبل سورۂ فاتحہ کے ذیل میں بیان کردہ حدیث میں مذکور ہے۔

فَلَمَّا نَجّٰكُمْ۔ مگر جب وہ تم کو ڈوبنے سے بچا کر۔

اِلَى الْبَرِّ۔ خشکی تک پہنچا دیتا ہے۔

اَعْرَضْتُمْ۔

تو تم توحید سے روگردانی کرتے ہو، اور کفران نعمت میں وسعت پیدا کر لیتے ہو۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا۔ اور انسان تو بڑا ناشکرا ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اِعراض (روگردانی) کی یہی علت ہے۔

۶۸۔اَفَاَمِنْتُمْ۔ کیا غرق ہونے سے نجات پا کر تم نے خود کو محفوظ تصور کرلیا۔

اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ۔

کہ کہیں اللہ خشکی پر لے جاکر زمین میں تمھیں دھنسا نہ دے۔

کہ اللہ زمین کو منقلب کردے اور تم اس کے اوپر موجود ہو اس لیے کہ جو سمندر میں غرق کر کے ہلاک کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو وہ خشکی میں بھی دھنسا کر ہلاک کرسکتا ہے۔

اور لفظ ''جانب'' لاکر اس امر پر متنبہ کیا گیا ہے کہ جب وہ ساحل تک پہنچ گئے تو انھوں نے کفر اختیار کیا اور روگردانی کی۔

اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا - یا تم پر پتھروں کی بوچھاڑ کرنے والی آندھی نہ بھیج دے۔

حاصِب سے مراد ہے ایسی ہوا جس میں پتھر ہوں یعنی ہوا کے جھکڑ کے ساتھ پتھر اڑ کر آ رہے ہوں۔

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا -

پھر تمھیں کوئی حمایتی نہ ملے جو اس سے بچالے۔

۶۹ - **اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى** -

کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمھیں دوبارہ سمندر میں لے جائے۔

یعنی وہ تمھاری طلب کو اتنی تقویت بخش دے کہ تم واپس چلے جاؤ اور سمندر میں سفر کرو۔

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ -

پھر وہ تمھاری طرف سخت طوفانی ہوا بھیج دے۔

ایسی ہوا کہ وہ جہاں سے گزرے اس چیز کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد بگولے کی شکل میں چلنے والی تیز و تند ہوا ہے۔

فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ -

وہ تمھاری نافرمانی کے سبب تمھیں غرق کر دے۔

یعنی اس وجہ سے کہ تم نے شرک اختیار کیا ہے یا اس لیے کہ تم نے نجات کی نعمت کو جھٹلایا ہے۔

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا -

پھر تم اس غرقابی کے سبب اپنے لیے ہمارا کوئی پیچھا کرنے والا نہ پاؤ گے۔

یعنی کوئی مطالبہ کرنے والا جو ہمارا پیچھا کرے تاکہ بدلہ لے سکے یا اسے ٹال سکے۔

۷۰ - **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ** -

اور بلاشبہ ہم نے اولاد آدم کو مکرم بنایا ہے۔

عقل، منطق (گفتگو) اچھی صورت، معتدل قامت والا امرِ معاش و معاد کا مدبّر، زمین کی ہر چیز پر مسلّط، تمام جانوروں کو تسخیر کرنے والا اور اس کے علاوہ دیگر صَنعَت وحرفت پر قادر جن کا احصا کرنا ممکن نہیں ہے۔

وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ -

اور انھیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں۔

چوپایوں اور کشتیوں کے ذریعے انھیں لیے لیے پھرتے رہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲

وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ-

اور ہم نے انھیں پاک و پاکیزہ رزق دیا۔

جو لذتوں سے بھرپور تھا۔

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا-

اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انھیں نمایاں برتری سے نوازا۔

امالی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ ہم نے اولادِ آدم کو تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔ (وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ) اور انھیں خشکی اور تری میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے رہے ہیں اس سے مراد ہے کہ خشک و تر دونوں جگہ سواری کا انتظام کیا۔ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور ہم نے انھیں تمام پاکیزہ پھلوں کا رزق مہیا کیا وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے انھیں نمایاں برتری عطا کی یعنی جانور چوپائے اور پرندے منہ سے کھاتے پیتے ہیں اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنے منہ تک نہیں لے جاتے جس کے ذریعے کھانا کھائیں اور پانی پئیں سوائے فرزندِ آدم کے صرف یہی ہے جو اپنا کھانا ہاتھ سے اٹھا کر منہ تک بلند کرتا ہے یہی سب سے بڑا فضل ہے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ یعنی ہم نے انھیں اکثر مخلوق پر فضیلت بخشی ہے یعنی اللہ نے ہر شے کو جھکا ہوا بنایا ہے سوائے انسان کے اس کو سیدھا کھڑا ہوا قرار دیا ہے۔[2]

تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کی روح کو مکرم نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مومنین کی ارواح کو مکرم بنایا ہے۔ نفس اور خون کی کرامت روح سے ہے اور رزق طیّب سے مراد علم ہے۔[3]

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آدمیوں کی صورت میں بنایا اس لیے کہ اللہ کے نزدیک یہ بہترین اور مکرم صورت ہے۔[4]

(۱) امالی شیخ طوسی ص ۴۸۹ ح ۱۰۷۲ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۰۲ ح ۱۱۳ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۲
(۴) تفسیر قمیؔ ج ۱ ص ۸۵

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾

وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾

۷۱۔جس دن ہم ہر گروہ کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے۔جن کا نامۂ اعمال اُن کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنے اس نامۂ عمل کو پڑھیں گے اور اُن پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۷۲۔اور جو بھی اس دنیا میں اندھا بن کر رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ گمراہی میں اس سے بدتر ہوگا۔

۷۱۔يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ۔

جس دن ہم ہر گروہ کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے۔

وہ جس امام کی اقتدا کیا کرتے تھے خواہ اس کا تعلق نبی سے ہو یا وصی سے یا شقی سے کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اس امام کے ساتھ جو ان کے درمیان ہو اور وہ قائم اہلِ زمانہ ہے۔[1]

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کے ساتھ آئیں گے اور علیؑ اپنے لوگوں کے ساتھ اور حسنؑ اپنے زمانے کے افراد کے ساتھ اور حسین علیہ السلام اپنے پیروکاروں کے ساتھ اور جس کا انتقال اس قوم کے سامنے ہوا ہوگا وہ قوم اسی کے ساتھ آئے گی۔[2]

الکافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ تمام انسانوں کے امام نہیں ہیں تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا میں تمام انسانوں کے لیے اللہ کا رسول ہوں لیکن میرے بعد لوگوں کے لیے اللہ کی جانب سے کچھ امام ہوں گے جن کا تعلق میرے اہل بیت سے ہوگا وہ لوگوں کے درمیان قیام کریں گے لوگ انھیں جھٹلائیں گے اور کفر و گمراہی کے ائمہ اور ان کے پیروکار ان پر ظلم ڈھائیں گے پس جو بھی میرے اہل بیت میں آنے والے ائمہ کو دوست رکھے گا ان کا اتباع کرے گا انھیں سچا سمجھے گا تو وہ میرا ہوگا میرے ساتھ ہوگا اور عن قریب مجھ سے ملاقات کرے گا لیکن جو بھی ان پر ظلم ڈھائے گا، انھیں جھٹلائے گا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور نہ ہی وہ میرے ساتھ ہوگا میں ایسے شخص سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔[3]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۵۳۶ ح ۳ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۳

(۳) الکافی ج ۱ ص ۲۱۵ ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۰۴

کتاب مجالس میں امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک امام وہ ہے جس نے ہدایت کی دعوت دی تو لوگوں نے اسے قبول کرلیا اور ایک امام وہ ہے جس نے گمراہی کی طرف بلایا تو لوگوں نے اسے مان لیا۔ وہ لوگ جنت میں ہیں اور یہ لوگ جہنم میں جارہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول "فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق جہنم میں)" (شوریٰ:۷) سے یہی مراد ہے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہر فرد کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا سورج کے پرستاروں کو سورج کے ساتھ چاند کی پرستش کرنے والوں کو چاند کے ساتھ آگ کے پجاریوں کو آگ کے ساتھ اور پتھر کی پوجا کرنے والوں کو پتھر کے ساتھ بلایا جائے گا۔[2]

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم تم اللہ کے دین پر ہو اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ علی ہمارے امام ہیں اور رسول اللہؐ ہمارے امام ہیں اور بہتیرے ایسے امام بھی ہیں کہ وہ جب قیامت کے دن آئیں گے تو وہ اپنے ساتھیوں پر لعنت بھیج رہے ہوں گے اور ان کے ساتھی ان پر لعنت بھیج رہے ہوں گے۔[3]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کیا تم شکر رب نہیں بجالاتے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کو ان کے ساتھ بلایا جائے گا جنھیں وہ دوست رکھتے تھے ہم خوف کے وقت رسول اللہؐ کی پناہ میں آتے تھے اور تم ہماری پناہ میں تم کس طرف دیکھ رہے ہو؟ ربّ کعبہ کی قسم تم جنت کی جانب روانہ ہورہے ہو اور آپ نے تین بار یہ فرمایا۔[4]

فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ۔

جن کا نامۂ عمل ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ۔

وہ اپنے اس نامۂ عمل کو پڑھیں گے۔

جب وہ اپنے نامۂ عمل کو پڑھیں گے تو خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے۔ کیوں کہ یہ ان کی نجات کا پروانہ ہوگا۔

وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا۔

اور اُن پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ان کے اجر میں معمولی سی بھی کمی نہیں کی جائے گی اور فتیل بمعنی مفتول ہے یعنی گھٹلی کی پتلی جھلی۔

---

(۱) الامالی شیخ صدوق ص ۱۳۱ مجلس ۳۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۰۲ ح ۱۱۸

(۳) المحاسن ج ۱ ص ۲۵۳ ح ۴۷۹ باب ۲۲ (۴) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۳۰

۷۲-وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى-

اور جو بھی اس دنیا میں اندھا بن کر رہا۔

یعنی دل کا اندھا جو اپنی ہدایت کو نہیں دیکھ رہا ہے اور نجات کی راہ پر گامزن نہیں ہے۔

فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا-

وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ گمراہی میں اس سے بدتر ہوگا۔

اسے جنت کے راستے کی طرف ہدایت میسر نہ ہوگی۔

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ جس شخص کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق، رات دن کی تبدیلی، فلک، سورج اور چاند کا مدار پر گردش کرنا اور عجیب وغریب نشانیاں رہنمائی نہیں کرتیں تو اس سے ماورا بھی ایک ایسا امر ہے جو سب سے زیادہ عظیم ہے اور وہ ہے آخرت میں اندھا ہونا اور گمراہی کی راہ پر چلنا۔[1]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم جاہلوں کے قول سے اجتناب کرو جن کا تعلق اندھے اور گمراہ لوگوں سے ہے وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت میں موجود ہوگا حساب، ثواب اور عذاب کے لیے اور وہ دنیا میں موجود نہیں ہے اطاعت اور امید کے لیے اگر اللہ کے موجود ہونے میں کوئی نقص اور ظلم ہوتا تو آخرت میں بھی وہ موجود نہ ہوتا لیکن لوگ حق سے غافل اندھے اور بہرے ہیں انھیں علم ہی نہیں ہے اور اللہ کے قول سے یہی مراد ہے ''مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا'' یعنی وہ موجود حقائق سے اندھے ہیں۔[2]

کتاب خصال میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ سخت ترین اندھا پن اس کے لیے ہے جو ہماری فضیلت سے بے بہرہ ہے اور ہماری جانب سے بغیر کسی خطا وتقصیر کے ہم سے عداوت پر تلا ہوا ہے۔ ہم نے تو اسے حق کی جانب بلایا اور ہمارے علاوہ دوسروں نے فتنہ اور دنیا کی طرف مدعو کیا اس نے فتنہ اور دنیا کو قبول کرلیا اور ہم سے براءت اختیار کی اور ہماری عداوت پر کمر کس لی۔[3]

کتاب کافی، تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے آپ سے حج کو ٹالتا رہا یعنی ''حجۃ الاسلام'' (وہ حج جو از روئے اسلام واجب ہے) کو یہاں تک کہ اُسے موت آگئی۔[4]

---

(۱) التوحید ص ۴۵۵ ح ۶ باب ۶۷ (۲) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۷۵ ح ۱ باب ۱۲

(۳) الخصال ص ۶۳۳ ح ۱ (۴) الکافی ج ۴ ص ۲۶۸-۲۶۹ ح ۲ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۰۵ ح ۱۲۷

وَ اِنۡ كَادُوۡا لَيَفۡتِنُوۡنَكَ عَنِ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ لِتَفۡتَرِىَ عَلَيۡنَا غَيۡرَهٗ ‌ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوۡكَ خَلِيۡلًا ﴿۷۳﴾

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ لَقَدۡ كِدتَّ تَرۡكَنُ اِلَيۡهِمۡ شَيۡـًٔـا قَلِيۡلًا ۙ ﴿۷۴﴾

اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا ﴿۷۵﴾

۷۳۔اے رسول یہ لوگ آپ کو اس وحی سے ہٹانے کی کوشش کررہے تھے جو ہم نے آپ کی طرف کی تھی تاکہ آپ وحی سے ہٹ کر ہماری طرف منسوب کرکے کوئی اور بات گھڑ دیں اور اس وقت وہ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔

۷۴۔اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ اُن کی طرف کچھ نہ کچھ مائل ہوجاتے۔

۷۵۔تو ایسی صورت میں ہم زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی آپ کو دُہرے عذاب کا مزا چکھاتے پھر ہمارے مقابلے میں آپ کوئی مددگار نہ پاتے۔

۷۳۔وَ اِنۡ كَادُوۡا لَيَفۡتِنُوۡنَكَ۔

اے رسول یہ لوگ آپ کو ہٹانے کی کوشش کررہے تھے۔

انھوں نے پورا زور لگایا کہ آپ کو فتنہ میں مبتلا کرکے آپ کے رتبے کو گھٹا دیں۔

عَنِ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ۔

اس وحی سے جو ہم نے آپ کی طرف کی تھی۔

یعنی اس حکم سے باز رکھیں۔

لِتَفۡتَرِىَ عَلَيۡنَا۔

تاکہ آپ کوئی ایسی بات ہم سے منسوب کرکے گھڑ دیں جو ہماری وحی سے مختلف ہو۔

اِذًا لَّاتَّخَذُوۡكَ خَلِيۡلًا۔

تو اس وقت وہ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔

یعنی اگر آپ اُن کی من مانی باتوں کا اتباع کرتے تو وہ آپ سے دوستی کا اظہار کرتے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اگر آپ وحی کے علاوہ کسی اور بات کو نافذ کرتے تو یہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔

۷۴۔وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ۔

اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے۔

لَقَدۡ كِدتَّ تَرۡكَنُ إِلَيۡهِمۡ شَيۡـًٔا قَلِيلًا -

تو آپ ان کی طرف کچھ نہ کچھ مائل ہو جاتے۔

تو قریب تھا کہ آپ اُن کے مطالبات کو ماننے کے لیے تیار ہو جاتے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کی بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب فتح (مکہ) کا دن آیا تو رسول اللہ نے مسجد الحرام سے بتوں کو نکالا اور اُن میں سے ایک بت "مروہ" کی پہاڑی پر تھا اور قریش یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ آنحضرتؐ اس بت کو وہاں پر رہنے دیں آنحضرت شرم و حیا کا پیکر تھے لہٰذا آپ نے چاہا کہ اسے رہنے دیں اس کے بعد آپ نے اس کے توڑنے کا حکم صادر فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہا گیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلۡنِي إِلٰى نَفۡسِي طَرۡفَةَ عَيۡنٍ أَبَدًا (اے اللہ تو مجھے پل بھر کے لیے ہرگز میرے نفس کے حوالے نہ کرنا)[۲]

۷۵- إِذًا لَّأَذَقۡنَٰكَ ضِعۡفَ ٱلۡحَيَوٰةِ وَضِعۡفَ ٱلۡمَمَاتِ -

تو ایسی صورت میں ہم آپ کو زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی دہرے عذاب کا مزا چکھاتے

کہا گیا ہے کہ یعنی دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب ہم دونوں جہانوں میں دیے جانے والے عذاب سے اُسے دگنا کر دیتے اگر کوئی آپ کا غیر اس عمل کو انجام دیتا۔ اس لیے کہ عالی مرتبت کی خطا بھی زیادہ عالی مرتبہ ہوتی ہے اصل کلام اس طرح تھا ہم دنیا میں بھی دگنا عذاب دیں گے اور موت کے وقت بھی دگنا عذاب ہوگا یعنی دو برابر کر کے دیا جائے اس طرح صفت کو موصوف کے مقام پر رکھ دیا اور اسی طرح مضاف کیا گیا جیسے اس کے موصوف کو مضاف کیا جاتا ہے۔[۳]

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيرًا -

پھر ہمارے مقابلے میں آپ کوئی مددگار نہ پاتے۔

جو آپ کی طرف سے دفاع کرے۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب مامون رشید نے عصمتِ انبیاء کے بارے میں امام رضاؑ سے اللہ تعالیٰ کے قول عَفَا ٱللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمۡ (اللہ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے منافقین کو

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۰۶ ح ۱۳۲ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۴۳۱

(۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۹۳

کیوں رخصت دی؟) (توبہ:۴۳) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ عرب کے ایک قول کی مانند نازل ہوئی ہے اِیَّاكَ اَعْنِي اسمعي یا جارہ (یعنی خطاب کسی اور سے ہوتا ہے اور سنانا کسی دوسرے کو مطلوب ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے لیکن اس سے مراد اُمت ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (زمر:۶۵) (کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضرور ضائع ہوجائیں گے اور آپ ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ قول لَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا بھی ہے۔[1]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم پر عتاب کیا ہے یہ اسی طرح سے ہے جیسے قرآن میں پہلے گزر چکا ہے یہ قول بھی انہی اقوال کی مانند ہے لَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا اس سے مراد نبی کے علاوہ دوسرے افراد ہیں۔[2]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے اس حدیث کے ذیل میں کہ جب ایک زندیق (بے دین، بد اعتقاد) نے قرآن کی کچھ چیزوں کے بارے میں آپ سے سوال کیا تھا اور ان سوالوں میں سے اس آیت کے بارے میں بھی سوال کیا تھا امام علیہ السلام نے فرمایا تم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ وہ خطاب جس سے نبی اکرم کی تہجین (تحقیر) اور اِزراء (بے وقعتی) اور تانیب (تذلیل) ہوتی ہے باوجودے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں تمام انبیاء سے افضل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لیے مشرکین میں سے دشمن قرار دیے ہیں پھر امام علیہ السلام نے دشمنوں کی کاوشوں کا ذکر کیا کہ ملّت کو تبدیل کرنے قرآن کو تحریف کرنے اور صاحبان فضیلت کی فضیلت کو حذف کرنے اور صاحبان کفر کے کفر کا انکار کرنے اور جو روایتیں ان کے سود و زیاں سے تعلق رکھتی تھیں انھیں ترک کرنے اور ایسی چیز بڑھانے کی کوشش کی جس سے نفرت اور اجنبیت میں اضافہ ہو پھر فرمایا کہ جس نے کتاب میں نبی کو ستانے کا منصوبہ بنایا وہ مُلحدین (بے دینوں کا ٹولہ) تھے۔[3]

اور یہ حدیث مکمل طور سے اور سابقہ حدیث جس کی روایت کافی اور عیاشی میں ہے اس کتاب کے چھٹے مقدمے میں بیان کی جاچکی ہے۔

---

(۱) عیون اخبار الرّضا ج۱ ص ۲۰۲ ح ۱ (۲) الکافی ج ۲ ص ۶۳۰۔۶۳۱ حدیث ۱۴ کے ذیل میں

(۳) احتجاج ج۱ ص ۳۸۲ امیر المومنین کا زندیق سے احتجاج آیات متشابہات کے بارے میں

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ ع۸

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

۷۶-اور یہ لوگ اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ آپ کے قدم اس سرزمین سے اکھاڑ کر آپ کو یہاں سے نکال دیں لیکن اگر انھوں نے ایسا کیا تو وہ آپ کے بعد یہاں زیادہ دن نہ ٹھہر سکیں گے۔

۷۷-آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ہیں اُن کے ساتھ بھی ہمارا یہی طریقۂ کار رہا ہے آپ ہمارے طریق کار میں کسی قسم کا تغیر نہ پائیں گے۔

۷۸-آپ نماز قائم کریں زوال آفتاب سے رات کے اندھیرے تک اور نمازِ فجر بھی بے شک فجر کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔

۷۶-وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ-

اور یہ لوگ اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ اپنی دشمنی کے سبب آپ کو پریشان کر کے بھگا دیں۔

مِنَ الْاَرْضِ- زمین سے یعنی اہلِ مکہ یہ چاہتے تھے۔

لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا- کہ وہ آپ کو سرزمینِ مکّہ سے نکال باہر کریں۔

وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا - لیکن اگر انھوں نے ایسا کیا تو وہ آپ کے بعد یہاں زیادہ دن نہ ٹھہر سکیں گے۔

یعنی اگر آپ یہاں سے نکل گئے تو یہ لوگ آپ کے نکل جانے کے بعد تھوڑے عرصے سے زیادہ باقی نہیں رہیں گے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے یہاں تک کہ انھیں بدر میں قتل کر دیا جائے۔[۱]

کیا گیا ہے کہ ہجرت کے ایک سال بعد ہی ایسا ہوا۔[۲]

۷۷-سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا-

آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ان کے ساتھ بھی ہمارا یہی طریقۂ کار رہا ہے۔

یعنی اللہ کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ ہر اُس امت کو ہلاک کر ڈالتا ہے جنھوں نے اپنے درمیان سے اپنے رسولوں کو نکالا تھا۔

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا۔ اور آپ ہمارے طریق کار میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

۷۸۔ أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ۔ آپ نماز قائم کریں زوال آفتاب سے۔

إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ۔ رات کے اندھیرے تک اور اس سے مراد نصفِ شب ہے۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔ اور فجر کی نماز۔

إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا۔ فجر کی نماز رات اور دن کے فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔

کتاب کافی، فقیہ، تہذیب اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اُن نمازوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو فرض قرار دی گئی ہیں؟ امام عالی مقام نے فرمایا کہ رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں دریافت کیا گیا کہ کیا ان کے نام اور ان کے اوقات کو اللہ نے اپنی کتاب میں واضح کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ اور دُلُوكِ سے مراد زوال آفتاب ہے تو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اللہ تعالیٰ نے چار نمازوں کے اوقات بیان کیے ہیں اور ان کے نام کی وضاحت کی ہے اور غَسَقِ اللَّيْلِ سے مراد آدھی رات ہے پھر فرمایا وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا (اور فجر کی نماز تو بے شک فجر کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے) یہ پانچویں نماز ہے۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ نماز فجر کے افضل اوقات کون سے ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ طلوع فجر کے ساتھ ارشاد رب العزت ہے وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا یعنی نماز فجر وہ ہے جس میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں جب بندہ طلوع فجر ہوتے ہی نماز صبح بجالاتا ہے تو اس نماز کو دو مرتبہ لکھا جاتا ہے اسے رات اور دن دونوں کے فرشتے لکھتے ہیں۔[۲]

تفسیر عیاشی میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں تمام نمازوں کو جمع کر دیا گیا ہے دُلُوكِ الشَّمْسِ سے زوال آفتاب مراد ہے اور غَسَقِ اللَّيْلِ سے نصفِ شب۔[۳]

اور فرمایا کہ جب آدھی رات ہوتی ہے تو ہر شب ایک ندا دینے والا آسمان سے ندا دیتا ہے کہ جو شخص نماز عشاء سے اس وقت تک بیدار رہا ہے تو اس کی آنکھیں نہیں سوئیں۔ اور قرآن الفجر سے مراد صبح کی نماز ہے اور جہاں تک اللہ کے قول كَانَ مَشْهُودًا کا سوال ہے فرمایا کہ رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اس نماز کے وقت حاضر رہتے ہیں۔[۴]

اور اس مفہوم سے متعلق بہت سی احادیث موجود ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۳ ص ۲۷۱ ح ۱ و من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۲۴ ح ۶۰۰ باب ۲۹ و تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۲۴۱ ح ۹۵۴ و عیاشی ج ۲ ص ۳۰۸ ح ۱۳۶ (۲) الکافی ج ۳ ص ۲۸۲۔۲۸۳ ح ۲ باب وقت الفجر

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۰۹ ح ۱۴۱ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۰۹ ح ۱۴۱

وَ مِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ٭ۖ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾

۷۹۔اور رات کے کچھ حصّے میں آپ تہجد پڑھیے یہ آپ کے لیے نافلہ ہے بعید نہیں کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود تک پہنچا دے۔

مِنَ الَّیۡلِ سے مراد ہے رات کے کچھ حصّے میں قرآن کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے سونا ترک کردیں۔یعنی رات کے وقت نماز تہجد پڑھیں۔

نَافِلَۃً لَّکَ ۔

اے نبی جو نماز آپ کے لیے واجب نمازوں سے زیادہ الگ نماز کے طور پر قرار دی گئی ہے۔

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے نوافل کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا ہے فرض ہے سننے والے خوف زدہ ہوگئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا میری مراد ہے کہ نماز شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض قرار دی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ'' [1]

کتاب خصال میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ وصیّت کی کہ اے علی مومن کے لیے دنیا میں خوشی کے تین مواقع ہیں۔ برادرانِ ایمانی سے ملنا، روزہ افطار کرنا اور آخر شب نماز تہجد ادا کرنا۔[2]

کتاب عِلَلْ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے تم پر لازم ہے کہ نماز شب ادا کرو اس لیے کہ یہ تمھارے نبی کی سنت ہے اور تم سے پہلے نیکوکاروں کا طریقہ ہے اور تمھارے اجسام سے بیماریوں کو بھگانے کا ذریعہ ہے۔[3]

امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کیا بات ہے وہ لوگ جو نماز تہجد ادا فرماتے ہیں ان کا چہرہ سب سے زیادہ خوب صورت ہوتا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا اس لیے کہ انھوں نے اللہ سے تنہائی میں باتیں کیں تو اللہ نے انھیں نور کی چادر اڑھا دی۔[4]

اور نماز شب کی فضیلت کے بارے میں لاتعداد احادیث ہیں جہاں ان کا ذکر کیا گیا ہے وہاں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔[5]

---

(۱) تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۲۴۲ ح ۹ ۲۵ (۲) الخصال ص ۱۲۴۔۱۲۵ ح ۱۲۱ باب ۳
(۳) علل الشرائع ص ۳۶۲ ح ۱ باب ۸۳ (۴) علل الشرائع ص ۳۶۵۔۳۶۶ ح ۱ باب ۸۷
(۵) ثواب الاعمال ص ۴۱

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا۔

بعید نہیں کہ اللہ آپ کو مقام محمود تک پہنچا دے۔

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے ایک حدیث کے ذیل میں جس میں آپ نے اہل محشر کے بارے میں فرمایا ہے کہ پھر وہ دوسری جگہ جمع ہوں گے جہاں پر مقامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا اور وہی مقام محمود ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف وتوصیف کریں گے جیسی توصیف ان سے پہلے کسی نے نہیں کی ہوگی پھر وہ ہر مومن اور مومنہ کی تعریف کریں گے اور صدیقین سے آغاز کر کے شہداء اور صالحین کے وصف بیان کریں گے پھر اس کے بعد آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات حمد پروردگار کرنے لگے گی اللہ تعالیٰ کے قول عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا سے یہی مراد ہے قابلِ مبارک باد ہے وہ شخص جسے اس روز رہنے کا موقع فراہم ہو اور اسے اس کا حصہ ملے اور ویل ہے اس کے لیے کہ وہ اس روز کی رحمت و برکت سے محروم رہے۔[1]

تفسیر عیاشی میں صادقین میں سے ایک سے روایت ہے اللہ کے قول عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا سے مراد شفاعت ہے۔[2]

کتاب روضۃ الواعظین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا۔[3]

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں مقام محمود پر کھڑا ہوں گا تو میں اپنی امت کے ان افراد کی شفاعت کروں گا جنہوں نے گناہانِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اللہ تعالیٰ اُن کے بارے میں میری شفاعت کو قبول کرلے گا۔ خدا کی قسم میں اس کی شفاعت نہیں کروں گا جس نے میری ذرّیت کو ستایا ہوگا۔[4]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں مقام محمود پر کھڑا ہوتا تو میں ضرور شفاعت کرتا اپنے والد، اپنی والدہ اور اپنے چچا اور اپنے اس بھائی کی جو زمانۂ جاہلیت میں میرا بھائی تھا۔[5]

(نوٹ) ہمارے نزدیک آپ کے والد، آپ کی والدہ اور چچا اور بھائی سب مُوحّد تھے اور اللہ کی بارگاہ میں مُقرّب تھے (مترجم)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے قیامت کے دن شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو پسینے کی لگام لگی ہوگی وہ اس

---

(۱) التوحید ص ۲۶۱ ج ۵ باب ۳۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۴ ح ۱۴۰ (۳)

(۴) (۵)

وقت کہیں گے ہمیں آدم علیہ السلام کے پاس لے چلو کہ وہ ہماری شفاعت کریں وہ آدمؑ کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے اے آدم آپ اپنے ربّ سے ہماری سفارش کیجیے آدم جواب دیں گے مجھ پر گناہ اور غلطی کا دھبّا ہے تم نوحؑ کے پاس جاؤ وہ لوگ نوح کے پاس پہنچیں گے وہ انھیں اپنے بعد والے پیغمبر کی طرف بھیج دیں گے اور اس طرح ہر نبی اپنے بعد آنے والے نبی کی طرف انھیں بھیجتا رہے گا یہاں تک کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن سے کہیں گے تمھیں چاہیے کہ تم لوگ اللہ کے رسول حضرت محمدؐ تک رسائی حاصل کرو لوگ اُن کی خدمت میں خود کو پیش کریں گے اور ان سے شفاعت کی درخواست کریں گے آنحضرتؐ فرمائیں گے کہ چلو آنحضرتؐ انھیں لے کر جنت کے دروازے پر تشریف لائیں گے اور باب رحمان کے سامنے سجدہ ریز ہوجائیں گے اور جب تک اللہ نے چاہا وہ سجدے کے عالم میں رہیں گے ارشاد باری ہوگا اے رسول سجدے سے سر اٹھاؤ تم شفاعت کرو تمھاری شفاعت قبول کی جائے گی تم مانگو تمھیں عطا کیا جائے گا اور یہ مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کے قول عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کا۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام اور امام کاظم علیہ السلام سے اس سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔[2]

امام صادق علیہ السلام سے اس بارے میں ایک حدیث وارد ہوتی ہے جس میں ذرا وسعت ہے اور اس مفہوم کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہاں سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔[3]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۰-۳۱۱ ح ۱۴۵ و ص ۳۱۴ ح ۱۵۱ و ج ۲ ص ۳۱۵ ح ۱۵۱

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۰-۳۱۴ ح ۱۴۵-۱۴۷

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

۸۰۔اور فرمایئے! اے میرے رب تو مجھے جہاں بھی لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور تو میرے لیے اپنی جانب سے ایک طاقت ور مددگار دے دے۔

۸۱۔اور فرمایئے حق آ گیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا اور باطل کو تو نیست و نابود ہونا ہی تھا۔

۸۲۔اور ہم قرآن میں سے وہی چیز نازل کرتے ہیں جس میں مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے لیے خسارے میں اضافے کا سبب ہے۔

۸۰۔ وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ۔

اور فرمایئے اے میرے رب تو مجھے جہاں بھی لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال۔

وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔

اور تو میرے لیے اپنی جانب سے ایک طاقت ور مددگار دے دے۔

سلطان کے معنی ہیں ایسی حجت جو میرا مددگار بن جائے۔[1]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت فتح مکہ کے دن نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے محمدؐ فرمایئے اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ الخ۔[2]

اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تو نے مجھے جن تمام امور کے لیے مبعوث فرمایا ہے ان میں اپنے پسندیدہ انداز سے مجھے داخل فرما دے اور اُن امور سے اس طرح نکال جو تیری پسندیدگی پر مشتمل ہو جس کا انجام قابلِ تحسین ہو۔[3]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا شکر کے لیے بھی کوئی حد معین ہے کہ اگر بندہ اسے بجا لائے تو وہ شاکر کہلائے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں سوال کیا گیا وہ حد کیا ہے؟

---

(۱) عیاشی ج ۲ ص ۳۱۵ ح ۱۵۲ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۶ (۳) طبرسی جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۴۲

امام عالی مقام نے فرمایا اہل اور مال میں سے اُس کے پاس جو بھی نعمت ہو ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرے اور جو مال اسے عطا کیا ہے اگر اس میں کسی کا حق ہو تو اسے ادا کر دے اور اسی سے متعلق ہے اللہ تعالیٰ کا قول سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا (زخرف:۱۳) (پاک ہے وہ جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کر دیا ہے) اور اللہ کا قول رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا (المومنون:۲۹) (پروردگار! مجھے بابرکت جگہ پر اتارنا) اور اللہ کا قول رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ الخ ہے [۱]

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اگر تم کسی جگہ جاتے ہوئے گھبرا رہے ہو تو اس آیت کو پڑھو رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ اور تم جس سے ڈر رہے تھے اسے دیکھ لو تو اس وقت آیت الکرسی پڑھو۔[۲]

۸۱۔وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔

اے نبی فرما دیجیے حق آ گیا اور باطل چلا گیا۔

اسلام آ گیا اور شرک چلا گیا۔

اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

اور باطل کو تو نیست و نابود ہونا ہی تھا۔

زَهُوق کے معنی ہیں باطل کا نیست و نابود ہونا۔

کتاب امالی میں امام صادق علیہ السلام وہ اپنے والد اور وہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ فتح مکہ کے روز داخل ہوئے اور بت کعبہ کے گرد تھے اور اُن کی تعداد تین سو ساٹھ تھی آنحضرتؐ اپنی چھڑی سے جو ان کے ہاتھ میں تھی بتوں کو نیزے کی طرح چُبھا رہے تھے اور فرما رہے تھے "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" اور قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ (سبا:۴۹) آپ کہہ دیجیے حق آ گیا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا اور نہ دوبارہ اُبھرے گا۔آنحضرت بتوں کو ہٹانے لگے۔[۳]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں آیا ہے کہ جب قائم قیام کریں گے تو باطل کی حکومت رخصت ہو جائے گی۔[۴]

کتاب خرائج میں حضرت حکیمہ سے مروی ہے کہ جب قائم علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو وہ پاک و پاکیزہ تھے انھیں طاہر رکھا گیا تھا اور ان کے دائیں بازو پر یہ تحریر تھا جَآءَ الْحَقُّ الخ [۵]

۸۲۔وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔

اور ہم قرآن میں وہی چیز نازل کرتے ہیں جس میں مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے اس کے معانی و

(۱) الکافی ج ۲ ص ۹۵۔۹۶ ح ۱۲ (۲) المحاسن ج ۲ ص ۱۱۶ ح ۳۲۱

(۳) امالی شیخ طوسی ص ۳۳۷ ح ۶۸۳ / ۲۳ مجلس ۱۲ (۴) الکافی ج ۸ ص ۲۸۷ ح ۴۳۲

(۵) الخرائج والجرائح ج ۱ ص ۴۵۶ ح ۱ باب ۱۳

مطالب میں روح کے لیے شفا ہے اور اس کے الفاظ میں بدن کے لیے شفا ہے۔

وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔

اور ظالموں کے لیے خسارے میں اضافے کا سبب ہے۔

اُن کے جھٹلانے اور ان آیات کے انکار کرنے کی وجہ سے

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے جس کا ابتدائی حصہ سورۂ نحل کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے کہ علم قرآن میں شفا ہے (وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ) ان لوگوں کے لیے جو قرآن کے اہل ہیں اس بارے میں کسی قسم کے شک وشبے کی گنجائش نہیں ہے اور قرآن کے اہل ائمہ ھدیٰ علیہم السلام ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر:۳۲) (پھر ہم نے کتاب کا وارث انھیں بنایا جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں مصطفیٰ (منتخب) کرلیا) [۱]۔

طبّ ائمہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر کسی مومن کو کوئی بھی بیماری ہو اور وہ اخلاص نیت سے یہ کہے اور بیماری کی جگہ پر ہاتھ رکھے ''وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا'' تو وہ اس بیماری سے نجات پا جائے گا اور شفایاب ہوجائے گا خواہ وہ کسی بھی بیماری میں مبتلا ہو اور اس کا مصداق اس آیت میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ [۲] اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر قرآن سے دم کیا جائے، تعویذ بنایا جائے اور مریض سے جن بھوت بھگانے کا عمل کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر کسی کو قرآن مجید سے شفا میسر نہیں ہوئی تو اللہ اسے شفا عطا نہیں کرے گا ان چیزوں سے متعلق کیا قرآن سے زیادہ بلیغ اور عمدہ کوئی شے موجود ہے کیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد نہیں فرمایا ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ - [۲]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۵ ح ۱۵۴ (۲) طب الائمہؑ ص ۲۸

وَ اِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوۡسًا ﴿۸۳﴾

قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ هُوَ اَهۡدٰى سَبِيۡلًا ﴿۸۴﴾ ع

وَ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ وَ مَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۸۵﴾

۸۳- اور جب ہم انسان کو نعمتوں سے نوازتے ہیں تو وہ روگردانی اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔

۸۴- اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ تمھارا رب ہی جانتا ہے کہ کون زیادہ درست راستے پر گام زن ہے۔

۸۵- اے نبی یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں آپ فرما دیجیے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

۸۳- وَ اِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ -

اور جب ہم انسان کو نعمتوں سے نوازتے ہیں۔

یعنی اسے صحت و سلامتی اور اس کے رزق میں وسعت عطا کرتے ہیں۔

اَعۡرَضَ -

تو وہ انسان روگردانی کرتا ہے۔

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ -

اور پہلو تہی کرتا ہے۔

اپنے آپ کو الگ تھلگ کر لیتا ہے اور کنارہ کش ہو جاتا ہے گویا کہ وہ مستغنی اور اپنے امر میں مطلق العنان ہے۔

وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ -

اور جب اسے کوئی مصیبت آتی ہے۔

یعنی وہ بیمار ہو جاتا ہے یا فقر و فاقے میں مبتلا ہوتا ہے۔

كَانَ يَـُٔوۡسًا -

تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔

تو وہ رحمتِ خداوندی سے بہت زیادہ مایوس نظر آتا ہے۔

۸۴۔قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ جو بھی اس کا حال ہے اس کے مطابق عمل پیرا ہے خواہ وہ ہدایت ہو یا گمراہی۔

فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔

تمھارا ربّ ہی جانتا ہے کہ کون زیادہ درست راستے پر گامزن ہے۔

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نیت عمل سے افضل ہے آگاہ ہو جاؤ کہ نیت ہی عمل ہے پھر آپ نے اس آیت قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ کی تلاوت فرمائی یعنی شَاكِلَتِهٖ سے مراد اس کی نیّت ہے۔[۱]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جہنم میں جانے والوں کو دائمی طور سے جہنم میں رکھا جائے گا کیوں کہ دنیا میں اُن کی نیت یہ تھی کہ اگر انھیں دنیا میں دوام مل جائے تو وہ ہمیشہ اللہ کی نافرمانی کرتے رہیں گے۔ اور جنت میں جانے والوں کو جنت میں ہمیشگی عطا کی جائے گی اس لیے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اُن کی نیت یہ تھی کہ وہ جب تک اس دنیا میں رہیں گے ہمیشہ اللہ کی اطاعت کرتے رہیں گے تو نیت کی بنیاد پر یہ دونوں جنت و جہنم میں دوام پائیں گے اس کے بعد آپ نے اس آیت ''قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ'' کی تلاوت فرمائی۔[۲]

کتاب فقیہ، تہذیب اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے نماز کے بارے میں سوال کیا گیا کہ یہودیوں کے عبادت خانے اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں وہاں نماز پڑھو میں نے کہا کیا میں ان عبادت گاہوں میں نماز پڑھوں خواہ وہ بھی وہاں نماز پڑھتے ہوں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں تم قبلہ کی طرف نماز پڑھو اور انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دو۔[۳]

۸۵۔وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔

اور اے نبی یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ۔

آپ فرما دیجیے کہ روح میرے ربّ کا امر ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۱۶ح ۴ (۲) الکافی ج ۲ ص ۸۵ ح ۵ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۶ ح ۱۵۸

(۳) من لاتحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۵۷ ح ۷۳۱ وتہذیب الاحکام ج ۲ ص ۲۲۲ ح ۸۷۶ وعیاشی ج ۲ ص ۳۱۶ ح ۱۵۷

سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ جبرئیل اور میکائیل سے زیادہ عظیم مخلوق ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی اور وہ ائمہ علیہم السلام کے ساتھ ہے اور اس کا تعلق ملکوت سے ہے۔[۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایک عظیم مخلوق ہے جو جبرئیل اور میکائیل سے بھی زیادہ عظمت والی ہے جتنے افراد گزرے اُن میں یہ کسی کے ساتھ نہ تھی سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے یہ انھیں راہ راست پر رکھتی ہے اور ایسا نہیں ہے کہ جب طلب کی جائے وہ مل جائے۔[۲]

اور صادقین علیہما السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ روح، اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اسے مدد، قوت اور تائید حاصل ہے جسے وہ مومنین اور مرسلین کے دلوں میں ڈال دیتی ہے۔[۳]

اور صادقین میں سے ایک سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ رُوح کیا ہے؟ فرمایا جو چوپایوں اور انسانوں میں ہے دریافت کیا گیا کہ وہ ہے کیا امام علیہ السلام نے فرمایا اس کا تعلق ملکوت سے ہے اور جو قدرت سے ہے۔[۴]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ روح کے مفہوم کے بارے میں مکمل گفتگو سورہ حجر کی آیت ۲۹ کے ذیل میں کی جاچکی ہے ہم اس کا اعادہ نہیں کریں گے اور جو کچھ احادیث میں بیان کیا گیا ہے وہ ایسی احادیث ہیں جن کے ذریعے سے اسے دوسری چیزوں سے ممیز کیا جاسکتا ہے اور آیت میں جو ابہام ہے وہ اس کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں ہے لہٰذا ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۔

اور تمھیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا "اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" انھوں نے کہا کیا یہ صرف ہمارے لیے مخصوص ہے فرمایا نہیں بلکہ عامۃ الناس مراد ہیں انھوں نے کہا اے محمدؐ یہ دونوں باتیں کیسے مجتمع ہوسکتی ہیں آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے اور آپ قرآن جیسی کتاب لے کر آئے ہیں اور ہمیں توریت دی گئی اور آپ ہی نے پڑھا ہے وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ کہ جسے حکمت (دانائی) عطا کردی گئی اسے خیر کثیر دیا گیا ہے (بقرہ: ۲۶۹) تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ نازل فرمائی (لقمان: ۲۷) (اور اگر زمین کے تمام درخت

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۷ ح ۱۶۱ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۶ ح ۱۶۰
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۷ ح ۱۶۳

قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی ہوجائیں اور اس کے بعد سات سمندر انھیں مزید روشنائی بہم پہنچائیں تو پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے) اللہ فرمارہا ہے کہ اللہ کا علم اس سے بہت زیادہ ہے اور جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے وہ تمھارے مابین کثیر ہے لیکن اللہ کے نزدیک بہت تھوڑا ہے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کے بارے میں منقول ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت کی باطنی تفسیر یہ ہے کہ بہت تھوڑے سے افراد ہیں جنھیں علم عطا کیا گیا ہے اور فرمایا وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا منکم یعنی تم میں سے بہت کم افراد ہیں جنھیں علم عطا کیا گیا ہے۔[2]

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ کی جانب سے علم کے فوائد میسر نہیں ہوئے وہ اپنے ربّ کے اوصاف معمولی مثالوں سے بیان کرتے ہیں اور خود مشابہ چیزوں سے اسے تشبیہ دیتے ہیں جن کے بارے میں وہ کچھ علم نہیں رکھتے اسی لیے فرمایا وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کوئی بھی اللہ کے مشابہ اس کے مثل اور اس کے مدمقابل نہیں ہے۔[3]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۲۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۷ ح ۱۶۴

(۳) التوحید ص ۳۲۴ حدیث ۱ کے ذیل میں

وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾

۸۶-اور اے نبی اگر ہم چاہیں تو وہ سب کچھ آپ سے لے لیں جو وحی کے ذریعے ہم نے آپ کو عطا کیا ہے پھر آپ اُس پر ہمارے مقابلے میں اپنا کوئی حمایتی نہ پائیں گے۔

۸۷-آپ کو جو کچھ ملا ہے وہ آپ کے ربّ کی رحمت سے ملا ہے یقیناً آپ پر اس کا بہت بڑا فضل ہے۔

۸۸-اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کی مثل لانے کی کوشش کریں تو اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے۔خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

۸۹-ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال کو مختلف انداز سے بیان کیا ہے مگر لوگوں کی اکثریت انکار پر ڈٹی رہی۔

۹۰-اور انھوں نے کہا ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ زمین کو شگافتہ کر کے ہمارے لیے چشمہ جاری نہ کریں۔

۹۱-یا یہ کہ آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور آپ اس کے درمیان نہریں رواں کر دیں۔

۸۶-وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ۔

اور اے نبی اگر ہم چاہیں تو وہ سب کچھ آپ سے لے لیں جو وحی کے ذریعے ہم نے آپ کو عطا کیا ہے۔

ہم قرآن کو واپس لے جائیں اور اسے مَصَاحف اور دلوں سے مٹا دیں۔

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا -

پھر آپ اس پر ہمارے مقابلے میں اپنا کوئی حمایتی نہ پائیں گے۔

جو اسے واپس لا سکے اور باحفاظت تحریری شکل میں لوٹا سکے۔

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ -

مگر یہ کہ آپ کے ربّ کی رحمت ہو جائے۔

اِلّا یہ کہ آپ کا ربّ آپ پر رحمت کی نظر کرے اور اس قرآن کو دوبارہ واپس لے آئے۔

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا -

یقیناً آپ کے اوپر اس کا بہت بڑا فضل ہے۔

۸۸-قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ -

اے نبی آپ فرما دیجیے اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کی مثل لانے کی کوشش کریں کہ جو قرآن بلاغت، حُسنِ نظم اور معانی ومفہوم کی فصاحت سے بھرپور ہے۔

لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ -

تو وہ اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے۔

اگرچہ ان لوگوں میں عرب کے فصحا اور بلغاء، صاحبانِ بیان و بدیع اور محققین موجود ہیں۔

وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا -

خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

یعنی اس جیسا قرآن لانے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

کتاب عُیون میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ان حروف میں نازل فرمایا ہے جو عرب کے تمام باشندوں میں رائج ہے پھر فرمایا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ الخ [1]

کتاب خرائج میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ابی العوجاء اور دہریوں میں سے تین افراد نے یہ طے کیا کہ ان میں سے ہر ایک، ایک چوتھائی قرآن کا جواب لکھے گا۔ وہ لوگ مکہ مکرمہ میں تھے اور انھوں نے یہ عہد کیا کہ وہ آئندہ سال یہاں پر اپنے اپنے جوابات لے کر جمع ہوں گے جب ایک سال گزر گیا اور وہ لوگ مقامِ ابراہیم پر اکٹھے ہوئے تو اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں نے جب اللہ کے قول وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ (ھود:۴۴) کو دیکھا تو میں قرآن کا جواب لکھنے سے باز آ گیا۔

دوسرے نے کہا اور اسی طرح جب میں نے قرآن میں اللہ کا یہ قول دیکھا فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا

(۱) عُیون اخبار الرّضا ج ۱ ص ۱۳۰ ح ۲۶

(یوسف:۸۰) تو میں مقابلے سے مایوس ہو گیا۔

اور وہ لوگ اس بات کو مخفی رکھ رہے تھے کہ اچانک وہاں سے امام صادق علیہ السلام کا گزر ہوا آپ نے اُن کے سامنے یہ آیت پڑھی قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا تو وہ دہریے یہ سُن کر مبہوت اور ششدر ہو گئے۔[۱]

۸۹۔وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ۔

اور ہم نے اس قرآن میں انسانوں کے لیے مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔

یعنی مختلف طریقوں سے باتوں کو مکرر بیان کیا ہے یعنی تقریر اور بیان کو اضافے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ۔

ہر ہر مثال کو۔

یعنی ہر معنیٰ و مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ غرابت (نامانوس ہونا) میں مثال بن گیا ہے اور وہ تمام نفوس میں اس کا جاگزیں ہو جانا ہے۔

فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۔

مگر لوگوں کی اکثریت انکار پر ڈٹی رہی۔

۹۰۔وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا۔

اور انھوں نے کہا ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ زمین کو شگافتہ کر کے ہمارے لیے چشمہ جاری نہ کریں۔

یَنْبُوع کے معنیٰ ہیں چشمہ

ان لوگوں نے یہ از روئے عَناد (دشمنی اور مخالفت) ضد کی وجہ سے اور جھگڑا کرنے تکلیف دینے اور دکھ پہنچانے کے لیے اور اپنی طرف سے تجویز دینے کے لیے کہا تھا جب کہ اُن پر دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ قرآن خود بھی معجزہ ہے اور یہ اپنے اندر بہت سے معجزات کو سموئے ہوئے ہے۔

۹۱۔اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ۔

یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو۔

فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا۔

اور آپ اس کے درمیان نہریں رواں کر دیں۔

---

(۱) الخرائج والجرائح ج ۲ ص ۷۱۰ ح ۵ باب ۱۵

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

۹۲-اور جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دیں یا یہ کہ خدا اور فرشتوں کو ہمارے روبرو لے آئیں۔

۹۳-یا یہ کہ آپ کے پاس کوئی طلائی محل ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں لیکن ہم آپ کے چڑھنے کو بھی نہ مانیں گے جب تک آپ ہمارے لیے ایسی تحریر نہ اتار لائیں جسے ہم پڑھیں۔اے نبی آپ فرما دیجیے (سبحان اللہ) میرا ربّ پاک و منزہ ہے میں تو بس ایک بشر ہوں جسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

۹۲-اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا-

اور جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دیں۔

کِسَف کے معنی ٹکڑے کرنا۔

وہ اس سے اللہ کا یہ قول مراد لے رہے ہیں وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ (طور:۴۴) اور اگر وہ آسمان سے گرتا ہوا کوئی ٹکڑا بھی دیکھیں گے تو وہ کہیں گے یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔

اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا-

یا یہ کہ خدا اور فرشتوں کو ہمارے روبرو لے آئیں۔

قَبِيْلًا۔ زیادہ تعداد میں یا مد مقابل یعنی وہ ہمارے سامنے آجائیں ہم جن کا مشاہدہ کریں اور انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

۹۳-اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ-

یا یہ کہ آپ کے پاس کوئی طلائی محل ہو۔

سونے کا مکان اور دراصل زخرف زینت کا مفہوم رکھتا ہے۔

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ-

یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں یعنی آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں۔

وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ-

لیکن ہم آپ کے چڑھنے کو بھی نہ مانیں گے۔

حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ -

جب تک آپ ہمارے لیے ایسی تحریر نہ اُتار لائیں جسے ہم پڑھیں جس میں آپ کی تصدیق کی گئی ہو۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ -

فرمادیجیے سُبحان اللہ میرا ربّ پاک ومنزّہ ہے۔

اللہ کے لیے پاکیزگی ہے کہ کوئی اس کے خلاف فیصلہ نہ کرے اور ایسی باتیں نہ لائے جو جاہلوں نے اختراع کرلی ہوں۔

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا -

میں تو بس ایک بشر ہوں جسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

دیگر رسولوں کی طرح اور وہ تمام انبیاء اپنی قوم کی طرف انھی نشانیوں کو لے کر آتے تھے اللہ اُن پر جن نشانیوں کو ظاہر کرتا تھا اور جو معجزات اُن کی قوم کے حالات کے مطابق اور اُن کے لیے مناسب ہوتے تھے دیکھو معجزات اور نشانیوں کا معاملہ میرے ذمے نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی مصلحتوں کا جاننے والا ہے لہٰذا کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ تم اُن آیات ومعجزات کا مطالبہ مجھ سے کررہے ہو۔

کتاب احتجاج اور تفسیر امام علیہ السلام میں سورۂ بقرہ کے ذیل میں اللہ تعالیٰ کے قول اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ کی تفسیر بیان فرمائی ہے امام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں وہاں قریش کے روسا کی ایک جماعت آگئی جن میں ولید بن مغیرہ مخزومی، ابوالبختری بن ہشام ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل سہمی اور عبداللہ بن ابی اُمیہ مخزومی اور ان کے ساتھ دیگر افراد بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ تھے اور ان کے سامنے کتابِ خداوندی پڑھ کر سنا رہے تھے اور اللہ کی جانب سے انھیں امرونہی کا پیغام دے رہے تھے۔

مشرکین نے ایک دوسرے سے کہا کہ محمدؐ کا امر عظیم ہوگیا ہے اور ان کی شان بڑھتی جارہی ہے آؤ ہم انھیں روکنے، سرزنش کرنے اور ڈانٹنے ڈپٹنے سے کام کا آغاز کریں ہم ان کے خلاف دلائل دیں اور وہ جو لے کر آئے ہیں اسے باطل کردیں تاکہ ان کے اصحاب کے سامنے اُن کی عظمت کم ہوجائے اور اُن کی قدرومنزلت گھٹ جائے ہوسکتا ہے کہ وہ جس گمراہی، غلط کام سرکشی اور طغیانی میں پڑے ہوئے ہیں اس سے باز آجائیں اگر وہ رک گئے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم شمشیر بُرّاں سے ان کا کام تمام کردیں گے۔

ابوجہل نے کہا کہ کون ہے جو ان سے گفتگو کرنے اور مجادلہ (بحث) کرنے جائے گا۔ عبداللہ بن ابی اُمیہ مخزومی نے کہا میں اس کام کے لیے تیار ہوں کیا تم مجھے اس امر کے لیے پسند نہیں کرتے ہو کہ میں ان کے لیے

مناسب مدِّمقابل اور کفایت کرنے والا مُجادِل (مُناظر) بن جاؤں۔

ابوجہل نے کہا ہاں یہ صحیح ہے وہ سب مل کر آنحضرتؐ کے پاس آئے عبداللہ بن ابی اُمیّہ نے آغاز کیا اور کہا اے محمدؐ تم نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اور تم نے جو بات کہی وہ نہایت خوفناک ہے تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم رَبُّ العالمین کے فرستادہ ہو کائنات کے پروردگار اور مخلوقات کے خالق کے لیے کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ تم جیسا شخص اس کا رسول بن کر آئے جو ہم جیسا ہی ایک بشر ہے وہ اسی طرح کھاتا ہے جس طرح ہم کھاتے ہیں اور وہ بازاروں میں ویسے ہی جاتا ہے جیسے ہم جاتے ہیں ۔ یہ روم کا بادشاہ ہے یہ فارس کا بادشاہ ہے یہ دونوں جب بھی کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے ہیں تو اسے بھیجتے ہیں جس کے پاس مال و دولت ہو شان و شوکت ہو جس کے پاس محلات ہوں، عمارتیں ہوں فُسطاط (اون اور کپڑے کے وسیع خیمے) ہوں اور خیمے میں خَدَم وحَشَم ہوں اور جو عالمین کا پروردگار ہے وہ ان سب سے بالا ہے یہ سب اُس کے غلام ہیں اگر تم نبی ہوتے تو تمھارے ساتھ ایک فرشتہ آتا جو تمھاری تصدیق کرتا اور ہم اس کا مشاہدہ کرتے بلکہ اگر اللہ یہ چاہتا کہ ہماری طرف کسی نبی کو مبعوث کرے تو وہ ہماری طرف کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتا نہ کہ تم جیسے بشر کو رسول بنا کر بھیج دیتا اے محمدؐ تم تو بس ایک ''رَجُلاً مَّسۡحُوۡرًا '' یعنی ایسے شخص ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے اور تم نبی نہیں ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کیا تمھیں ابھی کچھ کہنا باقی ہے اس نے کہا ہاں اگر اللہ کو ہماری طرف کسی کو رسول بنا کر بھیجنا ہی تھا تو اسے بھیجتا جو مال کے اعتبار سے ہمارے درمیان زیادہ ثروت مند ہوتا اور وہ خوش حال ہوتا۔ جس قرآن کے بارے میں تم یہ سمجھتے ہو کہ تم پر نازل ہوا ہے اور اللہ نے تمھیں اس کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے وہ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡیَتَیۡنِ عَظِیۡمٍ ﴿۳۱﴾ (زخرف:۳۱) (یہ قرآن ان دو شہروں میں کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا) یا تو مکّہ میں ولید بن مغیرہ پر نازل ہوتا یا طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی پر نازل کیا جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے کہا کہ کیا تمھیں اور کچھ کہنا ہے اس نے کہا ہاں لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ یَنۡۢبُوۡعًا ﴿۹۰﴾ (اسراء:۹۰) (ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ زمین کو شگافتہ کر کے ہمارے لیے چشمہ جاری نہ کر دیں) یعنی اس مکہ مکرمہ میں چشمہ جاری کر دیں جہاں ہر طرف پتھر ہی پتھر ہیں ہموار زمین نہیں ہے پہاڑوں میں گھری ہوئی ہے تم اس زمین کو صاف کرو اسے کھودو اور اس میں سے چشمہ جاری کر دو اس لیے کہ ہمیں اس کی ضرورت ہے یا یہ کہ تمھارے پاس باغ ہو کھجور اور انگور کا جس میں سے تم خود بھی کھاؤ اور ہمیں بھی کھلاؤ اور اس کے درمیان نہریں رواں دواں ہوں یا یہ کہ جیسا تمھارا خیال ہے آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اس لیے کہ تم نے ہم سے کہا ہے وَ اِنۡ یَّرَوۡا کِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوۡلُوۡا سَحَابٌ مَّرۡکُوۡمٌ ﴿۴۴﴾ (الطور: ۴۴) (اور اگر وہ آسمان سے گرتا ہوا کوئی ٹکڑا بھی دیکھیں تو وہ یہ کہیں گے یہ تہ بہ تہ بادل ہے) ہم بھی

یہی بات کہہ رہے ہیں پھر کہا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا (اسراء:۹۲) (یا یہ کہ خدا اور فرشتوں کو ہمارے روبرو لے آیئے) اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ (یا یہ کہ آپ کے پاس کوئی طلائی محل ہو جس میں سے آپ ہمیں بھی دیں اور اس کے ذریعے ہمیں غنی بنا دیں امکان تھا کہ ہم بے قابو ہو جائیں تو آپ نے ہم سے کہہ دیا "كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى " (العلق:۶-۷) (سچ مچ انسان تو قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر کہ وہ خود کو بے پروا سمجھتا ہے) پھر کہا "اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ " یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ ہم پھر بھی آپ کے چڑھنے کو تسلیم نہیں کریں گے حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ جب تک عزیز وحکیم اللہ سے عبداللہ بن ابی اُمیہ مخزومی اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں اُن تک ایسی کتاب تحریری شکل میں نہ لے آئیں جسے ہم پڑھیں جس میں یہ لکھا ہو کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب پر ایمان لے آؤ وہ میرے رسول ہیں اور وہ جو کچھ کہیں اسے تسلیم کرلو اس لیے کہ وہ سب کچھ میری جانب سے ہے۔ اے محمد ہمیں معلوم نہیں کہ اگر آپ نے یہ سب کچھ کرلیا تو ہم پھر بھی ایمان لائیں گے یا نہیں بلکہ اگر آپ ہمیں آسمان کی بلندی پر لے کر جائیں اور اس کے دروازے بھی کھول دیے جائیں اور آپ ہمیں اس کے اندر داخل بھی کر دیں تو ہم یہ کہیں گے اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا (الحجر:۱۵) ہماری تو نظریں ہی بند کر دی گئی ہیں ہمیں مدہوش کر دیا گیا ہے اور ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا اے عبداللہ کیا اب بھی کچھ کہنا باقی ہے اس نے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا کیا وہ کافی اور بھرپور نہیں ہے اب کہنے کو کیا بچا ہے؟ اب تمھیں جو کہنا ہے کہو اگر تمھارے پاس کوئی حجت و دلیل ہو تو اپنی طرف سے اس کی وضاحت کردو اور جو کچھ ہم نے تم سے مطالبہ کیا ہے اُسے لے آؤ۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّامِعُ لِكُلِّ صَوْتٍ وَالْعَالِمُ بِكُلِّ شَيْءٍ تَعْلَمُ مَا قَالَهُ عِبَادُكَ.

اے اللہ تو ہر آواز کا سننے والا ہے اور ہر شے کا جاننے والا ہے تیرے بندوں نے جو کچھ کہا ہے وہ تجھے معلوم ہے۔

تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن پر یہ آیت نازل فرمائی مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِى الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا تک (الفرقان:۷-۸) یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے، اس پر فرشتہ کیوں نہ نازل ہوا جو اس کے ہمراہ لوگوں کو ڈرانے والا ہوتا یا اس پر خزانہ اتارا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے وہ پھل کھاتا اور ظالموں نے مومنین سے کہا تم تو بس ایک سحرزدہ شخص کا اتباع کر رہے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (اسراء:۴۸) دیکھیے وہ آپ کے لیے کس طرح کی باتیں بناتے ہیں وہ تو گمراہ ہو گئے ہیں انھیں راستا نہیں ملتا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد تَبٰرَكَ

الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۝ (الفرقان:۱۰) وہ ذات بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو آپ کے لیے اس سے بہتر چیزیں بنا دے یعنی ایسے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کے لیے محلات تعمیر کردے۔ اور آنحضرت پر یہ آیت نازل فرمائی (اے محمدؐ) فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ وَ ضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ الخ (ھود:۱۲) شاید کہ آپ اس وحی سے کچھ چھوڑنے والے ہوں جو آپ کی طرف نازل کی جاتی ہے اور آپ کا سینہ اُس سے تنگ ہونے والا ہو اور اُن پر نازل فرمایا وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ ؕ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ الخ (انعام:۸) اور انھوں نے کہا کہ اے کاش ان پر کوئی فرشتہ نازل کیا جاتا اور اگر ہم فرشتہ نازل کردیتے تو امرالٰہی پورا ہوجاتا یعنی اُن پر عذاب آجاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کیا تمھیں یاد نہیں کہ میں اسی طرح کھانے کھاتا ہوں جس طرح تم کھانا کھاتے ہو اور آنحضرت نے حدیث بیان فرمائی ہم ان شاء اللہ اُسے سورۂ فرقان کے ذیل میں بیان کریں گے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاں تک تمھارا یہ قول ہے کہ یہ روم کا بادشاہ اور یہ فارس کا بادشاہ جب کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے ہیں تو اس کے پاس وافر دولت ہوتی ہے وہ مرفہ الحال ہوتا ہے اس کے محلات اور عمارات بڑے بڑے خیمے اور خیمہ جات ہوتے ہیں اس کے پاس خدم وحشم ہوتے ہیں اور عالمین کا پروردگار ان سب سے اعلیٰ اور بالا ہے اور وہ سب کے سب اللہ کے غلام ہیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر و حکمت ہے وہ تمھاری سمجھ اور خیال کے مطابق اور تمھارے حساب اور اندازے کے لحاظ سے اپنے امور انجام نہیں دیتا بلکہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور وہ محمود (قابل ستائش) ہے اے عبداللہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ انھیں دین کی باتیں بتائیں اور انھیں رب کی جانب بلائیں۔ نبی رات دن اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے اگر وہ محلات میں چھپ کر بیٹھ رہے گا اور اس کے خدام اور ملازمین اُسے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھیں گے کیا ایسی رسالت برباد نہ ہوجائے گی اور امور میں تاخیر رونما نہ ہوگی کیا تم نے دیکھا نہیں ہے کہ جب بادشاہ لوگوں سے اوجھل رہتے ہیں تو کس طرح برائیاں اور فساد معاشرے میں پھیل جاتا ہے جب کہ اُن بادشاہوں کو نہ اس کا پتا چلتا ہے اور نہ ہی انھیں اس بارے میں کوئی شعور ہوتا ہے۔ اے عبداللہ، اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور میرے پاس مال و دولت نام کی کوئی شے نہیں ہے تاکہ وہ تمھیں اپنی قدرت اور قوت سے متعارف کرادے اور یاد رکھو وہی اپنے رسول کا حامی و ناصر ہے تم نہ اُسے قتل کرنے پر قدرت رکھتے ہو اور نہ ہی اسے رسالت کی پیغام رسانی سے روک سکتے ہو اور یہ اللہ کی قدرت اور تمھاری عاجزی کا بیّن ثبوت ہے اور عن قریب اللہ مجھے تمھارے مقابلے میں کامیابی عطا کرے گا میں وسیع پیمانے پر قتل بھی کروں گا اور قیدی بھی بناؤں گا اس کے بعد اللہ تمھارے شہروں پر مجھے کامیابی سے ہم کنار کرے گا اور تمھارے خلاف اور جو لوگ تمھارے دین کے حمایتی ہیں اُن کے خلاف اللہ تعالیٰ مومنین کو غلبہ عطا کرے گا۔

اس کے بعد رسول اللہ نے فرمایا جہاں تک میرے متعلق تمھارا یہ کہنا ہے ولو كنت نبيًا لكان معك ملك يصدقك ونشاهده ''کہ اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا جو آپ کی تصدیق کرتا اور ہم اس فرشتے کو آنکھوں سے دیکھتے'' اور حدیث آگے بڑھائی جیسا کہ سورۃ انعام کی آیت ۸-۹ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے پھر حدیث کے سلسلے کو آگے بڑھایا جو سورہ فرقان اور زخرف کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاں تک تمھارا یہ قول ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا (اسراء:۹۰) (ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ رواں نہ کردیں) اور تم نے اس کے علاوہ جو باتیں کی ہیں وہ تم نے ربّ العالمین کے فرستادہ محمد رسول اللہ کے لیے اپنی مرضی سے بنالی ہیں۔

ان میں سے یہ ہے کہ اگر وہ اُسے لے کر آئیں گے تو وہ ان کی نبوت کی دلیل نہیں بنے گا اور اللہ کا رسول اس بات سے بلند ہے کہ جاہلوں کی جہالت کو غنیمت جان کر ان کے خلاف ایسی چیزوں سے دلیل پیش کرے جن میں دلیل بننے کی کوئی صلاحیت نہیں۔

اور اُن میں سے یہ بھی ہے کہ اگر وہ اسے لے آئیں تو اس میں تمھاری ہلاکت ہوگی اور وہ دلائل و براہین اس لیے لے کر آتے ہیں تاکہ اللہ کے بندوں کو ایمان سے جوڑ دیں تاکہ وہ اس کے ذریعے ہلاک نہ ہوں اور تم جس چیز کا مطالبہ کررہے ہو اس میں تمھاری ہلاکت ہے اور ربّ العالمین اپنے بندوں پر مہربان ہے اور ان کی مصلحتوں سے زیادہ واقف ہے بجائے اس کے کہ وہ ان کے مطالبے پر انھیں ہلاکت سے دوچار کردے۔

اور اُن میں سے یہ ہے کہ ایسی محال بات جو درست نہیں اور اس کا ہونا کسی طور مناسب نہیں اور ربّ العالمین کا رسول تمھیں اس بات کو پہچنوا رہا ہے اور تمھاری عذرخواہی کو منقطع کررہا ہے اور مخالفت کی راہوں کو تم پر تنگ کررہا ہے اور اللہ کی حجتوں کو تصدیق کرنے کی طرف تمھیں بلا رہا ہے تاکہ تمھارے پاس اس سے کنارہ کش ہونے کے لیے کوئی راہ فرار باقی نہ رہے۔

اور اُن میں سے یہ ہے کہ تم نے خود ہی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تم اس بارے میں مخالف ہو، سرکش ہو تم کسی حجت و دلیل کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو اور تم کسی بُرھان کو غور سے سنتے نہیں اور جو شخص ایسا ہو تو اس کی دوا یہی ہے کہ آسمان سے آگ نازل ہو یا وہ جہنم رسید ہو یا اولیاء اللہ کی تلوار سے اس کا کام تمام ہو جائے اور اے عبداللہ اب رہا تمھارا یہ قول کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا (اسراء:۹۰) (ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری نہ کردیں) اسی مکہ میں چشمہ رواں ہو کیوں کہ یہ مکہ پتھروں کا شہر ہے یہاں پہاڑ ہی پہاڑ ہیں آپ اُس کی زمین شگافتہ کرکے اسے کھود کر نہر برآمد کریں اس لیے کہ ہمیں نہر کی ضرورت ہے تم نے یہ سوال تو کرلیا لیکن تم خداوند عالم کے بتائے ہوئے دلائل سے

جاہل ہو۔ اے عبداللہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر میں یہ کام کردوں تو اس وجہ سے میں نبی ہو جاؤں گا کیا تم نے اس طائف کو دیکھا ہے جہاں پر تمھارے باغات ہیں کیا وہاں پر ایسی جگہیں نہ تھیں جو بیکار ہوں سخت اور دشوار ہو تم نے انھیں درست کیا، انھیں ہموار کیا اور ان کی کھدائی کی اور تم نے اس میں سے چشمے نکالے کھود کر کنویں بنائے اس نے کہا کہ ہاں! اور کیا تمھاری طرح دوسرے لوگوں نے بھی یہ کام انجام دیے ہیں اس نے کہا ہاں تو آنحضرتؐ نے فرمایا تو کیا محض اس وجہ سے تم سب لوگ انبیاء کی صف میں آ گئے اس نے کہا نہیں تو حضور نے فرمایا اسی طرح اگر محمدؐ یہ کام کر بھی دیتے تو اس سے ان کی نبوت پر دلیل قائم نہیں کی جاسکتی ہے بس یہ تو تمھارے اس قول کی طرح ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تقوم و تمشي على الارض او حتى تاكل الطعام كما ياكل الناس ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ کھڑے ہوں زمین پر چلیں اور اسی طرح کھانا کھائیں جیسے دوسرے لوگ کھاتے ہیں۔

اور اے عبداللہ جہاں تک تمھارے اس قول کا تعلق ہے اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ (یا آپ کے لیے کھجور اور انگور کا باغ ہو) جس سے آپ خود بھی کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اور آپ اُن کے درمیان نہریں نکال کر رواں کردیں کیا تمھارے پاس اور تمھارے ساتھیوں کے پاس طائف میں کھجور اور انگور کے درخت نہیں ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو اور دوسروں کو کھلاتے ہو اور ان کے درمیان میں سے نہریں نکالتے ہو کیا تم ایسا کرنے کے بعد انبیاء کے زمرے میں آ گئے اس نے کہا نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا تو پھر یہ بتاؤ کہ تم نے رسول اللہ کے لیے چند چیزوں کو اپنی طرف سے تجویز کرلیا اگر تمھاری تجویز کردہ چیزیں اُن میں ہوتیں تو وہ اُن کی سچائی پر دلالت نہ کرتیں اور اگر پیغمبر ان چیزوں کو لے بھی آتے تو اُن کا ان اشیاء کو لانا ان کے کذب پر دلالت کرتا اس لیے کہ ایسی صورت میں وہ ایسی چیزوں سے استدلال کرتے جن کی کوئی استدلالی حیثیت نہیں ہے اور اس طرح وہ کمزور عقل اور کمزور دین والوں کو دھوکا دیتے اور ربّ العالمین کا رسول ان باتوں سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

پھر فرمایا اے عبداللہ جہاں تک تمھارے اس قول کا تعلق ہے ''اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا'' تو تم نے کہا وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۞ تو یاد رکھو کہ اگر آسمان تم پر گر جائے تو اس میں سراسر تمھاری ہلاکت اور موت ہے تو ایسی صورت میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مطالبہ کر رہے ہو کہ وہ تمھیں ہلاکت سے دوچار کردیں اور جو ربّ کائنات کا رسول ہے اس بارے میں تم پر مہربان ہے وہ تمھیں ہلاکت میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تم پر اللہ کی حجتیں قائم کرنا چاہتا ہے اور اللہ نے اپنے نبی کو صرف ایسی حجتیں نہیں دی ہیں جنھیں اللہ کے بندے تجویز کریں اس لیے کہ بندے اس بات سے ناواقف ہوتے ہیں کہ کس میں بھلائی اور بہتری ہے اور کس میں بہتری اور بھلائی نہیں ہے اور وہ فساد کو بھی نہیں جانتے اور ان کی تجویزیں مختلف ہوتی ہیں اور ان میں تضاد ہوتا ہے یہاں تک کہ ان کا وقوع پذیر ہونا بھی محال ہوتا ہے اگر ان کی تجویز کردہ باتوں پر عمل ہوتا تو جائز ہوتا کہ تم یہ تجویز کرو کہ آسمان تم پر گر جائے اور دوسرا یہ تجویز کرے کہ آسمان تم پر نہ گرے بلکہ

زمین آسمان کی طرف بلند کردی جائے اور زمین آسمان پر جاکر گر جائے اور اس طرح باہمی تضاد اور منافات پیدا ہوجاتی اور اس کا واقع ہونا محال ہوتا اور اللہ تعالیٰ محال چیزوں کے لیے اپنی تدبیریں جاری نہیں کرتا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ کیا تم نے دیکھا ہے کہ کسی طبیب نے مریض کی خواہش کے مطابق اس کی تجویز کردہ دوا اسے دی ہو بلکہ وہ ایسی دوا دیتا ہے جس میں اس کی بہتری جانتا ہے خواہ بیمار کو یہ دوا پسند ہو یا پسند نہ ہو تم سب مریض ہو اور اللہ طبیب ہے اگر تم وہ دوا استعمال کروگے تو تمھیں شفایاب کرے گا اور اگر اللہ کے خلاف سرکشی اختیار کروگے تو تمھیں بیماری میں مبتلا رکھے گا۔ اور اس کے بعد فرمایا اے عبداللہ تم نے کب دیکھا ہے کہ کسی شخص کی جانب سے حق کا مدعی ہو اور گزشتہ حاکموں میں سے کسی حاکم نے اس پر اس کے دعوے کی دلیل مدعی کی تجویز کے مطابق لازم قرار دی ہو اور اگر ایسا ہوتا تو کسی پر کسی کا دعویٰ اور کسی کا حق ثابت نہ ہوتا اور نہ ہی ظالم و مظلوم اور صادق و کاذب کے مابین کوئی فرق رہ جاتا۔

پھر فرمایا اے عبداللہ جہاں تک تمھارے قول کا تعلق ہے اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا (یا یہ کہ اللہ اور فرشتے ہمارے روبرو آجائیں) اور ہم ان کا مشاہدہ کریں یہ ایسی محال بات ہے جو کسی سے مخفی نہیں ہے یقیناً میرا ربّ عزوجل دیگر مخلوقات کی طرح نہیں ہے جو آتا ہو جاتا ہو اور متحرک ہو اور کسی شے کے سامنے آجائے اور اسے لایا جائے تم نے ایسی محال بات کا مطالبہ کیا ہے تم نے جس بات کی دعوت دی ہے یہ تمھارے بتوں کے اوصاف ہیں جو کمزور اور ناقص ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ علم رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ تمھیں اور کسی کو بھی کسی چیز سے بے نیاز کرسکتے ہیں۔

اے عبداللہ کیا تمھاری جاگیریں اور باغات طائف میں اور غیر منقولہ جائیداد مکّہ میں ہے اور اس کے نگہبان مقرر ہیں اس نے کہا ہاں کیا تم اپنے تمام احوال کا خود ہی مشاہدہ کرتے ہو یا تمھارے درمیان اور تمھارے عمّال کے درمیان سفراء مقرر ہوتے ہیں اس نے کہا کہ سفرا مقرر ہوتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اگر تمھارے عمّال (کارندے) اور تم نے جنھیں کرائے پر مقرر کیا ہے اور تمھارے خدام تمھارے سفراء سے کہیں کہ ہم اس سفارت میں تمھاری تصدیق نہیں کرتے اِلاّ یہ کہ تم عبداللہ بن ابی اُمیہ کو لے کر آؤ تاکہ ہم اسے دیکھیں اور سنیں اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کے سامنے کہو سوچو کیا یہ بات کسی طرح بھی مناسب ہے کیا تمھارے نزدیک یہ بات اُن کے لیے موزوں ہے اس نے کہا نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا تو تمھارے سفراء پر کیا واجب ہے؟ کیا وہ تمھاری جانب سے نہیں آئے ہیں؟ ایسی صحیح نشانی کے ساتھ جو ان کی سچائی پر دلالت کررہی ہے اس نے کہا ہاں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا اے عبداللہ کیا تم نے کسی اپنے سفیر کو دیکھا ہے کہ وہ جب اُن لوگوں سے یہ بات سنے تو وہ تمھاری طرف واپس آیا ہو اور کہا ہو آؤ میرے ساتھ چلو انھوں نے تمھارے چلنے کی تجویز رکھی ہے کیا یہ بات تمھارے خلاف نہیں ہوگی اور تم اس سے کہو گے کہ تم میرے پیغام بر ہو مشیر نہیں ہو اور نہ ہی میرے حاکم ہو

اس نے کہا ہاں آنحضرتؐ نے فرمایا تو یہ بتاؤ کہ تم رب العالمین کے رسول کے لیے کیوں ایسی باتیں تجویز کررہے ہو جنھیں تمھارے کرایے کے لوگ تمھارے عمّال بھی درست اور مناسب نہیں جانتے کہ وہ تمھارے پیغام رساں کے بارے میں کوئی بات تجویز کریں تو تم نے کیسے ارادہ کرلیا کہ رب العالمین کا رسول اپنے ربّ کے ذمّے کوئی کام لگائے اور اسے حکم دے اور اسے منع کرے جب کہ اس قسم کی بات تمھارے پیغام بر کو زیب نہیں دیتی کہ وہ تمھارے کرایے کے لوگوں اور منتظمین سے کرے تم نے جو تمام باتیں کی تھیں اور اپنی تجاویز پیش کی تھیں ان کے بارے میں یہ قطعی دلائل و براہین تھے۔ اے عبداللہ اب رہا تمھارا یہ قول اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ یا آپ کے لیے کوئی طلائی گھر ہو، کیا تم تک یہ بات نہیں پہنچی ہے کہ عزیز مصر کے گھر سونے کے بنے ہوئے تھے اس نے کہا ہاں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا اس وجہ سے عزیز مصر نبی بن گیا اس نے کہا نہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا اسی طرح سونے کے گھر کی وجہ سے حضرت محمدؐ کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ ان کے لیے نبوت ہو اور محمدؐ تمھاری جہالت کو اللہ کے دلائل نہیں سمجھیں گے۔

جہاں تک تمھارا یہ قول ہے اے عبداللہ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ پھر تم نے کہا وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ تو اے عبداللہ آسمان کے اوپر چڑھنا وہاں سے اترنے کی نسبت زیادہ مشکل ہے اور جب تم اس بات کا اعتراف کرتے ہو کہ اگر میں آسمان پر چڑھ جاؤں پھر بھی تم ایمان نہیں لاؤ گے تو یہی حکم نزول (نازل ہونا) کا ہوگا پھر تم نے کہا ''حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ'' اور اس کے بعد بھی مجھے نہیں معلوم کہ میں تم پر ایمان لاؤں گا یا نہیں تو اے عبداللہ تم اس امر کا اقرار کررہے ہو کہ حجت خداوندی کے بعد بھی تم مخالفت اور دشمنی سے کام لے رہے ہو لہٰذا تمھارا کوئی علاج نہیں ہے سوائے اس کے کہ انسانوں میں سے یا زبانیہ فرشتوں میں سے جو اللہ کے اولیاء ہیں اُن کے ذریعے سے تمھیں سزا دلوائی جائے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایک جامع کلمہ نازل فرمایا ہے تمھاری تمام تجاویز اور مطالبات کو باطل کرنے کے لیے ارشاد ربّ العزت ہے اے محمدؐ آپ فرما دیجیے سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ (اسراء:۹۳) میرا ربّ ان تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے میں تو بس بشر ہوں جسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میرے ربّ سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ جہلاء جن باتوں کا مطالبہ کررہے ہیں خواہ وہ جائز ہوں یا ناجائز وہ اُن کی تجویز کردہ باتیں پوری کردے میں تو بس ایک بشر ہوں جسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اللہ نے مجھ پر یہ بات لازم قرار دی ہے کہ اس نے مجھے جو دلائل اور حجتیں عطا کی ہیں انھیں میں قائم کردوں اور میرے لیے یہ کسی طرح موزوں اور مناسب نہیں ہے کہ میں اپنے ربّ پر حکم چلاؤں اور اسے روکوں اور اسے مشورہ دوں اس طرح میں ایسے پیغام بر کی طرح بن جاؤں گا جسے کسی بادشاہ نے ایسی قوم کی طرف بھیجا تھا جو اس کی مخالف تھی وہ بادشاہ کی طرف واپس آیا اور اسے حکم دینے لگا کہ ان لوگوں نے جو تجویز دی ہے اور مطالبہ کیا ہے اس کے مطابق وہ عمل کرے۔[1]

---

(۱) تفسیر امام العسکری علیہ السلام ص ۵۰۰-۵۱۱ ح ۳۱۴ احتجاجاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المشرکین والزامھم

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

۹۴- اور لوگوں کو ایمان لانے سے کس چیز نے روکا ہے جب کہ ہدایت اُن تک آ گئی ہے بس وہ یہ کہنے لگے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا؟

۹۵- اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ان کے لیے آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتے۔

۹۶- آپ فرما دیجیے کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ گواہی کے لیے کافی ہے یقیناً وہ اپنے بندوں کے احوال سے اچھی طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

۹۷- اور اللہ جس کی ہدایت کر دے وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور اللہ جسے گمراہی میں رہنے دے تو اے نبی آپ ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی حامی و ناصر نہ پائیں گے اور ہم انھیں قیامت کے دن اوندھے منہ کھینچ کر لائیں گے اندھے، گونگے اور بہرے ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب کبھی اس کی آگ دھیمی ہوگی ہم اس کے شعلے کو بڑھا دیں گے۔

۹۸- یہ بدلہ ہے اُن کی اس بات کا کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کا انکار کیا اور کہا کہ جب ہم ہڈیوں اور

خاک میں تبدیل ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟

۹۴-وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی-

اور لوگوں کو کس چیز نے ایمان لانے سے روکا ہے جب کہ ہدایت اُن تک آ گئی۔

اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا-

بس وہ یہ کہنے لگے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟

یعنی حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد انھیں کسی چیز نے ایمان سے نہیں روکا مگر اُن کا اس بات سے انکار کرنا کہ اللہ نے بشر کو کس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے؟

۹۵-قُلْ- اے نبی آپ فرما دیجیے

یہ اُن کے شبہے کا جواب ہے۔

لَوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ-

کہ اگر زمین میں فرشتے اسی طرح چلتے پھرتے جس طرح اولادِ آدم چلتی ہے۔

مُطْمَىِٕنِّیْنَ-

اطمینان کے ساتھ اس میں رہتے ہوئے۔

لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا-

تو ہم آسمان سے اُن کے لیے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔

تاکہ وہ اُن کے ساتھ مجتمع ہونے اور اُن سے ملنے جلنے پر قادر ہوتے اور جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے تو عام لوگ فرشتے کا ادراک کرنے سے اور انھیں چھونے اور پکڑنے سے اندھے ہوتے رسول کا بھیجنا اس بات سے مشروط ہے کہ کس قسم کے افراد ہیں اور اُن کا تعلق کس جنس سے ہے اور نبوت اسی کو ملتی ہے جو نبوت کا اہل ہوتا ہے۔

۹۶-قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ-

آپ فرما دیجیے کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ گواہی کے لیے کافی ہے کہ میں تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر جو تبلیغ کا فریضہ عائد ہوتا ہے میں نے اُسے پورا کر دیا ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا-

یقیناً وہ اپنے بندوں کے احوال سے اچھی طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ وہ اُن کے باطن اور ظاہر کے احوال کو جانتا ہے وہ انھیں اسی کے مطابق جزا دے گا اس آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلّی دینا اور کفار کو تنبیہ کرنا مقصود ہے۔

۹۷۔ وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ ۔

اور اللہ جس کی ہدایت کر دے وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔

وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ۔

اور اللہ جسے گمراہی میں رہنے دے تو اے نبی آپ ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی حامی و ناصر نہ پائیں گے جو اللہ کی طرف اُن کی رہنمائی کرے۔

وَنَحۡشُرُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ ۔

اور ہم انھیں قیامت کے دن اوندھے منہ کھینچ کر لائیں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ کسی شخص نے کہا اے اللہ کے نبی کافر قیامت کے دن کس طرح اوندھے منہ محشور ہوگا؟ تو آنحضرتؐ نے جواب مرحمت فرمایا کہ جس اللہ نے انھیں ٹانگوں پر چلایا ہے وہ قیامت کے دن انھیں چہرے کے بل بھی چلا سکتا ہے۔[1]

تفسیر عیاشی میں صادقینؑ میں سے ایک سے مروی ہے فرمایا وُجُوۡهِهِمۡ سے مراد عَلٰى جِبَاهِهِمۡ ہے یعنی پیشانیوں کے بل۔[2]

عُمۡيًا وَّبُكۡمًا وَّصُمًّا ۔

اندھا گونگا اور بہرا۔

وہ ایسی چیزیں نہیں دیکھیں گے جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور ایسی باتیں نہیں سنیں گے جس سے اُن کے کانوں کو لذت ملے اور ایسی گفتگو نہیں کریں گے جو اُن کے لیے منفعت بخش ہو اور اُن سے قبول کر لی جائے اس لیے کہ اُن لوگوں نے دنیا میں آیتوں (نشانیوں) اور نصیحت آموز چیزوں کو غور سے نہیں دیکھا اور حق کو غور سے نہیں سنا اور حق بات کہنے سے انھوں نے انکار کیا۔

مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ۔

ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

كُلَّمَا خَبَتۡ زِدۡنٰهُمۡ سَعِيۡرًا ۔

جب کبھی اس کی آگ دھیمی ہوگی ہم اس کے شعلے کو بڑھا دیں گے۔

یعنی اُن کی کھالوں اور گوشت کو جلا کر بجھ جائے گی تو ہم اس آگ کو دوبارہ روشن کر دیں گے یعنی ہم اُن کی کھالوں اور گوشت کو تبدیل کر دیں گے تو وہ آگ دوبارہ جل اٹھے گی اور اُس کے شعلے بھڑکنے لگیں گے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ جب انھوں نے فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو جھٹلایا تو اللہ نے انھیں

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۴۳ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۸ ح ۱۶۸

یہ جزا دی کہ وہ مسلسل فنا اور اِعادہ (دوبارہ لائے جانے) کا مشاہدہ کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے ''ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ'' سے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

۹۸-ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا۔

یہ بدلہ اس بات کا ہے کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کا انکار کیا۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا۔

اور انھوں نے کہا کہ جب ہم ہڈیوں اور خاک میں تبدیل ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟

یعنی ہم انھیں فنا کریں گے اور انھیں دوبارہ واپس لائیں گے تاکہ اس طرح بعث (دوبارہ زندہ کیے جانے) کو جھٹلانے پر اُن کی حسرتوں میں اضافہ ہو جائے۔

تفسیر قمیؒ اور تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام سعیر ہے جب جہنم بجھ جائے گی تو سعیر کو کھول دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے قول كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا سے یہی مراد ہے۔[1]

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۹ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۸ ح ۱۶۹

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۱

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾

۹۹-کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کردے اور اس نے انھیں محشور کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کررکھا ہے جس کا آنا یقینی ہے مگر ظالم ان کے انکار کرنے پر مُصِر ہیں۔

۱۰۰-اے محمدؐ آپ فرما دیجیے کہ اگر میرے ربّ کی رحمت کے خزانے تمھارے قبضے میں ہوتے تو تم خرچ ہوجانے کے خوف سے انھیں روک لیتے اور انسان بڑا ہی کنجوس واقع ہوا ہے۔

۱۰۱-اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات کے ساتھ بھیجا تھا آپ خود ہی بنی اسرائیل سے دریافت کرلیجیے جب موسیٰ ان کے ہاں آئے تو فرعون نے اُن سے کہا اے موسیٰ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ کسی نے تم پر جادو کردیا ہے۔

۹۹-اَوَلَمْ یَرَوْا-

کیا انھیں پتا نہیں چلا۔

اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ-

کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کردے۔

اس لیے کہ یہ لوگ تخلیقی اعتبار سے اُن سے زیادہ شدید نہیں ہیں جیسا کہ فرمایا ہے ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ (النازعات:۲۷) کیا تمھاری دوبارہ پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی جسے اُس نے بنایا ہے۔ دوبارہ پیدا کیا جانا زیادہ مشکل نہیں ہے بہ نسبت از سرِ نو پیدا کرنے کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ" (اقتباس از سورۂ روم:۲۷) بلکہ وہ اللہ کے لیے زیادہ آسان ہے۔

وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ۔

اور اُس نے انھیں محشور کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جس کا آنا یقینی ہے یعنی مرجانا اور قیامت کا آجانا مراد ہے۔

فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ۔

باوجودے کہ حق واضح ہوگیا مگر ظالم اس کا انکار کرتے رہے۔

اِلَّا كُفُوْرًا۔

اور اُن کا انکار تکذیب کرنا تھا۔

۱۰۰۔قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ۔

اے محمدؐ آپ فرما دیجیے کہ اگر میرے ربّ کی رحمت کے خزانے تمھارے قبضے میں ہوتے رزق خداوندی کے خزانے اور اس کی مخلوق پر اُس کی نعمتیں۔

اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ۔

توتم خرچ ہوجانے کے خوف سے انھیں روک لیتے۔

تم بخل سے کام لیتے کہ یہ خزانہ خرچ کرنے سے کہیں ختم نہ ہوجائے اس لیے کہ ہر شخص اپنے نفس کا فائدہ چاہتا ہے اور اگر کسی دوسرے کو کسی شے کی بنیاد پر خود پر ترجیح دیتا ہے تو یہ ایثار اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اس کے عوض میں اس سے زیادہ کوئی شے حاصل کرنا چاہتا ہے۔بس جواد اور کریم تو صرف اللہ ہے جو ہر ایک کو بغیر کسی عوض کے دیتا ہے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۔

اور انسان تو بڑا ہی کنجوس واقع ہوا ہے

اس لیے کہ اس کے امر کی بنیاد حاجت وضرورت اور حرص پر رکھی گئی ہے اور جس چیز میں وہ خرچ کرتا ہے اس کے عوض کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں اس آیت کے ذیل میں آیا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر امور انسانوں کے ہاتھ میں ہوتے تو وہ کسی انسان کو کچھ بھی نہ دیتے اس خوف سے کہ وہ شے ختم نہ ہوجائے وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا اور انسان تو بڑا ہی بخیل واقع ہوا ہے۔[1]

۱۰۱۔وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ۔

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات کے ساتھ بھیجا

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۹

کتابِ خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ معجزات یہ ہیں ٹڈی، چیچڑی چھوٹی چیونٹی یا جوئیں، مینڈک، خون، طوفان، سمندر، پتھر، عصا اور اُن کا ہاتھ۔[۱]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام اور تفسیر قمیؒ میں بھی اسی جیسی روایت موجود ہے۔[۲]

کتاب قرب الاسناد میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہودیوں کے کچھ لوگوں نے ان معجزات کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد عَصَا اور یَدِ بیضاء (یعنی ہاتھ کا گریبان سے سفید برآمد ہونا)، ٹڈی، چیچڑی چھوٹی چیونٹی یا جوئیں، مینڈک، خون، طور کا بلند ہونا، مَنّ وسَلویٰ اور ایک نشانی، اور سمندر کا شگافتہ ہونا انھوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔[۳]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان آیات کے بارے میں سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا وہ یہ ہیں کہ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہ دو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، کسی نفس کو ناحق قتل نہ کرو۔ اور کسی بے گناہ کو بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کرڈالے۔ جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ۔ کسی شریف زادی پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ۔ میدان جنگ سے فرار اختیار نہ کرو۔ اور اے یہودیو تم پر یہ خاص حکم ہے کہ ہفتہ کے دن حد سے تجاوز نہ کرو اس یہودی نے آنحضرتؐ کے ہاتھ کا بوسہ دیا اور کہا اشھد انك نبی۔ میں گواہی دیتا ہو کہ آپ نبی ہیں۔[۴]

فَسْـَٔلْ بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ۔

آپ خود ہی بنی اسرائیل سے دریافت کرلیجیے جب موسیٰ اُن کے ہاں آئے

کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے محمدؐ آپ بنی اسرائیل سے دریافت کیجیے کہ جب موسیٰ آئے تھے تو موسیٰ اور فرعون کے درمیان کیا معاملہ پیش آیا تھا یا آیات کے بارے میں پوچھ لیجیے تاکہ مشرکین پر آپ کی صداقت واضح ہوجائے اور آپ کے نفس کو تسکین ملے اور آپ کے یقین میں اضافہ ہوجائے یہ جملہ معترضہ ہے اور اِذْ جَآءَهُمْ کا تعلق آیات سے ہے یعنی وہ آیات لے کر آئے تھے۔[۵]

فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا۔

تو فرعون نے اُن سے کہا کہ اے موسیٰ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ کسی نے تم پر جادو کردیا ہے۔

تم پر جادو کردیا گیا ہے اسی لیے تمھاری عقل کام نہیں کررہی ہے تم مخبوط الحواس ہوگئے ہو۔

---

(۱) خصال ص ۴۲۳ ح ۲۴ باب ۹
(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۸ ح ۱۷۰ و تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۹
(۳) قرب الاسناد ص ۳۱۸ ح ۱۲۲۸
(۴) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۴۴۴
(۵) البضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۵۹۹

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۙ﴿۱۰۳﴾

وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ؕ﴿۱۰۴﴾

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾

وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾

۱۰۲۔موسیٰ نے اس کے جواب میں کہا تو خوب جانتا ہے کہ یہ بصیرت افروز آیات (نشانیاں) آسمانوں اور زمین کے ربّ کے سوا کسی اور نے نازل نہیں کیں۔ اور اے فرعون میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اب تیری ہلاکت کا وقت آ گیا ہے۔

۱۰۳۔آخر کار فرعون نے ارادہ کیا کہ موسیٰ اور بنی اسرائیل کو بے وقعت کر کے زمین سے بے دخل کر دے تو ہم نے فرعون اور اس کے تمام ساتھیوں کو دریا بُرد کر دیا۔

۱۰۴۔اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ تم لوگ زمین میں سکونت اختیار کرو جب آخرت کا وعدہ پورا ہوگا تو ہم تم سب کو ایک ساتھ لا حاضر کریں گے۔

۱۰۵۔اور اس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ حق کے ساتھ ہی نازل ہوا ہے اور اے نبی ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۱۰۶۔اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا اس لیے نازل کیا تا کہ آپ اسے لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیں اور ہم نے اسے بتدریج اتارا ہے۔

۱۰۷-اے محمدؐ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا تھا جب اُن کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں۔

۱۰۸-اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا ربّ، ہمارے ربّ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

۱۰۲-قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ-

موسیٰؑ نے اس کے جواب میں کہا کہ اے فرعون تو خوب جانتا ہے۔

مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ-

کہ ان آیات کو آسمانوں اور زمین کے ربّ کے سوا کسی اور نے نازل نہیں کیا۔

بَصَآئِرَ-

یہ نشانیاں بصیرت افروز ہیں تجھے میری صداقت دکھا دیں گی لیکن تُو سرکش اور باغی ہے

وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا-

اور اے فرعون میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ اب تیری ہلاکت کا وقت آ گیا ہے

مَثْبُوْرًا کا مفہوم ہے خیر سے برگشتہ یا ہلاک ہونے والا اس کے جھوٹے ظن (خیال) کا مقابلہ اپنے صحیح ظن سے کیا ہے۔

۱۰۳-فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ-

فرعون نے ارادہ کیا کہ وہ موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو بے وُقعت کر کے زمین سے بے دخل کر دے۔

موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کی تحقیر و تذلیل کرے اور انھیں زمین سے بھگا دے اور زمین سے اُن کا نام و نشان مٹا دے یعنی جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے

اور قمیؒ کی روایت میں ہے کہ سرزمین مصر سے باہر کر دے۔[۱]

فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا-

تو ہم نے فرعون اور اُس کے تمام ساتھیوں کو دریا بُرد کر دیا

ہم نے اس کے مکر کو اسی کے خلاف منعکس کر دیا اور ہم نے اسے اور اس کی قوم کو غرق کر کے حقیر و ذلیل بنا دیا۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرعون نے موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو زمین سے نکالنے کا ارادہ کیا اور فرعون اور اس کی قوم کو یہ معلوم تھا کہ ان آیات و معجزات کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔[۲]

۱۰۴-وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ-

---

(۱) (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹

فرعون اور اس کی غرقابی کے بعد ہم نے کہا

لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ-

بنی اسرائیل سے کہ تم اس زمین میں سکونت اختیار کرو جہاں سے فرعون تمھیں باہر نکالنا چاہتا تھا۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا-

جب آخرت کا وعدہ پورا ہوگا تو ہم، تم سب کو ایک ساتھ لا کر حاضر کریں گے۔ اور تمھارے درمیان فیصلہ کردیں گے۔

لفیف کے معنی ہیں مختلف قبائل کو یکجا کردینا تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ لَفِیْفًا کے معنی ہیں ''جَمِیْعًا'' یعنی تمام افراد کو۔[۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا مفہوم ہے ''من کل نَاحِیَةٍ '' ہر جگہ سے لاکر یکجا کردیں گے۔[۲]

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ-

اور اس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ حق کے ساتھ ہی نازل ہوا ہے یعنی ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور ہم اسے حق کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا-

اور اے نبی ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے جو اطاعت گزار ہیں انھیں ثواب کی بشارت دینے کے لیے اور جو گناہ گار ہیں انھیں عذاب سے ڈرانے کے لیے۔

۱۰۶-وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ -

اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے

لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ -

تا کہ آپ اسے لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیں

اس طرح اسے یاد کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور اس طرح پڑھنے سے سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا -

اور ہم نے اس قرآن کو بتدریج اتارا ہے۔

یعنی واقعات اور حالات اور ضروریات کے مطابق

۱۰۷-قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا-

اے محمدؐ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ کیوں کہ قرآن پر

---

(۱) (۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۲۹

تمھارے ایمان لانے سے اس کے کمال میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور تمھارے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس میں کسی قسم کا نقص (کمی) واقع نہیں ہوگا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ ۔

جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا تھا

یعنی وہ علماء جنھوں نے سابقہ کتب پڑھی تھیں اور وہ لوگ وحی کی حقیقت کو جانتے تھے اور نبوت کی علامات سے واقف تھے اور وہ صاحبان حق اور صاحبان باطل میں تمیز کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اہلِ کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔[۱]

اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۔

جب اُن کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۔

تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں

اللہ کے حکم کی تعظیم کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں فترتِ رُسل (حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کے درمیان کا زمانہ جس میں کوئی نبی نہیں آیا) کے بعد حضرت محمدؐ کو مبعوث کر کے اور ان پر قرآن نازل کر کے جو اپنا وعدہ پورا کیا ہے اس کا شکر ادا کرنے کے لیے۔

۱۰۸۔وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ ۔

اور کہتے ہیں ہمارا ربّ پاک ہے وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۔

ہمارے ربّ کا وعدہ پورا ہو کر رہا

اس لیے کہ اللہ جو وعدہ کرتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۹

وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾

۱۰۹-وہ روتے ہوئے منہ کے بل گر جاتے ہیں اور ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔

۱۱۰-اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم "اللہ" کہہ کر پکارو یا "رحمن" کہہ کر آواز دو تم جس نام سے بھی پکارو اس کے سب ہی نام اچھے ہیں آپ اپنی نماز نہ تو اونچی آواز میں پڑھیں اور نہ ہی بالکل آہستہ بلکہ ان کا درمیانی راستا اختیار کریں۔

۱۰۹-وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ-

اور وہ روتے ہوئے منہ کے بل گر جاتے ہیں۔

اس جملے کو دوبارہ لایا گیا کیوں کہ دونوں مختلف حالتوں کی نشان دہی کر رہے ہیں اور وہ اُن کا شکر ادا کرنے کے لیے گر جانا اور وعدے کو پورا کرنے کی وجہ سے اس حال میں کہ وہ سجدہ ریز ہوں۔ اور ان کا منہ کے بل گرنا جب موعظت اُن پر اثر کرے اس حالت میں کہ وہ گریہ وزاری کر رہے ہوں اور آیت میں لفظ "ذَقَن" لایا گیا جس کے معنی ہیں ٹھوڑی اس لیے کہ سجدہ کرتے وقت سب سے پہلے ٹھوڑی زمین سے متصل ہوتی ہے۔

تفسیر قمیؒ میں "اذقان" کو وُجوہ (چہرے) سے تعبیر کیا گیا ہے اور اذقان سے پہلے "ل" تخصیص کے لیے لایا گیا اس لیے کہ انھوں نے اپنی ٹھوڑیوں اور چہروں کو سجدہ کرنے اور جھکنے کے لیے مخصوص کر دیا۔[1]

وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا-

اور قرآن کی تلاوت سننے سے ان کے خشوع یعنی علم ویقین میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۰-قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ-

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر آواز دو تم جس نام سے چاہے اللہ کو یاد کرو یہ دونوں نام اللہ کے لیے مخصوص ہیں اور ان دونوں کا اطلاق اسی کی ذات پر ہوتا ہے ان دونوں کا مفہوم ایک ہے۔

اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى-

تم جس نام سے بھی پکارو اس کے سب ہی نام اچھے ہیں۔

یعنی یہ دونوں نام تم نے جن ناموں سے اسے یاد کیا ہے وہ بہت اچھے نام ہیں اس مقام پر فَلَهُ الْاَسْمَآءُ

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۹

الحُسْنٰی اس لیے لایا گیا تا کہ تاکید ہو اور جو دلیل دی جارہی ہے اس کی جانب رہنمائی ہو اس لیے کہ جب اس کے تمام نام اچھے ہیں تو یہ دونوں نام بھی انہی ناموں سے ہی ہیں اور لفظ "ما" شرط کی مزید تاکید کے لیے لایا گیا اور "لَہٗ" میں "ہٗ" کی ضمیر مسمیٰ کے لیے ہے اور اسمائے حسنیٰ بزرگی، عظمت اور تقدیس کو واضح کرتے ہیں اور اللہ کی صفات جلال اور اکرام کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔

کہا گیا ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں یا اللہ یا رحمن تو انھوں نے کہا کہ یہ تو ہمیں دو معبودوں کی عبادت سے روکتے ہیں اور وہ خود دوسرے معبود کو پکار رہے ہیں۔[1]

اور کہا گیا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرتؐ سے کہا آپ رحمن کا کم ذکر کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں رحمن کا تذکرہ بہت زیادہ کیا ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ۔

اور آپ اپنی نماز نہ تو اونچی آواز میں پڑھیں یعنی بالجہر قرات نہ کریں۔

وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔

اور نہ ہی بالکل آہستہ بلکہ ان کا درمیانی راستا اختیار کریں۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں جَہر سے مراد ہے آواز کا بلند کرنا اور "تخافت" سے مراد ہے جسے تم اپنے آپ کو نہ سناؤ بلکہ اس کے درمیان میں پڑھو۔[3]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ "اِجہار" کا مفہوم یہ ہے کہ تم اپنی آواز کو اتنا بلند کرو کہ جو تم سے دور ہے وہ اسے سُن لے اور "اخفات" کے معنی ہیں کہ جو تمھارے ساتھ ہے وہ بہت کم سُنے۔[4]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جہر کا مفہوم ہے آواز کو بلند کرنا اور "مخافتة" یہ ہے کہ جسے تمھارے کان نہ سنیں اور بَيْنَ ذٰلِكَ سے یہ مراد ہے آواز اتنی ہو کہ جسے تمھارے کان سُن لیں۔[5]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ "مخافتة" کا مفہوم ہے جو تمھاری سماعت سے کم ہو اور "جہر" یہ ہے کہ تم بہت اونچی آواز میں پڑھو۔[6]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا امام پر لازم ہے کہ جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں وہ امام کی آواز کو سنیں خواہ اُن کی تعداد زیادہ ہو تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ امام کو

---

(۱) البضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۶۰۰ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۶۰۰
(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۰ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۹ ح ۱۷۷ (۶) الکافی ج ۳ ص ۳۱۶۔۳۱۵ ح ۲۱

چاہیے کہ درمیانی آواز میں قرات کرے اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔[1]

تفسیر عیاشی میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک مکہ میں مقیم رہے تو اونچی آواز میں پڑھا کرتے تھے تو اس طرح مشرکین کو آپ کے جائے قیام کا علم ہوجاتا تھا اور وہ آنحضرتؐ کو اذیت پہنچاتے تھے تو اس وقت اس آیت کو نازل کیا گیا۔[2]

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے صادق علیہ السلام سے کہا اے میرے بیٹے تم پر لازم ہے کہ دو برائیوں کے درمیان ایک حَسنہ (نیکی اور اچھائی) کو انجام دو یہ حسنہ برائیوں کو مٹا دے گا صادق علیہ السلام نے دریافت کیا کس طرح اے پدر بزرگوار تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا جیسے اللہ کا قول ''وَلَا تَجْهَرْ'' اور اللہ کا قول وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً (اسراء: ۲۹) اور جیسے اللہ کا قول وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا (الفرقان: ۶۷) تو اسراف (فضول خرچی) برائی ہے اور ''اِقْتار'' کنجوسی برائی ہے اور اس کے درمیان میں حَسنہ (نیکی اور بھلائی) ہے لہٰذا تم پر لازم ہے کہ دو برائیوں کے درمیان جو حَسنہ ہے اسے اختیار کرو۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ امام باقر علیہ السلام نے امام صادق علیہ السلام کو تمام امور میں درمیانی راہ اختیار کرنے کا حکم دیا تاکہ افراط وتفریط سے محفوظ رہا جائے۔

امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت ہے کہ اس آیت نے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (حجر: ۹۴) کو منسوخ کردیا۔[4]

اور امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں یہ آیا ہے کہ آپ ولایت علی کا بالجہر ذکر نہ کریں اور نہ ہی ان کرامتوں کا میں نے انھیں جن سے نوازا ہے جب تک میں آپ کو اس کا حکم نہ دوں ''وَلَا تُخَافِتْ بِهَا'' اور نہ ہی اسے علی سے چھپائیں اور میں نے انھیں جن کرامتوں سے نوازا ہے اُن سے انھیں آگاہ کردیں اور اس میں درمیانی راہ اختیار کریں آپ مجھ سے سوال کیجیے تاکہ میں آپ کو اجازت دوں کہ آپ علی کی ولایت کا بالجہر اعلان کریں تو اللہ تعالیٰ نے غدیر کے دن اس بات کے اظہار کا حکم دیا۔[5]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۸ ح ۱۷۴ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۹۔۳۱۸ ح ۱۷۵
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۹ ح ۱۸۰ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۹ ح ۱۷۶
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۰۔۳۱۹ ح ۱۸۰

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔اور فرمایئے تمام حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ ہی اقتدار میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ ہی عاجزی میں کوئی اس کا سرپرست ہے تم پر لازم ہے کہ اس کی بڑائی بیان کرو (یعنی اللہ اکبر کہو)

۱۱۱۔وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اللہ عاجز نہیں ہے جو کسی مددگار کا محتاج ہو جو اس کی مدد کرے۔[۱]

وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا۔

اور تم اس کی بڑائی بیان کرو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آپ کے سامنے اللہ اکبر کہا تو امام علیہ السلام نے اُس سے دریافت کیا کہ اللہ کس چیز سے زیادہ بڑا ہے تو اس نے کہا ہر شے سے بڑا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا تو اس طرح تم نے اللہ کو محدود کر دیا تو اس شخص نے پوچھا کہ میں کیسے کہوں امام علیہ السلام نے فرمایا کہو اللّٰہُ اکبرُ من اَنْ یُوصَف اللہ اس سے زیادہ بڑا ہے کہ اس کی توصیف کی جاسکے۔[۲]

اور دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ وہ کون سی شے ہے اللہ جس سے زیادہ بڑا ہے سوال کیا گیا وہ کیا ہے امامؑ نے فرمایا اللّٰہُ اکبرُ من اَنْ یُوصَف اللہ اس سے زیادہ بڑا ہے کہ اس کا وصف بیان کیا جائے۔[۳]

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی اس آیت کو پڑھے اس پر لازم ہے کہ تین مرتبہ اللہ اکبر کہے۔[۴]

کتاب فقیہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا

یا علی امان لامتی من السّرق قل ادعوا اللہ اَوِادعوا الرحمٰن اِلی آخر السُّورۃ

اے علی میری امت کے لیے چوری سے امان ہے اس آیت کا پڑھنا قل ادعو اللہ اوادعوا الرحمٰن سورے کے آخر تک۔[۵]

کتاب ثواب الاعمال، تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۃ بنی اسرائیل کو ہر شب جمعہ میں پڑھے گا تو وہ مرنے سے قبل حضرت قائم علیہ السلام عجل اللہ فرجہ تک رسائی حاصل کرلے گا اور اُن کے اصحاب میں سے ہوگا۔[۶]

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۰ (۲) الکافی ج ۱ ص ۱۱۷ ح ۸ (۳) الکافی ج ۱ ص ۱۱۸ ح ۹
(۴) تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۲۹۷ (۵) من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۲۶۸ باب النوادر
(۶) ثواب الاعمال ص ۱۰۷ و مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۳۹۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۶ ح ۱

سورۂ کہف

سورۂ کہف مکی سورہ ہے ابن عباس نے کہا کہ مکمل سورہ مکۂ مکرمہ میں نازل ہوا سوائے ایک آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴿۲۸﴾ کہ یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جو عُیینہ بن حصین خزاری کے واقعے کے ذیل میں۔

اس سورت میں آیتوں کی تعداد ۱۱۱ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴿۱﴾

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا﴿۲﴾

مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا﴿۳﴾

وَّ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴿۴﴾

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴿۵﴾

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴿۶﴾

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴿۷﴾

وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا﴿۸﴾

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

۱۔مکمل حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب کو نازل کیا اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔

۲۔ٹھیک اور سیدھی بات کہنے والی کتاب تا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے سخت عذاب سے خبردار کرے اور اُن مومنین کو خوش خبری سنائے جو نیک اعمال بجالاتے ہیں کہ اُن کے لیے عمدہ اجر مہیا ہے۔

۳۔جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔
۴۔اور اُن لوگوں کو ڈرا وادے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنالیا ہے۔
۵۔اس بات کا نہ انھیں کوئی علم ہے اور نہ ہی اُن کے باپ دادا کو تھا یہ بڑی غلط بات اُن کی زبان سے نکل رہی ہے یہ لوگ محض کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں۔
۶۔تو کیا آپ شدت افسوس سے ان کے پیچھے اپنی جان خطرے میں ڈال دیں گے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائے۔
۷۔جو کچھ روئے زمین پر موجود ہے اسے ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کا امتحان لیں کہ عمل کے اعتبار سے اُن میں سب سے بہتر کون ہے۔
۸۔اور جو کچھ روئے زمین پر ہے ہم اسے ایک دن چٹیل میدان میں بدل دیں گے۔

۱۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ۔
مکمل حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب یعنی قرآن کو نازل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ سکھایا کہ وہ کس طرح اس کی حمد بیان کریں ان عظیم الشان نعمتوں کے ملنے پر جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائی ہیں جو ان کی نجات کا سبب ہے۔
وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔
اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی نہ تو الفاظ میں اختلاف ہے اور نہ ہی معنیٰ میں تناقض ہے یہ لفظ عِوَج پڑھا جائے تو مراد ہیں مَعانی اور اگر عَوج پڑھا جائے تو اس سے مراد اصل شے ہے۔
۲۔قَیِّمًا۔ ٹھیک ٹھیک
اسے سیدھا اور مستقیم قرار دیا اس میں اعتدال ہے اِفراط وتفریط نہیں ہے۔
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ قیِّمًا، مُقدَّم اور مؤخر ہے اس کا مفہوم یہ ہے۔
الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ قَیِّمًا وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ایک حرف کو دوسرے حرف پر مقدم کردیا ہے۔[1]
لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا۔
تاکہ وہ کافروں کو سخت عذاب سے خبردار کرے۔ ڈرائے
مِّنْ لَّدُنْهُ۔
جو اللہ کی جانب سے ہوگا۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۰

وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔

اور اُن مومنین کو خوش خبری سنائے جو نیک اعمال بجالاتے ہیں کہ اُن کے لیے عمدہ اجر یعنی جنّت مہیا ہے۔

۳۔مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا۔

جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ اجر منقطع نہ ہوگا۔

۴۔وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔

اور اُن لوگوں کو ڈراوا دے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنالیا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی قریش جنھوں نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا عزیر فرزندِ خدا ہیں اور مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔[1]

۵۔مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ۔

اس بات کا انھیں کوئی علم نہیں

وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ۔

اور نہ ہی ان کے باپ دادا کو تھا وہ اس بارے میں جن کی تقلید کررہے ہیں بلکہ وہ لوگ یہ بات بربنائے جہالت کہہ رہے ہیں جو حد سے گزر چکی ہے اور ان کی بنیاد توھُّمْ پر ہے جو مبنی بر کذب ہے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً۔

یہ بڑی بات ہے جس کا تعلق کفر سے ہے اس لیے اس میں تشبیہ ہے اور شریک قرار دینا ہے۔

تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔

جو اُن کے منہ سے نکل رہی ہے اُن کی جُرأت پر حیرت کا اظہار ہے کہ وہ ایسی بات زبان سے نکال رہے ہیں۔

اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔

یہ لوگ محض کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں۔

۶۔فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ۔

آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیں گے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ہے قاتل نفسک آپ اپنے کو قتل کر ڈالیں گے۔[2]

عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۔۳۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱

ان کے پیچھے

اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ۔

اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائے

اَسَفًا۔

شدّتِ افسوس کی وجہ سے

لفظِ اَسَفًا باخع نفسک سے متعلق ہے اس کا مفہوم ہے حُزن وغضب کی زیادتی گویا کہ جب وہ لوگ ایمان سے برگشتہ ہو گئے تو آنحضرت سے جدا ہو گئے تو جو آنحضرتؐ سے جدا ہو گیا اُسے اُس شخص سے تشبیہ دی ہے جس کے اعزاء اس سے جدا ہو جائیں اور وہ ان کی نشانیاں دیکھ کر کف افسوس ملتا ہے اور ان کے فراق میں دل شکستہ ہو کر خود کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

۷۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا۔

اور جو کچھ روئے زمین پر ہے اسے ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے۔

دنیا کو سجانے والی خوب صورت چیزیں جو زمین کے لیے زینت بننے کے لائق ہیں اور باشندگانِ ارض کے لیے باعث زینت ہیں۔

لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

تاکہ ہم لوگوں کا امتحان لیں کہ عمل کے اعتبار سے اُن میں سب سے بہتر کون ہے۔

اور وہی شخص بہتر ہوگا جو دنیا کی طرف راغب نہ ہو اس پر فخر وغرور نہ کرے اور جتنی ضرورت ہو اُسی پر اکتفا کرے۔

۸۔ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا۔

اور جو کچھ روئے زمین پر ہے ہم اسے ایک دن چٹیل میدان میں بدل دیں گے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ہم اسے ویران بنا دیں گے۔

اور امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نباتات باقی نہ رہیں گے۔[۱]

اور وہ دنیا سے بے رغبتی ہے اور اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ حسنِ عمل کا مقصود کیا ہے کتاب کافی میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء میں سے کسی کے لیے دنیوی زندگی کی رونق اور چہل پہل کو اس دنیا میں پسند نہیں کرتا اور انھیں اس جانب راغب نہیں کرتا اور دنیا کی رونق اور ظاہری شان شوکت سے انھیں دور رکھتا ہے۔

اور اللہ نے دنیا اور باشندگانِ دنیا کو اس لیے خلق کیا ہے تاکہ وہ انھیں اس دنیا میں آزمائے اور اُن کا امتحان لے کہ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا آخرت کے لیے کس کا عمل سب سے بہتر اور اچھا ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۷۵ ح ۲۹ باب کلام علی بن الحسین علیہ السلام

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ ءَايَٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾

۹-کیا تم سمجھتے ہو کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے؟

۹-أَمْ حَسِبْتَ-

اے نبی کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں۔

أَنَّ أَصْحَٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ-

کہ اصحاب کہف اور رقیم کو اتنے طویل عرصے تک زندہ رکھنا

كَانُوا مِنْ ءَايَٰتِنَا-

ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے نبی ہم نے آپ کو جو آیات دی ہیں وہ ان نشانیوں سے زیادہ عجیب اور حیران کُن ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کچھ جوان تھے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان زمانہ فَتْرت (جب کوئی نبی نہیں آیا) میں تھے۔ اور کہف و رقیم تانبے کی دو لوح تھی جس میں جوانوں کے معاملات اور ان کے اسلام لانے کا واقعہ اور دقیانوس بادشاہ نے ان سے جو مطالبہ کیا تھا یہ سب اس میں کچھ درج تھا اور یہ بھی مرقوم تھا کہ ان کا معاملہ کیا تھا اور اُن کا حال کیسا تھا؟[1]

تفسیر عیاشیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کہف و رقیم ایک قوم تھی جو گم ہوگئی تھی اور اس علاقے کے بادشاہ نے ان کے نام اور اُن کے آباؤ اجداد اور اُن کے قبائل کے نام سیسے کی صحیفوں میں تحریر کیے تھے وہ اللہ کے قول "أَصْحَٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ" سے مراد ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سورۂ کہف کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ قریش نے تین افراد نضر بن حارث بن کلدہ، عقبہ بن ابی معیط اور عاص بن وائل سہمی کو نجران روانہ کیا تھا تا کہ وہ کچھ مسائل یہودیوں اور عیسائیوں سے سیکھ کر آئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان مسائل کو دریافت کریں وہ لوگ نجران کے علمائے یہود کے پاس گئے اور ان سے مسائل سیکھے۔ یہودیوں نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین سوال دریافت کرو اگر انھوں نے ان کے وہ جوابات دیے جو ہمارے پاس موجود ہیں تو وہ صادق ہیں پھر تم ان سے ایک اور سوال پوچھو اگر وہ اس کے جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ جھوٹے ہیں۔ انھوں نے کہا وہ کون سے سوالات ہیں؟ یہودیوں نے کہا تم اُن سے دریافت کرو ان جوانوں کے بارے میں جو سابقہ دور میں تھے وہ نکلے، غائب ہوگئے اور سو گئے وہ کتنے عرصے سونے کے بعد بیدار ہوئے اور اُن کی تعداد کیا تھی اور اُن کے علاوہ

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۱

ان کے ساتھ کون تھا؟ اور اُن کی داستان کیا ہے؟ اور اُن سے سوال کرو حضرت موسیٰؑ کے بارے میں جب اللہ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ کسی عالم کا اتباع کریں اور اُن سے علم حاصل کریں وہ کون تھے؟ اور موسیٰؑ نے کس طرح ان کا اتباع کیا اور اُن کے ساتھ موسیٰ کی داستان کیا ہے؟ اور اُن سے سوال کرو ایک ایسے چکر لگانے والے کا جس نے سورج کے غروب ہونے کی جگہ سے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ تک کا سفر طے کیا تھا یہاں تک کہ وہ یاجوج اور ماجوج کے بند تک پہنچ گیا وہ کون تھا؟ اور اس کی داستان کیا ہے؟

پھر ان یہودیوں نے ان تینوں سوالوں کے جوابات انھیں لکھوا دیے اور یہ کہا کہ ہم نے تمھیں جو جوابات لکھوائے ہیں اگر ان کے جوابات اس کے مطابق ہیں تو وہ سچے ہیں اور اگر وہ اس کے علاوہ کوئی اور جواب دیتے ہیں تو تم ان کی تصدیق نہ کرنا۔ قریش کے نمائندوں نے دریافت کیا کہ وہ چوتھا مسئلہ کون سا ہے یہودیوں نے کہا اُن سے سوال کرو کہ قیامت کب آئے گی اگر وہ اس کے صحیح علم کا دعویٰ کریں تو وہ جھوٹے ہیں اس لیے کہ قیامت کے قائم ہونے کا علم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے۔

وہ لوگ مکّہ واپس آئے اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ انھوں نے کہا کہ اے ابوطالب آپ کا بھتیجا یہ سمجھتا ہے کہ اسے آسمان سے معلومات فراہم ہوتی ہیں ہم اس سے چند سوالات کریں گے اگر اس نے اُن سوالوں کے جوابات دے دیے تو ہم انھیں صادق مان لیں گے اور اگر اس نے جوابات نہ دیے تو پھر ہم انھیں کاذب کہیں گے۔ ابوطالب نے اُن لوگوں سے کہا کہ تم جو سوال کرنا چاہتے ہو اُن سے کرو پھر ان قریشیوں نے اُن سے تین سوالات کیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے کہا کہ میں تمھیں کل جواب دوں گا اور کوئی استثناء نہیں کیا یعنی ان شاء اللہ نہیں کہا تو چالیس دن تک وحی آنے کا سلسلہ منقطع رہا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وجہ سے غمگین ہوگئے اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے ان کے دلوں میں شک وشبہات جنم لینے لگے قریش کو اس سے بڑی خوشی ہوئی اور انھوں نے مذاق اڑانا شروع کیا۔ اور اذیّت دینے لگے اور ابوطالب کو اس وجہ سے نہایت حزن وملال ہوا جب چالیس روز گزر گئے تو جبریل امینؑ سورۃ کہف لے کر نازل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ سے کہا آپ نے آنے میں تاخیر کی جبرئیلؑ نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی چیز کو لانے پر قدرت نہیں رکھتے تو اللہ عزوجل نے نازل کیا اَمْ حَسِبْتَ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے۔ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے پھر ان کی داستان بیان کی ہے اور فرمایا

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۔ جب کچھ جوانوں نے غار میں پناہ لی تو انھوں نے کہا اے ہمارے ربّ تو ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں صحیح راہنمائی فرما۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اصحاب کہف ورقیم ایک ظالم اور متکبر

بادشاہ کے زمانے میں تھے وہ اپنی مملکت کے باشندوں کو بت پرستی کی دعوت دیتا تھا اور جو اس کی دعوت پر لبیک نہیں کہتا تھا وہ اسے قتل کر دیتا تھا اور یہ لوگ مومن تھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے بادشاہ نے شہر کے دروازے پر اپنے نمائندے مقرر کر رکھے تھے اور وہ کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ دیتے تھے جب تک وہ بتوں کو سجدہ نہ کرلے۔ یہ لوگ شکار کی غرض سے نکلے اور ہوا یہ کہ یہ لوگ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے جو ان کے راستے میں تھا ان لوگوں نے اسے اپنے امر کی طرف دعوت دی لیکن اس چرواہے نے ان کی دعوت قبول نہ کی اور چرواہے کے ساتھ ایک کتا تھا کتے نے ان لوگوں کی دعوت کو قبول کرلیا اور ان کے ساتھ نکل پڑا امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ چوپاؤں میں سے صرف تین جانور جنتی ہیں۔ بلعم بن باعورا کا گدھا یوسف کا بھیڑیا اور اصحاب کہف کا کتا۔ تو اصحاب کہف شکار کرنے کے بہانے بادشاہ کے دین سے نکل کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوئے جب شام کا وقت ہوا تو وہ غار میں داخل ہوئے اور کتا اُن کے ساتھ تھا اللہ تعالیٰ نے اُن پر نیند کو غالب کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

تو پھر ہم نے غار میں ان کے کانوں پر کئی برس کے لیے پردہ ڈال دیا۔ وہ لوگ سو گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ اور اُس کی رعایا کو ہلاک کر دیا اور وہ زمانہ بیت گیا اور دوسرا زمانہ آ گیا اور دوسری قومیں بس گئیں اس کے بعد وہ بیدار ہوئے تو انھوں نے ایک دوسرے سے کہا ہم اس جگہ کتنے عرصے تک سوئے رہے؟ انھوں نے سورج کی طرف نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سورج بلند ہو چکا ہے تو وہ کہنے لگے کہ ہم ایک دن یا دن میں کچھ دیر کے لیے سوئے تھے پھر انھوں نے کسی ایک سے کہا تم یہ سکہ لے کر شہر میں اجنبی بن کر جاؤ کہ وہ تمھیں پہچان نہ سکیں اور ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کرو اس لیے کہ اگر انھیں ہمارے بارے میں علم ہو گیا اور انھوں نے ہمیں پہچان لیا تو ہمیں مار ڈالیں گے یا اپنے مذہب کا پیروکار بنالیں گے۔

وہ شخص آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے زمانے کا شہر تبدیل ہو چکا ہے اور یہ دیکھا کہ کوئی اور قوم یہاں آ کر بس گئی ہے اس نے ان لوگوں کو پہچانا بھی نہیں اور انھوں نے اس کی زبان کو نہیں سمجھا اور نہ ہی یہ اُن کی زبان سے واقف تھا۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ اس نے انھیں ماجرے سے آگاہ کر دیا تو اس شہر کا بادشاہ اپنے خواص کے ساتھ روانہ ہوا اور اس کے ساتھ وہ شخص بھی تھا وہ لوگ غار کے دہانے پر پہنچ گئے، اور ان کے بارے میں آگاہی حاصل کرنے لگے کچھ نے کہا یہ تین لوگ تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔ اور کسی نے کہا وہ پانچ افراد تھے اور چھٹا اُن کا کتا تھا اور کسی نے کہا وہ سات اشخاص تھے اور آٹھواں ان کا کتّا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آنے والوں پر رعب کا حجاب ڈال دیا تھا لہٰذا کوئی شخص بھی غار کے اندر جانے کی ہمت نہیں کر رہا تھا سوائے اس شخص کے جو اصحاب کہف کا ساتھی تھا۔

جب یہ شخص اُن لوگوں کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ لوگ خوف زدہ ہیں کہ دقیانوس بادشاہ کے ساتھیوں

نے ان کا کھوج لگا لیا ہے ان کے ساتھی نے بتایا کہ یہ سب اتنے طویل عرصے تک محوِ خواب تھے اور یہ کہ یہ لوگ انسانوں کے لیے نشانی بن گئے ہیں۔ انھوں نے گریہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ دوبارہ انھیں اسی طرح سلا دے جس طرح پہلے نیند طاری کردی تھی۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا ہمیں چاہیے کہ ہم اس جگہ مسجد بنادیں اور ہم اس مسجد کی زیارت کو آتے رہیں یہ مومنین کی جماعت تھی ہر سال ان کے لیے دو کروٹیں تھی وہ چھ مہینے دائیں کروٹ سوتے تھے اور چھ مہینے بائیں کروٹ اختیار کرتے تھے اور ان کے ساتھ جو کتا تھا وہ غار کے صحن میں اپنے بازو پھیلائے ہوئے تھا۔[1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾

فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾

ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ﴿۱۲﴾

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾

وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَٰهًا ۖ لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

ع ۱۲/۱۳

۱۰۔ جب کچھ جوانوں نے غار میں پناہ لی تو انھوں نے کہا اے ہمارے ربّ تو ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں صحیح راہنمائی فرما۔

۱۱۔ تو پھر ہم نے غار میں ان کے کانوں پر کئی برس کے لیے پردہ ڈال دیا۔

۱۲۔ پھر ہم نے انھیں اٹھایا تا کہ ہم دیکھیں کہ ان دو گروہوں میں سے کون اپنی مدت قیام کا صحیح شمار کرتا ہے۔

۱۳۔ ہم ان کے صحیح واقعات آپ کو سناتے ہیں یہ چند نوجوان تھے جو اپنے ربّ پر ایمان لائے تھے اور ہم نے اُن کی ہدایت میں اضافہ کر دیا تھا۔

۱۴۔ اور ہم نے اُن کے دلوں کو استحکام بخشا تھا جب وہ اٹھے اور انھوں نے برملا کہا ہمارا پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا ربّ ہے ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکاریں گے اگر ہم نے ایسا کیا تو وہ بالکل بیجا بات ہوگی۔

۱۰۔ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ۔

جب کچھ جوانوں نے غار میں پناہ لی۔

فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً۔

تو انھوں نے کہا اے ہمارے ربّ تو ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما جو ہماری مغفرت، ہمارے رزق

اور دشمنوں سے امن کا موجب ہو۔

وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا-

کفار سے علاحدہ ہونے کے بعد ہمیں جوامر درپیش ہے اس میں ہماری راہنمائی فرما۔

رَشَدًا-

تاکہ اس کی وجہ سے ہم راہ راست پر گام زن رہیں اور ہدایت یافتہ ہو جائیں۔

۱۱- فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ -

پھر ہم نے ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا ایسا پردہ جو سننے میں رکاوٹ بن جائے یعنی ہم نے انھیں اس طرح سلا دیا کہ آوازیں انھیں بیدار نہ کرسکیں۔

فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا-

غار میں کئی برسوں کے لیے۔

۱۲- ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ-

پھر ہم نے انھیں بیدار کیا۔

لِنَعْلَمَ -

تاکہ اس کے بعد ہمارا ازلی علم معلوم کی منزل میں آجائے اور اُن پر ظاہر ہو جائے۔

اَيُّ الْحِزْبَيْنِ-

ان دو مختلف گروہوں میں سے کون۔

اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا-

اپنی مدت قیام کے عرصے کا صحیح تعین اور شمار کرتا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ-

ہم اُن کے صحیح واقعات آپ کو سناتے ہیں۔

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ -

یہ کچھ جوان افراد تھے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے کسی شخص سے کہا یہ بتاؤ تمھارے نزدیک فتیٰ سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا فتیٰ سے مراد جوان ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد مومن ہے۔ اصحاب کہف بوڑھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی وجہ سے انھیں لفظ فتیٰ سے خطاب کیا ہے۔[1]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۹۰ ح ۵۹۰

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایت ہے البتہ یہ اضافہ ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ وہ سب کے سب (کُہول) ادھیڑ عمر کے تھے اور مزید فرمایا مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ واتَّقٰی فَھُوَ الفتٰی کہ جو بھی اللہ پر ایمان لایا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا وہی فتیٰ ہے۔[۱]

اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ۔

وہ اپنے ربّ پر ایمان لائے تھے۔

وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى۔

توفیق اور ثابت قدمی کی وجہ سے ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ابو طالب کی مثال اصحاب کہف جیسی ہے جنھوں نے ایمان کو مخفی رکھا اور شرک کو ظاہر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دو مرتبہ اجر عطا کیا۔[۲]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کسی فرد کا تقیہ اصحاب کہف کے تقیہ کو نہ پہنچ سکا اس لیے کہ وہ لوگ عید بھی مناتے تھے اور زُنّار (جنیو) بھی باندھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دو مرتبہ اجر عطا کیا۔[۳]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اصحاب کہف نے ایمان کو چھپایا اور کفر کو ظاہر کیا اور انھیں کفر کے ظاہر کرنے کا اجر ایمان کو پوشیدہ رکھنے کے مقابل میں زیادہ ملا۔[۴]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اصحاب کہف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا اگر تمھاری قوم کو اس بات کے لیے مکلف کیا جائے جس امر کے لیے اُن کی قوم کو مکلف کیا گیا تھا۔ تو سوال کیا گیا ان کی قوم کو کس بات کے لیے مکلف کیا گیا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ انھیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے شرک کرنے کے لیے مکلف کیا گیا تھا تو انھوں نے مشرکین کے سامنے شرک کا اظہار کیا اور اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ انھیں کشائش ملی اور غم سے نجات مل گئی۔[۵]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اصحاب کہف جب نکلے تھے تو نہ انھیں معرفت تھی اور نہ ہی ان کی کوئی منزل تھی جب وہ صحرا سے گزرے تو انھوں نے ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیے اِس نے اُس سے اور اُس نے اِس سے عہد و پیمان لیا پھر انھوں نے کہا اب تم اپنا معاملہ ظاہر کرو انھوں نے جب اپنا معاملہ ظاہر کیا تو سب کا امر اور مقصد ایک تھا۔[۶]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۳ ح ۱۱ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۴۸ ح ۲۸
(۳) الکافی ج ۲ ص ۲۱۸ ح ۸ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۳ ح ۹
(۴) و (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۳ ح ۱۰ اور ۸ (۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۲ ح ۶۲

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَی الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

وَ تَرَی الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع ۲ ۵ ۱۴

۱۵- یہ ہماری قوم ہے جس نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا لیے ہیں یہ لوگ اُن کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ آخر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا۔

۱۶- اور جب تم نے اُن سے اور خدا کے علاوہ ان کے تمام معبودوں سے علاحدگی اختیار کرلی ہے تو چلو اب غار میں چل کر پناہ لو تمھارا ربّ اپنی رحمت کا دامن تمھارے لیے وسیع کردے گا اور تمھارے معاملے میں تمھارے لیے آسانیاں فراہم کرے گا۔

۱۷- اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کی غار سے داہنی طرف ہٹ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان کے بائیں جانب سے کترا کر نکل جاتا ہے اور وہ غار کے اندر کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اللہ جس کی ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور اللہ جسے گمراہی میں رہنے دے تو پھر آپ اُس کے لیے کوئی ولی مرشد نہیں پائیں گے۔

۱۵- هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً۔

یہ ہماری قوم ہے جس نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا لیے ہیں۔

لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ۔

یہ لوگ ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے اور یہ درحقیقت سرزنش ہے اس لیے کہ اس بارے میں کسی دلیل کا لانا محال ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا۔

آخر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا یعنی اس کی طرف شرک کی نسبت دی۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس آیت میں یہ رہنمائی ہے کہ وہ لوگ ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے۔

۱۶-وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ-

وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ جب تم نے اُن سے علاحدگی اختیار کرلی ہے۔

وَ مَا يَعْبُدُوْنَ-

اور تم نے ان کے معبودوں یا ان کی عبادتوں سے اپنے آپ کو جدا کرلیا ہے۔

اِلَّا اللّٰهَ-

خدا کے علاوہ۔

فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ-

تو چلو غار میں چل کر پناہ لو۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ-

تمھارا ربّ اپنی رحمت کا دامن تمھارے لیے وسیع کردے گا۔

وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا-

اور تمھارے معاملے میں تمھارے لیے آسانیاں پیدا کردے گا۔

جس سے تم فائدہ اٹھاؤ گے چوں کہ انھیں خدا کے فضل پر پورا بھروسا تھا اور یقین کی قوت انھیں حاصل تھی۔

۱۷-وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ-

اور آپ سورج کو دیکھیں کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں طرف ہٹ جاتا ہے۔

یعنی سورج کی کرنیں ان پر نہیں پڑتیں تا کہ انھیں اذیّت نہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ غار جنوبی سمت میں رہی ہو۔

وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ-

اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو وہ اُن کے بائیں جانب سے کترا کر گزر جاتا ہے۔

وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ-

اور وہ غار کے وسیع علاقے میں ہیں یعنی اس کے درمیان میں ہیں انھیں نسیم صبا کی ٹھنڈک اور نرم ہوائیں بھی پہنچتی ہیں اور غار کی زحمتیں اور سورج کی تمازت طلوع و غروب کے وقت انھیں اذیّت نہیں پہنچاتی۔

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ-

یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ-

اللہ جسے ہدایت کی توفیق دیتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی تعریف وتوصیف ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلْ ۔

اور اللہ جسے گمراہی میں پڑا رہنے دے۔

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۔

تو اے نبی آپ ایسے شخص کے لیے کوئی ولی مرشد نہیں پائیں گے۔

کتاب توحید اور کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن ظالمین کو گمراہی میں پڑا رہنے دے گا اور کرامت کے گھر سے دور رکھے گا اور صاحبان ایمان اور عمل صالح بجالانے والوں کو اپنی جنت کی طرف رہبری کرے گا جیسا کہ ربّ العزت نے فرمایا۔ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (ابراہیم: ۲۷) (اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کرتا ہے) اور فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (یونس: ۹) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے ان کا ربّ ان کے ایمان کی وجہ سے انھیں جنات نعیم کی راہ دکھائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ [۱]

(۱) التوحید ص ۲۴۱ ح ۱ باب ۳۵ و معانی الاخبار ص ۲۰۔۲۱ ح ۱ باب معنی الھدیٰ والضلال

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾

۱۸۔تم انھیں دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں حال آں کہ وہ سو رہے ہیں اور ہم انھیں دائیں بائیں کروٹ دلواتے رہتے ہیں اور اُن کا کُتّا غار کے دہانے پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے اگر تم اُن کی کیفیت جان لیتے تو الٹے پاؤں بھاگ نکلتے اور تمھارے دل میں ان کی دہشت بیٹھ جاتی۔

۱۹۔ اور اسی طرح ہم نے انھیں دوبارہ اٹھایا تا کہ آپس میں پوچھ گچھ کریں۔ چناں چہ اُن میں ایک نے پوچھا تم یہاں کتنے دن ٹھہرے رہے تو وہ بولے ہم ایک دن رہے یا ایک دن سے بھی کم۔ انھوں نے کہا تمھارا پروردگار جانتا ہے کہ تم یہاں کتنے عرصے رہے ہو تم اپنے میں سے کسی ایک کو یہ سکّہ لے کر شہر کی طرف روانہ کرو وہ دیکھے کہ کون سا کھانا صاف ستھرا ہے تا کہ وہ تمھارے لیے سامان رزق فراہم کرے اور وہ ذرا ہوشیاری سے یہ کام کرے اور کسی کو تمھاری بھنک نہ پڑنے پائے۔

۱۸۔وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا۔

اور تم انھیں دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا تم ان کی آنکھوں کو کھلا ہوا دیکھو گے۔

(یعنی تم اگر انھیں دیکھو گے تو یہ سمجھو گے کہ وہ جاگ رہے ہیں حال آں کہ وہ درحقیقت سو رہے ہیں کہا گیا ہے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور وہ سانس لے رہے ہیں گویا کہ وہ گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں لیکن بات نہیں کرتے کہا گیا کہ وہ اسی طرح کروٹیں بدلتے ہیں جیسے کوئی بیدار شخص کروٹیں بدلتا ہے۔)

وَّهُمْ رُقُوْدٌ۔

حال آں کہ وہ سو رہے ہیں۔

وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ۔

اور انھیں سوتے ہوئے ہر سال دو مرتبہ دائیں طرف اور بائیں طرف کروٹ دلائی جاتی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے تاکہ ان کا بدن جو زمین سے متصل ہے طویل عرصے تک لیٹے رہنے کی وجہ سے زمین اسے کھا نہ جائے۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ۔

اور ان کا کتا غار کے دہانے پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے۔

اس سے پہلے کتے کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔

لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا۔

اگر تم ان کی کیفیت جان لیتے تو الٹے پاؤں بھاگ جاتے۔

وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔

اور تمھارے دل میں اُن کی دہشت بیٹھ جاتی۔

کہا گیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ نے انھیں ہیبت کا لباس پہنا دیا ہے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد نہیں ہیں بلکہ آپس میں مومنینِ مراد لیے گئے کیوں کہ ان پر اصحاب کہف کے حالات مخفی ہیں۔ [2]

۱۹–وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ۔

اور اسی طرح ہم نے انھیں دوبارہ اٹھایا۔

ہم نے انھیں سلایا وہ بھی آیت (نشانی) ہے اور انھیں اٹھایا یہ بھی آیت (نشانی) ہے اور ہمارے کمالِ قدرت پر دلیل ہے۔

لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ۔

تاکہ وہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں اور اپنے احوال سے واقف ہوں اور اللہ نے اُن کے ساتھ کیا کیا ہے یہ جان لیں تو اس طرح اُن کے یقین میں اضافہ ہو اور وہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ۔

چناں چہ اُن میں سے ایک نے پوچھا۔

كَمْ لَبِثْتُمْ۔

(۱) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۷۰۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۴ ح ۱۳

تم یہاں کتنے دن ٹھہرے رہے۔

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ۔

تو وہ بولے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔

اپنے اس گمانِ غالب کی بنیاد پر جتنا وہ عام طور سے سونے کے عادی تھے۔

قَالُوْا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ۔

انھوں نے کہا تمھارا ربّ بہتر جانتا ہے تم کتنے عرصے رہے ہو۔

کہا گیا ہے یہ اس وقت کہا جب انھوں نے اپنے ناخنوں اور بالوں کی لمبائی دیکھی پھر جب انھوں نے جان لیا کہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ ہوگیا ہے اور اب اس سے واقفیت کا کوئی اور راستا نہیں ہے تو انھوں نے یہ ارادہ کیا اور کہا

فَابْعَثُوْا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ إِلَى الْمَدِيْنَةِ۔

کہ تم یہ چاندی کا سکہ دے کر کسی کو شہر کی طرف روانہ کرو۔

فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَآ أَزْكٰى طَعَامًا۔

وہ دیکھے کہ کون سا کھانا صاف ستھرا ہے؟

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ بہترین کھانا کون سا ہے؟[1]

کتاب محاسن میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے أَزْكٰى طَعَامًا سے مراد کھجور ہے۔[2]

میں (فیضِ کاشانی) کہتا ہوں کہ أَيُّهَآ میں ضمیر بارز اطعمہ کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ مدینہ کی طرف جس سے مراد شہر کے باشندے ہوں جیسا کہ جمہور کا خیال ہے۔

فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ۔

تاکہ وہ تمھارے لیے سامانِ رزق فراہم کرے اور ذرا ہوشیاری سے کام لے اجنبی بنا رہے اور امر کو مخفی رکھے۔

وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا۔

اور کسی کو بھی تمھاری بھنک نہ پڑنے پائے۔

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۳۴ (۲) المحاسن ج ۲ ص ۳۳۷ ح ۲۱۵۶

اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ یَرْجُمُوْكُمْ اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ فِیْهَا ۚ اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

۲۰۔ یقیناوہ لوگ اگرتم پر قابو پاگئے توتمھیں سنگ سار کریں گے یا تمھیں اپنے مذہب کی طرف واپس لے جائیں گے اور اگر ایسا ہوگیا توتم ہرگز فلاح نہ پاؤ گے۔

۲۱۔ اور اسی طرح ہم نے شہروالوں کوان کے احوال سے باخبر کردیا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور بلاشبہ قیامت کی گھڑی آکر رہے گی۔ یاد کرو جب وہ لوگ آپس میں اس بات پر بحث کررہے تھے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے کچھ لوگوں نے کہا کہ جہاں اصحاب کہف ہیں وہاں ایک عمارت بنادو، ان کا ربّ ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے مگر جولوگ ان کے معاملات پر غالب تھے۔ انھوں نے کہا ہم تو اس غار پر ایک مسجد تعمیر کریں گے۔

۲۰۔ اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ۔

یقیناوہ لوگ اگرتم پر قابو پاگئے۔

یعنی اگر شہر کے لوگ تمھیں پکڑنے پر کامیاب ہوگئے۔

یَرْجُمُوْكُمْ۔

تووہ سنگسار کرکے تمھیں قتل کردیں گے اور یہ قتل کرنے کا بدترین طریقہ ہے۔

اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ۔

یا تمھیں اپنے مذہب کی طرف واپس لے جائیں گے۔

تمھیں مجبور کریں گے کہ تم ان کا مذہب اختیار کرلو۔

وَلَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا۔

اور اگرتم ان کی ملّت میں داخل ہوجاؤ گے توہرگز فلاح نہ پاسکو گے۔

۲۱۔ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ۔

اور اسی طرح ہم نے شہر والوں کو ان کے حالات سے باخبر کر دیا۔

جس طرح ہم نے اُن پر نیند غالب کی اور انھیں دوبارہ اٹھا دیا تا کہ ان کی بصیرت میں اضافہ ہو ہم نے اسی طرح شہر والوں کو بھی اُن کے حالات سے باخبر کر دیا۔

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ وہی لوگ تھے جو غار کے دہانے تک گئے تھے۔[1]

لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ۔

تا کہ ہم نے جن لوگوں کو ان کے احوال سے باخبر کیا ہے وہ جان لیں کہ دوبارہ زندہ کیے جانے کا وعدہ برحق ہے۔

وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا۔

اور قیامت آ کر رہے گی اس کے واقع ہونے میں کسی کو کوئی شبہہ نہیں اس لیے کہ اصحاب کہف کے سونے اور جاگنے کا حال ایسا ہی ہے جیسے کوئی مرجائے اور دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔

حدیث نبوی میں آیا ہے کہ جس طرح تم سوتے اور جاگتے ہو اسی طرح تم مرو گے اور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔[2]

دوسری حدیث میں آیا ہے نیند کا آخری حصہ موت کا بھائی ہے۔[3]

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو لوگ مر چکے ہیں ان میں سے کافی مخلوقات دنیا میں واپس آئی جن میں سے اصحاب کہف بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں تین سونو (۳۰۹) سال کے لیے موت دی پھر انھیں ایسی قوم کے زمانے میں مبعوث کیا جو دوبارہ زندہ کیے جانے کے منکر تھے تا کہ اُن کے لیے دلیل فراہم کی جائے اور اللہ انھیں اپنی قدرت کا مشاہدہ کرا دے اور وہ لوگ جان لیں کہ دوبارہ زندہ کیا جانا برحق ہے۔[4]

اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ۔

یاد کرو جب وہ لوگ آپس میں اس بات پر بحث کر رہے تھے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے۔

ہم نے انھیں اس وقت راز سے مطلع کر دیا جب وہ امرِ دین کے بارے میں آپس میں بحث کر رہے ان میں سے کچھ یہ کہہ رہے تھے کہ صرف روح کو دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے اور کچھ کا یہ کہنا تھا کہ روح اور جسم دونوں مبعوث ہوتے ہیں تا کہ اصحاب کہف کو دیکھ کر ان کا اختلاف ختم ہو جائے اور اُن پر واضح ہو جائے کہ جسم و روح دونوں کو ایک ساتھ دوبارہ مبعوث کیا جائے گا۔[5]

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۳۴ (۲) ریاض السالکین ج ۲ ص ۲۳ (۳) الجامع الصغیر ج ۲ ص ۶۸۱ ح ۹۳۲۵
(۴) الاحتجاج ج ۲ ص ۸۸ (۵) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۸

اور احتجاج میں جو حدیث بیان کی گئی ہے اُس میں اِس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔[1]

اور کہا گیا ہے کہ "اَمۡرِھِمۡ" سے مراد اَمۡرُ الفتیة حین تو فاھم ثانیة ان جوانوں کا معاملہ ہے جب انھیں دوبارہ وفات دی گئی کچھ یہ کہہ رہے تھے کہ وہ مر گئے ہیں اور کچھ کا یہ کہنا تھا کہ یہ لوگ اسی طرح سو رہے ہیں جیسے پہلے سوئے تھے۔[2]

فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا۔

جب اصحاب کہف کو دوبارہ موت سے ہم کنار کیا گیا تو کچھ نے کہا کہ جہاں اصحاب کہف ہیں وہاں ایک عمارت بنا دو۔

رَبُّهُمۡ اَعۡلَمُ بِهِمۡ۔

(یہ جملہ معترضہ ہے) اُن کا ربّ ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔

قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤى اَمۡرِهِمۡ۔

مسلمانوں اور ان کے بادشاہ نے کہا جو اُن کے معاملات پر غالب تھے۔

لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا۔

ہم اس غار پر ایک مسجد بنا دیتے ہیں۔

مسلمان جس میں نمازیں پڑھیں اور اس جگہ سے برکت حاصل کریں۔

(۱) الاحتجاج ج ۲ ص ۸۸ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۸

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۫ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾

اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

وَ لَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾

۲۲۔ کچھ لوگ کہیں گے وہ تین افراد تھے چوتھا اُن کا کُتا تھا اور کچھ یہ کہیں گے وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کُتا تھا یہ اندھیرے میں تیر چلانا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ سات افراد تھے اور آٹھواں اُن کا کُتا تھا۔ اے نبی آپ فرما دیجئے کہ میرا ربّ ان کی تعداد سے اچھی طرح باخبر ہے اور ان کی تعداد کا علم کم لوگوں کو ہے۔ لہٰذا آپ ان کی بابت بحث نہ کریں سوائے سرسری بحث کے اور نہ ہی ان کی تعداد کے بارے ان میں سے کسی سے کچھ دریافت کریں۔

۲۳۔ اور کسی شے کے بارے میں یہ نہ کہیں کہ "میں کل یہ کام کروں گا"

۲۴۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے "اِن شاء اللہ" کہیں اور اگر یہ کہنا بھول جائیں تو اپنے ربّ کو یاد کریں اور یہ کہیں کہ ہوسکتا ہے میرا ربّ اس معاملے میں میری رہنمائی کردے اس بات کی طرف جو رشد و ہدایت سے قریب تر ہو۔

۲۵۔ وہ لوگ اپنی غار میں تین سو سال تک رہے اور کچھ نے اس میں نو کا اضافہ کر دیا۔

۲۲۔ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ۔

شہر کے لوگ کہیں گے اور ان کا بادشاہ یہ کہے گا کہ اصحاب کہف کی تعداد تین تھی اور چوتھا اُن کا کُتا تھا۔

اور کہا گیا ہے کہ کہنے والوں سے مراد اہلِ کتاب اور مومنین میں سے وہ لوگ ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں اصحاب کہف کے قصے کی چھان بین کر رہے تھے۔[1]

(۱) تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۸

وَ يَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۔

اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ ان کی تعداد پانچ تھی اور چھٹا اُن کا کتا تھا یہ اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ لوگ اصحاب کہف کے بارے میں جو بتلا رہے ہیں وہ ایک تخمینہ اور اندازہ ہے۔[1]

وَ يَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۔

اور کہتے ہیں کہ وہ سات افراد تھے اور آٹھواں اُن کا کُتا تھا۔

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ ۔

اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اُن کی تعداد سے میرا رب اچھی طرح باخبر ہے۔

مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۔

اور اُن کی تعداد کا علم کم لوگوں کو ہے۔

عامہ نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے اصحاب کہف کی تعداد سات تھی اور آٹھواں اُن کا کتا تھا اور طریق خاصہ سے بھی اسی جانب رہنمائی ملتی ہے جیسا کہ روضۃ الواعظین میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کعبہ کے سامنے سے قائم کے ساتھ ستائیس افراد نکلیں گے قوم موسیٰ علیہ السلام سے پندرہ افراد، جو حق کی راہ دکھاتے تھے اور اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے اور سات افراد اصحاب کہف میں سے اور یوشع بن نون اور سلمان اور ابودجانہ انصاری اور مقداد اور مالک بن اشتر یہ سب افراد قائم علیہ السلام کے سامنے اُن کے مددگار اور عہدے دار ہوں گے۔

فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۔

لہٰذا اے نبی آپ ان کی بابت بحث نہ کریں الا یہ کہ سرسری بحث ہو۔

اے پیغمبر آپ اہل کتاب سے جوانوں کے بارے میں کوئی بحث نہ کریں الّا یہ کہ ظاہری سرسری بحث ہو زیادہ گہرائی میں نہ جائیں آپ یہ کیجیے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ اصحاب کہف کے بارے میں جو کچھ بتلایا گیا ہے آپ اُن لوگوں سے بے کم وکاست بیان فرما دیجیے نہ انھیں جھٹلائیے اور نہ ہی ان کی تردید کیجیے۔

وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۔

اور نہ ہی ان کی تعداد کے بارے میں اُن میں سے کسی سے کچھ دریافت کریں۔

۲۳۔وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۔

اور کسی شے کے بارے میں یہ نہ کہیں کہ ”میں کل یہ کام کروں گا“

۲۴۔اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۴

آپ مشیت الٰہی کو اس میں شامل کیجیے اور ان شاء اللہ کہیے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ - اور اگر یہ کہنا کبھی بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں۔

یعنی اگر ان شاء اللہ کہنا بھول جائیں تو جب بھی یاد آجائے اسے کہہ لیں۔

تفسیر جوامع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب تک گفتگو ختم نہ ہوئی ہو ان شاء اللہ کہا جاسکتا ہے۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ" کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ یہ قسم کے موقع پر ہے جب تم یہ کہو واللہ لا افعل کذا و کذا "خدا کی قسم میں ہرگز یہ اور یہ نہ کروں گا" جب تمھیں یاد آئے کہ تم نے استثنا نہیں کیا ہے تو کہو ان شاء اللہ۔[2]

تفسیر عیاشی امام صادق علیہ السلام سے اس مفہوم سے متعلق متعدد روایات موجود ہیں۔[3] کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قسم میں استثناء ہے جب بھی یاد آجائے خواہ چالیس دنوں کے بعد یاد آئے اور آپ نے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[4]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بندے کو چاہیے کہ اگر بھول گیا ہو تو استثناء کرے۔ یعنی یہ کہے "اگر اللہ نے چاہا" خواہ اس بات کو چالیس دن گزر گئے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ یہودی آئے اور انھوں نے آنحضرتؐ سے چند چیزوں کے بارے میں سوالات کیے آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا تم کل آؤ میں تمھیں ان کے جوابات دوں گا اور استثناء نہیں کیا یعنی "اگر خدا نے چاہا" نہیں کہا جبرئیل امینؑ چالیس روز تک اُن کے پاس نہیں آئے پھر آئے اور فرمایا لَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ[5] کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ ۱۱۵) (اور البتہ ہم نے اس سے پہلے آدمؑ سے عہد لیا تھا تو وہ بھول گئے اور ہم نے اُن میں عزم نہیں پایا) جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور ان کی بیوی سے کہا لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (بقرہ ۳۵) (تم دونوں اس درخت کے قریب مت جانا) اور اس کا پھل نہ کھانا تو ان دونوں نے کہا ہاں اے پروردگار نہ تو ہم اس کے قریب جائیں گے اور نہ ہی اس کا پھل کھائیں گے انھوں نے اپنے قول میں استثناء نہیں کیا یعنی اقرار سے پہلے ان شاء اللہ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے نفوس کے اور ان کے ذکر کے سپرد کر دیا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی سے خطاب کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا - اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اب اگر میں اس

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۶۰ (۲) الکافی ج ۷ ص ۴۴۸ ح ۳

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۵ ح ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳ (۴) الکافی ج ۷ ص ۲۲۸ ح ۶

(۵) من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۲۹ ح ۸۱ ۱۰

کام کو انجام نہ دوں تو اللہ کی مَشیت آگے بڑھ جائے گی کہ میں اس کام کو نہ کروں اس طرح میں اس کام کرنے پر قدرت نہیں رکھوں گا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ یعنی اپنے عمل میں مَشیتِ الٰہی سے استثناء کرلیا کرو یعنی ان شاء اللہ کہو ۔[۱]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرایا تو اُن سے کہا اے آدم دیکھو تم اس درخت کے قریب نہ جانا انھوں نے کہا ہاں اور استثناء نہیں کیا۔ ان شاء اللہ نہیں کہا تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے یہ فرمایا لَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ سے لے کر اللہ کے قول إِذَا نَسِيتَ تک خواہ ایک سال بعد یاد آجائے ان شاء اللہ کہا کرو۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نسیان کے بعد اگر استثناء کرلے تو اسے مستثنٰی کا ثواب مل جائے گا حال آنکہ جب ایک مرتبہ گفتگو ختم ہوگئی اور اس کے بعد استثناء کیا گیا تو وہ کلام میں مؤثر نہیں ہوگا۔ جھوٹی قسم کو باطل قرار دینے میں اور قسم کے وقت کفارہ کو ختم کرنے میں [۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے کسی ضرورت کے لیے خط لکھنے کا حکم دیا جب خط کو لکھنے کے بعد امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو دیکھا کہ اس میں استثناء نہ تھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا تم کیسے امید رکھتے ہو کہ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے گا جب کہ اس میں استثناء نہیں ہے دیکھو اس خط میں جہاں بھی استثناء نہ ہو وہاں استثناء دو یعنی ان شاء اللہ لکھو [۴]

کتاب تہذیب میں اسی سے ملتی جلتی روایت موجود ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے دوات طلب کی اور فرمایا کہ تم اس میں ان شاء اللہ ملحق کردو تو ہر مقام پر ان شاء اللہ لکھ دیا گیا۔[۵]

قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا۔

اور یہ کہیں کہ ہوسکتا ہے میرا رب اس معاملے میں میری رہنمائی کردے جو رشد وہدایت کے قریب ہو۔

کہا گیا ہے کہ اس فراموش شدہ شے کے بدلے میں اللہ کسی دوسری چیز کی طرف میری رہنمائی کردے جو ہدایت سے زیادہ قریب ہو اور خیر ومنفعت کے نزدیک ہو یا یہ کہ جو ظاہری ہدایت ہے کہ مجھے اصحاب کہف کے حالات سے باخبر کر دیا گیا۔[۶]

۲۵۔وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ ۔ اور وہ لوگ اپنی غار میں تین سو سال تک رہے۔

وَازْدَادُوا تِسْعًا۔ اور کچھ نے اس میں نو کا اضافہ کر دیا یعنی ۳۰۹ سال رہے۔

---

(۱) الکافی ج ۷ ص ۴۲۸ ح ۲ (۲) الکافی ج ۷ ص ۴۴۸ ح ۲ (۳) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۱۶۱

(۴) الکافی ج ۲ ص ۶۷۳ ح ۷ (۵) تہذیب الاحکام ج ۸ ص ۲۸۱ ح ۱۰۳۰

(۶) الکشاف ج ۲ ص ۷۱۵ ، وانوار التنزیل ج ۲ ص ۱۰

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ؗ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

وَ اتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

۲۶-فرما دیجیے اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنا عرصہ ٹھہرے رہے۔ آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم اسی کے پاس ہے۔ کیا خوب ہے وہ دیکھنے والا اور سننے والا، اللہ کے سوا اُن کا کوئی اور سرپرست نہیں وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں بناتا۔

۲۷-اے نبی آپ پڑھ کر سنا دیجیے آپ پر جو وحی کی گئی ہے آپ کے ربّ کی کتاب میں اس کے کلمات کو تبدیل کرنے کا کوئی مجاز نہیں رکھتا اور نہ ہی آپ اس کے علاوہ کوئی جائے پناہ پائیں گے۔

۲۸-آپ اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں۔ جو اپنے ربّ کو صبح وشام پکارتے ہیں وہ رضائے پروردگار طلب گار ہیں اور آپ اپنی نگاہیں اُن سے نہ پھیریں کیا آپ دنیاوی زندگی کی زینت چاہتے ہیں؟ اور خبردار اس کا کہا نہ مانیے ہم نے جس کے دل کو اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشات کا اتباع کر لیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

۲۶- قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا-

فرما دیجیے کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنا عرصہ ٹھہرے رہے۔

یعنی ان کی مدّت اقامت غار میں کتنے عرصہ تک تھی جس بارے میں اہل کتاب اختلاف کر رہے تھے اور اللہ نے اس معاملے میں جو خبر دی ہے وہ برحق ہے اور یہ وہ بات ہے جسے مجمع البیان میں بیان کیا گیا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ کسی یہودی نے امیرالمومنین حضرت علی ابن طالب علیہ السلام سے اصحاب کہف کی مدّت قیام کے بارے میں سوال کیا تو امیرالمومنینؑ نے وہی مدّت بتائی جو قرآن میں بیان کی گئی ہے۔ یہودی نے کہا ہم تو اپنی

کتاب میں تین سو سال پاتے ہیں تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا وہ شمسی اعتبار سے ہے اور یہ قمری حساب سے ہے۔ [1]

قمیؒ میں ہے کہ یہ پہلی خبر پر عطف ہے جو اُن سے بیان کی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وہ تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے فرمایا کہ وہ لوگ اپنی غار میں تین سو نو سال ٹھہرے یہ ان لوگوں کا بیان ہے اور ان الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ وہ اطلاع دے رہے ہیں اور اس پر دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ قول ہے قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا اللہ جانتا ہے کہ وہ کتنے عرصے تک وہاں ٹھہرے رہے۔ [2]

لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم اُس کے پاس ہے یہ علم اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ۔

کیا خوب ہے وہ دیکھنے والا اور سننے والا

اس جملے کو تعجب کے انداز میں بیان کیا گیا اس امر کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے کہ امرِ خداوندی ادراک کے اعتبار اس حد سے باہر ہے جو ہر دیکھنے اور سننے والا ادراک کرتا ہے اس لیے کہ اللہ کے لیے کوئی شے حجاب نہیں بنتی اور اس کے سامنے لطیف اور کثیف، چھوٹے اور بڑے، خفی اور جلی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مَا لَهُمْ۔

اور آسمانوں اور زمین کے باشندوں کے لیے نہیں ہے۔

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ۔

اللہ کے سوا کوئی اور سرپرست جو ان کے امور کی نگرانی کرے۔

وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖ اَحَدًا۔

اور وہ اپنے فیصلوں اور اقتدار میں کسی کو شریک نہیں بناتا۔

۲۷-وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ۔

اے نبی آپ پڑھ کر سنا دیجیے جو آپ کے ربّ کی کتاب قرآن میں سے آپ پر وحی کی گئی ہے۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ۔

اس کے کلمات کو تبدیل کرنے کا کوئی مجاز نہیں۔

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔

اور نہ ہی آپ اس کے علاوہ کوئی جائے پناہ پائیں گے کہا جاتا ہے اِلْتَحَدَ الی کذا جب کوئی اس طرف

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۴۶۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۴

مائل ہوجائے۔

۲۸-وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ-

آپ اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو اپنے ربّ کو پکارتے ہیں۔

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ-

صبح وشام دن کے دونوں اطراف میں یا اکثر اوقات میں۔

تفسیر عیاشی میں صادقین سے مروی ہے کہ ان دونوں سے مراد نماز ہے۔[1]

يُرِيدُونَ وَجْهَهُ-

وہ رضائے پروردگار کے طلب گار ہیں اور اس کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں۔

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ-

اور آپ اپنی نگاہیں ان سے ہٹا کر اُن کے غیر ابنائے دنیا کی طرف نہ پھیریں۔

تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا-

کیا آپ دنیاوی زندگی کی زینت چاہتے ہیں؟

یعنی دنیاداروں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا-

اور خبردار اس کا کہا نہ مانیں ہم نے جس کے دل کو اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے۔

یعنی اسے تنہا چھوڑ دیا ہے۔

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ-

اور جس نے اپنی خواہشات کا اتباع کرلیا ہے۔

وَكَانَ اَمْرُهُ فُرُطًا-

اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

اس نے زیادتی کی ہے اور اس نے حق کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ یہ آیت حضرت سلمانِ فارسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کے پاس ایک چادر تھی جس میں وہ اپنا کھانا رکھتے تھے اور اسی چادر کو اپنے اوپر لپیٹ لیتے تھے اور وہی ان کے لیے چادر بن جاتی تھی اور یہ چادر اون کی بنی ہوئی تھی عُیینہ بن حصین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سلمان اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے عُیینہ کو سلمان کی چادر سے جو بو آرہی تھی اس سے اذیت پہنچی سلمان کو اس

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۶۲ ح ۲۵

چادر میں پسینہ آرہا تھا اور سخت گرمی کے دن تھے عُیینہ نے کہا یا رسول اللہ جب ہم آپ سے ملاقات کے لیے آئیں تو آپ انھیں اور ان کے گروہ کو اپنے پاس سے باہر نکال دیں اور جب ہم آپ کے پاس سے چلے جائیں تو آپ جنھیں چاہیں بُلالیں تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت ''وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ'' نازل فرمائی اور وہ شخص عُیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر الفزاری تھا۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت حضرت سلمان، ابوذر، صہیب، خبّاب اور ان کے علاوہ دیگر اصحاب نبی اور جو فقراء تھے اُن کے بارے میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ مؤلّفۃ القلوب عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس اور ان کے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ صدرِ مجلس میں تشریف لے آئیں اور ان لوگوں کو اور ان افراد کو جن کے بغلوں سے بدبو آرہی ہے ہم سے دور کردیں (اور وہ لوگ اون کے جبّے پہنے ہوئے تھے) تو ہم آپ کی خدمت میں آکر بیٹھیں اور آپ سے اَخذ کریں ہمیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے یہ لوگ مانع ہوتے ہیں جب آیت نازل ہوئی تو پیغمبرِ اکرم ان اصحاب کو تلاش کرنے لگے تو کیا دیکھا کہ وہ مسجد کے آخری حصّے میں ذکر الٰہی میں مصروف ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اللہ نے مجھے اس وقت تک موت نہیں دی جب تک مجھے حکم نہ دے دیا کہ میں اپنی اُمت کے کچھ افراد کے ساتھ صبر سے کام لوں انھیں کے ساتھ میری زندگی گزرے اور انھیں کے ساتھ موت واقع ہو۔[2]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۴ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۶۵

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

ع ۹ ۱۶

۲۹۔آپ فرما دیجیے کہ حق تمھارے پروردگار کی جانب سے ہے اب جس کا جی چاہے اسے مان لے اور جو چاہے اس کا انکار کردے ہم نے تو ظالمین کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انھیں گھیرے میں لے چکی ہیں وہ فریاد بھی کریں گے تو ایسے پانی سے اُن کی تواضع کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا اور اُن کا منہ بھون ڈالے گا یہ بدترین مشروب ہے اور جہنم بدترین ٹھکانا ہے۔

۳۰۔بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے تو یقیناً ہم بہترین عمل کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

۳۱۔ایسے لوگوں کے لیے سدا بہار جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہاں وہ سونے کے کنگنوں سے آراستہ کیے جائیں گے اور وہ باریک ریشم اور اطلس و دیبا کے سبز کپڑے زیب تن کریں گے اور اونچی مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے بہترین ثواب اور خوب صورت جائے قیام ہے۔

۲۹۔وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ۔

آپ فرما دیجیے کہ حق تمھارے پروردگار کی جانب سے ہے۔

یا مفہوم یہ ہوگا کہ وہی حق ہوتا ہے جو اللہ کی جانب سے ہو نہ وہ کہ خواہشات جس کا تقاضا کریں۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔

نجات اور ہلاکت کے راستے میں سے تم جسے چاہو اپنا لو تمھارے نفوس کو تمھاری مرضی کے مطابق اختیار

حاصل ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ یہ ایک طرح کی تنبیہ اور ڈراوا ہے۔[1]

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۔

ہم نے تو ظالمین کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے، مہیا کر رکھی ہے۔

اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۔

جس کی لپٹیں انھیں گھیرے میں لے چکی ہیں۔

سرادق شامیانے کو کہتے ہیں جس طرح شامیانہ ڈھانپ لیتا ہے اسی طرح آگ کی لپٹوں نے انھیں ڈھانپ رکھا ہے۔

وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا ۔

اور اگر وہ پیاس کی وجہ سے فریاد کریں گے۔

یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ ۔

تو ان کی تواضع ایسے پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا۔

یَشْوِی الْوُجُوْهَ ۔

وہ شدت حرارت کی وجہ سے ان کا منہ بھون ڈالے گا جب وہ پانی پینے کے لیے آگے بڑھے گا۔

بِئْسَ الشَّرَابُ ۔

یہ بدترین مشروب ہے۔

وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۔

اور جہنم بدترین ٹھکانا ہے۔

سَآءَتْ مُرْتَفَقًا اللہ کے قول حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا کے مشابہ ہے۔

بری ٹیک لگانے کی جگہ اور اچھی ٹیک لگانے کی جگہ

فرمایا کہ مُهْل اس تلچھٹ کو کہتے ہیں جو ابلتے ہوئے تیل کی تہہ میں رہ جاتی ہے۔

۳۰۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے۔

اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۔

تو یقیناً ہم بہترین عمل کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۶ ح ۲۶

۳۱۔أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۔

ایسے لوگوں کے لیے سدا بہار جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ ۔

وہاں وہ سونے کی کنگنوں سے آراستہ کیے جائیں گے۔

وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ ۔

اور وہ باریک ریشم اور اطلس و دیبا کے سبز کپڑے زیب تن کریں گے۔

مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۔

اور اونچی مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے اس ہیئت میں جو صاحبانِ نعمت کی ہوتی ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

الْأَرَائِكِ سے مراد ایسا تخت ہے جسے دلہن کے حُجلے کی طرح سنوارا گیا ہو۔[1]

نِعْمَ الثَّوَابُ ۔

بہترین ثواب جنت اور اس کی نعمتیں ہوں گی۔

وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۔

اور خوب صورت جائے قیام ہوگی جو آراستہ و پیراستہ ہوگی۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ سبز لباس کنایہ ہے ان کے مثالی اجسام سے جو برزخ کے دوران ہوں گے جو اس دنیا کے سواد اور عالم اعلیٰ کے بیاض کے درمیان میں ہے اس لیے کہ سبز رنگ مرکب ہے کالے اور سفید رنگ سے اور کپڑے کا باریک ہونا اور موٹا ہونا ایک طرح کا کنایہ ہے کہ دونوں مراتب لطافت میں مختلف ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۶

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾

وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا ﴿۳۵﴾

۳۲-اے محمدؐ آپ اُن کے سامنے ایک مثال پیش کر دیں دو شخص تھے ان میں سے ایک کے لیے انگور کے دو باغ تھے اور ہم نے اس کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑھ لگا دی اور ان کے درمیان زراعت بھی قرار دی۔

۳۳- دونوں باغات خوب پھلے پھولے اور بار آور ہونے میں ذرا سی کسر بھی نہ چھوڑی اور ہم نے ان باغات کے درمیان نہر بھی جاری کر دی۔

۳۴-اور جب اسے فائدہ حاصل ہوا تو ایک دن وہ اپنے ہمسائے سے گفتگو کے دوران کہنے لگا کہ میں تجھ سے زیادہ مال اور افرادی طاقت رکھتا ہوں۔

۳۵-اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر گویا ہوا میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی۔

۳۲-وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا - کافر اور مومن کے لیے مثال بیان کر دیجیے۔

رَّجُلَيْنِ - دو آدمیوں کا حال۔

تفسیر قمیؒ میں ہے یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس کے دو بڑے بڑے باغات تھے جن میں بہت زیادہ پھل لگتا تھا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان کیا ہے اور ان باغات میں کھجور کے درخت، زراعت اور پانی بھی تھا اور اس کا ایک پڑوسی تھا جو نادار تھا تو مال دار شخص نے نادار کے مقابل میں فخر کیا۔[1]

جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ - ہم نے ان میں سے ایک کو دو باغ دیے تھے۔

مِنْ أَعْنَابٍ - انگور کے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۵

وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ ۔ اور ہم نے اس کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑھ لگا دی۔ کھجور کے درختوں نے ان باغات کو گھیر رکھا تھا۔

وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا ۔ اور ہم نے ان باغات کے درمیان میں قرار دیا تھا۔

زَرْعًا ۔ کھیتی باڑی، زراعت۔

۳۳۔كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا ۔ دونوں باغات ایسے تھے جو پھل دار تھے۔

وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ ۔ اور اُن کے پھلوں میں کوئی کمی نہ تھی۔

شَيْئًا ۔ ذرا سی بھی جس طرح دوسرے باغات میں ہوتا ہے ایک سال مکمل طور سے پھل آتا ہے اور دوسرے سال پھلوں میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔

وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۔ اور اُن باغات کے درمیان ہم نے نہر بھی جاری کردی۔

تاکہ دونوں باغات سیراب ہوں اور ان کے حسن میں اضافہ ہو۔

۳۴۔وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۔ اور اس شخص کے پاس ان دو باغات کے علاوہ بھی مال و متاع تھا۔

مِنْ ثَمَرِ مَالِهٖ اِذَا كَاثَرَهٗ جب اس نے اپنے مال کے فائدے میں اضافہ کرلیا۔

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ ۔ تو ایک دن وہ اپنے ہمسائے سے گفتگو کے دوران کہنے لگا۔

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۔ کہ میں تجھ سے زیادہ مال اور افرادی طاقت رکھتا ہوں۔

یعنی میری اولاد اور میرے مددگار موجود ہیں۔

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ ۔ اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا۔

وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۔ اور وہ اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا۔

وہ اپنے کفر اور اپنے عُجب (خود پسندی) کی وجہ سے اپنے نفس پر ظلم ڈھا رہا تھا۔

قَالَ مَا اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ ۔ میں نہیں سمجھتا کہ فنا ہوجائے گا۔

هٰذِهٖٓ ۔ یہ باغ۔

اَبَدًا ۔ کبھی بھی ہرگز ہرگز۔

یہ خیال اسے اپنی طویل آرزوؤں، اور غفلت میں پڑے رہنے اور مہلت ملنے کے باوجود غافل ہونے کی بنیاد پر تھا۔

وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ؕ﴿۳۷﴾

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّىْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۚ﴿۳۹﴾

۳۶۔اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی اور اگر مجھے میرے پروردگار کی طرف پلٹایا گیا تو میں اس سے بہتر ٹھکانا حاصل کرلوں گا۔

۳۷۔اس کے ہمسائے نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا کیا تو نے اس ہستی کا انکار کردیا جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے خلق فرمایا پھر تجھے مکمل آدمی بنا کر کھڑا کردیا۔

۳۸۔لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے تو اللہ ہی میرا ربّ ہے اور میں اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔

۳۹۔اے کاش جب تم اپنے باغ میں داخل ہو رہے تھے تو یہ کہتے ماشاء اللہ لاقوۃ الّا باللہ (یعنی جو کچھ اللہ چاہے وہی ہوگا اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں ہے) جب تم یہ دیکھ رہے تھے کہ میں مال اور اولاد کے اعتبار سے تم سے کم ہوں۔

۳۶۔وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً۔

اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی۔

وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ۔

اور اگر میرے ربّ کے پاس مجھے پلٹایا گیا۔

دوبارہ زندہ کر کے جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو۔

لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا۔

تو میں اس سے بہتر ٹھکانا حاصل کرلوں گا۔ میرا انجام بہتر ہوگا۔

۳۷۔قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ۔

اس کے ہمسائے نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا۔

اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ۔

کیا تو نے اس ہستی کا انکار کردیا جس نے تجھے تراب سے خلق کیا۔

تراب ہی تیرے مادہ کی اصل اور حقیقت ہے اور تیرے اصل کا مادہ ہے۔

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ۔ پھر نطفہ سے خلق کیا۔

اس لیے کہ یہ نطفہ تیرا قریبی مادّہ ہے۔

ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا۔

پھر تجھے مکمل آدمی بنا کر کھڑا کردیا۔

پھر تجھے اعتدال بخشا اور تجھے ایک مکمل انسان بنایا نر، بالغ اور بھرپور مرد۔

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ۔

لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے وہ اللہ ہی میرا ربّ ہے۔

لٰكِنَّا کی اصل ہے لکن انا لیکن میں

وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا۔ اور میں اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔

۳۹۔وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ۔ اے کاش جب تم اپنے باغ کے اندر جارہے تھے۔

قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ تم ماشاء اللہ (جیسا اللہ نے چاہا) کہتے۔

لفظ ماشاء اللہ اس بات کا اقرار ہے کہ یہ باغات اور اس میں جو کچھ ہے اگر اللہ چاہے گا تو باقی رکھے گا اور اگر چاہے گا تو اسے تباہ کردے گا۔

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اللہ کے سوا کوئی اور قوت نہیں ہے۔

اورتم یہ کہتے لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اپنے نفس کی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے اور اللہ کی قدرت کو تسلیم کرتے ہوئے اور تم نے جو ان باغات کو بنایا اور بسایا ہے اور اس کے لیے تدبیریں کی ہیں تو یہ سب اللہ کی مدد اور قدرت کی وجہ سے ہے۔

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا۔

جب تم یہ دیکھ رہے تھے کہ میں مال اور اولاد کے اعتبار سے تم سے کم ہوں۔

فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾

ع ۵ ۱۷ ۱۳

۴۰۔تو ہوسکتا ہے کہ میرا ربّ تمھارے باغ سے بہترین باغ مجھے عنایت فرما دے اور تمھارے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس کی وجہ سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے۔

۴۱۔یا ان باغات کا پانی زمین کی گہرائی میں چلا جائے اور تم اسے پا نہ سکو۔

۴۲۔آخرکار اس کے پھلوں کو آفت نے گھیر لیا اور وہ اپنی سرمایہ کاری پر کف افسوس ملتا رہ گیا اور یہ باغ اپنی ٹہنیوں پر اوندھا گرا ہوا تھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا اے کاش میں اپنے ربّ کے ساتھ کسی اور کو شریک قرار نہ دیتا۔

۴۳۔اور اللہ کے علاوہ کوئی گروہ بھی اس کا مددگار نہ تھا اور وہ ہم سے بدلہ بھی نہ لے سکتا تھا۔

۴۴۔اس وقت معلوم ہوا کہ اقتدار تو صرف خدائے برحق کے لیے ہے وہی بہترین ثواب دینے والا ہے اور وہی انجام بخیر کرنے والا ہے۔

۴۰۔فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ۔

تو ہوسکتا ہے کہ میرا ربّ تمھارے باغ سے بہترین باغ مجھے عنایت فرمادے۔

دنیا اور آخرت میں میرے ایمان کے سبب۔

وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ۔

اور تمھارے کفر کی وجہ سے تمھارے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے۔

حُسبان حساب کی جمع ہے عذاب، مصیبت اور آفت جیسے بجلی وغیرہ۔

اور کہا گیا ہے کہ حُسبان حساب کے مفہوم میں ہے مراد یہ ہے کہ اس باغ کے مقدر میں تباہی لکھ دے۔[1]

فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا -

جس کی وجہ سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے۔

زَلَق ایسی چکنی زمین جس پر پھسلن ہوجاتی ہے کیوں کہ اس زمین میں نباتات اور درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں۔ تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اسے جلا دیا جائے۔

۴۱-أَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا -

یا ان باغات کا پانی زمین کی گہرائی میں چلا جائے۔

فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا -

اور تم اسے پا نہ سکو۔

۴۲-وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ -

آخر کار اس کے پھلوں کو آفت نے گھیر لیا۔

اس کا سارا مال ختم ہوگیا جیسا کہ اس کے پڑوسی نے کہا تھا۔

اُحیط گھیر لیا گیا جیسے کسی دشمن نے اسے گھیر لیا ہو جب اسے گھیر لیا تو وہ اس پر غالب آ گیا اور جب غالب آ گیا تو اسے ہلاک کر ڈالا اور اسی کی مانند ہے اَتٰی عَلَيْهِ جب اسے ہلاک کر دیا جائے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ خداوندعالم نے ان باغات کی طرف آگ کو بھیجا جس نے انھیں خاکستر کر دیا اور نہر کا پانی زمین میں چلا گیا۔[2]

فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ -

اور وہ کفِ افسوس ملتا رہ گیا۔

حسرت اور شکستہ دلی کے عالم میں۔

عَلٰى مَآ أَنْفَقَ -

اپنی سرمایہ کاری پر۔ جو اس نے باغات کو بنانے پر خرچ کیا تھا۔

وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوشِهَا -

اور یہ باغ اپنی ٹہنیوں پر اوندھا گرا ہوا تھا۔

انگور کی بیل زمین پر گری ہوئی تھی اور اس کے اوپر انگور گرے ہوئے تھے۔

---

(۱) کشاف ج ۲ ص ۴۷۳ و انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۳

(۲) تفسیر مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۴۷۲

وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا -

اور وہ کہہ رہا تھا کاش میں اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانتا یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی نصیحت کو یاد کر رہا ہے اور اسے معلوم ہوگیا کہ یہ سب کچھ اس کے شرک اختیار کرنے کی وجہ سے ہوا ہے اب یہ خواہش کر رہا ہے کہ اے کاش اگر وہ مشرک نہ ہوتا تو اللہ اس کے باغ کو تباہ نہ کرتا۔

۴۳-وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ -

اور اللہ کے علاوہ کوئی گروہ بھی اس کا مددگار نہ تھا۔

کہ ہلاکت کو اس سے دور کردے یا ہلاک شدہ کو واپس دلا دے صرف اللہ ہی اس بات پر قدرت رکھتا ہے۔

وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا -

اور وہ بدلہ بھی نہ لے سکتا تھا۔

اس کے لیے اللہ سے انتقام لینا بھی محال تھا۔

۴۴-هُنَالِكَ -

اس وقت معلوم ہوا۔ اس حالت میں پتا چلا۔

اور کہا گیا ہے آخرت میں۔[1]

اَلْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ -

اقتدار تو صرف خدائے برحق کے لیے ہے۔

نصرت و مدد صرف اسی کے لیے اس کا غیر اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

اور اگر لفظ وِلایۃ ہو واو کے زیر کے ساتھ تو مفہوم یہ ہوگا کہ غلبہ اور حکومت صرف اللہ کے لیے ہے۔

هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا -

وہی بہترین ثواب دینے والا ہے اور وہی انجام بخیر کرنے والا ہے۔

یعنی اولیاء اللہ کو یہ انعام ملے گا۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۰۔ ۶ ص ۴۷۲

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

۴۵-اے نبی آپ انھیں دنیاوی زندگی کی مثال اس طرح سمجھایئے کہ جیسے ہم نے آسمان سے پانی نازل کردیا اس سے زمین کی نباتات مل کر خوب روئیدگی ہوئی پھر آخر میں وہ ریزہ ریزہ ہوگئی جسے ہوائیں اِدھر سے اُدھر اڑانے لگیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۴۶-مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تمھارے ربّ کے نزدیک ثواب اور امید کے اعتبار سے بہترین ہیں۔

۴۵-وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا-

اے نبی آپ انھیں دنیاوی زندگی کی مثال اس طرح سمجھایئے۔

جو اپنی رونق اور چہل پہل میں اور جلدی سے ختم ہوجانے میں۔

كَمَآءٍ-

پانی سے مشابہت رکھتی ہے۔

اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ-

جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا۔

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ-

اس میں زمین سے نباتات مل کر خوب روئیدگی ہوئی۔

پانی کی وجہ سے پودے گھنے ہوئے اور باہم مل گئے یعنی ایک دوسرے میں مخلوط ہوگئے۔

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا-

پھر آخر میں وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئی۔

تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ-

جیسے ہوائیں اِدھر سے اُدھر اڑانے لگیں۔

ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہاں پر کبھی کوئی چیز اگی نہیں تھی۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا۔

اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

خواہ انھیں ازسرنو ایجاد کرنا ہو یا فنا کرنا مقصود ہو۔

۴۶-اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔

عن قریب وہ فنا ہو جائیں گے۔

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔

اور باقی رہ جانے والی نیکیاں۔

اعمال خیر اور بر (نیکی) وہ ہے جس کے ثمرات ابدالآباد تک باقی رہیں گے۔

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ۔

وہ تمھارے ربّ کے نزدیک مال اور اولاد سے بہتر ہیں۔

ثَوَابًا۔

جو ثواب ملنے والا ہے اس اعتبار سے۔

وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔

اور امید کے اعتبار سے بہترین ہیں۔

اس لیے کہ اعمالِ خیر بجالانے والا دنیا میں جو بھی امید رکھتا تھا اسے آخرت میں پائے گا۔ کتاب تہذیب اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ فرمایا ہے "اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" تو اگر بندہ آٹھ رکعت نماز آخرِ شب میں پڑھے گا تو وہ آخرت کی زینت ہوگی۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ "وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ" سے مراد نمازیں ہیں جن کی حفاظت کرنی چاہیے یعنی انھیں پابندی کے ساتھ پڑھا جائے۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد نماز پنج گانہ ہے۔[3]

ابن عقدہ نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام نے حصین بن عبدالرحمان سے کہا

---

(۱) تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۱۲۰ ح ۴۵۵ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۶۷ ح ۳۳ (۲) تفسیر عیاشی ج ص ۳۲۷ ح ۳۱
(۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۴۷۴

کہ تم ہماری مودّت کو معمولی نہ سمجھو ہماری مودت باقیات صالحات میں سے ہے۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنی سپر (ڈھال) اٹھالو لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا دشمن آگیا ہے۔ فرمایا نہیں لیکن ڈھال اٹھالو تاکہ جہنم سے محفوظ رہو۔ انھوں نے سوال کیا یا رسول اللہؐ ہم ڈھال کس طرح اٹھائیں فرمایا کہو ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط'' اس لیے کہ یہ تسبیحات قیامت کے روز آئیں گی اور ان کے مقدمات (جو آگے ہو) اور مؤخرات (جو پیچھے ہو) ہوں گے اور وہی باقیات الصالحات ہیں۔ [۲]

تفسیر قمیؔ میں ہے فرمایا الباقیات الصالحات سے مراد ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط'' ہے سورہ مریم میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ [۳]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے قریب سے گزرے جو اپنے باغ میں کچھ کاشت کر رہا تھا آپ نے ٹھہر کر اس سے فرمایا کیا میں تمھیں ایسی کاشت بتادوں جس کی جڑ ثابت ہو اور جس کا پھل جلدی نکل جائے اور پاکیزہ اور باقی رہنے والا ہو؟ ان نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ میری رہنمائی فرمایئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا جب صبح کا وقت ہو اور شام کا ہنگام ہو تو کہو ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط'' اگر تم نے یہ کہا تو یاد رکھو ہر تسبیح کے عوض جنت میں دس درخت مختلف پھلوں والے ملیں گے اور یہی باقیات الصالحات ہیں۔ [۴]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۴۷۴ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۷ ح ۳۳

(۳) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۳ (۴) الکافی ج ۶ ص ۵۰۶ ح ۴

وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿۴۷﴾

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً إِلَّا أَحْصٰهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴿۴۹﴾

ع ۵ ۱۸

۴۷۔ اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے اور ہم اس روز سب کو اکٹھا کریں گے اور اُن میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔

۴۸۔ اور ان سب کو آپ کے ربّ کے حضور صف در صف پیش کیا جائے گا۔ ارشاد ہوگا کہ تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جس طرح ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہم نے تمھارے لیے کوئی وعدہ گاہ مقرر ہی نہیں کی ہے۔

۴۹۔ اور نامۂ اعمال کو سامنے رکھ دیا جائے گا تو اے نبیؐ آپ دیکھیں گے کہ مجرمین نامۂ اعمال کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے کم بختی یہ کیسی تحریر ہے کہ جو چھوٹی اور بڑی کسی بات کو نہیں چھوڑتی بلکہ سب کو جمع کر لیا ہے اور انھوں نے جو بھی عمل کیا ہوگا وہ اسے موجود پائیں گے اور آپ کا ربّ کسی پر بھی ذرّہ برابر ظلم نہیں ڈھائے گا۔

۴۷۔ وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ۔

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے۔

یعنی فضاؤں میں پہاڑوں کو چلائیں گے اور اسے بکھرے ہوئے گرد و غبار کی طرح کر دیں گے۔

وَ تَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً۔

اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے۔

یعنی زمین پہاڑوں کے نیچے سے ظاہر نظر آ رہی ہوگی اور کوئی چیز اسے چھپانے والی نہ ہوگی۔

وَحَشَرْنٰهُمْ -

اور ہم اس روز سب کو ٹھہرنے کی جگہ پر اکٹھا کر دیں گے۔

فَلَمْ نُغَادِرْ -

اور ہم نہیں چھوڑیں گے۔

مِنْهُمْ اَحَدًا -

اُن میں سے کسی کو بھی۔

۴۸-وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا -

اور ان سب کو آپ کے ربّ کے حضور صف در صف پیش کیا جائے گا۔

آپ اُن کی جماعت کو اسی طرح دیکھیں گے جیسے ان میں سے ہر ایک دوسرے کو دیکھتا ہے کوئی بھی ایک دوسرے سے پوشیدہ نہیں رہتا۔

کتاب احتجاج میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس روز روئے زمین پر اُن کی ایک لاکھ بیس ہزار صفیں ہوں گی۔[1]

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ -

ارشاد ہوگا! کہ تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جس طرح ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

یعنی ان سے کہا جارہا ہے۔ ہم نے تمھیں اسی طرح مبعوث کیا ہے جس طرح ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ یا مفہوم یہ ہوگا تم ہمارے پاس برہنہ آئے ہو مال اور اولاد میں سے کچھ بھی تمھارے ساتھ نہیں ہے۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى تم ہمارے پاس تنہا آئے ہو جیسا کہ سورۃ الانعام آیت ۹۴ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا -

بلکہ تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہم نے تمھارے لیے کوئی وعدہ گاہ مقرّر ہی نہیں کی یعنی دوبارہ زندہ کیے جانے اور یکجا کیے جانے کا وقت متعین نہیں کیا اور یہ کہ انبیاء نے اُن سے جھوٹ کہا تھا۔

۴۹-وَوُضِعَ الْكِتٰبُ -

اور نامہ اعمال کو سامنے رکھ دیا جائے گا۔

فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ -

تو اے نبیؐ آپ دیکھیں گے کہ مجرمین نامۂ اعمال کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے یعنی گناہوں کی وجہ سے خوف زدہ ہوں گے۔

---

(۱) الاحتجاج ج ۲ ص ۹۸

وَيَقُولُونَ يٰوَيْلَتَنَا-

ان میں سے جو لوگ ہلاک ہو گئے ہیں وہ انھیں پکار کر کہیں گے۔ ہائے کم بختی۔

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ-

نامۂ اعمال کی تحریر پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ یہ کیسا نامۂ عمل ہے؟

لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً-

جو کسی بھی چھوٹی بات کو نہیں چھوڑتا۔

وَّلَا كَبِيْرَةً-

اور نہ ہی کسی بڑی بات کو۔

اس سے مراد ہے تمام باتوں کا احاطہ کر لینا۔

اِلَّا اَحْصٰهَا-

بلکہ سب کو جمع کر لیا ہے۔

یعنی گن لیا ہے اور تحریر کر لیا ہے۔

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا-

اور انھوں نے جو بھی عمل کیا ہوگا وہ اسے موجود پائیں گے۔

نامۂ اعمال میں تحریر شدہ پائیں گے۔

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا-

اور آپ کا ربّ کسی پر بھی ذرّہ برابر ظلم نہیں ڈھائے گا۔

یعنی ایسا عمل اس کے نامۂ عمل میں لکھا جائے جو اس نے کیا نہ ہو، یا نہ تو اللہ کسی احسان کرنے والے کے عمل میں کمی کرے گا اور نہ ہی کسی برے شخص کے عذاب کو بڑھا دے گا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا انھوں نے جو بھی عمل کیا ہوگا وہ اسے لکھا ہوا پائیں گے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا انسان کو اُس کا نامۂ اعمال دے دیا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا کہ تم اسے پڑھ لو اس میں جو کچھ تحریر ہے انسان اسے پڑھ لے گا اور اسے یاد کرے گا اور کوئی لحظہ یا کوئی کلمہ یا کوئی قدم نہ اٹھا ہوگا جو اسے یاد نہ آیا ہو گویا کہ اس نے اسی وقت اسے انجام دیا ہے اسی لیے کہا۔ يٰوَيْلَتَنَا[2]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۷ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۸ ح ۳۴

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

۵۰- اور وہ وقت یاد کیجیے جب ہم نے فرشوں سے کہا تھا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس کا تعلق جنوں سے تھا۔ اس نے اپنے ربّ کے حکم سے سرتابی کی۔ تمھیں کیا ہوگیا ہے تم مجھے چھوڑ کر ابلیس اور اُس کی ذرّیت کو اپنا سرپرست بناتے ہو دراں حالے کہ وہ تمھارے دشمن ہیں۔ ظالمین کو کتنا برا بدلہ ملا ہے۔

۵۱- میں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا انھیں مشاہدہ نہیں کرایا تھا اور نہ ہی خود اُن کی تخلیق کا اور نہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا قوت بازو اور مددگار بنا سکتا ہوں۔

۵۰- وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ-

یاد کیجیے جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو۔

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ-

سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے

اس آیت کی تفسیر اس سے پہلے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۴ میں گزر چکی ہے کہا گیا ہے کہ اسے چند مقامات پر بار بار اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ یہ مقدمہ ہے ان امور کا ان حالات میں جن کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن میں اسے بار بار بیان کیا گیا ہے۔[1]

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ-

اس کا تعلق جنوں سے تھا اس نے اپنے ربّ کے حکم سے سرتابی کی۔

وہ سجدہ نہ کرکے اپنے ربّ کے حکم سے باہر نکل گیا۔

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ-

---

(۱) البیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۵

تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم مجھے چھوڑ کر ابلیس اور اس کی ذریت کو اپنا سرپرست بناتے ہو۔
اس واقعے کے بعد بھی کہ اس نے مجھے سجدہ نہ کیا تم اسے مجھ سے تبدیل کر رہے ہو اور میری اطاعت چھوڑ کر اس کی بندگی کر رہے ہو۔

وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ-

دراں حالے کہ وہ تمھارے دشمن ہیں۔

بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا-

ظالمین کو کتنا برا بدلہ ملا ہے کہ وہ اللہ کے بدلے میں ابلیس اور اس کی ذرّیت کی اطاعت کر رہے ہیں۔

۵۱-مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ-

جب کہ میں نے آسمان وزمین کی تخلیق کا انھیں مشاہدہ نہیں کرایا تھا۔
یعنی ابلیس اور اس کی ذریت کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت میں نے بطور مددگار حاضر نہیں کیا تھا۔

وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ-

اور نہ ہی انھیں ایک دوسرے کی تخلیق کے وقت میں نے حاضر کیا تھا۔

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا-

اور نہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا قوتِ بازو اور مددگار بنا سکتا ہوں۔
تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم شیاطین کو میری عبادت واطاعت میں میرا شریک قرار دے رہے ہو یا مفہوم یہ ہوگا کہ میں نے مشرکین کو ان کی تخلیق کا مشاہدہ نہیں کرایا اور نہ ہی انھیں ایسے علوم سے مختص کیا جسے دوسرے نہ جانتے ہوں کہ جب وہ ایمان لے آئیں تو لوگ ان کا اتباع کرنے لگیں جیسا کہ وہ سمجھ رہے ہیں۔ اے نبیؐ آپ ان کی باتوں پر توجہ نہ دیں اس طمع میں کہ وہ دین کے مددگار ثابت ہوں گے۔ کیوں کہ میرے لیے کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ میں گم راہ لوگوں کو اپنے دین کے لیے مددگار اور قوت بازو قرار دوں۔
کتاب کافی میں امام جواد علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ سے وحدانیت میں منفرد اور یکتا تھا پھر اس نے محمدؐ، علیؑ اور فاطمہ علیہا السلام کو خلق فرمایا وہ ہزار زمانے تک ٹھہرے رہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو خلق فرمایا اور انھیں تمام مخلوقات کا مشاہدہ کرایا اور اس پر ان کی اطاعت کو جاری فرمادیا اور تمام کائنات کے امور کو ان کے سپرد کر دیا۔[1]

---

(۱) الکافی ج۱ ص۴۴۱ ح۵ باب مولد النبیؐ ووفاتہ

وَ يَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾

وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

ع ۱۹

۵۲-اور اس دن سے ڈرو جب اللہ کہے گا تم نے میرے جو شریک قرار دیے تھے انھیں آواز دو، یہ انھیں پکاریں گے مگر وہ ان کی مدد کو نہ آئیں گے اور ہم اُن کے درمیان مشترکہ ہلاکت گاہ بنا دیں گے۔

۵۳-اور جب مجرمین جہنم کی آگ کو دیکھیں گے تو سمجھ لیں گے کہ انھیں اس میں گرنا ہے اور اب اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں۔

۵۴-اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں انسانوں کے لیے ہر مثال طرح طرح سے بیان کر دی ہے لیکن انسان تو بہت زیادہ جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

۵۵-انسانوں کو ایمان لانے اور اپنے ربّ سے مغفرت طلب کرنے سے کس بات نے روکا تھا جب ان کے پاس ہدایت آگئی تھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ منتظر ہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی ہو جو پچھلی قوموں کے ساتھ پہلے ہو چکا ہے یا یہ کہ وہ عذاب کو سامنے آتے ہوئے دیکھ لیں۔

۵۲-وَ يَوْمَ يَقُوْلُ-

اور جس دن اللہ کہے گا۔

نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ-

تم میرے ان شریکوں کو پکارو جنھیں تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ میرے شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شرکاء کو اپنی جانب نسبت دی جسے انھوں نے خدا کا شریک سمجھ رکھا ہے اس کا مقصد ان کی سرزنش کرنا ہے۔ اور شرکاء سے مراد جنوں اور انسانوں میں سے یا ان کے علاوہ وہ ہیں اللہ کو چھوڑ کر وہ جن کی

عبادت کرتے ہیں۔

فَدَعَوْهُمْ -

یہ انھیں مدد کے لیے پکاریں گے۔

فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ -

مگر وہ ان کی فریادرسی نہیں کریں گے۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم -

ہم نے کفار اور ان کے معبودوں کے درمیان بنا دی ہے۔

مَّوْبِقًا-

ایسی جائے ہلاکت جو مشترکہ ہے۔

اور مَوْبِق جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی کا نام ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد "پردہ" ہے۔[۱]

اور کہا گیا ہے اس سے مراد "اولاد" ہے بمعنی ملاپ یعنی دنیا میں ان کے ملاپ کو قیامت کے روز ہلاکت بنا دیا ہے۔[۲]

۵۳—وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ -

اور جب مجرمین جہنم کی آگ کو دیکھیں گے۔

فَظَنُّوْا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا -

تو سمجھ لیں گے کہ انھیں اس میں گرنا ہے۔ یعنی انھیں اس میں گر جانے کا یقین ہوگا۔

وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا-

اور اب انھیں اس سے بچنے کی کوئی راہ نہیں ملی۔

مَصْرِف کے معنیٰ ہیں پلٹ کر جانے کی جگہ

کتاب توحید میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے یعنی انھیں یقین ہے کہ وہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔[۳]

کتاب احتجاج میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ کفّار کے کچھ ظن وگمان یقینی ہوں گے اور یہ اللہ کے قول سے ثابت ہے۔ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ یعنی مجرمین کو یقین ہوگا کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۷ (۲) تفسیر کشاف زمخشری ج ۲ ص ۷۲۹، انوار

(۳) التوحید ص ۲۶۱ ح ۵ (۴) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۳

۵۴۔وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ۔

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں انسانوں کے لیے ہر مثال طرح طرح سے بیان کر دی ہے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔

لیکن انسان تو بہت زیادہ جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

جَدَل غلط بات پر جھگڑا اور فساد کرنا۔

۵۵۔وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ۔

انسانوں کو ایمان لانے اور اپنے ربّ سے مغفرت طلب کرنے سے کس چیز نے روکا ہے جب ان کے پاس ہدایت آگئی ہے۔

یعنی اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے سے کس بات نے روکا ہے۔

اِلَّاۤ۔

سوائے اس انتظار کے۔

اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ۔

کہ ان کے ساتھ وہی ہو جو ان سے پہلے قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے۔

یعنی انھیں ہلاک کرنا اور ان کی بیخ کنی کر دینا۔

اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا۔

یا یہ کہ وہ عذاب کو سامنے آتے ہوئے دیکھ لیں۔

یعنی یہ کہ آخرت کا عذاب ان کے نگاہوں کے سامنے آجائے۔

وَ مَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ ۚ وَ يُجَادِلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَـقَّ وَ اتَّخَذُوۡۤا اٰيٰتِىۡ وَ مَاۤ اُنۡذِرُوۡا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا وَ نَسِىَ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى فَلَنۡ يَّهۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾

وَرَبُّكَ الۡغَفُوۡرُ ذُو الرَّحۡمَةِ ؕ لَوۡ يُؤَاخِذُهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا لَعَجَّلَ لَهُمُ الۡعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمۡ مَّوۡعِدٌ لَّنۡ يَّجِدُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖ مَوۡئِلًا ﴿۵۸﴾

وَتِلۡكَ الۡقُرٰٓى اَهۡلَكۡنٰهُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا وَ جَعَلۡنَا لِمَهۡلِكِهِمۡ مَّوۡعِدًا ﴿۵۹﴾

ع ۸ ۶ ۲۰

۵۶-ہم رسولوں کو صرف اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ لوگوں کو خوش خبری دیں اور عذاب سے ڈرائیں اور کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ باطل کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے حق کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں اور انھوں نے میری آیات اور تنبیہات کو مذاق بنا لیا۔

۵۷-اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے ربّ کی آیات سنا کر نصیحت کی جائے اور وہ اس سے روگردانی کرے اور وہ ان گناہوں کو بھول گیا جو اس نے اپنے ہاتھوں سے انجام دئے ہیں ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں جو انھیں قرآن کی بات نہیں سمجھنے دیتے اور اُن کے کانوں میں ہم نے گرانی پیدا کر دی ہے اے نبی اگر آپ انھیں ہدایت کی طرف بلائیں پھر بھی وہ ہرگز راہ راست پر نہیں آئیں گے۔

۵۸-اور اے نبی آپ کا ربّ درگزر کرنے والا اور صاحب رحمت ہے۔ وہ اگر ان کے کرتوتوں پر پکڑنا چاہتا تو ان پر جلد ہی عذاب نازل کر دیتا۔ مگر اُن کے لیے وعدے کا ایک وقت مقررّ ہے جب وہ اللہ کے سوا کوئی اور جائے پناہ نہیں پائیں گے۔

۵۹-یہ وہ بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ان کے ظلم کی بنیاد پر ہلاک کر دیا اور ہم نے اُن میں سے ہر ایک کی ہلاکت کے لیے وقت مقرر کر رکھا تھا۔

۵۶–وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ –

اور ہم رسولوں کو صرف اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ لوگوں کو خوش خبری دیں اور عذاب سے ڈرائیں۔

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ –

اور کافروں کا یہ حال ہے کہ وہ باطل کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے حق کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں تا کہ وہ جھگڑے کے ذریعے سے حق کو اس کے مستقر سے ہٹادیں اور اسے باطل قرار دیں جیسے ان کا انبیاء کے لیے یہ کہنا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (یٰسین:۱۵) تم تو بس ہم جیسے بشر ہو اور وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً (المومنون:۲۴) اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو نازل کر دیتا۔

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا –

اور انھوں نے میری آیات اور تنبیہات کو مذاق بنا لیا۔

یعنی وہ آیتوں کو سن کر اور ڈرانے والی باتوں کو سننے کے بعد ان کا مذاق اڑانے لگے۔

۵۷–وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا –

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اس کے ربّ کی آیات سنا کر نصیحت کی جائے اور وہ اس سے روگردانی کرے۔

نہ اُن میں تدبّر کرے اور نہ ہی ان سے نصیحت حاصل کرے۔

وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ –

اور وہ ان گناہوں کو بھول گیا جو اس نے اپنے ہاتھوں سے انجام دیے ہیں جیسے کفر اور نافرمانیاں اس نے ان دونوں کے انجام کے بارے میں غور وفکر نہیں کیا۔

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ –

ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں جو انھیں قرآن کی بات سمجھنے نہیں دیتے۔ یہ اُن کے اعراض (روگردانی) اور نسیان (بھول جانا) کی علّت بیان کی جارہی ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے جو قرآن کی بات کو سمجھنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا –

اور ہم نے اُن کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے۔

جو انھیں روک دیتی ہے کہ جو سننے کا حق ہے وہ اس کے مطابق نہیں سنتے۔

وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا –

اور اے نبی اگر آپ انھیں ہدایت کی طرف بلائیں پھر بھی وہ ہرگز راہِ راست پر نہیں آئیں گے ان لوگوں کا

ہدایت پر باقی رہنا کسی طرح درست نہیں تحقیقی اعتبار سے اس لیے کہ وہ سمجھتے نہیں اور قول (گفتگو) کے لحاظ سے اس لیے کہ وہ سنتے نہیں۔

۵۸۔وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ۔

اور اے نبی آپ کا ربّ درگزر کرنے والا اور صاحب رحمت ہے۔

لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ۔

وہ اگر ان کے کرتوتوں پر پکڑنا چاہتا تو ان پر جلد ہی عذاب نازل کر دیتا وہ جلدی ان کا مؤاخذہ نہیں کرتا باوجودے کہ وہ عذاب کے مستحق ہیں۔

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ۔

بلکہ ان کے لیے وعدے کا ایک وقت مقرر ہے یعنی قیامت کا دن اور کہا گیا ہے کہ ''مَّوْعِدٌ'' سے مراد غزوۂ بدر ہے۔[۱]

لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا۔

جب وہ اللہ کے سوا کوئی اور جائے پناہ نہیں پائیں گے۔

مَوئِل کے معنیٰ ہیں پناہ گاہ اور نجات حاصل کرنے کی جگہ۔

۵۹۔وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا۔

یہ وہ بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ان کے ظلم کی بنیاد پر ہلاک کر دیا ''قری'' سے مراد عاد، ثمود اور اسی قسم کی دوسری بستیاں ہیں ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا جب انھوں نے قریش کے ظلم کی طرح جھٹلایا اور جھگڑا کیا اور طرح طرح کی نافرمانیاں کرتے رہے۔

وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ۔

اور ہم نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے۔

مَّوْعِدًا۔

ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جس سے ایک ساعت بھی نہ عذاب مؤخر ہو سکتا ہے اور نہ ہی مقدم انھیں چاہیے کہ اس سے عبرت حاصل کریں اور اگر عذاب کو ان سے مؤخر کر دیا گیا ہے تو اس پر نہ اترائیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ لوگ قیامت کے دن (آتش) جہنم میں جائیں گے۔[۲]

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۷۳۰ انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۷ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۷

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰىہُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ بَیۡنِہِمَا نَسِیَا حُوۡتَہُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَہٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

۶۰۔اور وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا تھا کہ میں اپنا سفر ختم نہ کروں گا جب تک میں دو دریاؤں کے سنگم تک نہ پہنچ جاؤں یا برسہا برس میں اپنا سفر جاری رکھوں گا۔

۶۱۔پس جب وہ دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی سے غافل ہو گئے تو اس نے دریا میں سرنگ کی طرح راستا بنا لیا۔

۶۰۔وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰىہُ ۔ اور وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا تھا۔

کتاب اکمال الدین، تفسیر عیاشی اور تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فتیٰ سے مراد یوشع بن نون ہیں۔[۱]

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف ہیں وہ حضرت موسیٰ کی خدمت کیا کرتے تھے اور ان کے پیروکار تھے اس لیے قرآن میں انھیں لفظ ''فتیٰ'' سے یاد کیا گیا۔[۲]

لَاۤ اَبۡرَحُ ۔ میں اپنا سفر ختم نہ کروں گا۔سفر جاری رکھوں گا۔

حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ ۔ جب تک میں دو سمندروں کے سنگم تک نہ پہنچ جاؤں۔

بحرین سے فارس اور روم کا سمندر مراد ہے اور یہ وہ جگہ تھی جہاں حضرت موسیٰ کی جناب خضرؑ سے ملاقات مقرر ہوئی تھی۔

اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا ۔ یا میں طویل عرصے تک اپنا سفر جاری رکھوں۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''حُقُب'' اسی (۸۰) سال کو کہا جاتا ہے۔[۳]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو اصحاب کہف کے بارے میں بتلایا تو انھوں نے دریافت کیا کہ آپ ہمیں اس عالم کے بارے میں آگاہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جن کی اتباع کا حکم دیا تھا اور ان کا پورا واقعہ کیا ہے؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰىہُ فرمایا اس کا سبب یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی جو گفتگو کا حق تھا تو اللہ تعالیٰ

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ ص ۱۰۳ ح ۸ باب ۲۶ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۰ ح ۴۲ وتفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۰

(۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۸ (۳) ؟؟؟؟؟؟

نے اُن پر الواح نازل فرمائیں اور اُن الواح میں یہ تھا جس کا ذکر فرمایا وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (اعراف: ۱۴۵) اور ہم نے اُن کے لیے توریت کی تختیوں میں ہر معاملے کے بارے میں نصیحت اور تفصیل لکھ دی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف واپس آئے اور منبر پر بلند ہوئے اور انھیں مطلع کیا کہ اللہ نے توریت نازل کی ہے اور ان سے ہم کلام ہوا ہے اور انھوں نے خود اپنے آپ سے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی بھی مخلوق کو مجھ سے زیادہ باعلم نہیں بنایا اس وقت اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کی طرف وحی کی کہ موسیٰؑ کی خبر لو وہ ہلاک ہوا چاہتے ہیں اور انھیں بتلا دو کہ چٹان کے پاس جہاں دو سمندر ملتے ہیں ایک شخص ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے اس کے پاس جاؤ اور اس سے علم حاصل کرو جبرئیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے اور انھیں اس بات سے آگاہ کیا حضرت موسیٰؑ نے اپنے نفس کے سامنے خود کو ذلیل محسوس کیا اور یہ جان لیا کہ انھوں نے غلطی کی ہے اور انھیں دہشت محسوس ہوئی انھوں نے اپنے وصی یوشع سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ دو سمندروں کے سنگم پر میں ایک شخص کا اتباع کروں اور اس سے علم حاصل کروں یوشع نے نمکین مچھلی زاد راہ کے طور پر رکھی اور دونوں روانہ ہو گئے۔ [۱]

کتاب علل الشرائع، اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اس حدیث سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سربرآوردہ افراد کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں کسی شخص کو بھی اللہ کے نزدیک آپ سے زیادہ صاحب علم نہیں دیکھ رہا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں میں بھی نہیں دیکھ رہا ہوں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی کی ایسا نہیں ہے بلکہ میرا بندہ خضر ہے حضرت موسیٰؑ نے ان سے ملاقات کا راستہ دریافت کیا تو یہ نشانی بتلائی کہ جہاں مچھلی غائب ہو جائے اور وہ احوال تھے جو خداوند عالم نے بیان فرمائے ہیں۔ [۳]

۶۱-فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا - پس جب وہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے۔

نَسِيَا حُوتَهُمَا- تو اپنی مچھلی سے غافل ہو گئے۔

انھوں نے اپنی مچھلی کو چھوڑ دیا اس وجہ سے کہ وہ اس سے غافل ہو گئے یا وہ مچھلی ان کے پاس سے چلی گئی۔

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا- تو اس نے دریا میں سرنگ کی طرح راستا بنا لیا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جب وہ دونوں روانہ ہوئے اور اس جگہ پہنچے تو انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو پشت کے بل لیٹا ہوا تھا انھوں نے اس شخص کو نہیں پہچانا وصی موسیٰ نے مچھلی کو نکالا اور اسے پانی سے دھو کر چٹان پر رکھ دیا

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۶۰ ح ۱ (۲) علل الشرائع ص ۶۰ ح ۱ باب ۵۴ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۰ ح ۴۲

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۴ ح ۴۸

اور دونوں مچھلی کو رکھ کر بھول گئے اور وہ پانی آبِ حیات تھا۔ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی اور حضرت موسیٰ اور یوشع چلتے چلتے تھک گئے۔ [1]

اور تفسیر عیاشی میں مچھلی کا قصہ دو طرح سے بیان کیا گیا ہے ایک مرتبہ امام صادق علیہ السلام سے یہ روایت ہے کہ انھوں نے مچھلی کو بھونا پھر اسے بڑی زنبیل میں رکھ دیا پھر وہ دونوں چلے گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ چت لیٹا ہوا ہے اور اس کا عصا ایک طرف رکھا ہوا ہے اور اس کے پاس ایسی چادر ہے کہ جب وہ اپنا سر چھپاتا ہے تو پاؤں باہر نکل آتے ہیں اور جب وہ اپنے پاؤں ڈھانپتا ہے تو سر کھل جاتا ہے۔ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھنے لگے اور یوشع سے کہا کہ ذرا خیال رکھنا فرمایا آسمان سے کچھ قطرات نازل ہوئے جو زنبیل پر پڑے مچھلی تڑپی پھر وہ زنبیل سے نکل کر سمندر میں چلی گئی اور یہ اللہ کا قول ہے۔ فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا فرمایا کہ پھر ایک پرندہ سمندر کے کنارے آیا پھر اس نے اپنی چونچ سمندر میں ڈالی اور کہا اے موسیٰ علیہ السلام تم نے اپنے ربّ کا اتنا علم بھی حاصل نہیں کیا جتنا پورے سمندر سے میری چونچ کی پشت نے پانی اٹھایا ہے۔ [2]

اور دوسری روایت میں صادقین سے مروی ہے۔ موسیٰ کے معاملے میں جو کچھ ہوا جو زنبیل انھیں دی گئی جس میں نمکین مچھلی تھی ان سے کہا گیا کہ یہ مچھلی چٹان کے پاس مجمع البحرین کے نزدیک آپ کے صاحب کی رہنمائی کرے گی آپ کو جن سے ملاقات کرنی ہے چٹان کے پاس ایک چشمہ ہے اگر اس تک کوئی مردہ شے پہنچ جائے تو وہ شے زندہ ہو جائے گی اس کا نام "عَيْنُ الْحَيَاةِ (زندگی کا چشمہ)" ہے وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ چٹان کے پاس پہنچ گئے۔ جوان گیا تاکہ چشمہ میں مچھلی کو ڈھوئے تو مچھلی اس کے ہاتھ میں تڑپی اور اس نے خراش ڈال دی اور اس کے ہاتھ سے پھسل گئی اور جوان اس سے غافل ہو گیا۔ [3]

کتاب اکمال میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے کسی یہودی سے کہا جب اُس نے آپ سے کچھ مسائل دریافت کیے: جہاں تک تمھارا یہ قول ہے کہ وہ کون سا پہلا چشمہ ہے جو روئے زمین پر اُبلا تو یہودی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وہ چشمہ ہے جو بیت المقدس میں پتھر کے نیچے ہے انھوں نے جھوٹ کہا بلکہ حیات کا چشمہ وہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کا جوان وہاں پہنچا اس نے اس چشمے میں نمکین مچھلی کو دھویا تو وہ زندہ ہو گئی اور کوئی ایسا مردہ نہیں ہے جو اس پانی تک پہنچا ہو اور زندہ نہ ہُوا ہو اور حضرت خضر ذوالقرنین کے پیش رو تھے جنھوں نے چشمہ حیات کو تلاش کیا اور اسے پالیا اور اس سے پانی پیا لیکن وہ چشمہ ذوالقرنین کو نہ مل سکا۔ [4]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۸۴ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۲ ح ۴۷

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۹ ح ۴۱ (۴) اکمال الدین ص ۲۹۷ حدیث کا کچھ حصہ باب ۲۶

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا٘ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾
قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ٘ وَ مَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ٘ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ٘ عَجَبًا ﴿۶۳﴾
قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ٘ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾
فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

۶۲-جب وہ دونوں آگے نکل گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ اس سفر نے تو ہمیں تھکا دیا۔
۶۳-اس جوان نے کہا کیا آپ نے دیکھا تھا جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کی طرف سے غافل ہوگیا اور شیطان نے مجھے ایسا غافل کردیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کرنا بھول گیا اور مچھلی تو عجیب طریقے سے نکل کر دریا میں چلی گئی۔
۶۴-موسیٰ نے کہا ہم اسی جگہ کی جستجو میں تھے چناں چہ وہ دونوں اپنے نشانات قدم پر واپس آئے۔
۶۵-تو انھوں نے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا ہم نے جسے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اسے ہم نے علمِ لَدُنّی عطا کیا تھا۔

۶۲-فَلَمَّا جَاوَزَا-

جب وہ دونوں دو سمندروں کے سنگم سے آگے نکل گئے۔

قَالَ لِفَتٰىهُ-

تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا۔

اٰتِنَا غَدَآءَنَا-

کہ ہمارا ناشتہ لاؤ جو ہماری غذا ہے۔

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا-

اس سفر نے تو ہمیں تھکا دیا۔

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ کافی وقت گزر جانے کی وجہ سے تھک گئے تھے۔[1]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۹ ح ۴۲

۶۳-قَالَ اَرَءَيۡتَ-

اس جوان نے کہا آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مجھے کیا معاملہ پیش آیا۔

اِذۡ اَوَيۡنَاۤ اِلَى الصَّخۡرَةِ-

جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے۔

فَاِنِّىۡ نَسِيۡتُ الۡحُوۡتَ- تو میں مچھلی کی طرف سے غافل ہو گیا۔

میں نے مچھلی کو چھوڑ دیا اسے گم کر دیا یا میں اس کا حال بیان کرنا بھول گیا اور میں نے نہیں دیکھا کہ مچھلی میں آپ کا کچھ حصّہ ہو۔

وَمَاۤ اَنۡسٰنِيۡهُ اِلَّا الشَّيۡطٰنُ اَنۡ اَذۡكُرَهٗ-

اور شیطان نے مجھے ایسا غافل کر دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کرنا بھول گیا۔

یعنی اس کے ذکر کو شیطان نے میرے ذہن سے ہٹا دیا۔

وَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِى الۡبَحۡرِ ۖ عَجَبًا-

اور مچھلی تو عجیب طریقہ سے نکل کر دریا میں چلی گئی۔

۶۴-قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ-

موسیٰ نے کہا ہم اسی جگہ کی جستجو میں تھے اس لیے کہ وہ ہمارے مطلوب کی نشانی تھی۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ہم نے چٹان کے پاس جس شخص کو دیکھا تھا وہی ہمارا مقصود و مطلوب تھا۔[1]

فَارۡتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا-

چناں چہ وہ دونوں اپنے نشانات قدم پر واپس آئے۔

یعنی اسی راستے پر واپس آئے جہاں سے وہ گئے تھے۔

قَصَصًا-

یعنی نشانات قدم کو دیکھتے ہوئے اور اسی کے مطابق چلتے ہوئے۔

۶۵-فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ-

تو انھوں نے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا۔

اور وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جیسا کہ ائمہ علیہم السلام کی احادیث سے پتا چلتا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ حضرت خضرؑ نماز پڑھ رہے تھے موسیٰؑ بیٹھ گئے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے ان دونوں کو سلام کیا۔[2]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۸ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۳۔۲۳۲ حدیث ۴۷ کا حصّہ

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے حدیث سابق میں ہے کہ موسیٰؑ واپس ہوئے اور اپنے نشانات قدم پر چلتے ہوئے حضرت خضرؑ تک پہنچ گئے۔ وہ اسی حالت میں چت لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا السلام علیک حضرت خضرؑ نے جواب دیا السلام علیک یا عالم بنی اسرائیل اے نبی اسرائیل کے عالم آپ پر سلام ہو۔ فرمایا پھر وہ بے ساختہ اٹھے اور اپنا عصا ہاتھ میں لے لیا موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کا اتباع کروں یہاں تک کہ آپ مجھے اس علم سے باخبر کردیں جو آپ کو عطا کیا گیا ہے۔ اور عیاشی کی دوسری روایت میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ جب وہ دونوں واپس آئے تو انھوں نے دیکھا کہ مچھلی پانی میں چلی گئی تو دونوں نے نشانات قدم کا اتباع کیا یہاں تک کہ وہ سمندروں کے جزیروں میں سے ایک جزیرے میں اپنے اس صاحب تک پہنچ گئے جن سے وہ ملنا چاہتے تھے یا تو وہ ٹیک لگائے ہوئے تھے یا بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ نے انھیں سلام کیا تو انھیں اس سلام پر تعجب ہوا اس لیے کہ وہ ایسی زمین پر تھے جہاں سلام کا کوئی تصور نہ تھا انھوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں موسیٰ ابن عمرانؑ ہوں انھوں نے کہا آپ وہی موسیٰؑ بن عمران ہیں کہ اللہ جس سے ہم کلام ہوا تھا۔ موسیٰ نے کہا ہاں انھوں نے کہا تمھارے آنے کا مقصد کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو جس علم ودانش سے نوازا گیا ہے آپ وہ مجھے بھی سکھا دیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے ایسے معاملے پر مقرر کیا گیا ہے تم جسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر اس عالم نے آل محمد علیہم السلام اور ان پر آنے والی مصیبتوں کا ذکر کیا جسے سن کر دونوں رونے لگے پھر اس عالم نے آل محمد علیہم السلام کے فضائل کا ذکر کیا جسے سن کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے کاش میں بھی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے ہوتا۔[1]

تفسیر قمیؒ میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عالم کے پاس آئے تو سمندر کے جزیروں میں سے ایک جزیرے میں ان سے ملاقات ہوئی یا وہ بیٹھے ہوئے تھے یا اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے جیسا کہ عیاشی نے ذکر کیا ہے۔[2]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام رسول تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک قوم کی طرف مبعوث کیا تھا اور انھوں نے اپنی قوم کو توحید کی اور انبیاء ومرسلین کے اقرار اور کتابوں کو تسلیم کرنے کی دعوت دی ان کا معجزہ یہ تھا کہ جب وہ کسی خشک لکڑی پر یا سفید زمین پر بیٹھتے تھے تو وہ ہری بھری ہو جاتی تھی اور اسی وجہ سے اُن کا نام خضر رکھا گیا ان کا اصلی نام بلیا بن ملکا بن عامر بن ارفخشد بن سام بن نوح تھا۔[3]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۹ ح ۴۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۸ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۹ ح ۴۱

(۳) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۷۳۳ و بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۹

اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا۔

ہم نے انھیں وحی ونبوت کے ذریعے اپنی رحمت سے نوازا تھا۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔

اور انھیں ہم نے اپنی جانب سے علم عطا کیا تھا یعنی علم لدُنّی دیا تھا۔ کہا گیا ہے یعنی ہم نے انھیں وہ علم عطا کیا جو ہمارے ساتھ مخصوص ہے اور وہ غُیوبؔ (غائبانہ امور) کا علم ہے۔[1]

کتاب مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ اُن کے پاس وہ علم تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ''الواح'' میں نہیں لکھا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ جن چیزوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں وہ تمام چیزیں ''تابوت'' میں موجود ہیں اور مکمل علم ان کے لیے الواح میں لکھ دیا گیا ہے۔[2]

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۷۳۳ و بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۹

(۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۸۳

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾

قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ﴿٦٨﴾

قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾

فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ۖ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴿٧١﴾

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾

ع ۹ ۱۱ ۲۱

۶۶۔موسیٰؑ نے اُن سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔

۶۷۔اس بندے (خضر) نے جواب دیا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔

۶۸۔اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو آپ اس پر صبر کیسے کر سکتے ہیں۔

۶۹۔موسیٰؑ نے جواب دیا آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔

۷۰۔انھوں نے کہا اگر آپ میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کا سوال نہ کریں یہاں تک کہ میں خود اس بارے میں آپ کو بتلا نہ دوں۔

۷۱۔وہ دونوں چلے یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہو گئے اس شخص نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ موسیٰؑ نے کہا آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تا کہ کشتی میں بیٹھنے والوں کو ڈبو دیں آپ نے تو بڑی سنگین بات کی ہے۔

۷۲۔اس (خضر) نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا؟ کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔

۶۶۔قَالَ لَهُ مُوسَىٰ۔

موسیٰؑ نے اس (خضر) سے کہا۔

هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔

کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔

۶۷-قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔

اس (خضر) نے جواب دیا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خضر علیہ السلام نے کہا إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے کیوں کہ مجھے ایسے امر پر مقرر کیا گیا ہے جس کی آپ طاقت نہیں رکھتے اور آپ کو ایسے علم پر مقرر کیا گیا ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں آپ کے ساتھ صبر کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں حضرت خضر علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے حکم میں قیاس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ [۱]

۶۸-وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا۔

اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو آپ اس پر کیسے صبر کر سکتے ہیں۔

۶۹-قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا۔

حضرت موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا۔

اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔

فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان شاء اللہ کہا تو خضر نے انھیں اپنے ساتھ رکھنا منظور کر لیا۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں معصومین میں سے کسی ایک سے روایت ہے آپ نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ ہمارے علم میں ہماری طرف راغب نہیں ہوئے جس طرح موسیٰ عالم کی طرف راغب ہوئے اور ان سے خواہش کی کہ وہ ان کی صحبت اختیار کر کے ان سے علم و رہنمائی حاصل کریں جب موسیٰ نے عالم سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو عالم نے یہ جان لیا کہ موسیٰ ان کے ساتھ رہنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور ان کے علم کا بوجھ نہ اٹھا سکیں گے اور نہ ہی ان کے ساتھ صبر کر سکیں گے عالم نے کہا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو آپ اس پر کیسے صبر کر سکتے ہیں؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا جب کہ وہ نہایت انکساری اور خاکساری کے ساتھ گزارش کر رہے تھے کہ وہ انھیں اپنے ساتھ رکھنا منظور کر لیں اسی لیے کہا سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا الخ آپ ان شاء اللہ مجھے صابر پائیں گے۔ [۳]

---

(۱) علل الشرائع ص ۶ ح ۱ باب ۵۴ (۲) علل الشرائع ص ۶۱

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۱-۳۳۰ ح ۴۶ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۰ ح ۴۳

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے زیادہ علم رکھتے تھے۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر میں موسیٰ اور خضر کے درمیان ہوتا تو میں ان دونوں کو بتلاتا کہ میں ان سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور ان باتوں کی خبر دیتا جو ان کے اختیار میں نہیں ہیں۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کو علمِ مَاکَانَ (جو کچھ ہو چکا) عطا کیا گیا تھا اور انھیں علمِ مایکون (جو کچھ ہونے والا ہے) نہیں ملا تھا اور اس سے مراد ہے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اور ہمیں یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بطور میراث ملا ہے۔[2]

۷۰۔قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ۔ انھوں (خضر) نے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں۔

فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ۔ تو آپ مجھ سے کسی بات کا سوال نہ کریں۔

حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۔

یہاں تک کہ میں خود اس بارے میں آپ کو بتلا نہ دوں۔

تفسیر قمیؔ میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت خضر نے یہ کہا تھا کہ میں جو عمل انجام دوں آپ مجھ سے اس بارے میں کوئی سوال نہ کریں اور آپ میرے کام میں عیب نہ نکالیں۔ جب تک میں خود اس کے بارے میں آپ کو بتلا نہ دوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''ہاں''! ٹھیک ہے۔[3]

۷۱۔فَانْطَلَقَا۔ وہ دونوں ساحل کی طرف کشتی کی تلاش میں روانہ ہوئے۔

حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا۔

یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہو گئے اس شخص (خضر) نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔

قَالَ۔ موسیٰ نے کہا۔

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا۔ آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تا کہ اس میں بیٹھنے والوں کو ڈبو دیں۔

لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا۔ آپ نے تو بڑی سنگین بات کی ہے۔

تفسیر قمیؔ میں ہے یہ ایک ناپسندیدہ کام تھا اور موسیٰ ظلم کو ناپسند کرتے تھے لہٰذا جو کچھ انھوں نے دیکھا وہ انھیں بہت سنگین محسوس ہوا۔[4]

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔

اس (خضر) نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے؟

---

(۱) تفسیر عیاشی ج۲ ص ۳۳۰ ح ۴۳ (۲) الکافی ج۱ ص ۲۶۱۔۲۶۰ ح ۱ باب ان الائمۃ یعلمون علم ما کان وما یکون وانہ لا یخفی علیہم الشیٔ علیہم اسلام جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے ان سب کا علم رکھتے ہیں اور ان پر کوئی شے مخفی نہیں ہے (۳) تفسیر قمی ج۲ ص ۳۹ (۴) تفسیر قمی ج۲ ص ۴۰

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾

۷۳۔موسیٰ نے کہا بھول چوک پر میری گرفت نہ کیجیے اور میرے معاملے میں ذرا سختی سے کام نہ لیجیے۔

۷۴۔وہ دونوں روانہ ہوگئے یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اس شخص (خضر) نے اسے قتل کر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا تم نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا تم نے تو ایک ناپسندیدہ کام انجام دیا ہے۔

۷۵۔اس شخص (خضر) نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے۔

۷۶۔موسیٰ نے کہا اگر میں اس کے بعد کوئی سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا۔

۷۷۔وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ ایک بستی والوں تک پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا طلب کیا انھوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا، وہاں پر انھوں نے دیکھا کہ ایک دیوار گرا چاہتی ہے اس شخص نے اس دیوار کو درست کر دیا موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت طلب کرسکتے تھے۔

۷۳۔قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ۔ موسیٰ نے کہا بھول چوک پر آپ میری گرفت نہ کیجیے۔

وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا۔ اور میرے معاملے میں ذرا سختی سے کام نہ لیجیے۔

آپ میرے معاملے میں سختی سے کام نہ لیں اور میرے بھول چوک پر میرا مواخذہ نہ کریں۔

ورنہ میرے لیے آپ کے ساتھ چلنا دشوار ہو جائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے:

کہ موسیٰ نسیان کے زیادہ حق دار تھے۔[1]

۷۴-فَانْطَلَقَا- یعنی کشتی سے اترنے کے بعد دونوں روانہ ہو گئے۔

حَتّٰٓی اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ- ان دونوں کو ایک لڑکا ملا اس (خضر) نے اُس لڑکے کو بغیر سوچے سمجھے اور حقیقت حال دریافت کیے قتل کر ڈالا۔

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً- موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک بے گناہ کی جان لے لی۔

بِغَيْرِ نَفْسٍ- حالانکہ اُس نے کسی کا خون نہ کیا تھا کہ تم اس کے بدلے میں قتل کرتے۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا- تم نے تو ایک ناپسندیدہ کام انجام دیا ہے۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غضب ناک ہوئے اور انھوں نے خضر کا گریبان پکڑ لیا اور کہا اَقَتَلْتَ (ایۃ الخ) خضر نے جواب دیا کہ اللہ کے حکم کے خلاف عقلیں فیصلہ نہیں کرتیں بلکہ حکم خدا عقل کے خلاف فیصلہ کرتا ہے۔ لہٰذا آپ مجھ سے جو کچھ دیکھ رہے ہیں اسے تسلیم کیجیے اور اس پر صبر کیجیے میں تو پہلے ہی جانتا تھا۔ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔[2]

۷۵-قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا-

اس شخص (خضر) نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔

کہا گیا ہے کہ اس آیت میں لفظ "لَكَ" بڑھا کر وصیت کو ترک کرنے پر عتاب کے روبرو کیا گیا ہے اور قلتِ ثبات کی نشان دہی کی گئی ہے اور صبر کی کمی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس لیے کہ حضرت موسیٰ کی طرف سے بار بار انقباض اور نفرت اور ناپسندیدگی کا اظہار ہوا اور انھوں نے پہلی مرتبہ یاد دہانی کو ملحوظ نہ رکھا یہاں تک کہ دوسری مرتبہ ناپسندیدگی کا زیادہ اظہار کر دیا۔[3]

۷۶-قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ-

موسیٰ نے کہا اگر میں اس کے بعد کوئی سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔

خواہ میں آپ سے ساتھ رہنے کی درخواست کروں۔

قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا-

اب تو آپ کو میری طرف سے عذر مل گیا۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۴۸۱ (۲) علل الشرائع ص ۶۰ ح ۱ باب ۵۴

(۳) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۱

آپ کو میری طرف سے عذر مل گیا کیوں کہ میں نے تین مرتبہ آپ کی مخالفت کی ہے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ پر رحم کرے انھیں شرم آئی اس لیے انھوں نے یہ جملہ کہا کہ ''اگر میں سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں'' اگر حضرت موسیٰؑ خضر علیہ السلام کے ساتھ رہتے تو عجیب سے عجیب تر اشیاء کا مشاہدہ کرتے۔ ١

٧٧-فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَآ اَتَیَآ اَهْلَ قَرْيَةِ-

وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ ایک بستی والوں تک پہنچے۔

کتاب علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس بستی کا نام ''نَاصِرَة'' تھا اور اسی کی نسبت سے عیسائیوں کو ''نَصَارٰی'' کہا جاتا ہے۔ ٢

اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا- اور وہاں کے لوگوں سے کھانا طلب کیا۔

فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا- انھوں نے اُن کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔

فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ-

وہاں پر انھوں نے دیکھا کہ ایک دیوار گرا چاہتی ہے۔

یَنْقَضَّ کے معنیٰ ہیں ٹوٹ رہی ہے یعنی گرنے والی ہے۔ ارادے کو بطورِ استعارہ قریب کے معنیٰ میں استعمال کیا گیا۔

کتاب مجمع البیان میں ہے کہ حضرت علی کی قرأت کے مطابق ''یَنْقَصّ'' ینقاص ہے جس کے معنیٰ شق ہونے اور پھٹنے کے ہیں۔ ٣

فَاَقَامَهٗ-

اس شخص (خضر) نے اس دیوار کو درست کر دیا اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر جیسا کہ علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور مجمع البیان میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے۔ ٤

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا-

موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اُجرت طلب کر سکتے تھے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ روٹی لے سکتے تھے تا کہ ہم کھائیں اس لیے کہ ہمیں بھوک لگی ہے۔ ٥

---

(١) الکشاف ج ٢ ص ٧٣٧-٧٣٦ و انوار التنزیل ج ص ٢١ (٢) علل الشرائع ص ٦١ ح ١ اب ٥٤ و تفسیر عیاشی ج ٢ ص ٣٣٣ ح ٤٧ (٣) مجمع البیان ج ٥-٦ ص ٤٨٥ (٤) علل الشرائع ص ٦١ ح ١ اباب ٥٤ و مجمع البیان ج ٥-٦ ص ٤٨٧ (٥) تفسیر عیاشی ج ٢ ص ٣٣٣ حدیث نمبر ٤٧ کا حصہ

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَ بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

۷۸۔اس شخص (خضر) نے کہا بس اب میری اور تمھاری جدائی ہے میں تمھیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

۷۸۔قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَ بَيْنِكَ

اس شخص (خضر) نے کہا بس اب میری اور تمھاری جدائی ہے۔

سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا

میں تمھیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

تفسیر قمیؒ میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے جو سابقہ حدیث کا تتمہ ہے وہ تینوں افراد روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ سمندر کے ساحل پر پہنچے تو انھیں سامان سے لدی ہوئی کشتی نظر آئی جو وہاں سے گزر رہی تھی کشتی کے مالکوں نے کہا ہم ان تینوں افراد کو اٹھائے لیتے ہیں یہ لوگ ہمیں نیکوکار دکھائی دیتے ہیں ارباب سفینہ نے انھیں سوار کرلیا جب کشتی سمندر کے درمیان میں پہنچی تو خضر علیہ السلام کشتی کے اطراف سے اٹھے اور اس میں شگاف ڈال دیا اور اسے چیتھڑے اور مٹی سے بند کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو بہت سخت غصہ آیا اور انھوں نے خضر سے کہا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا (کیا آپ نے سوراخ اس لیے کر دیا کہ کشتی میں بیٹھنے والوں کو ڈبو دیں آپ نے نہایت سنگین کام کیا ہے)۔

خضر علیہ السلام نے ان سے کہا اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا موسیٰ نے کہا بھول چوک پر میری گرفت نہ کیجیے اور میرے معاملے میں ذرا سختی سے کام نہ لیجیے۔

وہ لوگ کشتی سے باہر آئے خضر نے دیکھا کہ ایک خوبصورت لڑکا گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہو اس کے کانوں میں دو موتی چمک رہے تھے وہ بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف ہے۔ خضر نے تھوڑی دیر سوچا پھر اسے پکڑ کر قتل کر ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے خضر پر چھلانگ لگا دی اور انھیں زمین پر گرا دیا اور اُن سے کہا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا تم نے ایک بے گناہ کی جان لی ہے حال آں کہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا تم نے تو ایک ناپسندیدہ کام انجام دیا ہے۔

خضر نے اُن سے کہا اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا کیا میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ آپ میرے

ساتھ صبر نہ کرسکیں گے موسیٰ نے کہا اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ''اگر میں اس کے بعد کوئی سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا۔''

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ پھر وہ دونوں روانہ ہوگئے اور رات کے وقت وہ دونوں ایسی بستی میں پہنچے جس کا نام ناصرہ تھا اور نصاریٰ کو اسی بستی سے نسبت دی جاتی ہے۔ انھوں نے کبھی بھی کسی کی مہمان نوازی نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی مسافر کو کھانا کھلایا تھا ان لوگوں نے اُن سے کھانا طلب کیا انھوں نے کھانا کھلانے سے انکار کیا اور مہمان نوازی نہیں کی۔ [۱]

عیاشی نے یہ اضافہ کیا ہے اور وہ ان دونوں کے بعد قیامت تک کسی کی ضیافت نہیں کریں گے۔ [۲]

خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک دیوار منہدم ہوا چاہتی ہے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس سے کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی رہ وہ دیوار کھڑی ہوگئی موسیٰ علیہ السلام نے کہا جب تک وہ ہمیں کھانا نہ کھلاتے اور پناہ نہ دیتے آپ کے لیے دیوار کو سیدھا کرنا کسی طرح مناسب نہ تھا اور وہ موسیٰ کا یہ قول ہے۔ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا اگر آپ چاہتے تو اس کام کے بدلے میں اجرت لے لیتے۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِیْ وَ بَيْنِكَ بس یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔ [۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۳ ح ۴۷
(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۹

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ﴿۸۰﴾

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

۷۹۔اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے میں نے چاہا کہ اسے عیب دار بنا دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو جبراً چھین لیتا تھا۔

۸۰۔اور رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ صاحبانِ ایمان تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کافرانہ روش سے انھیں تنگ کرے گا۔

۸۱۔تو ہم نے چاہا کہ ان کا ربّ اس کے بدلے میں انھیں ایسی اولاد عطا کرے جو اخلاق میں اس سے بہتر ہو اور صلۂ رحمی میں بھی آگے ہو۔

۷۹۔اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ۔

اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے۔

فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا۔ میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار بنا دوں۔

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ۔ اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا۔

يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ۔ جو کشتی کے مالکوں سے اُن کی کشتی کو چھین لیتا تھا۔

غَصْبًا۔ جبراً چھین رہا تھا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر اور صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ وہ بادشاہ ہر صحیح و سالم کشتی کو جبراً چھین لیتا تھا۔[۱]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ جو کشتی عیب دار ہوتی وہ اسے نہیں چھینتا تھا۔[۲]

۸۰۔وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ۔ اور رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ مومن تھے۔

فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنے ماں باپ کو تنگ کرے گا۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۸۱ (۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۳۹

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔ اپنی سرکشی اور کافرانہ روش سے۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کے علم میں تھا اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو ماں باپ کو کافر بنا دے گا وہ اس کے ذریعے آزمائش میں مبتلا ہوں گے اور اس کی گمراہی سے گمراہ ہو جائیں گے تو اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں اُسے قتل کر دوں اور اس عمل کے ذریعے اللہ آخرت میں انھیں اپنی کرامت کی جگہ منتقل کر دے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے اس بات کا خوف تھا کہ لڑکا بالغ ہو کر اپنے والدین کو کفر کی دعوت دے اور وہ اسے قبول کر لیں۔[2]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب عالم حضرت موسیٰ کے ساتھ جا رہے تھے کہ اتنے میں انھیں ایک لڑکا ملا جو کھیل رہا تھا انھوں نے اُسے مکا مارا اور قتل کر ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً الخ فرمایا کہ عالم نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور اس کے بازو کو جڑ سے اکھاڑ دیا تو کیا دیکھا کہ اس پر تحریر تھا "كَافِرٌ مَطْبُوعٌ" فطری کافر۔[3]

اور روایت مرفوع میں ہے کہ عالم نے جس لڑکے کا قتل کیا تھا اس کے بازو پر تحریر تھا "کافر"۔[4]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خارجیوں کے ایک دلیر نے ابن عباس سے لکھ کر یہ سوال دریافت کیا کہ جن کی اولاد قید میں ہو اُن کا کیا حکم ہے؟ تو ابن عباس نے انھیں جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں قتل نہیں کرتے تھے البتہ خضر ان میں جو کافر ہو اسے قتل کر دیتے تھے اور ان میں سے جو مومن ہوتے انھیں ترک کر دیتے تھے اگر تم وہ علم رکھتے ہو جو حضرت خضر علیہ السلام علم رکھتے تھے تو تم بھی انھیں قتل کر دو۔[5]

۸۱۔فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا۔

تو ہم نے چاہا کہ ان کا ربّ اس کے بدلے میں انھیں ایسی اولاد عطا کرے۔

خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا۔ جو اس لڑکے سے اخلاق میں بہتر ہو اور صلۂ رحمی میں بھی آگے ہو

یہ کہ اللہ اس لڑکے کے بدلے میں ایسا بیٹا عطا کرے جو اس سے بہتر ہو گناہوں سے پاک ہو اور بری عادتوں سے مبرّا اور منزّہ ہو اور اپنے والدین پر زیادہ مہربان اور اُن سے اچھا سلوک کرنے والا ہو۔

کتاب کافی، فقیہ، مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے اور تفسیر عیاشی صادقین میں سے ایک سے مروی ہے کہ مقتول لڑکے کے والدین کو اس لڑکے کے بدلے میں ایک لڑکی عطا کی گئی جس سے ستر (۷۰) انبیاء نے جنم لیا۔[6]

---

(۱) علل الشرائع ص ۶۱ ح ۱ باب ۵۴ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۶ ح ۵۶
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۵ ح ۵۳ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۶ ح ۵۷
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۵ ح ۵۲ (۶) الکافی ج ۲ ص ۶ ح ۱۱ و من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۳۱۷ ح ۱۵۴۲ و مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۸۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۷ ح ۶۱

وَ اَمَّا الۡجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیۡنِ یَتِیۡمَیۡنِ فِی الۡمَدِیۡنَةِ وَ كَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ یَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَا ٭ۖ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلۡتُهٗ عَنۡ اَمۡرِیۡ ؕ ذٰلِكَ تَاۡوِیۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعۡ عَّلَیۡهِ صَبۡرًا ؕ﴿۸۲﴾

۸۲۔جہاں تک دیوار کا تعلق ہے تو وہ دو یتیم بچوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا ایک خزانہ چھپا ہوا ہے اور ان کے والد نیک تھے تو آپ کے ربّ نے یہ چاہا کہ یہ دونوں بچے بلوغت کی منزل کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں تمھارے ربّ کی رحمت کی بنا پر یہ عمل کیا گیا میں نے اپنے اختیار سے ایسا نہیں کیا یہ اُن امور کی تاویل تھی جن پر آپ صبر نہ کرسکے۔

۸۲-وَ اَمَّا الۡجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیۡنِ یَتِیۡمَیۡنِ فِی الۡمَدِیۡنَةِ۔

جہاں تک دیوار کا تعلق ہے تو وہ دو یتیم بچوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے ہیں۔

وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا۔

اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔

وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا۔

اور ان کے والد نیک تھے۔

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ یَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا۔

تو آپ کے ربّ نے یہ چاہا کہ وہ دونوں بچے بلوغت کی منزل کو پہنچ جائیں۔

یعنی بالغ ہوجائیں اور ان کی رائے میں کمال اور استحکام آجائے۔

وَ یَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَا۔

اور وہ دونوں اپنا خزانہ نکال لیں۔

رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ۔

تمھارے ربّ کی رحمت کی بنا پر یہ عمل کیا گیا۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس خزانے کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ سونا اور چاندی نہ تھا بلکہ یہ چار کلمات تھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنْ اَیْقَنَ بِالْمَوْتِ لَمْ یَضْحَكْ سِنُّهٗ وَمَنْ اَیْقَنَ بِالْحِسَابِ لَمْ یَفْرَحْ قَلْبُهٗ وَمَنْ اَیْقَنَ بِالْقَدَرِ لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللهَ نہیں

ہے کوئی معبود سوائے میرے جو شخص موت کا یقین رکھتا ہے اس کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں آتی اور جسے حساب کا یقین ہوتا ہے تو اس کا دل مسرور نہیں ہوتا اور جسے قضا وقدر پر یقین ہوتا ہے تو وہ خدا کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ [۱]

اور تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس میں یہ تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O عجبت لمن ایقن بالموت کیف یفرح و عجبتُ لمن ایقن بالقدر کیف یَحۡزَنُ و عجبت لمن رأی الدنیا و تقلبها باھلها کیف یر کن الیها و ینبغی لمن عقل عن اللہ ان لا یتھم اللّٰہ فی قضائه ولا یستبطئه فی رزقه اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے مجھے تعجب ہے کہ جسے موت کا یقین ہے وہ فرحت کیسے محسوس کرتا ہے اور مجھے تعجب ہے کہ جسے قضا وقدر کا یقین ہے وہ غمگین اور محزون کیوں ہوتا ہے اور مجھے تعجب کہ جو دنیا اور صاحبانِ دنیا کے ساتھ اس کے بدل جانے کو دیکھتا ہے وہ کس طرح دنیا کی جانب مائل ہوتا ہے اور جسے اللہ کی جانب سے دولت عقل ملی ہے اس کے لیے مناسب ہے کہ اللہ کے فیصلے پر الزام تراشی نہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ اللہ نے اس کے رزق میں تاخیر کر دی ہے۔ [۲]

اور کتاب معانی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے اور تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ وہ خزانہ سونے کی ایک لوح تھی جس میں لکھا ہوا تھا بِسۡمِ اللّٰهِ لا الٰه الّا اللّٰه محمد رسولُ اللّٰہ. عجبتُ لمن یعلم ان الموت حق کیف یفرح و عجبت لمن یؤمن بالقدر کیف یحزن و عجبتُ لمن یذ کر النار کیف یَضۡحَكُ و عجبتُ لمن یری الدنیا و تصرف اھلها حالًا بعد حال کیف یطمئنّ الیها اللہ کے نام سے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، محمد اللہ کے رسول ہیں مجھے تعجب ہے کہ جو یہ جانتا ہے کہ موت برحق ہے وہ کس طرح شاداں وفرحاں ہوتا ہے اور مجھے تعجب ہے کہ جو قضا وقدر پر ایمان رکھتا ہے کیسے غمگین اور حزین ہوتا ہے اور مجھے تعجب ہے کہ جو آتش جہنم کو یاد رکھتا ہے اس کے لبوں پر ہنسی کس طرح آتی ہے اور مجھے تعجب ہے کہ جو دنیا اور صاحبانِ دنیا کے ساتھ اس کے تصرفات اور تبدیلیوں کو ایک حالت سے دوسری حالت میں دیکھتا ہے وہ اس دنیا سے کیسے مطمئن ہوتا ہے۔ [۳]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن بچے کی حفاظت اس کے باپ کے لیے ہزار سال تک کرتا ہے یہ جو دونوں لڑکے تھے اُن کے درمیان اور اُن کے والدین کے درمیان سات سو (۷۰۰) سال کا فاصلہ تھا۔ [۴]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مردِ مومن کی بھلائی اور بہتری کے لیے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کی بہتری اور درستی کے سامان فراہم کر دیتا ہے اور ان کے گھروں میں اُن کی حفاظت کرتا

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۵۸ ح ۶۶ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۸ ح ۶۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۹-۳۳۸ ح ۶۷
(۳) معانی الاخبار ص ۲۰۰ ح ۱ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۹ ح ۷۰

ہے اور اس کے اردگرد تمام گھروں کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ مسلسل اللہ کی حفاظت اور اس کی کرامت میں ہوتے ہیں پھر اس کے بعد آپ نے دونوں لڑکوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں اُن کے والدین کی درستی اور بھلائی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔[1]

کتاب عوالی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب عالم (خضر) نے دیوار کو درست اور سیدھا کردیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ میں آباء (والدین) کی کوشش کی بنیاد پر اولاد کو جزا دوں گا اگر انھوں نے اچھائی کی ہوگی تو بہترین بدلہ ملے گا اور اگر برائی کی ہوگی تو بدترین بدلہ دیا جائے گا دیکھو خبردار زنا نہ کرنا تمھاری عورتیں زنا کریں گی اور جو شخص کسی مرد مسلم کی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرے گا تو اس کی بیوی کے ساتھ ہم بستری کی جائے گی۔ اس لیے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔[2]

وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي۔

اے موسیٰ جو کچھ آپ نے ملاحظہ فرمایا اسے میں نے اپنی مرضی سے انجام نہیں دیا۔

بلکہ میں اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے بجالایا ہوں۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے آیت ''فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا'' کے ذیل میں مروی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کام میں ارادے کو خود اپنی طرف نسبت دی ہے اس لیے کہ انھوں نے عیب لگانے کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے یہ چاہا کہ اس کشتی کو بادشاہ جب دیکھے تو وہ عیب دار ہو تاکہ وہ اسے مساکین سے نہ چھینے اور اللہ تعالیٰ نے اس امر کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ ان مساکین کی بھلائی کا خواہاں تھا اور فرمایا کہ اس قول **فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا** (ہمیں خوف ہوا کہ لڑکا اپنے والدین کو تنگ کرے گا) حضرت خضر کو ڈر محسوس ہوا اس لیے جمع کا صیغہ استعمال کرلیا ''کہ ہمیں خوف محسوس ہوا'' اللہ تعالیٰ کسی سے نہیں ڈرتا اس لیے کہ کوئی شے اس کے اختیار سے باہر نہیں اور وہ جس امر کا ارادہ کرلے اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں خضر اس بات سے ڈرے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جو حکم دیا ہے اس کے درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہوجائے جو انھیں اس عمل کرنے کے ثواب سے محروم کردے۔ ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں لڑکے کے والدین کے لیے سبب رحمت قرار دیا ہے تو انھوں نے اس معاملے میں بشریت کے مطابق عمل کیا جیسا کہ انھوں نے موسیٰ کے بارے میں کہا تھا اس لیے کہ وہ اُس وقت خبر دینے والے تھے اور موسیٰ کلیم اللہ وہ تھے جنھیں خبر دی جارہی تھی۔ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے مرتبے میں بڑھے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مرتبے میں حضرت خضر علیہ السلام سے افضل ہیں بلکہ انھوں نے وضاحت کے استحقاق کی بنا پر ان سے گفتگو کی تھی اور جب خضر علیہ السلام نے اپنے قول میں کہا ''فَأَرَادَ رَبُّكَ'' آپ کے رب نے ارادہ کیا۔ انھوں نے قصے کے آخر

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۷ ح ۶۳ (۲) عوالی اللئالی ج ۳ ص ۵۴۷ ح ۱۰

میں انانیت سے بیزاری کی یعنی یہ نہیں کہا کہ میں نے ارادہ کیا بلکہ ارادے کی نسبت مکمل طور سے خداوند عالم کی جانب سے دی ہے اس لیے اب کوئی ایسی بات باقی نہیں بچی تھی جو انھوں نے کی ہو بعد میں جس کے بارے میں خبر دیں اور موسیٰ ان سے اطلاعات حاصل کریں اور ان کے کلام کو بغور سنیں ان کا اتباع کرتے ہوئے اس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے انانیت اور ارادے سے اپنے آپ کو علاحدہ کرلیا ایک عبد مخلص کی مانند اور داستان کے آغاز میں جو انانیت سے نسبت ہورہی تھی اپنے آپ کو اس سے خارج کرلیا اور اشتراک کے دعوے سے خود کو دوسری داستان میں بری قرار دیا فرمایا ''رحمة من ربك وما فعلته عن امری '' یہ تو آپ کے ربّ کی رحمت تھی اور میں نے یہ سب جو کیا تھا وہ میرے حکم سے نہ تھا۔[1]

ذٰلِكَ تَأْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا۔

یہ تھی تاویل ان امور کی جن پر آپ صبر نہ کرسکے۔

تَسْطِعْ دراصل تَسْتَطِعْ تھا ''ت'' کو تخفیف کی وجہ سے حذف کردیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ اس داستان کا فائدہ یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنے علم پر غرور اور خود پسندی نہیں ہونی چاہیے اور وہ جس چیز کے بارے میں واقفیت نہیں رکھتا اس کے انکار کرنے میں عجلت سے کام نہ لے ہوسکتا ہے اس میں کوئی راز ہو جس کی اسے معرفت نہیں ہے اور یہ کہ ہمیشہ علم کے حصول کی سعی کرتا رہے اور معلّم کے سامنے عاجزی وانکساری کے ساتھ پیش آئے اور اپنی گفتگو میں ادب کو ملحوظ رکھے اور مجرم کو اس کے جرم پر متنبہ کردے اور اسے معاف کردے جب تک اس بات پر مُصر رہنا ثابت نہ ہوجائے اس کے بعد وہ اس شخص کو چھوڑ کر الگ ہوجائے۔[2]

---

(۱) علل الشرائع ص ۶۲ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۳

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾
اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾
فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾

۸۳-اے نبی یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجیے کہ میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں۔
۸۴-ہم نے اُسے زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اس کو ہر قسم کے اسباب و وسائل سے نوازا تھا۔
۸۵-چناں چہ وہ ایک مہم کے پیچھے لگا۔

۸۳-وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ۔
اے نبی یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔
قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا۔
اے نبی آپ فرما دیجیے کہ میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں۔
کتاب قرب الاسناد میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ کچھ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے میرے جد ابوالحسن امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا آپ اپنے فرزند عم سے اجازت طلب کیجیے ہم ان سے کچھ سوال کرنا چاہتے ہیں حضرت علی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں یہودیوں کے بارے میں بتلایا آنحضرتؐ نے حضرت علی سے کہا وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں میں اللہ کے بندوں میں سے ادنیٰ بندہ ہوں۔ میں وہی جانتا ہوں جو میرے ربّ نے مجھے علم عطا فرمایا ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ یہودیوں کو میرے پاس آنے دو وہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا تم جس مقصد کے لیے آئے ہو تم اس بارے میں مجھ سے سوال کرو گے یا میں تمھیں اس بارے میں آگاہ کردوں، یہودیوں نے کہا آپ ہمیں آگاہ کیجیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم مجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہو انھوں نے کہا ہاں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ رومیوں کا غلام تھا پھر وہ بادشاہ بن گیا اور وہ سورج کے طلوع و غروب ہونے کی جگہ پر آیا اور وہاں پر اُس نے بند بنائے یہودیوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ ایسا اور ایسا تھا۔[1]
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جب رسول اللہؐ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام، جوان اور خضر علیہ السلام کے حالات سے

(۱) قرب الاسناد ص ۲۲۱-۲۲۲ حدیث نمبر ۱۲۲۸

باخبر کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں ایک ایسے چکر لگانے والے کے بارے میں بتلایئے جس نے مشرق ومغرب کے گرد چکر لگایا تھا وہ کون تھا اور اس کی داستان کیا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ۱؎

امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ نبی تھے یا بادشاہ تھے تو آپ نے فرمایا کہ نہ وہ نبی تھے اور نہ ہی بادشاہ تھے بلکہ ایسے عبد تھے جو اللہ سے محبت کرتے تھے اور اللہ اُن سے محبت کرتا تھا جو اللہ کے لیے نصیحت کرتے تھے اور اللہ اُن کا خیرخواہ تھا اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک قوم کی طرف مبعوث کیا لوگوں نے اُن کے سر کے دائیں طرف مارا تو اللہ نے جب تک چاہا وہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے پھر اللہ نے انھیں دوبارہ بھیجا اس مرتبہ لوگوں نے اُن کے سر کے بائیں طرف مارا تو جب تک اللہ نے چاہا وہ اُن سے دور چلے گئے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں تیسری مرتبہ مبعوث کیا تو اس مرتبہ اللہ نے انھیں زمین میں اقتدار عطا کیا اور تمھارے درمیان ویسا ہی شخص موجود ہے امیرالمومنینؑ نے اپنے آپ کو مراد لیا۔ ۲؎

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذوالقرنین کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی قوم کی طرف مبعوث کیا تو ان کے سر کے دائیں طرف ضربت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پانچ سو (۵۰۰) سال کے لیے موت سے ہم کنار کردیا اس کے بعد اللہ نے انھیں پھر مبعوث کیا تو ان کے بائیں سر پر ضربت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پانچ سو (۵۰۰) سال کے لیے موت کی نیند سلادیا اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث کیا تو انھیں زمین کے مشارق اور مغارب کی حکومت عطا کردی جہاں سے سورج نکلتا تھا اور جہاں تک سورج ڈوبتا تھا وہ ان سب کے حاکم تھے اور یہ اللہ کا قول ہے حتی اذا بلغ مغرب الشمس الخ ۳؎

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ ذوالقرنین نہ تو نبی تھے اور نہ ہی رسول تھے ایک ایسے عبد صالح تھے جو اللہ سے محبت کرتے تھے اور اللہ اُن سے محبت کرتا تھا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کی اور اللہ ان کا خیرخواہ تھا انھوں نے اپنی قوم کو دعوت دی تو ان لوگوں نے ان کے سر کے ایک حصے پر ضربت ماری اور انھیں قتل کر ڈالا اللہ نے انھیں دوبارہ مبعوث کیا تو ان لوگوں نے سر کے دوسرے حصے پر ضربت لگائی اور انھیں قتل کردیا۔ ۴؎

دوسری روایت میں ہے کہ امیرالمومنینؑ سے سوال کیا گیا کہ آیا وہ بادشاہ تھے یا نبی تھے؟ اور ان کے سر کے دونوں کنارے سونے کے تھے یا چاندی کے تھے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے اور نہ بادشاہ اور ان

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۰ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۱
(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۰ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۰ ح ۷۳
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۹ ح ۷۱

کے سر کے دونوں کنارے سونے اور چاندی کے نہیں تھے بلکہ وہ وہی تھے جیسا کہ حدیث سابقہ میں مذکور ہوا۔ ۵

کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے البتہ وہ ایک عبد صالح تھے جو اللہ سے محبت کرتے تھے اور اللہ بھی اُن سے محبت کرتا تھا اور وہ اللہ کے لیے نصیحت کرتے تھے اور اللہ اُن کا خیرخواہ تھا اور ان کا نام ذوالقرنین اس لیے پڑ گیا کہ انھوں نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انھوں نے ان کے سر کے دائیں طرف ضرب لگائی تو وہ ایک عرصے کے لیے اُن سے غائب ہو گئے پھر دوبارہ واپس آئے تو لوگوں نے ان کے سر کے دوسرے طرف ضربت لگائی اور تمھارے درمیان بھی ویسا ہی شخص موجود ہے۔ ۱

تفسیر عیاشی میں ایسی ایک ہی روایت موجود ہے۔ ۲

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد چار انبیاء کو بادشاہ بنا کر بھیجا ان میں سب سے پہلے ذوالقرنین ہیں اور ان کا نام ''عیاش'' ہے اور داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام جہاں تک عیاش کا تعلق ہے تو انھیں مشرق و مغرب کے درمیان کی حکومت عطا کی گئی اور داؤد کو شام کے علاقے سے لے کر اصطخر کے علاقوں تک حکمران بنایا گیا اور اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام مصر اور اس کے صحراؤں کے بادشاہ بنے اور ان کی حکومت اس سے آگے نہیں بڑھی۔ ۳

کتاب خصال میں روایت مرفوع میں ہے کہ مکمل زمین کے چار حکمران گزرے ہیں دو مومن اور دو کافر مومنین میں سلیمان بن داؤد اور ذوالقرنین تھے اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر تھے اور ذوالقرنین کا نام عبداللہ بن ضحاک تھا۔ ۴

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ عبد صالح تھے اور ان کا نام عیاش تھا اللہ تعالیٰ نے انھیں منتخب کیا اور انھیں سابقہ اقوام میں سے ایک قوم کی طرف مبعوث کیا جو مغرب کی جانب تھی اور یہ طوفان نوح کے بعد کا واقعہ ہے لوگوں نے ان کے سر کے داہنی کنارے پر ضربت لگائی وہ اس سے مر گئے اللہ تعالیٰ نے انھیں سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کیا تو پھر سابقہ اقوام میں ایک قوم کی طرف مبعوث کیا جو مشرق میں رہتی تھی ان لوگوں نے ذوالقرنین کو جھٹلایا اور ان کے سر کے بائیں کنارے پر ضربت لگائی وہ اس ضربت سے مر گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں سو سال کے بعد انھیں زندہ فرمایا اور سر میں جن جگہوں پر ضربت لگی تھی اس کے عوض میں انھیں دو سینگ عطا کر دیے جو اندر سے کھوکھلے تھے اور اُن سینگوں میں ان کی حکومت کی شان اور ان کی نبوت کی علامات کو رکھ دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۳۹۴ ح ۴ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۰-۳۳۹ ح ۷۲
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۰ ح ۷۵ (۴) الخصال ص ۲۵۵ ح ۱۳۰

• انھیں دنیاوی آسمان پر بلند کرلیا تو ان پر زمین کی تمام چیزیں منکشف ہوگئیں اس کے پہاڑ اس کی ہموار زمین اس کے درّے پہاڑی راستے یہاں تک کہ انھوں نے مشرق ومغرب کے درمیان ہر شے کا مشاہدہ کرلیا اور اللہ نے انھیں ہر شے میں کچھ نہ کچھ عطا کر دیا۔ انھوں نے اس کے ذریعے حق اور باطل کو پہچان لیا اور اُن کی سینگوں میں آسمان کے ٹکڑے کے ذریعے مدد بہم پہنچائی جس میں ظلمتیں گرج اور چمک سب کچھ موجود تھا پھر انھیں زمین پر لایا گیا اور اُن پر وحی کی کہ زمین کے مشرقی حصوں اور مغربی حصوں میں سفر کرو تمھارے لیے شہروں کو لپیٹ دیا گیا ہے اور بندوں کو تمھارا مطیع ومنقاد بنا دیا گیا ہے تمھارا رعب ان پر ڈال دیا گیا ہے وہ مغرب کے حصے کی جانب روانہ ہوئے وہ جب بھی کسی بستی سے گزرتے تو اس بستی میں ایسی آواز گونجتی گویا کہ غضب ناک شیر دھاڑ رہا ہے پھر ان کے سینگوں سے ایسی ظلمتیں نکلتیں جن میں گرج اور چمک ہوتی اور بجلیاں ہوتیں جو ہر دشمنی کرنے والے اور مخالف کو ہلاک کر دیتی تھیں ابھی وہ سورج کے مغربی حصے تک نہیں پہنچے تھے کہ مشرق اور مغرب کے تمام باشندے اُن کے سامنے جھک گئے فرمایا کہ یہ اللہ کا قول ہے۔ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ الآیۃ۔ [1]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذوالقرنین کو سخت بادلوں اور نرم بادلوں کا اختیار دیا گیا تھا تو انھوں نے نرم بادلوں کو اختیار فرمایا اور وہ نرم بادلوں پر سوار ہوئے جب وہ کسی قوم تک پہنچتے تو وہ ان کی طرف اپنے نفس کا پیغام بر بن کر جاتے تا کہ وہ مرسلین کی تکذیب نہ کریں۔ [2]

امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا ان کے لیے بادلوں کو مسخر کر دیا گیا تھا اور ان کے لیے اسباب کو نزدیک کر دیا گیا تھا اور ان کے لیے نور کا فرش بچھا دیا گیا تھا سوال کیا گیا کہ ان کے لیے نور کا فرش کس طرح بچھایا گیا تھا فرمایا کہ وہ رات کو اسی طرح روشن ہوتا جیسا کہ دن کے وقت روشن ہوتا تھا۔ [3]

کتاب اکمال اور کتاب خرائج میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ مشرق اور مغرب تک کس طرح پہنچنے میں کامیاب ہوئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بادل کو اُن کے لیے مسخر کر دیا تھا اور اُن کے لیے اسباب فراہم کر دیے تھے اور ان کے لیے نور کا فرش بچھا دیا تھا اور ان کے لیے رات اور دن یکساں تھے اور خرائج میں یہ اضافہ ہے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ وہ سورج سے قریب ہوگئے ہیں اور سورج کو اپنی سینگ سے مشرق ومغرب میں لے جا رہے ہیں جب انھوں نے یہ داستان اپنی قوم کو سنائی اور ان سے اپنا تعارف کرایا تو ان لوگوں نے ان کو ذوالقرنین کہنا شروع کر دیا۔ انھوں نے قوم کو اللہ کی طرف بلایا اور وہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ الحدیث [4]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۱۔۳۴۲ ح ۷۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۹۔۳۴۰ ح ۷۲
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۱ ح ۷۸ (۴) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۳۹۳ ح ۲

۸۴-اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ -

ہم نے اُسے زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا۔

وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا۔

اور اس کو ہر قسم کے اسباب ووسائل سے نوازا تھا۔

جس کا اس نے ارادہ کیا تھا اور اُس کی جانب توجہ مبذوال کی تھی سَبَبًا کا مفہوم ہے پہنچنے کا ایسا ذریعہ جس تک علم، قدرت اور آلات کے ذریعے سے رسائی ہوسکتی ہے۔

تفسیر قمی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے سَبَب کا مفہوم ہے۔ دَلِیل یعنی راہ نما۔ [1]

۸۵-فَاَتْبَعَ سَبَبًا۔

چناں چہ وہ ایک مہم کے پیچھے لگا۔

یعنی ارادہ کیا مغرب تک پہنچنے کا تو ایسے اسباب تک رسائی حاصل کی جو اسے وہاں تک پہنچادیں۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِىۡ عَيۡنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنۡدَهَا قَوۡمًا ؕ قُلۡنَا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ اِمَّاۤ اَنۡ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنۡ تَتَّخِذَ فِيۡهِمۡ حُسۡنًا ﴿۸۶﴾

قَالَ اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ فَسَوۡفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكۡرًا ﴿۸۷﴾

وَ اَمَّا مَنۡ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالۡحُسۡنٰى‌ ۚ وَ سَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا يُسۡرًا ؕ ﴿۸۸﴾

ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾

٨٦-یہاں تک کہ جب وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو کیا دیکھا کہ وہ ایک کالے پانی کے چشمے میں ڈوب رہا ہے اور اس کے پاس اُس نے ایک قوم کو پایا ہم نے کہا اے ذوالقرنین ہم نے تمھیں مختار بنایا ہے تم انھیں سزا دو یا ان سے حسن سلوک کرو۔

٨٧-ذوالقرنین نے کہا جس نے ظلم کیا ہے ہم عن قریب اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف پلٹایا جائے گا اور وہ اسے بدترین سزا دے گا۔

٨٨-لیکن جو ایمان لایا اور صالح عمل بجا لایا تو اس کے لیے بہترین جزا ہوگی اور ہم اپنے معاملات میں اس سے نرمی سے گفتگو کریں گے۔

٨٩-پھر وہ ایک اور مہم کے پیچھے روانہ ہوگیا۔

٨٦-حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ الشَّمۡسِ -

یہاں تک کہ جب وہ غریب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا۔

وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِىۡ عَيۡنٍ حَمِئَةٍ -

تو کیا دیکھا کہ وہ ایک کالے پانی کے چشمے میں ڈوب رہا ہے۔

حَمِئَةٍ کے معنی ہیں ذات حَمئاۃ یعنی کالی مٹی اور لفظ کو حامیۃ بھی پڑھا گیا ہے۔

یعنی گرم اور احتمال یہ ہے کہ اس چشمے میں دونوں صفات ہوں۔

کہا گیا ہے کہ غالباً وہ (بحرِ محیط) بحر اوقیانوس کے ساحل تک پہنچ گئے تھے تو انھوں نے ایسا ہی دیکھا اس

لیے کہ ان کی نگاہوں کے سامنے سوائے پانی کے کچھ نہ تھا اور اسی وجہ سے فرمایا وَجَدَهَا تَغْرُبُ اسے ڈوبتا ہوا دیکھا اور یہ نہیں کہا کانت تغرب وہ ڈوب چکا تھا۔[1]

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ گرم چشمے میں سمندر کے اندر اس شہر سے آگے جو مغرب سے متصل تھا یعنی جابَلقا[2][3]

اور امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب وہ سورج کے ساتھ پانی کے گرم چشمے تک پہنچے تو یہ دیکھا کہ سورج غروب ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ ستر (۷۰) ہزار فرشتے ہیں جو اسے لوہے کی زنجیروں اور کنڈوں سے سمندر کی گہرائیوں میں داہیں طرف کی زمین کے قطر میں کھینچ رہے ہیں جس طرح کشتی پانی کے اوپر چل رہی ہو۔[4]

وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا-

انھوں نے اس چشمے کے پاس ایک قوم کو دیکھا جو لوگ کافر تھے۔

قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ-

ہم نے کہا اے ذوالقرنین ہم نے تمھیں مختار بنایا ہے ان کے کفر کی بنا پر انھیں قتل کر کے سزا دو۔

وَ اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا-

یا اُن سے حُسن سلوک سے کام لو یعنی انھیں ہدایت کرو ان کی رہنمائی کرو اور انھیں شریعت کی تعلیم دو۔

۸۷-قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ-

ذوالقرنین نے کہا سب سے پہلے میں انھیں ایمان کی دعوت دوں گا میں نے جسے دعوت دی اور اس نے کفر پر مُصر رہ کر اپنے نفس پر ظلم ڈھایا۔

فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ-

تو ہم عن قریب اسے عذاب دنیا سے دوچار کریں گے۔

ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ-

پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف پلٹایا جائے گا۔

فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا-

اور وہ اسے بدترین سزا دے گا جیسی سزا اس سے پہلے آخرت میں نہیں دی گئی تھی۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۴ (۲) جابلق مشرق کے ایک شہر کا نام ہے قاموس المحیط ج ۳ ص ۲۱۷ اور لسان العرب ج ۲ ص ۱۷۱ میں ہے کہ جابلق اور جابلس دو شہر ہیں ان میں سے ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں ہے ان کے پیچھے کوئی انسان نہیں رہتا امام حسن بن علی علیہما السلام سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک حدیث میں دونوں شہروں کا ذکر کیا ہے۔ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۵۰ ح ۸۳

(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۲ حدیث ۷۹

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عَذَابًا نُّكْرًا سے مراد ہے ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔[1]

۸۸۔وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا۔

اور لیکن جو ایمان لایا اور عمل صالح بجالایا۔

فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى

تو اس کے عمل کی بہترین جزا ہوگی یا اسے بہترین ثواب بطورِ جزا دیا جائے گا۔

وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا۔

اور ہم اپنے معاملات میں اس سے نرمی سے گفتگو کریں گے۔

یعنی ہم جو اسے خراج کا حکم دیں گے تو اس معاملے میں اس سے نرمی کا برتاؤ کریں گے اس کے لیے آسانیاں فراہم کریں گے دشواریوں سے اسے دور رکھیں گے۔

۸۹۔ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۔

پھر وہ ایک اور مہم کے پیچھے روانہ ہوگیا۔ایسے راستے پر چلا جو اسے مشرق تک پہنچادے۔

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۱

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۙ﴿۹۰﴾

كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

۹۰۔یہاں تک کہ جب وہ طلوع آفتاب کی جگہ پر پہنچا تو کیا دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لیے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے فراہم نہیں کیا۔

۹۱۔یہ اُن کا حال تھا اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا اس کی تفصیل ہمارے احاطۂ علم میں ہے۔

۹۲۔پھر وہ کسی اور مہم پر روانہ ہو گیا۔

۹۳۔یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچا تو ان کے درمیان اس نے ایک قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھ نہیں پا رہے تھے۔

۹۰۔حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ۔

یہاں تک کہ جب وہ طلوع آفتاب کی جگہ پر پہنچا۔

کہا گیا ہے کہ ایسی جگہ پر جہاں زمین کی آبادی پر پہلی مرتبہ سورج طلوع ہوا تھا۔[۱]

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا۔

تو کیا دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہوا جس کے لیے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے فراہم نہیں کیا تھا۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان لوگوں کو گھر بنانے کی صنعت کا علم نہ تھا۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ کپڑوں کی صنعت سے ناواقف تھے۔[۳]

---

(۱) تفسیر بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۴ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۹۱ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۵۰ ح ۸۴
(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۱

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی کہ ذوالقرنین ایسی قوم کے پاس پہنچے کہ دھوپ نے جنھیں جلاڈالا تھا ان کے بدن متغیر ہو گئے تھے ان کی رنگت تبدیل ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ انھیں اندھیروں کی طرح تاریک بنا دیا تھا۔[1]

۹۱-كَذٰلِكَ -

یہ اُن کا حال تھا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے بلند مرتبہ اور حکومت کی وسعت یا مشرق میں بھی ذوالقرنین کا معاملہ ویسا ہی تھا جیسا کہ مغرب والوں کے ساتھ تھا۔

وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا۔

اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا لشکر، معجزات، تعداد، اسباب تو باوجود کثرت کے اس کے علم کا کوئی اور احاطہ نہیں کرسکتا تھا سوائے لطیف وخبیر خداوند عالم کے۔

۹۲-ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۔

پھر وہ کسی اور مہم پر روانہ ہوگیا یعنی تیسرا راستہ اختیا کیا جو مشرق ومغرب کے درمیان چوڑائی میں تھا جو جنوب سے شمال کی طرف جاتا تھا۔

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ راستہ ظلمت کی حد میں تھا۔[2]

۹۳-حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ -

یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا۔

اسے پہاڑوں کے درمیان جن کے مابین سد (بند اور پشتہ) بنایا گیا تھا۔

وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا -

تو ان کے درمیان ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھ نہیں پارہے تھے۔

اس لیے کہ ان کی زبان میں اجنبیت تھی اور اُن میں عقل اور سمجھ کی کمی تھی اور اگر یُفقِھون پڑھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ سننے والا اُن کے کلام کو سمجھنے سے قاصر تھا اور وہ اپنی باتوں کی وضاحت بھی نہیں کر پارہے تھے کیوں کہ وہ زبان سے ناواقف تھے۔ ان کے لیے اظہار خیال مشکل تھا۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۲ ح ۷۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۲ ح ۷۹

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾

قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾

اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾

۹۴-انھوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں کیا ہم تمھارے لیے مال جمع کریں کہ تم ہمارے اور اُن کے درمیان ایک دیوار بنا دو۔

۹۵-ذوالقرنین نے کہا میرے ربّ نے مجھے جو کچھ عطا کر رکھا ہے وہ بہتر ہے تم طاقت وقوت سے میرا ساتھ دو میں تمھارے اور اُن کے درمیان بند بنائے دیتا ہے۔

۹۶-مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیان خلا کو اس نے پاٹ دیا تو کہا اب اسے پھونک مارو جب یہ دیوار آگ کی طرح سرخ ہوگئی تو اس نے کہا لاؤ اب اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا۔

۹۴-قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ -

انھوں نے کہا اے ذوالقرنین۔

اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ -

یاجوج وماجوج اس زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج دو قبیلے ہیں یافث بن نوح کی اولاد سے۔[۱]

اور کہا گیا ہے کہ یاجوج کا تعلق تُرک قوم سے ہے اور ماجوج کا تعلق جبل سے ہے۔[۲]

کتاب علل الشرائع میں امام ہادی علیہ السلام سے مروی ہے کہ ترک قوم اور علاقہ خزر کے باشندے (جو بعد میں یورپ میں پھیل گئے) اور یاجوج وماجوج اور چین کے باشندے جہاں کہیں بھی ہوں یہ سب کے سب یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔[۳]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵

(۳) علل الشرائع ص ۳۲ ح ۱ ب ۲۸

مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ -

اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں قتل وغارت گری کے ذریعے اور زراعت کو تباہ کر کے تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج ان دونوں پہاڑوں کے پیچھے رہتے ہیں اور وہ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں جب ہماری زراعتیں اور پھل ظاہر ہوتے ہیں تو وہ ان دونوں پہاڑوں سے نکل کر آتے ہیں اور ہمارے پھلوں اور کھیتوں میں اپنے جانوروں کو چراتے ہیں یہاں تک اس میں سے کچھ بھی ہمارے لیے باقی نہیں بچتا۔[1]

فَهَلۡ نَجۡعَلُ لَكَ خَرۡجًا -

کیا ہم تمھارے لیے مال جمع کریں۔

خرج یعنی خراج وہ مال جو ہم ہر سال آپ کو دیں گے۔

عَلٰۤى اَنۡ تَجۡعَلَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَهُمۡ سَدًّا -

کہ تم ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دو۔

جو ان کے نکلنے میں رکاوٹ بن جائے اور وہ ہماری طرف نہ آسکیں۔

۹۵-قَالَ مَا مَكَّنِّىۡ فِيۡهِ رَبِّىۡ خَيۡرٌ -

ذوالقرنین نے کہا کہ میرے ربّ نے مجھے جو کچھ عطا کر رکھا ہے وہ بہتر ہے۔

یعنی مال اور ملک میں سے جس چیز کو میرے قبضے میں دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم بصورتِ خرج مجھے دو گے مجھے اُس مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

فَاَعِيۡنُوۡنِىۡ بِقُوَّةٍ -

تم طاقت وقوت سے میرا ساتھ دو یا (آلات) ساز وسامان سے مجھے تقویت دو۔

اَجۡعَلۡ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ رَدۡمًا -

میں تمھارے اور ان کے درمیان ایسی مضبوط رکاوٹ بنا دیتا ہوں جو سَدّ (بند، پشتہ) سے زیادہ بڑی ہوگی۔

۹۶-اٰتُوۡنِىۡ زُبَرَ الۡحَدِيۡدِ -

مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو۔ زُبَر زُبَرَة کی جمع ہے جس کے معنٰی ہیں بڑا ٹکڑا۔

کہا گیا ہے کہ یہ خراج کو مسترد کرنے اور مدد ونصرت پر اقتصار کرنے کے منافی نہیں ہے۔

اس لیے کہ لفظ اِیتاء دینے کے معنٰی میں بھی آتا ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيۡنَ الصَّدَفَيۡنِ -

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۳ حدیث ۷۹

جب دونوں پہاڑوں کے خلا کو اس نے پاٹ دیا۔

قَالَ انْفُخُوا۔

ذوالقرنین نے کہا کام کرنے والوں سے کہ بھٹی میں پھونک مارو۔

حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا۔

جب اسے آگ کی طرح سرخ کر دیا۔

قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا۔

تو ذوالقرنین نے کہا لاؤ اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ذوالقرنین نے انھیں حکم دیا کہ وہ لوہا لے کر آئیں تو انھوں نے وہ لوہا دونوں پہاڑوں کے درمیان رکھ کر اُسے برابر کر دیا پھر انھیں حکم دیا کہ آگ لے کر آئیں وہ آگ لے آئے اور لوہے کہ نیچے رکھ کر اسے پھونک مارنے لگے یہاں تک کہ لوہا آگ کی طرح سرخ ہوگیا پھر اس کے اوپر تانبا انڈیل دیا اور اس طرح اسے بند کر دیا۔[1]

امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں آیا ہے کہ ذوالقرنین نے اُن کے درمیان تانبے، لوہے، سیاہ وال اور تارکول سے ایک دروازہ بنا دیا جو ان کے نکلنے اور آنے میں رکاوٹ بن گیا۔[2]

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ لوگوں نے ذوالقرنین کے لیے لوہے کے پہاڑ کو کھودا اور پھر اس لوہے کی اینٹیں بنائیں اور ان اینٹوں کو دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک دوسرے کے اوپر رکھا اور ذوالقرنین پہلے شخص ہیں جنھوں نے روئے زمین پر ایسی دیوار بنائی جو رخنے کو بند کردے پھر اس پر لکڑی لائے اور اس میں آگ روشن کی اور اس کے اوپر پھونکنیاں رکھیں اور آگ میں پھونک ماری۔ امام علیہ السلام نے فرمایا جب وہ پگھل گیا تو فرمایا کہ تارکول لے کر آؤ پھر انھوں نے تانبے کا پہاڑ کھودا اور اسے لوہے کے اوپر ڈال دیا تو وہ بھی اس کے ساتھ پگھل گیا اور اس کے ساتھ یکجان ہوگیا۔[3]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۱

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۳ حدیث ۷۹ کا ایک حصّہ

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾
قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

۹۷۔یہ بند ایسا تھا کہ یاجوج وماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہیں آسکتے تھے اور نہ ہی اس دیوار میں نقب لگا سکتے تھے۔

۹۸۔ذوالقرنین نے کہا یہ میرے ربّ کی رحمت ہے پھر جب میرے ربّ کا وعدہ آجائے گا تو وہ اسے ہموار کردے گا اور ہمارے ربّ کا وعدہ برحق ہے۔

۹۷۔فَمَا اسْطَاعُوْٓا۔

یاجوج اور ماجوج میں استطاعت نہ تھی۔

اَنْ يَّظْهَرُوْهُ۔

کہ اس دیوار پر چڑھ کر آسکیں اس لیے کہ وہ بلند تھی اور چکنی اور ہموار تھی۔

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۔

اور نہ ہی اس دیوار میں نقب لگا سکتے تھے۔

اس لیے کہ وہ دبیز تھی اور سخت تھی۔

۹۸۔قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ۔

ذوالقرنین نے کہا کہ یہ سد (دیوار) یا اسے بنانے کی قدرت اپنے بندوں پر میرے پروردگار کی طرف سے رحمت ہے۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ۔

اور جب قیامت کے واقع ہو جانے سے میرے ربّ کا وعدہ آجائے گا۔

جَعَلَهٗ دَكَّآءَ۔

تو وہ اسے ہموار کردے گا دیوار کو گرا کر زمین سے ملا دے گا۔

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا۔

وہ ہر حال میں واقع ہو کر رہے گا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ آخری زمانے میں روز قیامت سے پہلے وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یاجوج وماجوج دنیا

میں نکل آئیں گے اور لوگوں کو کھا جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے دوڑتے آئیں گے۔[1]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان میں کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اس کے صلب سے ہزار لڑکے پیدا نہ ہو جائیں۔ پھر فرمایا ملائکہ کے بعد وہ سب سے بڑی مخلوق ہے جسے خلق کیا گیا ہے۔[2]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ دنیا سات اقلیموں میں بٹی ہوئی ہے یاجوج۔ ماجوج۔ روم۔ چین۔ زنج (حبشہ) قوم موسیٰ اور اقلیم بابل[3]

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ انھوں نے ان نشانیوں کو شمار کروایا جو قیامت سے قبل واقع ہوں گی۔ ان میں سے یاجوج و ماجوج کا باہر نکلنا بھی ہے۔[4]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ آپ سے یاجوج اور ماجوج کے بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یاجوج ایک امت ہے اور ماجوج ایک اُمت ہے اور ہر اُمت چار سو امتوں پر مشتمل ہے ان میں سے کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اپنی صلب میں سے چار سو مردوں کو نہ دیکھ لے جن میں ہر ایک ہتھیار اٹھائے ہوئے ہوگا۔ سوال کیا گیا یا رسول اللہ آپ ہمیں ان کے اوصاف بتایئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اُن کی تین قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم اُرز کی مانند ہے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ اُرز کیا ہے؟ فرمایا کہ وہ شام کے ایک لمبے درخت کا نام ہے۔ اور ایک قسم ان میں سے وہ ہے جن کی لمبائی اور چوڑائی ایک جیسی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے نہ تو پہاڑ اور نہ ہی لوہا ٹھہر سکتا ہے اور ان میں سے ایک قسم وہ ہے کہ وہ اپنے ایک کان کو اپنا بستر بناتے ہیں اور دوسرے کان کو لحاف بنا لیتے ہیں اور جب بھی وہ کسی ہاتھی، جنگلی جانور، اونٹ اور خنزیر کے پاس سے گزرتے ہیں اسے کھا جاتے ہیں اور جب اُن میں سے کوئی مرتا ہے تو وہ اسے بھی کھا جاتے ہیں ان کا ہراول دستہ شام میں ہوتا ہے اور لشکر کا آخری حصہ خراسان میں وہ مشرق کی نہروں کا پانی پی جاتے ہیں اور شام و فلسطین کے درمیان بحیرۂ طبریہ کا پانی پی جاتے ہیں۔[5]

مجمع البیان میں ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ دن بھر نہایت جانفشانی کے ساتھ اس سد کو کھودنے میں مصروف رہتے ہیں جب شام ہوتی ہے اور وہ سورج کی کرنوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم کل واپس آئیں گے اور اس دروازے کو کھول دیں گے اور وہ ان شاء اللہ نہیں کہتے وہ دوسرے دن واپس آتے ہیں تو وہ ویسا ہی برابر

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۱

(۳) الخصال ص ۳۵۷ ح ۴۰ (۴) الخصال ص ۴۴۹ ح ۵۲

(۵) تفسیر مجمع البیان ۵۔۶ ص ۴۹۴

ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے تھا اور جب اللہ کا وعدہ آئے گا وہ کہیں گے ان شاء اللہ ہم اسے کل کھولیں گے اور جب وہ واپس آئیں گے تو اسے اسی ہیئت میں پائیں گے جیسا انھوں نے کل چھوڑا تھا تو وہ اسے کھودیں گے اور لوگوں کے پاس نکل کر آئیں گے ان کا پانی پی جائیں گے اور ان کے خوف سے لوگ قلعہ کے اندر بیٹھ کر پناہ لیں گے وہ لوگ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے جب وہ تیر زمین پر آئے گا تو ایسا ہوگا جیسے خون آلود ہو تو وہ کہیں گے کہ ہم زمین والوں پر غالب آگئے اور آسمان والوں پر ہمیں بلندی حاصل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اُن کے لیے بقفا (بچھو اور مینڈک) کو بھیجے گا جو ان کے سر کے پچھلے حصے کی طرف (گدی) سے آئے گا اور ان کے کانوں میں گھس جائے اور وہ اس سے ہلاک ہو جائیں گے۔[۱]

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ زمین کے چوپائے تنومند ہوں گے اور ان کا گوشت کھا کر اور طاقت ور بن جائیں گے۔[۲]

کتاب امالی میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ آپ سے یاجوج اور ماجوج کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک قوم ہے جس کے افراد اپنی کُدال سے نہایت جاں فشانی کے ساتھ کھدائی کررہے ہیں جب رات ہوتی ہے تو کہتے ہیں ہم کل اس کام سے فراغت حاصل کریں گے پھر جب صبح ہوتی ہے تو وہ پہلے سے زیادہ مستعد اور طاقت ور ہوتے ہیں یہاں تک کہ جب اللہ چاہے گا کہ اس کا امر مکمل ہو تو ان میں سے ایک شخص مسلمان ہوگا اور وہ کہے گا ہم ان شاء اللہ اس دروازے کو کل کھول دیں گے تو وہ صبح کریں گے پھر جب دوسرے دن آئیں گے تو اللہ اس دروازے کو کھول دے گا جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم کہ ان میں سے ایک شخص ضرور بالضرور اس وادی کے کنارے سے گزرے گا جو کوفان میں واقع ہے انھوں نے اس سے پانی پیا ہوگا یہاں تک کہ وہ اس کے پانی کو ختم کردیں گے۔

دریافت کیا گیا یا رسول اللہؐ یہ کب ہوگا؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دنیا میں سے باقی نہ نہ بچے گا مگر اتنا جیسے برتن میں تلچھٹ جمع ہو جاتا ہے۔[۳]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول "أجعل بینکم وبینهم ردماً" کے ذیل میں مروی ہے فرمایا اس سے مراد تقیہ ہے۔ "فما اسطاعوا ان یظهروه وما استطاعوا له نقبا" کے بارے میں فرمایا کہ جب تم تقیہ پر عمل کرو گے تو وہ کسی تدبیر سے تم پر قادر نہ ہوں گے اور یہ مضبوط قلعہ ہے۔ اور تمھارے اور تمھارے دشمنوں کے درمیان ایک سد (دیوار) ہے وہ اس میں نقب لگانے پر قدرت نہیں رکھتے "فاذا جاء وعد ربی جعله دکاً" فرمایا جب ظہور ہوگا تو تقیہ اٹھالیا جائے گا تو اس وقت دشمنانِ خدا سے انتقام لیا جائے گا۔[۴]

---

(۱) مجمع البیان ج ۶ ص ۹۵ (۲) مجمع البیان ج ۶ ص ۴۹۵

(۳) امالی شیخ طوسی ص ۳۴۶ ح ۱۳/۷ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۵۱ ح ۸۶

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾
وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾
الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

ع ۱۹ / ۱۱ / ۲

۹۹-اور اس دن ہم انھیں اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب انسانوں کو ایک ساتھ جمع کر دیں گے۔

۱۰۰-اور اس دن ہم جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے۔

۱۰۱-ان کافروں کے سامنے جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ کچھ بھی سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

۹۹-وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ-

اور اس دن ہم انھیں اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں گے آپس میں گڈمڈ ہو رہے ہوں گے، ایک دوسرے کو دبا رہے ہوں گے، حیران و ششدر ہوں گے۔

تفسیر عیاشی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ يَوْمَئِذٍ سے مراد روز قیامت ہے۔[۱]

وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ-

اور قیامت برپا کرنے کے لیے صور پھونکا جائے گا۔

فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا-

تو ہم سب کو حساب اور جزا کے لیے جمع کر دیں گے۔

۱۰۰-وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا-

اور اس دن ہم جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے۔

یعنی ان کے لیے جہنم کو ظاہر کر دیں گے جسے وہ آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔

۱۰۱-الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ-

ان کافروں کے سامنے جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں۔

عَنْ ذِكْرِيْ سے مراد ہے میری نشانیوں اور ان نشانیوں میں غور و فکر کرنے سے پردے میں تھیں۔

وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا-

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۵۱ ح ۸۷

اور وہ سننے کی استطاعت بھی نہیں رکھتے تھے۔

یعنی وہ اس سے بہرے تھے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی اللہ تبارک نے جو آیتیں خلق فرمائی ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی ہے وہ اس میں غور وفکر نہیں کرتے تھے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا نفس معرفت کی استطاعت رکھتا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ان سے کہا گیا کہ ارشاد ربّ العزت ہے الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اللہ کے اُس قول کی طرح ہے۔ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ (ہود: ۲۰) کہا گیا کیا انھیں عیب دار بنایا فرمایا نہیں انھیں عیب دار نہیں بنایا جیسا بنایا وہ ویسے ہی تھے البتہ جو کچھ انھوں نے کیا اس پر موردِ الزام ٹھہرایا اور اگر وہ مکلّف نہ ہوتے تو ان کے ذمّے کچھ بھی نہ ہوتا۔ [2]

کتاب عیُون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنکھوں پر پڑا ہوا پردہ ذکر میں رکاوٹ نہیں بنتا اور ذکر کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا البتہ اللہ تعالیٰ نے ولایت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے منکرین کو عُمیان (اندھوں) سے تشبیہ دی ہے۔

اس لیے کہ وہ لوگ ان کے بارے میں پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بوجھ محسوس کرتے تھے اور اسے سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ [3]

تفسیر قمیؒ میں اس آیت کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ ذکر سے مراد امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت ہے فرمایا کہ جب بھی اُن کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کا ذکر کیا جاتا تھا تو شدّتِ بُغض اور عداوت کی بنیاد پر جو حضرت علی علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کے لیے ان کے دلوں میں تھی وہ ذکرِ علی سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ [4]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۵۱۔ ۳۵۲ ح ۸۸

(۳) عیون اخبار الرضاج ۱ ص ۱۳۶ ح ۳۳ کے ذیل میں (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۷

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ؕ

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾

۱۰۲۔کیا کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا سرپرست بنالیں گے۔ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے ضیافت کا سامان بنادیا ہے۔

۱۰۳۔اے نبی آپ فرمادیجیے کہ کیا ہم تمھیں آگاہ کردیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں کون لوگ ہیں؟

۱۰۴۔جن کی تمام کوششیں دنیاوی زندگی میں اکارت چلی گئیں اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ یقینا وہ اچھے کام کررہے ہیں۔

۱۰۲۔ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا۔

کیا کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے۔

استفہام انکار کے لیے۔

اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ۔

کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا سرپرست بنالیں گے۔

کہا گیا ہے یعنی ملائکہ اور مسیح کو معبود بنالینا جو انھیں میرے عذاب سے نجات دلادیں قرینہ کی وجہ سے دوسرا مفعول حذف کردیا۔[۱]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ جنھیں اپنا سرپرست بنالیا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ملائکہ اور مسیح ان کی اور ان کے پیروکاروں کی مدد کریں گے اور ان کی محبت انھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رکھے گی۔ وہ لوگ ان دونوں کی محبت کے سبب کافر ہوگئے۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج۲ص۴۶

ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے ضیافت کا سامان بنا دیا ہے۔

نُزُل کا مفہوم ہے پناہ گاہ اور منزل جو ان کے لیے اور اُن کے پیروکاروں کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہیّا ہے۔

۱۰۳-قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا-

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ کیا ہم تمھیں آگاہ کر دیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں کون لوگ ہیں؟

۱۰۴-اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا-

جن کی تمام کوششیں ان کے کفر کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں اکارت چلی گئیں۔

وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا-

اور وہ اپنی خود پسندی اور اعتقاد کے سبب یہ سمجھتے رہے کہ وہ حق پر ہیں اور یقیناً اچھے کام کر رہے ہیں۔

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی اور خوارج پر اس کا اطلاق ہوا۔[۱]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ نصاریٰ، پادری، عیسائی راہب (تارک دنیا) اہل شبہات، اور اہل قبلہ میں خواہشات کے پیروکار، حَرُوریہ (خوارج) اور بدعتی لوگ ہیں۔[۲]

کتاب احتجاج میں امیرالمومنین علیہ اسلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد اہل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں کے کافر لوگ ہیں وہ لوگ حق پر تھے انھوں نے اپنے دین میں بدعتیں کیں وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا پھر فرمایا کہ نہروان والے بھی اس سے دور نہیں ہیں۔[۳]

تفسیر عیاشی میں بھی امیرالمومنین علیہ السلام سے ایسی ہی روایت موجود ہے۔[۴]

کتاب جوامع میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول عاملة ناصبة (غاشیة ۳) کے مانند ہے اور فرمایا انھیں میں سے اہل حروری یعنی خوارج بھی ہیں۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۴۶ (۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۴۶
(۳) احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۳۸۸ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۵۲ ح ۸۹
(۵) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۸۲

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾
ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾

۱۰۵۔یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ربّ کی آیتوں کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کی ملاقات کا یقین نہ کیا تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے میزان عمل قائم نہیں کریں گے۔
۱۰۶۔ان کی جزا جہنم ہوگی اس لیے کہ انھوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں اور ہمارے رسولوں کا مذاق اڑایا۔
۱۰۷۔اور بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے تو ان کی ضیافت کے لیے فردوس کے باغات ہوں گے۔

۱۰۵۔أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ۔
یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ربّ کی آیتوں اور اس کی ملاقات کو جھٹلا دیا۔
فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ۔ ان کے کفر کی وجہ سے ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے ان اعمال کا ثواب انھیں نہیں ملے گا۔
فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا۔
اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے میزان عمل قائم نہیں کریں گے اور ہم انھیں نظر انداز کر دیں گے اور ہم ان کے لیے مقدار (اندازہ) اور اعتبار قائم نہیں کریں گے۔ یا یہ کہ ہم ان کے لیے میزان (ترازو) نہیں رکھیں گے کہ جس پر ان کے اعمال کو تولا جائے۔ اس لیے ان کے اعمال تو ضائع ہو چکے ہوں گے۔
کتاب احتجاج میں امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے جس میں قیامت کے دن کھڑے ہونے والوں اور ان کے احوال کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے ائمۂ کفر اور گمراہوں کے رہنما بھی ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن ہم جن کے لیے کوئی میزان قائم نہیں کریں گے اور ان کی پروا نہیں کی جائے گی اس لیے کہ انھوں نے امرونہی خداوندعالم کی کوئی پروا نہیں کی اور قیامت کے دن وہ لوگ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (المومنون: ۱۰۳۔۱۰۴) ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے آگ ان کے چہروں کو جلا ڈالے گی اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔[1]

(۱) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۶۴، زندیق سے احتجاج متشابہات کے بارے میں

۱۰۶—ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا—

ان کی جزا جہنم ہوگی اس لیے کہ انھوں نے کفر اختیار کیا۔

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا—

اور انھوں نے ہماری آیتوں اور ہمارے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے مامون کو یہ لکھ کر بھیجا کہ فتنہ وفساد کے بھڑکانے والوں اور ابوموسیٰ اشعری اور ان لوگوں سے براءت اور بیزاری کرو اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ آیات ربّ سے مراد ولایت امیرالمومنین علیہ السلام ہے ولقائہ سے مراد ہے کہ انھوں نے اللہ سے ملاقات کا انکار کیا یعنی اللہ سے علی کی امامت کے بغیر ملاقات کی فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۔[1]

۱۰۷—اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا—

اور بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے تو ان کی ضیافت کے لیے فردوس کے باغات ہوں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جنت کے سو(۱۰۰) درجات ہیں اور ہر درجے میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے۔ ان میں سب سے اعلیٰ درجے پر واقع جنت کا نام فردوس ہے جہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اگر تمھیں اللہ سے طلب کرنا ہو تو جنت الفردوس طلب کرو۔[2]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوذر حضرت مقداد، حضرت سلمان فارسی اور حضرت عمار بن یاسر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لیے "جنات الفردوس نزلا" یعنی جناتُ الفردوس کو ماویٰ اور منزل قرار دیا ہے۔[3]

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۲۶ ح ۱ (۲) مجمع البیان ج ۶ ص ۴۹۸

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۶

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

۱۰۸۔جن میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور وہاں سے نکل کر کہیں جانے کا دل نہیں چاہے گا۔

۱۰۹۔اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اگر سمندر میرے ربّ کے کلمات کو تحریر کرنے کے لیے روشنائی بن جائے تو میرے ربّ کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے گا اگرچہ ہم اس جیسا اور سمندر مدد کو لے آئیں۔

۱۱۰۔اے نبی آپ فرما دیجیے بلاشبہ میں تم جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے یقیناً تمھارا معبود بس خدائے یکتا ہے پس جو اپنے ربّ سے ملاقات کی آرزو رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی اور کو شریک قرار نہ دے۔

۱۰۸–خٰلِدِيْنَ فِيْهَا–

جن میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے وہاں سے باہر نہ نکلیں گے۔

لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا–

فرمایا کہ وہ اس کا بدل نہیں چاہیں گے۔

۱۰۹–قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ–

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اگر سمندر میرے ربّ کے کلمات کو تحریر کرنے کے لیے روشنائی بن جائے۔

لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ–

میرے ربّ کے کلمات ختم ہونے سے پہلے وہ سمندر ختم ہو جائے گا۔

وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا–

اگرچہ ہم اس جیسا اور سمندر مدد کو لے آئیں۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے لیے کوئی انجام اور انتہا نہیں ہے اور وہ کبھی بھی منقطع نہ ہوگا۔

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل:۸۵) کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

۱۱۰-قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ-

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ بے شک میں تم جیسا بشر ہوں

یعنی تخلیق کے اعتبار سے وہ انھیں کی طرح ایک مخلوق ہیں۔

يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ-

مجھ پر وحی کی جاتی ہے یقیناً تمھارا معبود بس خدائے یکتا ہے۔

کتاب احتجاج اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں سورۂ بقرہ میں ہے کہ امام علیہ السلام نے اس آیت کے بارے میں فرمایا یعنی اے نبی آپ اُن سے فرما دیجیے کہ میں بشریت میں تمھاری طرح ہوں لیکن میرے پروردگار نے تمھارے مقابلے میں مجھے نبوت کے لیے مختص کرلیا ہے جس طرح کچھ لوگ دولت مندی، صحت وعافیت اور حُسن جمال میں دوسرے افراد کے مقابلے میں خصوصیت کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا اگر اللہ نے مجھے نبوت کے لیے مختص کرلیا ہے تو اس کا انکار نہ کرو۔[۱]

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ-

پس جو اپنے ربّ سے ملاقات کی آرزو رکھتا ہے وہ اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث برسالت کیا گیا ہے۔

کتاب توحید میں امیرالمومنین علیہ السلام سے اسی طرح مروی ہے۔[۲]

فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا-

اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے جو صرف اللہ کے لیے ہو۔

وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا-

اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک قرار نہ دے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ شرک، شرک ریا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتا ہے وہ مشرک ہے اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے وہ مشرک ہے اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے حج کرتا ہے وہ مشرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن امور پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اگر انھیں لوگوں کو دکھانے کے لیے انجام دیتا ہے

---

(۱) الاحتجاج ج ۱ ص ۲۹ وتفسیر امام العسکری ص ۵۰۴ (۲) التوحید ص ۲۶۷ ح ۵

تو وہ مشرک ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ریا کار کے عمل کو قبول نہیں کرتا۔ [1]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ کوئی شخص ثواب کا کوئی کام انجام دیتا ہے اور اسے اللہ کی خوشنودی کے لیے انجام نہیں دیتا بلکہ اس کا مقصد لوگوں کے سامنے پارسا بننا ہوتا ہے اور لوگوں کو سنانا چاہتا ہے یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے ربّ کی عبادت میں شرک کیا ہے پھر فرمایا کہ اگر کوئی بندہ خیر کو پوشیدہ رکھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کافی عرصہ گزر جانے کے باوجود اسے ظاہر کر کے رہتا ہے اور اگر کوئی بندہ کسی شر کو پوشیدہ طور سے انجام دیتا ہے تو کافی عرصے گزر جانے کے بعد بھی اللہ اس کے شر کو ظاہر کر کے رہتا ہے۔ [2]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو خیر کا کوئی کام انجام دیتا ہے اور کوئی انسان اسے دیکھ کر خوش ہوتا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگوں میں اس کا خیر ظاہر ہو جائے اگر اس نے کار خیر اس مقصد کے لیے انجام نہ دیا ہو۔ [3]

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نماز کے لیے وضو کر رہے تھے کسی شخص نے یہ چاہا کہ آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالے امام علیہ السلام نے انکار کیا اور یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ میں اس وقت نماز کے لیے وضو کر رہا ہوں اور یہ عبادت ہے مجھے ناپسند ہے کہ کوئی شخص اس عمل میں میرا شریک ہو۔ [4]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ آیت کی دوسری تفسیر ہے اور غالباً یہ تنزیہ (پاکیزگی بیان کرنا) ہے اور وہ تحریم ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے نماز پڑھی، یا روزہ رکھا یا غلام آزاد کیا یا حج کیا اور ان تمام امور سے اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس کی تعریف وتوصیف کریں تو اس نے اپنے عمل میں شرک کیا ہے تو وہ ایسا مُشرِک ہے جس کی مغفرت کردی جائے گی۔ [5]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس کا تعلق اُس شرک سے نہیں ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (النساء: ۴۸) اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں کرے گا کہ اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار دیا جائے۔ اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ اس سے شرکِ جلی مراد لیا جائے اور ہم نے جس بات کی وضاحت کی وہ شرک خفی کے زمرے میں آتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میں شریکوں کے شرک سے مستغنی ہوں اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس میں وہ میرے غیر کو میرا شریک قرار دیتا ہے تو میں

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۴۷ (۲) الکافی ج ۲ ص ۲۹۳۔ ۲۹۴ ح ۴ باب الریاء
(۳) الکافی ج ۲ ص ۲۹۷ ح ۱۸ باب الریاء (۴) الکافی ج ۳ ص ۶۹ ح ۱
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۵۲ ح ۹۶

اس سے برائت کا اظہار کرتا ہوں اس کا تعلق اس سے ہے جسے اس نے شریک قرار دیا ہے۔ ۱

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ جو شخص بھی میرے یا میرے غیر کے لیے کسی کام کو انجام دیتا ہے تو میں بہترین شریک ہوں اور اس شخص کا تعلق اس سے ہے اُس نے جس کے لیے عمل کو انجام دیا ہے۔ ۲

اور صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ اگر کوئی بندہ ایسا کام انجام دے جس کے ذریعے وہ اللہ کی رحمت اور دارِ آخرت (آخرت کا گھر) کا طلب گار ہو اور پھر اس میں وہ کسی انسان کی مرضی کو شامل کرلے تو وہ مشرک ہو جائے گا۔ ۳

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ عملِ صالح سے مراد ائمہ علیہم السلام کی معرفت ہے۔ ۴

کتاب فقیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص اس آیت قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ کو آخر تک سوتے وقت پڑھے گا تو اس شخص کے لیے مسجد الحرام سے ایک نور ساطع ہوگا جو نور ملائکہ کو گھیر لے گا جو صبح تک اس کے لیے مغفرت کرتے رہیں گے۔ ۵

کتاب ثواب الاعمال میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب بھی کوئی بندہ ''انما انا بشر مثلکم'' آخر سورہ تک پڑھتا ہے تو اس کے بستر سے لے کر مسجد الحرام تک ایک نور ساطع ہوتا رہے گا اور اگر وہ بیت الحرام کا رہنے والا ہو تو وہ نور بیت المقدس تک جائے گا۔ ۶

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص سورۂ کہف کی آخری آیت کو سوتے وقت پڑھے گا تو وہ جس وقت چاہے گا اس وقت بیدار ہو جائے گا۔ ۷

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہر شب جمعہ میں سورۂ کہف پڑھے گا تو ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک جو کچھ ہوگا یہ سورہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گا۔ ۸

فرمایا اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص اس سورے کو جمعہ کے دن ظہر وعصر کے بعد پڑھے گا تو اسے ویسا ہی اجر ملے گا۔ ۹

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہر شب جمعہ میں سورۂ کہف پڑھے گا تو اس کی موت شہادت کی موت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے ساتھ مبعوث کرے گا اور وہ روز قیامت شہداء کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ ۱۰

---

(۱) مجمع البیان ج ۶ص ۵۰۰ص ۴۹۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ص ۳۵۳ح ۵۹

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ص ۳۵۳ح ۹۶ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ص ۳۵۳ح ۹۷

(۵) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ص ۲۹۷ح ۱۳۵۸ (۶) ثواب الاعمال ص ۱۰۷-۱۰۸ح ۲

(۷) الکافی ج ۲ص ۵۴۰ح ۱۷ (۸) و(۹) الکافی ج ۳ص ۴۲۹ح ۷

(۱۰) ثواب الاعمال ص ۱۰۷-۱۰۸ح ۲ ومجمع البیان ج ۵-۶ص ۴۴۷

سورۂ مریم

سورۂ مریم مکی سورہ ہے۔ مکۂ مکرمہ میں نازل ہوا اور اس پر سب کا اجماع ہے۔
اس سورے میں کل ۹۸ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کٓہٰیٰعٓصٓ ﴿۱﴾

ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا ﴿۲﴾

اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ﴿۳﴾

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ وَہَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ وَ اشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا وَّ لَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت مشفق ہے۔

۱۔ کاف۔ ھا۔ یا۔ عین۔ صاد

ک۔ ہ۔ ی۔ ع۔ ص

۲۔ تمھارے ربّ کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔

۳۔ جب انھوں نے اپنے ربّ کو چپکے چپکے پکارا تھا۔

۴۔ انھوں نے عرض کی اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر میں بڑھاپے کے شعلے بھڑک اٹھے اور میں تجھ سے دُعا طلب کر کے کبھی نامراد نہیں رہا۔

۱۔ کٓہٰیٰعٓصٓ۔

کتاب اکمال میں حجت قائم علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کی تادیل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حروف غیب کی خبریں ہیں اللہ نے جن سے اپنے بندے زکریا کو آگاہ کیا۔

اور پھر وہ قصہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا۔ بات یہ تھی کہ زکریا علیہ السلام نے اپنے ربّ سے گزارش کی کہ وہ انھیں پانچ نام سکھلا دے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نازل کیا اور انھوں نے

حضرت زکریا علیہ السلام کو وہ نام سکھلا دیے تو زکریا نے جب حضرت محمدؐ حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنؑ کا ذکر کیا تو انھیں خوشی ملی اور ان کا سارا غم جاتا رہا اور جب انھوں نے حضرت حسین علیہ السلام کا ذکر کیا تو ان کے آنسو رواں ہوگئے اور وہ غمگین ہوگئے انھوں نے ایک دن کہا اے میرے معبود مجھے کیا ہوگیا کہ جب میں چار ہستیوں کا ذکر کرتا ہوں تو ان اسماء سے میرے غم اور ہمّ کو تسلی ملتی ہے اور جب میں حسین علیہ السلام کا ذکر کرتا ہوں تو میری آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے ہیں اور میری مصیبت تازہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے زکریا کو امام حسین علیہ السلام کے واقعے سے آگاہ کیا اور فرمایا کٓہٰیٰعٓصٓ ''کاف'' سے مراد کربلا ہے، ''ھاء'' عترت کی موت ہے، ''یا'' اس سے یزید مراد ہے جس نے حضرت حسین علیہ السلام پر ظلم ڈھایا اور ''عین'' سے مراد عطش یعنی امام حسین علیہ السلام کی پیاس ہے اور ''صاد'' سے مراد صبر ہے۔ جب زکریا علیہ السلام نے یہ سنا تو تین دن تک اپنی مسجد میں رہے اور لوگوں کو وہاں آنے سے روک دیا اور وہ گریہ وزاری میں مصروف ہوگئے۔ اُن کی فریاد یہ تھی۔ الھی اتفجع خیر خلقك بولده أتنزل بلوی هذه الرزیة بفنائه. الھی أتلبس علیا وفاطمة علیهما السلام ثیاب هذه المصیبة الھی أتحل هذه الفجیعة بسا حتهما اے اللہ کیا تو اپنی بہترین مخلوق کو ان کے فرزند کے ذریعے مصیبت میں مبتلا کرے گا؟ کیا تو اس بڑی مصیبت کو ان کے صحن میں نازل کرکے اس سے ان کا امتحان لے گا؟ اے اللہ کیا تو علی وفاطمہ علیہما السلام کو اس مصیبت کا لباس پہنائے گا؟ اے اللہ کیا یہ سخت مصیبت ان دونوں کے حضور میں پہنچے گی؟ اس کے بعد فرمایا الھی أرزقنی وَلَدًا تقربه عینی عندالکبر واجعله وارثاً وصیًا اے اللہ مجھے ایسا بیٹا عطا فرمایا جس سے بڑھاپے میں تو میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے اور اس بچے کو میرا وارث اور وصی بنائے اور اسے میرے نزدیک وہی مقام عطا کر جو تونے امام حسین علیہ السلام کو مقام عطا فرمایا ہے جب مجھے وہ اولاد عطا فرمائے تو مجھے اس کی محبت سے بھی نواز دے اور مجھے بھی اس بیٹے کے ذریعے مصیبت میں مبتلا فرما جس طرح تو اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ان کے فرزند کے ذریعے مصیبت میں مبتلا کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں یحییٰ نامی فرزند عطا فرمایا اور اس کے ذریعے انھیں غم والم میں مبتلا کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے حمل کی طرح حضرت یحییٰ کا حمل بھی چھ مہینے تھا۔[1]

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کٓہٰیٰعٓصٓ کا مفہوم ہے انا الکافی الھادی الولی العالم الصادق الوعد میں کافی ہدایت کرنے والا حاکم عالم اور صادق الوعد ہوں۔[2]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کاف سے مراد کافٍ لشیعتنا (یعنی ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے) ھا سے مراد ھادلھم (ان کی ہدایت کرنے والا) یا سے مراد ولی لھم (ان کا ولی ہے) عین سے مراد

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۴۶۱ حدیث نمبر ۲۱ کا کچھ حصہ (۲) معانی الاخبار ص ۲۲ ح ۱

عالم باھل طاعتنا (وہ جانتا ہے کہ کون لوگ ہماری اطاعت گزار ہیں) صاد صادق لھم وعدہ حتی یبلغ بھم المنزلة التی وعدھم ایاھا فی بطن القرآن ان سے اپنے وعدے کو سچ کر کے دکھانے والا تا کہ انھیں اس منزلت تک پہنچا دے جس کا وعدہ اُن سے بطنِ قرآن میں کیا گیا ہے یعنی قرآن کریم کے اندر موجود ہے۔[1]

تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں پھر اس سے ملتے جلتے مطالب بیان کیے گئے جن کے مفاہیم پہلے بیان کیے جاچکے ہیں۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی دعا میں فرمایا یا کھیٰعص [3]

۲-ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا-

تمھارے ربّ کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔

یعنی یہ تمھارے ربّ کی رحمت کا تذکرہ ہے۔

تفسیر قمیؔ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ کے ربّ نے زکریا کا ذکر کیا اور اُن پر مہربانی کی۔[4]

۳-اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا-

جب انھوں نے اپنے ربّ کو چپکے چپکے پکارا تھا۔

ایسا اس لیے کیا تھا کہ اس طرح پکارنے میں عاجزی کی شدت اور بھرپور اخلاص ہوتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ایک حدیث میں آیا ہے خیر الدعا الخفی وخیر الرزق ما یکفی بہترین دعا وہ ہے جو مخفی ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو۔[5]

۴-قَالَ رَبِّ-

اور انھوں نے عرض کی اے میرے پروردگار۔

اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ -

بے شک میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ وَهَنَ الْعَظْمُ کا مفہوم ہے کہ میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں۔[6]

وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا-

اور سر میں بڑھاپے کے شعلے بھڑک اٹھے۔

---

(۱) معانی الاخبار ص ۲۸ ح ۶ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۸

(۳) مجمع البیان ۵-۶ ص ۵-۶ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۸

(۵) مجمع البیان ۵-۶ ص ۵-۶ (۶) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۸

حضرت زکریا نے اپنے بڑھاپے کو اس کی سفیدی اور چمک میں آگ کے شعلے سے اور بالوں میں اس کے پھیل جانے کو آگ کے بھڑکنے سے تشبیہ دی ہے۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بالوں میں سفیدی نمودار نہیں ہوتی تھی اور لوگ اسے نہیں دیکھتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی داڑھی کے بالوں میں سفیدی دیکھی تو دریافت کیا پروردگار یہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وقار ہے تو انھوں نے عرض کی اے میرے پروردگار میرے وقار میں اضافہ فرما۔[1]

وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا۔

اور اے میرے ربّ میں تجھ سے دعا طلب کر کے کبھی نامراد نہیں رہا

بلکہ میں نے جب بھی دعا طلب کی ہے تو نے ہمیشہ میری دُعا قبول کی ہے اور اس سے مراد قبولیت دعا کے لیے وہ توسّل ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے اور اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ جس سے دُعا طلب کی جارہی ہے اگر اس کی عادت بھی نہ ہو پھر بھی قبولیت دعا کی عادت بن چکی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار اس کی دعا قبول کی ہے اور اس بارے میں اس کی طمع کو بڑھا دیا ہے اور کریم پر یہ حق ہے کہ اگر کوئی طمع رکھتا ہو تو اسے ناکام نہ لوٹائے۔

---

(۱) علل الشرائع ص ۱۰۴ ح ۱

وَ اِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا ۙ﴿۵﴾

یَّرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ٭ۖ وَ اجۡعَلۡہُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾

یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِۣ اسۡمُہٗ یَحۡیٰی ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا ﴿۷﴾

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا وَّ قَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡکِبَرِ عِتِیًّا ﴿۸﴾

قَالَ کَذٰلِکَ ۚ قَالَ رَبُّکَ ہُوَ عَلَیَّ ہَیِّنٌ وَّ قَدۡ خَلَقۡتُکَ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَمۡ تَکُ شَیۡئًا ﴿۹﴾

قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَۃً ؕ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ﴿۱۰﴾

۵۔اور میں اپنے مرنے کے بعد اپنے وارثوں سے سہا جاتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے لہٰذا تو مجھے ایسا وارث عطا کردے۔

۶۔جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی وارث بنے اور اے میرے پروردگار تو اسے پسندیدہ انسان بنا۔

۷۔اے زکریا ہم تمھیں ایک بیٹے کی خوش خبری سناتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہوگا ہم نے اس نام کا کوئی شخص پہلے پیدا نہیں کیا۔

۸۔زکریا نے کہا اے میرے ربّ بھلا میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا میری بیوی تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ چکا ہوں۔

۹۔اللہ نے ارشاد فرمایا ہاں ایسا ہی ہوگا۔تمھارا ربّ فرماتا ہے یہ کام تو میرے لیے بہت آسان ہے اس سے پہلے میں تمھیں پیدا کر چکا ہوں جب کہ تم کچھ بھی نہ تھے۔

۱۰۔زکریا نے عرض کی میرے پروردگار تو میرے لیے کوئی نشانی قرار دے ارشاد فرمایا تمھاری نشانی یہ ہے

کہ تم پیہم تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کرسکو گے۔

۵۔وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ۔

اور میں اپنے مرنے کے بعد اپنے وارثوں سے سہا جاتا ہوں۔

مِنْ وَّرَآءِیْ یعنی میرے مرنے کے بعد مجھے یہ ڈر محسوس ہو رہا ہے کہ میرے ورثاء میری امت پر میرے بہترین جانشین ثابت نہ ہوں اور اُن پر ان کے دین کو تبدیل کر دیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مَوالی سے مراد چچا یا پھوپھی کے رشتہ دار اور چچا کے بیٹے ہیں۔[1]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ حضرت زکریا نے کہا کہ میں اپنے بعد اپنے وارثوں سے خوف زدہ ہوں۔[2]

اور تفسیر جوامع میں امام سجاد اور امام باقر علیہ السلام کی قرأت کے مطابق اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ مَوالی میرے بعد تعداد میں کم ہوں گے اور دین کو قائم رکھنے میں دشواری محسوس کریں گے۔[3]

وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا۔

اور میری بیوی بانجھ ہے۔

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا۔

لہٰذا تو مجھے ایسا ولی عطا کر دے۔

۶۔يَّرِثُنِیْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ

جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث بنے۔

یعنی ایسی تمنا کسی اور سے نہیں کی جاسکتی بس تیرے فضل وکرم اور کمال قدرت سے امید کی جاسکتی ہے کہ تو میرے صلب سے ایسا ولی عطا کر دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔

اور میرے پروردگار تو اسے ایک پسندیدہ انسان بنا۔

اے اللہ تو جس کے قول وفعل سے راضی رہے۔

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ اس وقت زکریا کے کوئی بیٹا نہ تھا جو ان کا جانشین بن سکے اور اُن کا وارث ہو اور بنی اسرائیل کے ہدایاجات اور تحفے اور ان کی نذریں اَحبار (یہودیوں کا عالم) کے لیے ہوا کرتی تھیں اور زکریا علمائے یہود کے رئیس تھے اور زکریا کی بیوی مریم بنت عمران بن ماثان کی بہن تھیں اور یعقوب بن ماثاں اور بنو ماثاں اس

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۔۶ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۸

(۳) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۸۷

وقت بنی اسرائیل کے امراء اور بادشاہوں کی اولاد تھے اور وہ سلیمان بن داؤد کی اولاد میں سے تھے۔[۱]

۷۔يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى۔

اے زکریا ہم تمھیں ایک بیٹے کی خوش خبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔

یہ زکریا کی پکار کا جواب ہے اور ان کی دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے اور ان کی تعظیم کے لیے ان کا نام خود رکھ دیا۔

لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔

ہم نے اس نام کا کوئی شخص پہلے پیدا نہیں کیا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ان سے پہلے کسی شخص کا نام یحییٰ نہیں رکھا گیا۔[۲]

۸۔قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ۔

زکریاؑ نے کہا اے میرے پروردگار بھلا میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا؟

وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا۔

میری بیوی تو بانجھ ہے۔

وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔

اور میں بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ چکا ہوں۔

عِتِيًّا کا لفظ عتا الشیخ یعتو سے ہے جب وہ بوڑھا اور سن رسیدہ ہو جائے اور اس کی اصل عُتُوٌّ ہے۔ اور معدوم ہو جانے والے بوڑھے اور بانجھ بڑھیا سے اولاد کا وجود میں آنا حیرت انگیز ہے۔ اور اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ اس میں اللہ کی قدرت کا کمال اثر انداز ہے اور ایسی چیزوں کے موجود ہونے میں درمیانی واسطوں کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

کتاب کافی میں ائمہ علیہم السلام سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا میری مخلوقات میں سے تمھاری نظیر یحییٰ کی ہے میں انھیں اُن کی والدہ کو اس وقت ہِبہ کیا جب وہ بوڑھی ہو چکی تھیں اور وہ اولاد کو جنم دینے کی قوت نہیں رکھتی تھیں میں نے یحییٰ کے ذریعے ان کی ماں کے سامنے اپنی حکومت کو ظاہر کرنا چاہا اور اے عیسیٰ تمھاری تخلیق میں اپنی قدرت کو ظاہر کرنا مقصود تھا۔[۳]

۹۔قَالَ۔

اللہ نے کہا یا بشارت دینے والے فرشتے نے کہا۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۸ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۸

(۳) الکافی ج ۸ ص ۷ ۱۳ ح ۱۰۳

كَذٰلِكَ۔

یعنی یہ معاملہ ایسا ہی ہے۔

قَالَ رَبُّكَ۔

تمہارا ربّ فرماتا ہے اور یہ اشارہ ہے ایک مُبْهَم کی طرف جو اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ۔

یہ کام تو میرے لیے بہت آسان ہے۔

وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا۔

اس سے پہلے میں تمھیں پیدا کر چکا ہوں جب کہ تم کچھ بھی نہ تھے۔

یعنی تم مکمل طور سے معدوم تھے تمہارا کوئی وجود نہ تھا۔

۱۰۔قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً۔

زکریا نے عرض کی میرے پروردگار تو میرے لیے کوئی نشانی قرار دے۔

ایسی نشانی جس کے ذریعے مجھے معلوم ہو جائے کہ تو نے جس چیز کی مجھے بشارت دی ہے وہ واقع ہو جائے گی۔

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۔

ارشاد فرمایا تمھاری نشانی یہ ہے کہ تم پیہم تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے سَوِيًّا کے معنی ہیں سَوِی الخلق یعنی تم تخلیق میں درست اور ٹھیک ہو نہ تو تم گونگے ہو اور نہ ہی بہرے ہو اور سورۂ آل عمران آیت نمبر ۴۱ میں ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ (تین دن تک) ہے

اور اس میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر و شکر کے لیے تین دنوں کو راتوں سمیت مقرر فرمایا ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنَ الۡمِحۡرَابِ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُكۡرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿۱۱﴾

يٰيَحۡيٰى خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ‌ ؕ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِيًّا ۙ﴿۱۲﴾

وَّ حَنَانًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً‌ ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ﴿۱۳﴾

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَيۡهِ وَ لَمۡ يَكُنۡ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾

۱۱-چناں چہ وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آئے اور اشارے سے انھیں ہدایت کی کہ صبح وشام اللہ کی تسبیح کرو۔

۱۲-اے یحییٰ تم کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور ہم نے انھیں بچپن ہی میں قوتِ فیصلہ دے دی۔

۱۳-اور اپنی جانب سے انھیں نرم ولی اور پاکیزگی عطا کی اور وہ بڑے پرہیزگار تھے۔

۱۴-اور اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے اور وہ سرکش اور نافرمان نہ تھے۔

۱۱-فَخَرَجَ عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنَ الۡمِحۡرَابِ-

چناں چہ وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آئے۔

محراب سے مراد ہے مُصلّٰی سے یا اپنے کمرے سے آئے۔

فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ-

اور اشارے سے انھیں ہدایت کی۔

اَنۡ سَبِّحُوۡا-

یہ کہ تم نماز پڑھو اور اپنے ربّ کی پاکیزگی بیان کرو۔

بُكۡرَةً وَّ عَشِيًّا-

دن کے دونوں کنارے یعنی صبح وشام

اور ہوسکتا ہے کہ انھیں حکم دیا گیا ہو کہ وہ تسبیح کریں اور اپنی قوم کو حکم دیں کہ وہ ان کے مطابق عمل کریں۔

۱۲-يٰيَحۡيٰى خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ-

اے یحییٰ تم کتاب (توریت) کو مضبوطی سے تھام لو بِقُوَّةٍ کا مفہوم ہے پوری کوشش سے اور توفیق سے مدد طلب کرتے ہوئے۔

وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِيًّا-

اور ہم نے انھیں بچپن میں ہی قوتِ فیصلہ دے دی تھی۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب زکریا کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے یحییٰ کتاب اور حکمت میں اُن کے وارث بنے جب کہ وہ چھوٹے بچے تھے پھر امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ۱؎

امام جوادؑ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امامت کے بارے میں اسی طرح استدلال کیا ہے جس طرح نبوت کے بارے میں استدلال کیا ہے فرمایا وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ ۲؎

کتاب مجمع البیان میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ بچوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہا آؤ ہمارے ساتھ چلو ہم کھیلیں تو یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہمیں کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ ۳؎

۱۳-وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا۔

اور ہم نے اپنی جانب سے انھیں نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی اور وہ بڑے پرہیز گار تھے وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا اور ہم نے اپنی جانب سے ان پر رحمت اور شفقت کی تھی۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قول وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اللہ کی رحمت وشفقت پھر پوچھا گیا کہ حضرت یحییٰ پر اللہ کی مہربانی ورحمت کس قدر تھی؟ فرمایا کہ حضرت یحییٰ جب بھی یا ربّ کہتے تھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُن سے فرماتا تھا لبیك یا یحییٰ اے یحییٰ میں حاضر ہوں۔ ۴؎

تفسیر مجمع البیان میں یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ ۵؎

کتاب محاسن میں اس آیت کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ جب بھی اپنی دعا میں کہتے یا ربّ یا اللہ اے میرے پروردگار اے اللہ تو اللہ تعالیٰ انھیں آسمان سے ندا دیتا لبیك یا یحییٰ سل ما حاجتك اے یحییٰ میں حاضر ہوں بتاؤ تمھاری حاجت کیا ہے؟ ۶؎

۱۴-وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا۔

اور وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے اور وہ سرکش اور نافرمان نہ تھے۔ تفسیر امام علیہ السلام میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ کے ذیل میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بچے کو کامل العقول مردوں سے ملحق نہیں کیا سوائے ان چار بچوں کے عیسیٰ بن مریم، یحییٰ بن زکریا اور امام

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۳۸۲ ح ۱
(۲) الکافی ج ۱ ص ۳۸۴ ح ۷
(۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۰۶
(۴) الکافی ج ۲ ص ۵۳۴-۵۳۵ ح ۳۸
(۵) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۰۶
(۶) المحاسن ج ۱ ص ۱۰۴ ح ۸۳/۳۱ باب ۲۵

حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام کے پھر اس کے بعد ان کے حالات بیان کیے ہیں اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قول ہے ۔وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (اور ہم نے انھیں بچپن ہی میں قوتِ فیصلہ عطا کر دی تھی) امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب وہ بچے تھے اسی حکم کی وجہ سے جب بچوں نے انھیں کھیل کود کے لیے بلایا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم ہمیں کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ہمیں اس لیے خلق کیا گیا ہے کہ ہم اَمرِ عظیم کے لیے جدوجہد کریں پھر فرمایا۔ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا یعنی اپنے والدین پر شفیق اور مہربان ہیں اور ہمارے تمام بندوں پر مہربان ہیں'' وزکوٰۃ ''یعنی جو ان پر ایمان لایا اور اُن کی تصدیق کی اس کے لیے پاکیزگی ہے'' وکان تقیا ''یعنی وہ برائیوں اور گناہوں سے بچتے تھے'' وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ '' اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے اور اُن کے اطاعت گزار تھے وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا اور وہ سرکش اور نافرمان نہ تھے کہ غضب پر قتل کر دیتے اور غضب پر مارتے لیکن اللہ کا کوئی ایسا بندہ نہیں ہے جس نے خطا نہ کی ہو یا خطا کا ارادہ نہ کیا ہو سوائے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے انھوں نے نہ تو گناہ کا ارتکاب اور نہ ہی گناہ کرنے کا ارادہ کیا۔ [1]

---

(۱) تفسیر امام العسکری علیہ السلام ص ۶۵۹

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾

۱۵—اور ان پر سلامتی ہو جس دن وہ پیدا ہوئے، جس دن ان کی موت واقع ہوئی اور جس روز وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

۱۶—اور اے محمدؐ اس کتاب میں مریم کا حال بیان کیجیے۔ جب وہ اپنے اہل سے الگ ہو کر مشرقی جانب گوشہ نشین ہوگئی تھیں۔

۱۷—پھر انھوں نے ان کے آگے پردہ تان دیا تھا، ہم نے اُن کی جانب اپنی روح (فرشتے) کو بھیجا تو وہ ان کے سامنے بھرپور انسان کی شکل میں نمودار ہو گئے۔

۱۸—مریم نے کہا میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے۔

۱۵—وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ۔

اور ان پر سلامتی ہو جس دن وہ پیدا ہوئے اس بات سے کہ شیطان ان تک پہنچ جائے جس طرح وہ اولاد آدمؑ تک پہنچ جاتا ہے۔

وَ يَوْمَ يَمُوْتُ۔

اور جس دن ان کی موت واقع ہو انھیں عذاب قبر سے سلامتی ہو۔

وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔

اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے انھیں قیامت کی ہولناکیوں اور عذاب جہنم سے سلامتی ہو۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ تین مقامات ایسے ہیں جہاں پر اس مخلوق کو وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے جس دن وہ پیدا ہو اور شکم مادر سے باہر آیا اور اس نے دنیا دیکھی اور جس روز وہ مرے گا اور آخرت کا مشاہدہ کرے گا اور آخرت والوں کو دیکھے گا اور جس دن اسے دوبارہ اٹھایا جائے گا اور وہ ایسے احکامات دیکھے گا جنھیں اس نے دنیا میں نہیں دیکھا ہوگا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحییٰ

علیہ السلام کو ان تین مقامات پر سلامتی سے رکھا ہے اور اس روز کے خوف سے محفوظ رکھا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا اور آیت کی تلاوت فرمائی اور حضرت عیسیٰ بن مریم نے بھی خود کو ان تینوں مقامات پر سلامتی کے ساتھ رکھا امام علیہ السلام نے یہ فرمایا اور آنے والی آیت کی تلاوت فرمائی یعنی کہا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا (مریم: ۳۳)

اور مجھ پر سلامتی ہو جس روز میں پیدا ہوا جس روز میں مروں گا اور جب میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔[1]

۱۶-وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مَرۡیَمَ- اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس کتاب (قرآن) میں مریم کا حال بیان کیجیے۔

اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَہۡلِہَا مَکَانًا شَرۡقِیًّا-

جب وہ اپنے اہل سے الگ ہو کر مشرق کی جانب گوشہ نشین ہوگئی تھیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ وہ کھجور کے خشک درخت کی جانب چلی گئیں۔[2]

۱۷-فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِہِمۡ حِجَابًا- پھر انھوں نے اُن کے آگے پردہ تان دیا تھا۔

حجاب کے معنیٰ میں پردہ اور رکاوٹ۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ محراب میں پردہ لگا دیا تھا۔[3]

فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡہَا رُوۡحَنَا- ہم نے اُن کی جانب اپنی روح کو بھیجا۔

فرمایا کہ روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔[4]

فَتَمَثَّلَ لَہَا بَشَرًا سَوِیًّا-

تو وہ اُن کے سامنے پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوگئے۔

کہا گیا ہے ایک جوان کی صورت میں جو مستوی الخلقت تھا یعنی متناسب اعضاء وجوارح کا مالک تھا۔[5]

۱۸-قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ-

مریم نے انتہائی پاکیزگی کے عالم میں کہا میں تجھ سے محفوظ رہنے کے لیے رحمان کی پناہ طلب کرتی ہوں۔

اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا- اگر تو خدا ترس ہے اور میری پناہ کو اہمیت دیتا ہے جواب شرط محذوف ہے ماقبل کا جملہ اس کی رہنمائی کرتا ہے کہ مجھ سے تعرّض نہ کرو اور میری پناہ کو قبول کرلو یا اس جملے کا تعلق اَعُوۡذُ سے ہے تو اس صورت میں یہ جملہ تاکید کے لیے آیا ہے۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۵۷ ح ۱۱
(۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۸۹
(۳) و (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۹
(۵) جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۸۹ وانوار التنزیل ج ۲ ص ۳۱ و مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۰۷-۵۰۸

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾

۱۹-اس نے کہا میں تو تمھارے ربّ کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تمھیں (حکم الٰہی سے) ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔

۲۰-مریم نے کہا مجھے بیٹا کیسے ہوگا مجھے تو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں۔

۲۱-فرشتے نے کہا ایسا ہی ہوگا تمھارے پروردگار نے کہا کہ یہ کام میرے لیے بہت آسان ہے۔ ہم اس لڑکے کو انسانوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت قرار دیں گے اور یہ کام ہو کر رہے گا۔

۲۲-مریم حاملہ ہو گئیں اور اس حمل کے ساتھ کسی دور مقام پر چلی گئیں۔

۱۹-قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ۔

اس نے کہا میں تمھارے اسی ربّ کا فرستادہ ہوں تم نے جس سے پناہ طلب کی ہے۔

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔

اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ قمیص میں پھونک مار کر ایک پاکیزہ لڑکے کے وجود میں آنے کا سبب بنوں ایسا لڑکا جو گناہوں سے پاک ہو یا خیر پر پروان چڑھا ہو۔

۲۰-قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ - مریم نے کہا مجھے بیٹا کس طرح ہوگا۔

وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ - مجھے تو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

یعنی کسی انسان نے جائز طریقے سے مجھ سے مباشرت نہیں کی ہے لفظ يَمْسَسْنِيْ میں یہ تمام کنایات منفی ہیں۔

وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا - اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں۔

۲۱-قَالَ كَذٰلِكِ - فرشتے نے کہا اسی طرح بیٹا ہوگا۔

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ - تمھارے پروردگار نے کہا ہے کہ یہ کام میرے لیے بہت آسان ہے۔

وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ -

ہم یہ کام کر کے اسے قرار دیں گے یا ہم اس کی ولادت کے ذریعے اپنی قدرت واضح کر کے اسے قرار دیں گے انسانوں کے لیے ایک نشانی۔

وَ رَحْمَةً مِّنَّا-

اور اپنی طرف سے بندوں کے لیے رحمت تا کہ اس کے فرمان سے لوگ رہنمائی حاصل کریں۔

وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا-

اور یہ کام ہو کر رہے گا۔ ازل سے اللہ نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا۔

۲۲-فَحَمَلَتْهُ -

مریم اس سے حاملہ ہوگئیں یعنی جبرئیل نے ان کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری تو اس طرح وہ پھونک اُن کے شکم میں پہنچ گئی۔

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں پھونک ماری تو وہ رات کے وقت حاملہ ہوگئیں اور انھوں نے صبح کے وقت حضرت عیسیٰؑ کو جنم دیا مدت حمل صرف نو گھنٹے تھی اللہ تعالیٰ نے مہینوں کو ان کے لیے گھنٹوں کے برابر قرار دیا۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم کی قمیص کے گریبان کو ہاتھ سے تھاما اور اس میں پھونک ماری تو اسی وقت مریم کے رحم میں بچہ مکمل ہوگیا جس طرح عورتوں کے رحم میں نو مہینے میں مکمل ہوتا ہے۔ جب حضرت مریم حمام سے باہر آئیں تو وہ حاملہ تھیں ان کا شکم بڑھا ہوا تھا اور بوجھل تھا ان کا خالہ نے اُن کی طرف دیکھا تو انھیں بڑا تعجب ہوا حضرت مریم اپنی خالہ اور زکریا کی وجہ سے شرم کے مارے وہاں سے چلی گئیں۔ [۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اُن کی مدت حمل نو گھنٹے تھی۔ [۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مریم نے حضرت عیسیٰؑ کا حمل نو گھنٹے رکھا ہر گھنٹہ مہینے کے برابر تھا۔ [۴]

فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا-

اور اس حمل کے ساتھ الگ تھلگ کسی ایسی مقام پر چلی گئیں جو ان کے گھر والوں سے دور تھا کتاب تہذیب میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ دمشق سے روانہ ہو کر کربلا آئیں اور انھوں نے قبر حسین علیہ السلام کی جگہ حضرت عیسیٰؑ کو جنم دیا اور اسی رات واپس دمشق آ گئیں۔ [۵]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۹ (۲) و (۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۱۱

(۴) الکافی ج ۸ ص ۳۳۲ ح ۵۱۶ (۵) تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۷۳ ح ۱۳۹ / ۸ باب ۲۲

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾
فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾
وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾

۲۳۔پھر زچگی کی تکلیف نے انھیں کھجور کے درخت کے قریب پہنچا دیا مریم نے کہا اے کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور میرا نام ونشان مٹ جاتا۔
۲۴۔فرشتے نے نیچے سے انھیں پکار کر کہا اے مریم غمگین نہ ہونا تمھارے ربّ نے تمھارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔
۲۵۔اور ذرا درخت کے تنے کو تو ہلاؤ تمھارے اوپر تروتازہ کھجوریں گر پڑیں گی۔

۲۳۔فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ۔
زچگی کی تکلیف نے انھیں پہنچا دیا۔
انھیں زچگی نے مجبور کر دیا۔
مخضت المرأة اس وقت کہتے ہیں جب بچہ عورت کے شکم سے باہر نکلنے کے لیے حرکت کرے۔
اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ۔
کھجور کے درخت کے قریب تا کہ اس کے تنوں سے اپنے آپ کو چھپالیں اور وقت ولادت اس پر ٹیک لگائیں۔
لفظ جذع کا اطلاق جڑ سے لے کر ٹہنیوں تک ہوتا ہے۔
قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا۔
مریم نے کہا اے کاش میں اس سے پہلے مر جاتی۔
انھوں نے یہ جملہ لوگوں سے شرم وحیا اور ملامت کے خوف سے کہا تھا۔
تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ انھوں نے قوم میں ایسے ہدایت یافتہ اور زیرک شخص کو نہیں دیکھا جو انھیں الزام سے بری قرار دے۔[1]
وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۱۱

اور میرا نام ونشان مٹ جاتا۔

نَسْيًا اسے کہتے ہیں جو بھلا دیا جائے اور جسے تلاش نہ کیا جائے۔

مَّنسِيًّا جسے یاد نہ رکھا جائے یعنی ان کے دل میں جس کا خیال تک نہ آئے۔

۲۴۔فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) یا جبرئیل نے انھیں پکار کر کہا۔

اَلَّا تَحْزَنِىْ۔

اے مریم غمگین نہ ہونا۔

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔

تمھارے ربّ نے تمھارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زمین پر پیر مارا تو وہاں سے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔[1]

۲۵۔وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ۔

اور ذرا درخت کے تنے کو تو ہلاؤ اپنی طرف جھکاؤ۔

تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔

تمھارے اوپر تر وتازہ کھجوریں گریں گی۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس دن بازار لگتا تھا انھیں ایک جُلاہا سامنے نظر آیا اور اس زمانے میں کپڑا بننا بہترین صنعت مانی جاتی تھی وہ لوگ ایسے خچر پر سوار ہو کر آرہے تھے جو اشہب (سفید جس پر سیاہی غالب ہو) تھا مریم نے ان سے دریافت کیا کہ کھجور کا خشک درخت کہاں پر ہے؟ ان لوگوں نے حضرت مریم کا مذاق اڑایا اور انھیں دھتکار دیا حضرت مریمؑ نے اُن سے کہا اللہ تعالیٰ تمھاری کمائی کو کم کر دے اور لوگوں کے درمیان تمھارا وجود باعث ننگ وعار ہو پھر تاجروں کی ایک جماعت سے آمنا سامنا ہوا انھوں نے کھجور کے خشک درخت کی طرف حضرت مریم کی رہنمائی کی تو حضرت مریمؑ نے ان سے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے رزق میں برکت عطا کرے اور لوگوں کو تمھاری ضرورت رہے جب حضرت مریم درخت خرما کے قریب پہنچی تو انھیں دردِ زہ محسوس ہوا اور انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو جنم دیا جب انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف دیکھا تو کہا يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا(مریم:۲۳) (اے کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور میرا نام ونشان مٹ جاتا) میں اپنے خالو سے کیا کہوں گی؟ اور بنی اسرائیل کو کیا بتاؤں گی؟ تو اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے نیچے سے کہا اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۱۱

تَحْتَكِ سَرِيًّا اے مریم غمگین نہ ہوں اللہ نے آپ کے نیچے نہر جاری کر دی ہے وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ آپ ذرا درخت کے تنے کو تو ہلایئے تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا آپ کے اوپر تروتازہ کھجوریں گر پڑیں گی۔ اور وہ درخت کافی عرصے سے خشک تھا۔ حضرت مریمؑ نے اپنا ہاتھ درخت خرما کی طرف بڑھایا تو اس میں پتے اور پھل نمودار ہو گئے اور ان پر تازہ کھجوریں گریں اس وقت مریمؑ کو سکون محسوس ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا مجھے کسی کپڑے میں لپیٹ دیجیے اور مجھے سیدھا کر دیجیے پھر یہ امور انجام دیجیے حضرت مریمؑ نے انھیں کپڑے میں لپیٹا اور انھیں سیدھا کیا۔ [1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ کوفے کے باغات میں سے گزر رہے تھے کہ وہ ایک درخت خرما تک پہنچے آپ نے اس درخت کے قریب وضو کیا پھر رکوع اور سجدہ بھی کیا۔ میں نے اُن کے سجدے میں ایک سو پانچ مرتبہ سبحان اللہ سبحان اللہ سنا پھر آپ نے درخت خرما سے ٹیک لگائی اس کے بعد دعائیں طلب کیں پھر فرمایا بخدا یہی وہ درخت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ سے کہا تھا۔ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ [2]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۹ (۲) الکافی ج ۸ ص ۱۴۳۔۱۴۴ ح ۱۱۱

فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۚ﴿۲۶﴾
فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـــًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾
يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾

۲۶۔تم کھاؤ، پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو اگر تمھیں کوئی آدمی نظر آئے تو اس سے کہنا کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے آج میں کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی۔

۲۷۔پھر وہ اس بچے کو لے کر اپنی قوم میں آئیں لوگوں نے کہا اے مریم تم نے ایک اَن ہونی بات کی ہے۔

۲۸۔اے ہارون کی بہن نہ تو تمھارا باپ کوئی بُرا شخص تھا اور نہ ہی تمھاری ماں کوئی بدکار عورت تھی۔

۲۶۔فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ۔

اے مریم (تم کھجور کھاؤ) اور (اس چھوٹی ندی کا) پانی پیو۔

وَ قَرِّيْ عَيْنًا۔

اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو یعنی تم خوش وخرم رہو اور اپنے آپ سے غم والم کو دور کردو

فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ۔

اگر تمھیں کوئی بشر نظر آئے تو اس سے کہنا۔

اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔

کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے۔

یہاں صَوْم سے مراد خاموشی کا روزہ۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت مریمؑ سے یہ کہا تھا كُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (صَمْتًا) اے (مادرِ گرامی) آپ کھائیے پیجیے اور اگر آپ کو کوئی بشر نظر آئے تو فرما دیجیے کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے (یعنی میں چپ رہوں گی) [۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ روزہ صرف کھانے اور پینے سے باز رہنے کا نام نہیں ہے پھر فرمایا کہ حضرت نے کہا اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا کہ میں نے رحمان کے لیے روزے

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۹

کی نذر مانی ہے یعنی یہ کہ میں خاموش رہوں گی لہٰذا جب تم لوگ روزہ رکھو تو اپنی زبانوں کی حفاظت کرو اور اپنی آنکھوں کو جھکائے رکھو۔[۱]

فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا۔

آج کے دن میں کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی۔

ہوسکتا ہے اس کا سبب یہ ہو کہ جدال اور بحث ومباحثہ کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کو کافی سمجھا گیا اس لیے کہ وہ گفتگو طعن وتشنیع کرنے والوں کی بات کو منقطع کرنے کے لیے کافی تھی۔

۲۷-فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ۔

پھر وہ اس بچّے کو لے کر اپنی قوم میں آئیں۔

قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا۔

لوگوں نے کہا! اے مریم تم نے ایک ان ہونی بات کی ہے۔

فَرِيًّا کے معنیٰ میں انوکھی اور عجیب وغریب بات۔

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ لوگوں نے دیکھا کہ مریمؑ محراب عبادت میں موجود نہیں ہیں لوگ ان کی تلاش میں نکلے اور اُن کے خالو حضرت زکریا بھی نکلے جب مریمؑ آئیں تو وہ آگے آگے تھے اور بنی اسرائیل کی مومن عورتیں مریمؑ کے چہرے پر تھوکنے لگیں حضرت مریمؑ نے اُن سے کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ وہ محراب میں داخل ہوگئیں بنی اسرائیل حضرت مریمؑ کے پاس آکر کہنے لگے يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا۔[۲]

۲۸-يَا أُخْتَ هَارُونَ۔

اے ہارون کی بہن۔

تفسیر مجمع البیان میں مغیرہ بن شعبہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کرتا ہے کہ ہارون بنی اسرائیل میں ایک مرد صالح تھا لوگ جسے اچھا سمجھتے تھے اسے اُس شخص سے نسبت دیا کرتے تھے۔[۳]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ ہارون مرد فاسق اور زانی تھا لوگوں نے حضرت مریمؑ کو اسی کے مشابہ قرار دیا۔[۴]

مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ۔

نہ تو تمھارا باپ برا شخص تھا۔

وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا۔

اور نہ ہی تمھاری ماں کوئی بدکار عورت تھی۔

---

(۱) الکافی ج ۴ ص ۸۷ ح ۳
(۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۴۹-۵۰
(۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۱۲
(۴) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۰

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾
قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾
وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾

۲۹۔مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا انھوں نے کہا بھلا ہم اس سے کیسے بات کریں جو گھوارے میں بچہ ہے۔

۳۰۔بچہ گویا ہوا میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

۳۱۔اور میں جہاں بھی رہوں مجھے بابرکت بنایا ہے اور میں جب تک زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کی ہے۔

۲۹۔فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ۔

حضرت مریم نے عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا تا کہ وہ لوگ اس سے بات کریں اور وہ ان کے سوالوں کا جواب دے۔

قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا۔

انھوں نے کہا بھلا ہم اس سے کیسے بات کریں جو گھوارے میں بچہ ہے۔

۳۰۔قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ۔

بچہ گویا ہوا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب (انجیل) عطا کی ہے۔

وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔

اور مجھے نبی بنایا ہے۔

۳۱۔وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ۔

اور میں جہاں بھی رہوں مجھے بابرکت بنایا ہے۔

کتاب کافی، معانی الاخبار اور تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ نفّاعًا مجھے سود مند، نفع بخش قرار دیا ہے۔ [1]

کتاب کافی میں معصومین علیہم السلام سے روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۱۲۵ ح ۱ و معانی الاخبار ص ۲۱۲ ح ۱ و تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۰

نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تم کبیر یا ہو صغیر ہر حالت میں تم جہاں بھی رہو تمھیں بابرکت بنایا گیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم میرے بندے ہو اور میری کنیز کے فرزند ہو۔[1]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے میں کلام کیا تو کیا اُس وقت وہ اہل زمانہ پر اللہ کی حجت تھے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ اس وقت نبی تھے اللہ کی غیر مُرسل حجت تھے کیا تم نے سنا نہیں جب انھوں نے کہا تھا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ (میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب دی ہے) سوال کیا گیا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارے میں تھے تو اس وقت بھی وہ حضرت زکریا علیہ السلام پر اللہ کی حجت تھے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے آیت تھے اور حضرت مریم کے لیے رحمت تھے جب انھوں نے گفتگو کی اور حضرت مریم کے بارے میں وضاحت کی اور وہ نبی تھے اور جس نے بھی ان کی گفتگو سنی اس کے لیے حجت تھے پھر وہ خاموش ہوگئے اور دو سال تک کوئی بات نہ کی حضرت عیسیٰ کے خاموش ہو جانے کے بعد زکریا دو سال تک اللہ تعالیٰ کی حجت تھے پھر زکریا کا انتقال ہوگیا تو اُن کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کتاب اور حکمت کے وارث بنے جب کہ وہ چھوٹے بچے تھے کہ تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا یٰیَحْیٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا (مریم: ۱۲) (اے یحییٰ کتاب کو پوری طاقت سے اٹھالو اور ہم نے انھیں بچپن میں ہی قوتِ فیصلہ دے دی تھی) جب حضرت عیسیٰ سات سال کے ہوئے تو اس وقت انھوں نے رسالت اور نبوت کی بات کی جب اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی کی لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام اور تمام انسانوں پر حجت تھے۔[2]

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حجت بنے جب کہ ان کی عمر تین سال کی تھی۔[3]

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا۔

اور میں جب تک زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کی ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے جانوروں کی زکوٰۃ مراد ہے اس لیے کہ ہر شخص کے پاس اموال موجود نہ تھے البتہ فطرہ فقیر، غنی، صغیر اور کبیر ہر ایک پر لازم ہے۔[4]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۲۲ ح ۱۰۳ (۲) و (۳) الکافی ا ص ۳۸۲ ح ۱ و ۲
(۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۰

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ١٘ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا۝۳۲

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۝۳۳

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ١ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ۝۳۴

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ١ۙ سُبْحٰنَهٗ١ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُؕ۝۳۵

وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ١ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۝۳۶

۳۲۔اور مجھے اپنی والدہ سے حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے اور اس نے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔

۳۳۔مجھ پر سلامتی ہو جس روز میں پیدا ہوا جس روز میں مروں گا اور جب میں دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا۔

۳۴۔یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم اور یہ ہے اُن کے بارے میں سچی بات جس میں لوگ شک کررہے ہیں۔

۳۵۔اللہ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ کسی کو اپنا بیٹا بنالے وہ پاک و پاکیزہ ہے وہ جب بھی کسی امر کے بارے میں فیصلہ کرلیتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔

۳۶۔اور (عیسیٰ نے کہا تھا) بے شک اللہ ہی میرا اور تمھارا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستا ہے۔

۳۲۔وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ۔

اور مجھے اپنی والدہ سے حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے۔

یہ جملہ مُبَارَکًا پر عطف ہے یعنی اس سے متعلق ہے۔

وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا۔

اور اس نے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔

کتاب العُیُون میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے والدین کی نافرمانی کو گناہِ کبیرہ میں شمار کیا ہے اور فرمایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نافرمان کو جَبَّارًا شَقِيًّا قرار دیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی قول باری عزّاسمہ ہے وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا۔[1]

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۸۶ ح ۳۲ باب ۲۸

۳۳۔وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ۔

اور مجھ پر سلامتی ہے جس روز میں پیدا ہوا۔

وَ یَوْمَ اَمُوْتُ۔

اور جس دن میں مروں گا۔

وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔

اور جب میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا۔

۳۴۔ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ

یہ ہیں عیسیٰ فرزندِ مریم نہ وہ جو نصاریٰ (عیسائی) بیان کرتے ہیں نہایت بلیغ انداز میں عیسائیوں کے بیان کی تکذیب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو نصاریٰ کے بیان کردہ اوصاف کی ضد سے قرار دیا ہے پھر حکم کو بالعکس بیان کیا ہے۔

قَوْلَ الْحَقِّ۔

اور یہ ہے اُن کے بارے میں سچی بات۔

یعنی یہ وہ سچی بات میں جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ۔

جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جس بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔[۱]

۳۵۔مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ۔

اللہ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنا لے وہ پاک و پاکیزہ ہے۔

یہ نصاریٰ کی تکذیب ہے اور وہ لوگ جو بہتان لگاتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ (بے عیب قرار دینا) ہے۔

اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔

وہ جب بھی کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔یہ اُن کے لیے ایک طور سے سرزنش ہے اس لیے کہ وہ جس چیز کا ارادہ کرے اسے لفظ ''کُن'' سے وجود میں لا سکتا ہے تو وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہوگا اور عورتوں کو حاملہ کر کے بچہ پیدا کرنے کی اسے کوئی ضرورت نہ ہوگی۔

۳۶۔وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔

اور (عیسیٰ نے کہا تھا) کہ بے شک اللہ ہی میرا اور تمھارا ربّ ہے اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستا ہے اس آیت کی تفسیر سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۱ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۰

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾
اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾
وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾

وقف لازم

۳۷۔پھر مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے وہ وقت بڑی تباہی کا ہوگا جب وہ بڑے سخت دن کا مشاہدہ کریں گے۔
۳۸۔وہ خوب سنیں گے اور اچھی طرح دیکھیں گے جس روز وہ ہمارے پاس آئیں گے لیکن آج کے دن ظالم کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔
۳۹۔اے رسول آپ انھیں حسرت واندوہ کے دن سے متنبہ کیجیے جب قطعی فیصلہ ہو جائے گا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ ایمان بھی نہیں لاتے۔

۳۷۔فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ۔ پھر مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔

مِنْۢ بَیْنِهِمْ سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں یا نصاریٰ کے مختلف فرقے ہیں اس لیے کہ اُن میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ فرزندِ خدا ہیں اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے کہا کہ عیسیٰ اللہ ہیں جو زمین پر اتر آئے تھے پھر آسمان پر بلند ہو گئے اور ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے یہ کہا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے نبی ہیں۔

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔

سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے وہ دن بڑی تباہی کا ہوگا جب وہ بڑے سخت دن کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے۔

مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ سے مراد بڑے سخت دن کی ہولناکی اس کے حساب اور اس کی جزا کا مشاہدہ کرنا ہے۔

۳۸۔اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا۔

وہ خوب سنیں گے اور اچھی طرح دیکھیں گے جب وہ ہمارے پاس آئیں گے۔

یعنی وہ روز قیامت کیا ہی خوب سنیں گے اور کتنی اچھی طرح دیکھیں گے۔

لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ لیکن آج کے دن ظالم کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

ضمیر کی جگہ لفظ "ظالمون" کو ظاہر کردیا اس بات سے آگاہ کرنے کے لیے کہ انھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا سننے اور دیکھنے سے غفلت برت کر جب وہ اُن کے لیے منفعت بخش تھا۔

۳۹-وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ- اے رسول آپ انھیں حسرت واندوہ کے دن سے مُتنبّہ کیجیے۔

جس روز لوگ حسرت واندوہ میں مبتلا ہوں گے گناہ گار اپنے گناہوں کی وجہ سے اور نیکوکار اپنی نیکیوں میں کمی کے سبب۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حسرت واندوہ کا دن وہ دن ہے جب موت کو لاکر ذبح کر دیا جائے گا۔[۱]

اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ- جب قطعی فیصلہ ہو جائے گا۔

حساب سے فراغت ہو جائے گی اور دونوں فریق جنت اور جہنم میں بطور نتیجہ آئیں گے۔

تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مُنادِی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ندا کرے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب جنتی جنت میں ہوں گے اور جہنمی جہنم میں جاچکے ہوں گے اے جنت والو! اور اے جہنم کے لوگوں! کیا تم موت کو کسی تصویری شکل میں پہچانتے ہو وہ جواب دیں گے نہیں۔ تو اس وقت موت کو ایک خوبصورت مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اسے جنت اور جہنم کے درمیان ٹھہرایا جائے گا پھر سب کو پکار کر کہا جائے گا تم اوپر سے موت کی طرف دیکھو پھر وہ بلند ہوں گے اس کے بعد اللہ حکم دے گا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا اے جنت والو! تم اس میں ہمیشہ کے لیے رہو اب موت کبھی نہیں آئے گی اور اے جہنم والو تم اس میں ہمیشہ کے لیے رہو اب موت کبھی نہیں آئے گی اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ یعنی جنتیوں کے لیے اس میں ہمیشہ رہنے کا فیصلہ کیا جائے گا اور جہنم والوں کے لیے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا فیصلہ ہوگا۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں ایسی ہی روایت عامہ کے طریق سے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ موت کو ایک خوبصورت مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ لوگوں نے دریافت کیا جائے گا کیا تم موت کو پہچانتے ہو لوگ کہیں گے یہ ہے اور ہر ایک موت کو پہچان لے گا۔ (الحدیث) فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے روایت کی ہے جس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ جنتی لوگ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے اگر اس دن کسی کو موت آتی تو وہ خوشی سے مرجاتے اور جہنمی ایسی چیخ ماریں گے کہ اگر کسی کو موت آتی تو وہ اس چیخ سے مرجاتے۔[۳]

وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ- اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ ایمان بھی نہیں لاتے۔

---

(۱) معانی الاخبار ص ۱۵۶ ح ۱ (۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۰ (۳) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۱۵

اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَ مَنۡ عَلَيۡهَا وَ اِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۰﴾

وَ اذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾

اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَ لَا يُبۡصِرُ وَ لَا يُغۡنِىۡ عَنۡكَ شَيۡـًٔـا ﴿۴۲﴾

يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ قَدۡ جَآءَنِىۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِىۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾

يٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّيۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾

يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اَنۡ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَكُوۡنَ لِلشَّيۡطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

۴۰–بے شک ہم ہی زمین کے اور جو زمین پر ہیں اُن سب کے وارث ہیں اور سب ہماری طرف پلٹا کر لائے جائیں گے۔

۴۱–اور اے نبی آپ کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجیے بے شک وہ بڑے سچے نبی تھے۔

۴۲–جب انھوں نے اپنے مُنہ بولے باپ (چچا) سے کہا بابا جانی آپ اس کی بندگی کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ ہی دیکھتا ہے اور نہ ہی آپ کو کسی چیز سے بے نیاز کرتا ہے۔

۴۳–ابا جان میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کو نہیں ملا آپ میری پیروی کریں میں آپ کو سیدھا راستا بتاؤں گا۔

۴۴–والد گرامی آپ شیطان کی بندگی نہ کریں شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔

۴۵–ابا جان مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمان کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں اور آپ شیطان کے ساتھی نہ بن جائیں۔

۴۰–اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَ مَنۡ عَلَيۡهَا۔

بے شک ہم زمین کے اور جو زمین پر ہیں اُن سب کے وارث ہیں یعنی اس زمین پر کوئی مالک اور تصرف کرنے والا باقی نہ بچے گا تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو بھی پیدا کیا ہے روز قیامت اللہ اُن سب کا وارث ہوگا۔[1]

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۵

وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ -

اور سب ہماری طرف پلٹا کر لائے جائیں گے تاکہ انھیں جزا دی جائے۔

۴۱-وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ -

اور اے نبی آپ کتاب میں ابرہیم کا ذکر کیجیے۔

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا -

بے شک وہ بڑے سچے نبی تھے۔

وہ سچ کو اپنائے ہوئے تھے انھوں نے اللہ کی کتابوں اور اُس کی نشانیوں اور اُس کے انبیاء کی بہت زیادہ تصدیق کی تھی اور وہ خود بھی نبی تھے۔

۴۲-اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ -

جب انھوں نے اپنے مُنہ بولے باپ (چچا) سے کہا۔

اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ وہ ابراہیم کے باپ نہ تھے یا چچا تھے یا نانا تھے اس لیے کہ انبیاء کے آباء (والدین) شرک سے پاک ہوتے ہیں۔

يٰۤاَبَتِ -

اے میرے ابا جان

يٰۤاَبَتِ دراصل یا اَبی تھا ''ی'' ہٹا کر اس کے بدلے ''ت'' لے آئے کیوں کہ اس طرح نرمی اور شفقت کا پہلو زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے۔

لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ -

آپ اس کی بندگی کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ ہی دیکھتا ہے۔

کہ آپ کے حال کو جان لے، آپ کے ذکر کو سُن لے اور آپ کے خضوع وخشوع کو دیکھ لے۔

وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا -

اور نہ ہی آپ کو کسی چیز سے بے نیاز کرتا ہے۔

جلبِ منفعت میں اور دفعِ مضرّت کے لیے۔

۴۳-يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ -

ابا جان میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کو نہیں ملا۔

فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا -

آپ میری پیروی کریں میں آپ کو سیدھا راستا بتاؤں گا۔

۴۴-يَاأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا-

والدِ گرامی آپ شیطان کی بندگی نہ کریں شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔

۴۵-يَاأَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا-

اے ابا جان مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمان کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں اور آپ شیطان کے ساتھی نہ بن جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا آزر کو ہدایت کی طرف بلایا اور گمراہی کی وضاحت کی اور نہایت بلیغ انداز میں دلائل دیے، نہایت نرمی اور عمدہ اخلاق کے ساتھ ان سے گفتگو کی انھیں گمراہ نہیں کہا بلکہ ان سے سبب دریافت کیا کہ وہ کیوں انھیں ایسوں کی بندگی کی دعوت دے رہے ہیں جو کسی بھی اعتبار سے بندگی کے لائق نہیں پھر انھیں اتباع کی دعوت دی تاکہ انھیں حق قویم (معتدل، راست) اور صراط مستقیم (سیدھا) کی ہدایت کریں۔ اس لیے کہ وہ درست نظریہ پر برقرار نہ تھے اور حضرت ابراہیم نے انھیں جہلِ مُفرِط (ایسی جہالت جو حد سے گزر جائے) سے موسوم نہیں کیا اور نہ ہی خود کو علم میں فائق (سب سے بڑھا ہوا) قرار دیا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود کو ایسا بنائے رکھا جیسے کوئی ہم سفر رفیق ہے جو راستے سے واقف ہے پھر آزر جس راہ پر گام زن تھے اس سے انھیں روکا اس لیے کہ وہ راستا نہ صرف یہ کہ فائدے سے خالی ہے بلکہ اس میں سراسر نقصان ہے اس لیے کہ وہ درحقیقت شیطان کی عبادت ہے۔ اس لیے کہ وہی اس کا حکم دینے والا ہے اور یہ واضح کر دیا کہ شیطان تمھارے اس رب کا نافرمان ہے جو تمام نعمتوں کا مالک ہے اور ہر نافرمان کے لیے درست ہے کہ اس سے نعمتوں کو پلٹا دیا جائے اور اسے سزا دی جائے اسی لیے اس کے بعد اُس کے بُرے انجام سے ڈرایا ہے کہ جب وہ شیطان کی طرف چلا گیا تو لعنت و عذاب میں شیطان کا ساتھی بن گیا۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾

وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

۴۶-اُس (آزر) نے کہا اے ابراہیم کیا تم میرے معبودوں سے برگشتہ ہو گئے ہو، اے ابراہیم اگر تم باز نہ آئے تو میں تمھیں سنگ سار کردوں گا اور تم ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور ہو جاؤ۔

۴۷-ابراہیم نے کہا آپ پر سلامتی ہو میں اپنے ربّ سے آپ کے لیے مغفرت طلب کرتا رہوں گا میرا ربّ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔

۴۸-میں آپ کو اور اللہ کے علاوہ آپ جن معبودوں کو پکارتے ہیں اُن سب کو چھوڑ کر الگ جاؤں گا اور میں اپنے ربّ کو ہی پکاروں گا مجھے امید ہے کہ میں اپنے ربّ کو پکار کر نامراد نہ رہوں گا۔

۴۹-پس جب ابراہیم نے انھیں اور اللہ کے سوا وہ جن معبودوں کی عبادت کیا کرتے تھے ان سب کو چھوڑ دیا تو ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد دی۔ اور اُن میں سے ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا۔

۵۰-اور ہم نے انھیں اپنی رحمت سے نوازا اور ہم نے ان کے لیے زبانِ صداقت کو علی قرار دیا۔

۴۶-قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ-

اس (آزر) نے کہا اے ابراہیم کیا تم میرے معبودوں سے برگشتہ ہو گئے ہو۔

ابراہیم نے ہدایت کے وقت جس مہربانی وشفقت کا اظہار کیا تھا اس کے مقابل میں آزر نے درشتی، بدخُلقی اور دشمنی کی تندخوئی کا مظاہرہ کیا اور انھیں اُن کے نام سے یا ابراہیم کہہ کر پکارا اور "یَابُنَیَّ" نہیں کہا اور بعد میں ابراہیم کا نام لیا خبر کو مبتدا سے پہلے لے آئے اور اظہار تعجب کے لیے ھمزہ انکار "اَ" سے جملہ شروع کیا۔ پھر انھیں تنبیہ کی۔

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ-

اے ابراہیم اگر تم باز نہ آئے تو میں اپنی زبان کے کچو کے لگاؤں گا اور پتھر سے ماروں گا یعنی سنگ سار کروں گا۔

وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا-

تم ایک طویل مدّت کے لیے مجھ سے دور رہو یا مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔

۴۷-قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ-

ابراہیم نے کہا آپ پر سلامتی ہو، صلح وسلامتی اور امن وآشتی ہے اور برائی کے مقابلے میں بھلائی کا اعلان ہے کہ مجھ سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔

اور میں اس کے بعد آپ سے کوئی ایسی بات نہ کہوں گا جس سے آپ کو اذیت پہنچتی ہو۔

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ-

میں اپنے ربّ سے آپ کے لیے مغفرت طلب کرتا رہوں گا۔

ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو توبہ کرنے اور ایمان لانے کی توفیق دے دے۔

اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا-

میرا ربّ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔

وہ مجھ سے مہربانی کا بہت زیادہ سلوک کرنے والا اور شفیق ہے۔

۴۸-وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ-

میں آپ کو اور اللہ کے علاوہ آپ جن معبودوں کو پکارتے ہیں انھیں چھوڑ کر الگ ہو جاؤں۔

اپنے دین کی طرف ہجرت کر کے

وَاَدْعُوْا رَبِّیْ-

اور میں اپنے ربّ کو ہی پکاروں گا۔

عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا-

مجھے امید ہے کہ میں اپنے ربّ کو پکار کر نامراد نہیں رہوں گا۔

ایسا نہیں ہوگا کہ میں ناکام رہوں اور میری کوشش ضائع ہو جائے جس طرح تم اپنے معبودوں کو پکار کر ناکام رہتے ہو اور کلام کے آغاز میں لفظ ''عَسٰی'' تواضع اور نفس کی عاجزی کے لیے ہے اور اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ دعا کی قبولیت اور ثواب ایسا فضل خداوندی ہے جو واجب نہیں ہے اور امر کا دارومدار اس کے خاتمے پر ہوتا ہے اور اس کا کسی کو علم نہیں۔

۴۹-فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ۔

پس جب ابراہیم نے انھیں اور اللہ کے سوا وہ جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے انھیں چھوڑ کر کنارہ کشی اختیار کرلی یعنی وہ شام کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔

وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ۔

تو ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد دی
ان کافروں کے بدلے میں جن سے یہ جدا ہو گئے تھے۔

وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا۔

اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا۔

۵۰-وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا۔

اور ہم نے انھیں اپنی رحمت سے نوازا۔

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔

اور ہم نے ان کے لیے زبان صداقت کو علی قرار دیا۔

کہا گیا ہے کہ رحمت سے مراد نبوت اموال اور اولاد ہے اور یہ ہر چیز پر مشتمل ہے خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی۔

اور لِسَانَ صِدْقٍ سے مراد بہترین تعریف وتوصیف اس چیز کو زبان سے تعبیر کیا گیا جو زبان میں پائی جاتی ہے جس طرح ہاتھ سے وہ تعبیر کیا جاتا ہے جس کا اطلاق ہاتھ پر ہوتا ہے اور یہ عطیہ اور بخشش ہے۔

اور ''عَلی'' کے معنی ہیں بلند اس لیے ہر دین والے ان سے محبت کرتے ہیں ان کی تعریف کرتے ہیں اور ان کی ذرّیت کی ثنا کرتے ہیں اور ان پر فخر کرتے ہیں اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کی قبولیت کی دلیل ہے جیسا کہ فرمایا وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ (اے پروردگار تو میرے لیے آخری زمانے میں سچی زبان قرار دے)(الشعراء:۸۴)۔[۱]

تفسیر قمیؔ میں امام زکی علیہ السلام سے مروی ہے وَوَهَبْنَا لَهُمْ یعنی ہم نے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو عطا کی مِّنْ رَّحْمَتِنَا اپنی جانب سے رحمت یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا اور ہم نے ان کے لیے لِسَانَ صِدْقٍ کو علی قرار دیا یعنی امیر المومنین علیہ السلام۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام امیر المومنین سے روایت کرتے ہیں کہ انسان کے لیے لوگوں میں سچی زبان کا ہونا جسے اللہ قرار دے اس مال سے بہتر ہے جسے وہ کھا جاتا ہے اور دوسروں کو اس کا وارث بنا دیتا ہے۔[۳]

---

(۱) الکشاف ج ۳ ص ۲۲ ومجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۱۷

(۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۱ (۳) الکافی ج ۲ ص ۱۵۴ ح ۱۹ باب صِلَةُ الرحم

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ۚ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾
وَ نَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾
وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾
وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾
وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

۵۱–اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجیے یقیناً وہ منتخب اور نبی مُرسَل تھے۔
۵۲–اور ہم نے انھیں کوہ طور کے دائیں جانب سے آواز دی اور ہم کلامی کا شرف دیتے ہوئے تقرب عطا کیا۔
۵۳–اور ہم نے انھیں اپنی رحمت سے نوازکران کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔
۵۴–اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجیے بے شک وہ صادق الوعد (وعدے کے سچے) اور نبی مرسل تھے۔
۵۵–وہ اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ اپنے ربّ کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

۵۱–وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ۚ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا–

اور اے نبی کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجیے یقیناً وہ منتخب تھے۔

مخلص کے معنیٰ ہیں وہ موحد تھے اور انھوں نے اپنی عبادت کو صرف اللہ کے لیے خالص بنا لیا تھا جو شرک اور ریاکاری سے پاک تھی اور انھوں نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دیا تھا۔

وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا–

اور وہ نبیّ مُرسَل تھے۔

کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں مخلوقات کی جانب رسول بنا کر بھیجا تھا انھوں نے اس بات سے لوگوں کو آگاہ کر دیا اور اسی لیے رسول کو مقدم لایا گیا ہے حالانکہ رسالت نبوت سے زیادہ خصوصیت کی حامل اور اعلیٰ ہے۔[۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ رسول کیا ہے؟ اور نبی کیا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ نبی وہ ہے جو خواب میں دیکھتا ہے آواز کو سنتا ہے لیکن فرشتے کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتا اور رسول وہ ہے جو آواز سنتا ہے خواب میں دیکھتا ہے اور فرشتے کا

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۶

مشاہدہ کرتا ہے۔ [۱]

۵۲-وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ -

اور ہم نے انھیں کوہِ طور کے دائیں جانب سے آواز دی۔

وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا۔

اور ہم کلامی کا شرف دیتے ہوئے تقرّب عطا کیا۔

اور ہم کلامی کو تقرّب کا ذریعہ قرار دیا جس طرح کسی شخص کو بادشاہ اپنی گفتگو کے لیے خود سے قریب کر لیتا ہے۔

۵۳-وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا۔

اور ہم نے انھیں اپنی رحمت سے نواز کر ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔

تا کہ وہ اپنے بھائی کے قوت بازو بنیں اور ان کا بوجھ ہلکا کریں، حضرت موسیٰ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ (اے اللہ تو میرے اہل سے ہارون کو میرا وزیر بنا دے) (طٰہٰ :۲۹) ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔

کتاب اکمال میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سو چھبیس (۱۲۶) سال زندہ رہے اور حضرت ہارونؑ نے ایک سو تینتیس (۱۳۳) سال کی عمر پائی۔ [۲]

۵۴-وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ -

اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجیے بے شک وہ صادق الوعد تھے۔

وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔ اور نبی مُرسل تھے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ انھیں ''صادق الوعد'' اس لیے کہا گیا کیوں کہ انھوں نے ایک شخص سے کسی جگہ ملاقات کا وعدہ کیا تھا انھوں نے اس جگہ ایک سال تک اس کا انتظار کیا اسی وجہ سے اللہ نے ان کا نام صادق الوعد (وعدے کے سچے) رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ شخص آیا تو اسماعیل نے اس سے کہا میں تو مسلسل تمھارا انتظار کرتا رہا۔ [۳]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے اسی مفہوم کی روایت ملتی ہے۔ [۴]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ انھوں نے وعدہ کیا اور جس سے وعدہ کیا تھا سال بھر اس کا انتظار کیا کہا کہ وہ اسماعیل بن حزقیل تھے۔ [۵]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۷۶ ح ۱

(۲) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۵۲۳۔ ۵۲۴

(۳) الکافی ج ۲ ص ۱۰۵ ح ۷

(۴) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۷۹ ح ۹ باب ۳۲

(۵) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۱

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ وہ اسماعیل بن ابراہیم ہیں وہ جب بھی کسی چیز کا وعدہ کرتے تھے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ قبیلۂ جُرہم کی طرف نبی مُرسل بنا کر بھیجے گئے تھے۔[1]

فرمایا اور کہا گیا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم کا انتقال اُن کے والد سے پہلے ہوگیا تھا اور اس سے مراد اسماعیل بن حزقیل ہیں اور ذکر کیا کہ یہ بات علل الشرائع میں موجود ہے اور اس کی نسبت امام صادق علیہ السلام کی طرف دی ہے۔[2]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اس سے مراد اسماعیل بن ابراہیم نہیں ہیں بلکہ کوئی اور نبی تھے اللہ نے جنھیں اُن کی قوم کی طرف مبعوث کیا تھا ان لوگوں نے انھیں پکڑ لیا اور ان کے سر کی کھال کو بالوں سمیت اور چہرے کی کھال کو اتار لیا فرشتہ اُن کے پاس آیا اور اُن سے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے حکم دیجیے آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا لِي اُسْوَةٌ بِمَا يصنع بالانبياء کہ جو کچھ انبیاء کے ساتھ کیا گیا ہے اس میں میرے لیے ایک نمونۂ عمل موجود ہے۔[3]

اور دوسری روایت میں کہ فرمایا۔

لی بالحسین بن علی اسوة

میرے لیے حسین بن علی کی ذات والا صفات میں بہترین نمونۂ عمل موجود ہے۔[4]

۵۵-وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا۔

اور وہ اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ اپنے ربّ کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۱۸ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۱۸

(۳) علل الشرائع ج ۷۷-۷۸ ح ۲ باب ۶۷ (۴) علل الشرائع ص ۷۸ ح ۳ باب ۶۷

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

۵۶-اے نبی آپ کتاب میں ادریس کا ذکر کیجیے بے شک وہ صِدّیق (راست گو) نبی تھے۔

۵۷-اور ہم نے انھیں اونچے مقام پر بلند کیا۔

۵۶-وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ-

اے نبی آپ کتاب میں ادریس کا ذکر کیجیے۔

کہا گیا ہے کہ وہ شیث کے نواسے اور حضرت نوحؑ کے دادا تھے اُن کا نام اخنوخ تھا۔ [۱]

روایت کی گئی ہے کہ اُن پر تیس ۳۰ صحیفے نازل ہوئے تھے وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قلم سے لکھا اور علم نجوم اور حساب پر نظر کی وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے کپڑے سیے اور اسے پہنا اور وہ لوگ کھال پہنا کرتے تھے۔ [۲]

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا ان کا نام ادریس اس لیے رکھا گیا کہ وہ کثرت کے ساتھ کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ [۳]

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا-

بے شک وہ صدیق (راست گو) نبی تھے۔

۵۷-وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا-

اور ہم نے انھیں اونچے مقام پر بلند کیا۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نبوت کا شرف ہے اور اللہ تعالیٰ کی قربت ہے۔ [۴]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے کہا کہ آپ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک منزلت عظیم کا مالک تھا اللہ نے اس سے خفگی کا اظہار کیا اور اسے آسمان سے زمین پر اتار دیا وہ حضرت ادریس علیہ السّلام کے پاس آیا اور اُن سے کہا کہ آپ اللہ کے نزدیک صاحب منزلت ہیں لہٰذا آپ اپنے رب سے میری شفاعت کیجیے۔ انھوں نے تین شبوں تک بغیر کسی وقفے کے نمازیں پڑھیں اور تین دن بغیر افطار کیے روزہ رکھا اور سَحَر کے وقت اللہ تعالیٰ سے فرشتے کے لیے درخواست کی فرشتے نے کہا کہ آپ کی دعا قبول ہوگئی اور اللہ نے میرے بال و پر کو آزاد کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس کا بدلہ دوں لہٰذا اگر آپ کو کوئی حاجت ہو بیان کیجیے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے اُس سے کہا تم مجھے ملک الموت کو دکھلا دو تاکہ میں اُس سے مانوس ہو جاؤں اس لیے کہ اس کے

---

(۱) البیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۶ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۶-۳۷

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۲

ذکر کے ساتھ مجھے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی فرشتے نے اپنے پر پھیلا دیے اور کہا سوار ہو جایئے۔ حضرت ادریس اس پر سوار ہو کر دنیاوی آسمان میں ملک الموت کو تلاش کرتے رہے اُن سے کہا گیا کہ آپ بلند ہو جایئے ان کی ملاقات ملک الموت سے چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان ہوئی فرشتے نے اس سے دریافت کیا اے ملک الموت میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری تیوریاں چڑھی ہوئی ہیں۔ عزرائیل نے کہا کہ تعجب اس بات پر ہے کہ میں عرش کے سایہ تلے تھا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں کسی انسان کی روح چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان میں کروں ادریس علیہ السلام نے یہ بات سنی ان کی طبیعت میں جھلاہٹ آئی اور وہ فرشتے کے پر سے نیچے گر پڑے اسی جگہ اُن کی روح قبض کر لی گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔[1]

تفسیر قمی میں اسی سے ملتا جلتا مضمون ہے۔[2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک حدیث میں فرمایا جس میں وہ مسجد سہلہ کا ذکر کر رہے تھے کہا تمھیں معلوم نہیں کہ وہ حضرت ادریس علیہ السلام کا مقام ہے جو اللہ کے نبی تھے اور وہ اس جگہ کپڑے سیا کرتے تھے۔[3]

(۱) الکافی ج ۳ ص ۲۵۷ ح ۲۶ باب النوادر (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۵۱
(۳) الکافی ج ۳ ص ۴۹۴ ح ۱ باب مسجد السهلة

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ﴿۵۸﴾

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ﴿۶۰﴾

السجدة

۵۸- یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا آدم کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کی نسل سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا اور ابراہیم کی نسل سے اور اسرائیل کی نسل سے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جنھیں ہم نے ہدایت بخشی اور انھیں برگزیدہ قرار دیا ان کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے آیات رحمن کی تلاوت کی جاتی تھی تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔

۵۹- پھر اُن کے بعد ایسے ناخلف جانشین آئے جنھوں نے نماز کو برباد کردیا اور خواہشات نفسانی کا اتباع کیا عن قریب وہ گم راہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔

۶۰- مگر جنھوں نے توبہ کی، اور ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔

۵۸- أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ -

یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔

مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ -

آدم کی اولاد میں سے اور اُن لوگوں کی نسل سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔

لفظ أُولَٰئِكَ سے اشارہ ہے ان انبیاء کی طرف حضرت زکریا سے ادریس علیہ السلام تک جن انبیاء کا ذکر اس سورے میں کیا گیا ہے۔

الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ جن پر اللہ نے انعام کیا تھا

یعنی اللہ نے جن لوگوں کو طرح طرح کی دینی اور دنیوی نعمتوں سے نوازا تھا۔

وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ یعنی جن کی ذرّیت کو ہم نے نوح کے ساتھ اٹھایا اور اس سے مراد ادریس کے علاوہ دیگر اولاد آدم ہے اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام سام بن نوح کی ذرّیت میں سے تھے۔

وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ۔

اور ابراہیم کی نسل سے باقی لوگ آئے۔

وَ اِسْرَآءِيْلَ۔

اور اسرائیل کی ذرّیت سے اور ان کی اولاد سے حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے اور اس سے پتا چلتا ہے کہ بیٹیوں کی اولاد بھی ذرّیت میں شامل ہوتی ہے۔

وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا۔

اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جنھیں ہم نے ہدایت بخشی اور انھیں برگزیدہ قرار دیا نبوت اور کرامت کے لیے۔

کتاب مناقب اور مجمع البیان میں سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے ہم لوگ مراد ہیں۔[1]

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا۔

ان کا یہ حال تھا کہ جب اُن کے سامنے آیات رحمان کی جاتی تھی تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔ اللہ کے خوف سے اور اس کے حضور عاجزی کے لیے۔

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے تم قرآن کی تلاوت کرو اور گریہ کرو اگر رو نہیں سکتے تو رونے والے کی شکل بناؤ۔[2]

اور بُکِیّ بَاكٍ کی جمع ہے جیسے سُجُوْد سَاجِد کی جمع کے طور پر آتا ہے۔

۵۹۔فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ۔

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین آئے

ان کے عقب میں آئے اور ان کے بعد بُرے جانشین یعنی ان کے بعد ایسے ناخلف جانشیں آئے۔

کہا جاتا ہے خَلَفَ صِدق سچّا جانشین وخَلْفٌ سُوءٍ ناخلف جانشین۔

اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ۔

جنھوں نے نماز کو برباد کر دیا یعنی تاخیرِ وقت کے ساتھ نماز پڑھی۔

---

(۱) مناقب ابن شہرآشوب ج ۴ ص ۱۲۹ ومجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۱۹

(۲) انوارالتنزیل ج ۲ ص ۳۷

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے اگر تم تھوڑی جلدی کرو یا تھوڑی تاخیر کرو اس شے کی وجہ سے جو تمھیں نقصان پہنچا رہی تھی ایسا درست ہے مگر تم مکمل طور پر اسے ضائع نہ کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے لیے ارشاد فرمایا ہے جنھوں نے اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ نماز کو ضائع کر دیا تھا۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے مقررہ وقت سے مؤخر کر کے اسے ضائع کیا تھا در اصل نماز کو ترک نہیں کیا تھا۔[2]

وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ ۔

اور خواہشات نفسانی کا اتباع کیا۔

تفسیر جوامع میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے اس سے مراد وہ ہے۔ من بَنَی الشَّدِیْدَ وَرَکِبَ الْمَنْظُوْرَ وَلَبِسَ الْمَشْهُوْرَ ۔[3]

جس نے مضبوط عمارت تعمیر کی جس نے بہترین گھوڑے پر سواری کی اور جس نے شہرت یافتہ لباس پہنا۔

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔

وہ گم راہی کے انجام سے دو چار ہوں گے۔

غَیًّا کے معنی ہیں شر اور برائی۔

۶۰ - اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْــًٔا ﴿۶۰﴾

مگر جنھوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور عملِ صالح بجا لائے تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔

---

(۱) الکافی ج ۳ ص ۲۷۰ ح ۱۳ (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۱۹
(۳) جوامع الجامع ج ۲ ص ۴۰۱

جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ﴿۶۱﴾
لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۶۲﴾
تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾
وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾

۶۱–اُن کے لیے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے در پردہ وعدہ کر رکھا ہے اس کا وعدہ تو پورا ہو کر رہتا ہے۔

۶۲–اس جنت میں وہ کوئی لغویات نہیں سنیں گے یہاں بس سلام کی صدا ہوگی (یعنی سلامتی) اور اس میں ان کا رزق صبح وشام ملتا رہے گا۔

۶۳–یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اسے بنائیں گے جو ہمارے بندوں میں پرہیزگار رہا ہے۔

۶۴–اے محمدؐ ہم (فرشتے) آپ کے ربّ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ درمیان میں ہے ان سب کا مالک وہی ہے آپ کا ربّ بھولنے والا نہیں۔

۶۱–جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ–

ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے در پردہ وعدہ کر رکھا ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا– اس کا وعدہ تو پورا ہو کر رہتا ہے۔

جب اس وعدے کی مدت پوری ہو جائے گی یا وہ اللہ ہے جو اس تک احسان کو لے کر آیا ہے یعنی اسے پورا کر کے رہے گا۔

۶۲–لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا– وہ لوگ اس جنت میں کوئی لغو یعنی فضول بات نہیں سنیں گے۔

اِلَّا سَلٰمًا– بس یہاں تو سلام سلام ہوگا یعنی سلامتی کی صدا ہوگی۔

وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا– اور اس میں صبح وشام ان کا رزق انھیں ملتا رہے گا۔

جو رزق نعمت دینے والوں کی عادت کے مطابق ہوگا اور جو رزق زُھادۃ (یعنی جتنا کافی ہو) اور رَغابۃ (جو ان کی مرضی کے مطابق ہو) کے درمیان میں ہو۔

کتاب محاسن اور طبّ ائمہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آپ سے درد اور

بدہضمی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا صبح کے وقت کھاؤ اور شام کے وقت کھاؤ اور دن کے درمیان میں کچھ بھی نہ کھاؤ کیوں کہ اس سے بدن میں فساد ہو جاتا ہے کہ تم نے سنا نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا۔ [۱]

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ یہ دنیوی جنت میں ہوگا قیامت سے پہلے اس لیے کہ آخرت میں جناتُ الخُلد میں صبح وشام نہیں ہوں گے بلکہ صبح وشام کا تعلق دنیاوی جنتوں سے ہے جہاں پر مومنین کی روحیں منتقل ہوتی ہیں اور اس میں سورج وچاند طلوع ہوتے ہیں۔ [۲]

۶۳-تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔

یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اسے بنائیں گے جو ہمارے بندوں میں پرہیز گار رہا ہے۔

کتاب تہذیب میں نوافل ماہ رمضان المبارک کی دعاؤں میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ سبحان من خلق الجنة لمحمد وآل محمد سبحان من یورثها محمدﷺ وآل محمد وشیعتهم۔ [۳]

پاک ہے وہ جس نے جنت کو محمدؐ وآلِ محمدؑ کے لیے خلق فرمایا پاک ہے وہ جس نے محمدؐ وآلِ محمدؑ اور ان کے شیعوں کو جنت کا وارث بنایا ہے۔

۶۴-وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ۔ اے محمدﷺ ہم (فرشتے) آپ کے ربّ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے۔

یہ جبرئیل کا قول نقل کیا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ انھوں نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا تمھیں ہماری ملاقات سے کس چیز نے روکا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۴]

لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ۔ جو کچھ ہمارے سامنے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ درمیان میں ہے ان سب کا مالک وہی ہے۔

ہم جن جگہوں اور مقامات میں رہتے ہیں ہم اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتے اور نہ ہی ہم ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں نازل ہوتے ہیں مگر اللہ کے حکم اور اُس کی مشیّت سے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔ اور آپ کا ربّ بھولنے والا نہیں ہے وہ آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔

کتاب توحید میں امیرالمومنین علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ بے شک ہمارا پروردگار بلند وعظیم ہے نہ تو وہ بھولتا ہے اور نہ ہی غافل ہوتا ہے۔ بلکہ وہ حفاظت کرنے والا اور دانا ہے۔ [۵]

---

(۱) المحاسن ج ۲ ص ۱۹۵ ح ۱۵۶۵ ۲ طبّ الائمہ ص ۵۹
(۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۵۲
(۳) تہذیب الاحکام ج ۳ ص ۹۸
(۴) مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۵۲۱
(۵) التوحید ص ۲۶۱ ح ۵ باب ۳۶

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ط هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾

وَ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾

اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿۶۷﴾

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾

۶۵-وہ آسمان کا اور زمین کا اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اُن سب کا ربّ ہے آپ اس کی عبادت کیجیے اور اس کی بندگی پر ثابت قدم رہیے، کیا آپ کسی ایسی ہستی کو جانتے ہیں جو اس کا ہم نام ہو۔

۶۶-اور انسان یہ کہہ رہا ہوگا جب میں مرجاؤں گا تو کیا دوبارہ زندہ کر کے نکال لایا جاؤں گا؟

۶۷-کیا انسان یہ بات بھول گیا کہ ہم نے اُسے اس سے پہلے پیدا کیا تھا جب کہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔

۶۸-آپ کے ربّ کی قسم ہم ضرور بالضرور انھیں اور شیاطین کو بھی گھیر لائیں گے پھر ہم جہنم کے گرد لا کر انھیں گھٹنوں کے بل گرا دیں گے۔

۶۵-رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا-

وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اُن سب کا ربّ ہے۔

اس امر کا بیان ہے کہ نسیان اس کے لیے محال ہے۔

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ-

آپ اُس کی عبادت کیجیے اور اس کی بندگی پر ثابت قدم رہیے۔

رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے جو بطور نتیجہ اُن سے ظاہر ہوا۔

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا- کیا آپ کسی ایسی ہستی کو جانتے ہیں جو اس کا ہم نام ہو۔

کتاب توحید میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس کی تاویل یہ ہے کیا تم اللہ کے سوا کسی اور کو جانتے ہو جس کا نام اللہ ہو۔[1]

۶۶-وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا-

اور انسان یہ کہہ رہا ہوگا جب میں مرجاؤں گا تو کیا دوبارہ زندہ کر کے نکال لایا جاؤں گا؟

---

(۱) التوحید ص ۲۶۴ ح ۵ باب ۳۶

چوں کہ یہ بات ان کے نفوس میں موجود تھی اس لیے اسے جنسِ انسان کی طرف منسوب کر دیا۔
روایت کی گئی ہے کہ اُبَیّ بن خلف نے ایک بوسیدہ ہڈی کو لیا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور کہا محمدؐ یہ گمان کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ مبعوث کیا جائے گا۔[١]

٦٧۔اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ۔ کیا انسان یہ بات بھول گیا۔
اور کہا گیا ہے کہ اسے یَذَّکَّر پڑھا گیا ہے اور جس کا تعلق ذکر (یاد دہانی) سے ہے اور جس سے تفکر مراد ہے۔

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ۔ کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا تھا۔
یعنی ہم نے اُسے اپنے علم میں طے کر لیا تھا جب صرف اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔

وَلَمْ یَکُ شَیْئًا۔ اور انسان کچھ بھی نہ تھا بلکہ وہ معدوم محض تھا۔
کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا لَامُقَدَّرًا اولَامُکَوَّنًا نہ اس کا فیصلہ ہوا تھا اور نہ ہی وہ موجود تھا۔[٢]
کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا وہ نہ کتاب میں کوئی شے تھا اور نہ ہی علم میں۔[٣]
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس کا وہاں پر کوئی ذکر نہ تھا۔[٤]

٦٨۔فَوَرَبِّکَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ۔
آپ کے رب کی قسم ہم ضرور بالضرور انھیں اور شیاطین کو گھیر لائیں گے۔
قواعد کے اعتبار سے یہ عطف ہے یا مفعول مَعَہٗ ہے جیسا کہ روایت کی گئی ہے کہ کُفّار اپنے شیاطین ساتھیوں کے ساتھ محشور ہوں گے جن کا تعلق ان شیاطین سے تھا جنھوں نے انھیں بہکایا اور بھٹکایا تھا ہر ایک اپنے اپنے شیطان کے ساتھ زنجیر میں جکڑا ہوا ہوگا۔[٥]

ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا۔
پھر ہم جہنم کے گرد لا کر انھیں گھٹنوں کے بل گرا دیں گے۔
تفسیر قمیؒ میں ہے جِثِیًّا سے مراد ہے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں۔[٦]
میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں ایسا لگتا ہے کہ باہم گفت وشنید کے موقع پر اس قسم کا جملہ کہا جاتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول سے ثابت ہے۔ وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً (الجاثیۃ : ٢٨) اور تم دیکھو گے کہ ہر قوم گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔

---

(١) انوارالتنزیل ج ٢ ص ٣٩ (٢) الکافی ج ١ ص ١٤٧ ح ٥
(٣) المحاسن ج ١ ص ٣٧٩ ح ٨٣٦ (٤) تفسیر قمیؒ ج ٢ ص ٥٢
(٥) انوارالتنزیل ج ٢ ص ٣٩ (٦) تفسیر قمیؒ ج ٢ ص ٢٩٥

ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ كُلِّ شِيۡعَةٍ اَيُّهُمۡ اَشَدُّ عَلَى الرَّحۡمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾
ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِيۡنَ هُمۡ اَوۡلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾
وَ اِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا‌ ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا ﴿۷۱﴾
ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيۡنَ فِيۡهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾

۶۹-پھر ہر گروہ میں سے ہم اسے کھینچ کر نکالیں گے جو رحمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش بنا ہوا تھا۔
۷۰-پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اُن میں سے کون لوگ جہنم میں جھونکے جانے کے زیادہ حق دار ہیں۔
۷۱-تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر وارد نہ ہو یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا آپ کے رب کے ذمے ہے۔
۷۲-پھر ہم متقین کو بچالیں گے اور ظالموں کو اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

۶۹-ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ كُلِّ شِيۡعَةٍ-
پھر ہم ہر گروہ میں سے اُسے کھینچ کر نکالیں گے۔
مِنۡ كُلِّ شِيۡعَةٍ سے مراد ہے ہر امت میں سے جنھوں نے کسی دین کا اتباع کیا ہو۔
اَيُّهُمۡ اَشَدُّ عَلَى الرَّحۡمٰنِ عِتِيًّا-
جو رحمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش بنا ہوا تھا۔
ان میں سے جن لوگوں نے نافرمانی اور سرکشی کی ہوگی ہم انھیں جہنم میں جھونک دیں گے۔
۷۰-ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِيۡنَ هُمۡ اَوۡلٰى بِهَا صِلِيًّا-
پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اُن میں سے کون لوگ جہنم میں جھونکے جانے کے زیادہ حق دار ہیں۔
۷۱-وَ اِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا-
تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم پر وارد نہ ہو۔
تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کیا تم نے سنا نہیں کسی کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم فلاں کے کنویں پر پہنچے اس سے مراد صرف وہاں پہنچنا ہے۔ داخل ہونا نہیں۔[1]
كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا-
یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا آپ کے ربّ کے ذمّے ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۲

ان سب کا جہنم پر وارد ہونا واجب اور لازم ہے اللہ نے جسے اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے اور اس بارے میں فیصلہ کرلیا ہے۔

۷۲-ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا-

پھر ہم متقین کو بچالیں گے۔

جنھیں جنت کی جانب لے جایا جائے گا۔

وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا-

اور ظالمین کو اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

یعنی ظالمین جس حالت اور کیفیت میں تھے انھیں ویسا ہی رہنے دیں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگ جہنّم پر وارد ہوں گے پھر اپنے اعمال کے سبب وہاں سے روانہ ہوں گے ان میں سے پہلا بجلی کی چمک کی طرح جائے گا پھر ہوا کے گزرنے کی طرح پھر گھوڑے کے دوڑنے کی طرح پھر سوار کی طرح پھر کسی انسان کے دوڑنے کی طرح پھر جیسے پیدل جاتا ہے۔[1]

اور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ورود سے مراد داخل ہونا ہے یہ نیک اور بد جہنم میں داخل ہوگا تو جہنّم مومنین کے لیے ٹھنڈی اور باسلامت ہو جائے گی جس طرح وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ آگ کے لیے یا جہنم کے لیے فرمایا کہ وہاں ٹھنڈک کا شور و غوغا ہوگا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔[2]

اور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جہنم روز قیامت مومن سے کہے گی جُزْ یَامُؤْمِن فَقَدْ اَطْفَأَ نُوْرُكَ لَهَبِيْ اے مومن تو جلدی سے گزر جا تیرے نور نے تو میرے شعلے گل کر دیے۔[3]

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آگ کو جمے ہوئے گھی کی طرح بنا دے گا اور وہاں پر مخلوقات کو جمع کرے گا پھر منادی ندا دے گا کہ اے جہنّم تو جہنّم والوں کو لے لے اور جو لوگ میرے ہیں انھیں چھوڑ دے آنحضرتؐ نے فرمایا جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس کی قسم کہ جہنّم اہل جہنّم کو اتنا زیادہ پہچانتی ہے جس طرح ماں اپنی اولاد سے واقف ہوتی ہے۔[4]

کہا گیا ہے کہ اس میں فائدہ یہ ہے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ خداوندعالم کسی کو بھی جنت میں داخل نہ کرے گا یہاں تک کہ اسے جہنم نہ دکھلا دے اور یہ کہ اس میں جو عذاب ہو رہا ہے تاکہ مومن یہ جان لے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کس قدر فضل واحسان اور اس کی کمال مہربانی اور لطف وکرم ہے تو اس طرح اس کو جنت اور اس کی نعمتوں سے لطف

---

(۱)،(۲) اور (۳) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۲۵ (۴) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۲۵۔۵۲۶

اندوز ہوتے ہوئے زیادہ مسرت وشادمانی کا احساس ہوگا اور اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم میں داخل نہ کرے گا جب تک اُسے جنت نہ دکھلا دے اور اس میں پائی جانے والی مختلف النوع نعمتوں اور ثواب سے آشنا نہ کر دے تاکہ یہ اس کے عذاب میں زیادتی کا سبب بنے اور اسے یہ حسرت ہو کہ اس نے جنت اور اس کی نعمتوں کو کس طرح اپنے ہاتھوں سے جانے دیا۔[۱]

فرمایا حدیث میں آیا ہے کہ بخار جہنم کی پیپ میں سے ہے۔[۲]

روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بیمار کی عیادت کی اور فرمایا کہ بشارت ہو اللہ تعالیٰ فرمار ہا ہے کہ یہ بیماری میرے جہنم کی آگ ہے جسے میں اپنے بندۂ مومن پر دنیا میں مسلّط کر دیتا ہوں تاکہ اسے آتش جہنّم کا جو حصہ ملنا تھا وہ مل جائے۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ بخار موت کا جاسوس ہے اور یہ زمین میں مومن کے لیے قید خانہ ہے اور یہ مومن کے لیے آتش جہنّم کا حصّہ ہے۔[۴]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخار موت کا جاسوس ہے اور زمین پر اللہ کا قید خانہ ہے اور اس کا جوش (ابتدائی حالت) جہنّم سے مربوط ہے اور یہ آتش جہنّم سے ہر مومن کا حصہ ہے۔[۵]

کتاب اعتقادات میں ہے روایت کی گئی ہے کہ صاحبان توحید میں سے کسی کو بھی جہنّم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے گی جب وہ جہنّم میں داخل ہوں گے بلکہ جب وہ وہاں سے باہر آرہے ہوں گے تو تکلیف ہوگی اور یہ تکلیف ان گناہوں کی وجہ سے ہوگی جو انھوں نے کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں ڈھاتا۔[۶]

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب اہل جنت، جنّت میں داخل ہوں گے تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا ہمارے ربّ نے ہم سے وعدہ نہ کیا تھا کہ ہم جہنّم تک پہنچیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ اُن سے کہے گا تم جہنم تک گئے تھے لیکن آتش جہنّم بجھی ہوئی تھی۔[۷]

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ (انبیاء: ۱۰۱) سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ عذاب جہنم سے دور ہوں گے۔[۸]

کہا گیا ہے کہ ورودِ جہنّم سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے اس لیے کہ وہ جہنّم کے اوپر پھیلا ہوا ہے۔[۹]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ تمام روایات صحیح ہیں صاحبان عقل کے نزدیک ان روایات میں کوئی منافات نہیں ہے۔

---

(۱) اور (۲) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۲۵۔۵۲۶ (۳) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۲۶
(۴) الکافی ج ۳ ص ۱۱۱ ح ۳ (۵) الکافی ج ۳ ص ۱۱۲ ح ۷
(۶) الاعتقادات ص ۵۵ باب ۲۹ (۷) انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۰
(۸) و (۹) انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۰

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا ۙ اَیُّ الۡفَرِیۡقَیۡنِ خَیۡرٌ مَّقَامًا وَّ اَحۡسَنُ نَدِیًّا ﴿۷۳﴾

وَ کَمۡ اَهۡلَکۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ هُمۡ اَحۡسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءۡیًا ﴿۷۴﴾

قُلۡ مَنۡ کَانَ فِی الضَّلٰلَۃِ فَلۡیَمۡدُدۡ لَهُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا ۬ۚ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوۡا مَا یُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَۃَ ؕ فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضۡعَفُ جُنۡدًا ﴿۷۵﴾

۷۳۔اور ان لوگوں کو جب ہماری واضح آیات سنائی جاتی ہیں تو کفار مومنین سے یہ کہتے ہیں کہ دونوں گروہوں میں سے کون بہتر حالت میں ہے اور کس کی محفلیں شان دار ہیں۔

۷۴۔اور ان سے پہلے ہم کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں کہ جو ان سے زیادہ مال واسباب رکھتی تھیں اور ظاہری شان وشوکت میں ان سے بڑھی ہوئی تھیں۔

۷۵۔اے نبی آپ فرما دیجیے کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے رحمان اسے ڈھیل دیا کرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ لوگ اسے دیکھ لیتے ہیں جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یا عذاب یا قیامت کی گھڑی۔ تب انھیں پتا چل جاتا ہے کہ کس کا حال زیادہ خراب ہے اور کس کا لشکر بالکل کمزور ہے۔

۷۳۔وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ۔

اور اُن لوگوں کو جب ہماری واضح آیات سنائی جاتی ہیں جن آیتوں کے الفاظ میں ترتیل یعنی نظم وترتیب ہے جن کے معانی ومطالب واضح اور آشکار ہیں یا بَیِّنٰتٍ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کا معجزہ ہونا واضح ہے۔

قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا۔

تو کفار مومنین سے یہ کہتے ہیں۔

اَیُّ الۡفَرِیۡقَیۡنِ۔

کہ دونوں گروہوں میں سے کون سا گروہ ان پر ایمان لانے والا یا ان آیات کا انکار کرنے والا ہے

خَیۡرٌ مَّقَامًا۔

بہتر حالت میں ہے یعنی وہ جگہ یا جہاں پر وہ رہ رہا ہے۔

وَّ اَحۡسَنُ نَدِیًّا۔

اور کس کی محفلیں شان دار ہیں اس کی بزم یا اس کا اجتماع بہتر ہے۔

مفہوم یہ ہے کہ جب انھوں نے واضح آیات کو سنا اور وہ اس کی مثال لانے سے عاجز رہے اور اس کا سامنا نہ کرسکے تو انھوں نے اپنے مال ومنال پر جو انھیں دنیا میں میّسر تھا فخر ومُباہات کرنا شروع کر دیا اور یہ سمجھ بیٹھے کہ انھیں دنیاوی مال میں جو زیادہ اور وافر حصہ ملا ہے وہ ان کے فضل اور اللہ کے نزدیک ان کے بہترین حالت کی نشان دہی کرتا ہے۔

۷۴۔وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ ۔

اور ان سے پہلے ہم کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں۔

هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا ۔

ہم جو ان سے زیادہ مال واسباب رکھتی تھیں۔

وَرِءْيًا۔

اور ظاہری شان وشوکت میں اُن سے بڑھی ہوئی تھیں۔

رِءْيًا کے معنی ہیں منظر اور ظاہری شان اور اگر یہ لفظ رِیّ سے مشتق ہے تو معنیٰ ہوں گے ۔نعمت

تفسیر قمیؔ میں ہے فرمایا اس سے مراد کپڑے اور کھانا پینا ہے۔ [۱]

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''اثاث'' سے مراد سرمایہ اور پونجی ہے اور رِءْيًا جمال اور منظرِ حَسَن کو کہا جاتا ہے۔ [۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے لوگوں کو ہماری ولایت کی طرف دعوت دی انھوں نے راہ فرار اختیار کی اور انکار کر دیا تو کفارِ قریش نے (لِلَّذِينَ آمَنُوا) مومنین سے یعنی جنھوں نے امیر المومنین علیہ السلام اور ہم اہل بیت کی ولایت کا اقرار کر لیا تھا ان سے کہا (أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا) ان کو شرمندہ کرنے کے لیے تو اللہ تعالیٰ ان کی بات کو رد کرتے ہوئے فرمایا۔ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ یعنی سابقہ امتوں میں سے ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ [۳]

۷۵۔قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا۔

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ جو شخص گم راہی میں پڑا ہوا ہے رحمان اسے ڈھیل دیا کرتا ہے اللہ اسے ڈھیل دیتا ہے اور اسے مہلت دیتا ہے اسے طویل زندگی دے کر اور اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرکے۔ اور یہ

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۵۲ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۵۲

(۳) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱ ح ۹۰

ڈھیل درجہ بدرجہ ہوتی ہے اور ان کی معذرتوں کو منقطع کرنے کے لیے ہوتی ہے تا کہ کوئی عذر باقی نہ رہ جائے جس طرح اللہ کا قول ہے۔ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (آل عمران: ۱۷۸) (ہم تو انھیں صرف اس لیے ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ گناہوں میں بڑھ جائیں) اور فرمایا اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ (فاطر: ۳۷) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر لیتا۔

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ۔

یہاں تک کہ جب وہ لوگ اسے دیکھ لیتے ہیں جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یا عذاب یا قیامت کی گھڑی۔ یہ وعدے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ''عذاب'' سے مراد قتل ہے اور ''الساعۃ'' سے مراد موت ہے۔[1]

فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا۔

تب انھیں پتا چل جائے گا کہ دونوں فریقوں میں سے کس کا حال زیادہ خراب ہے اس لیے کہ وہ امر کو اپنے اندازے سے برعکس پائیں گے اور جس دولت سے یہ فائدہ اٹھاتے تھے وہ انھیں چھوڑ کر چلی جائے گی اور ان کے لیے وبال بن جائے گی۔

وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا۔

اور کس کا لشکر بالکل کمزور ہے (جُنْدً) یعنی اس کا گروہ اور مددگار اَحْسَنُ نَدِیًّا سے اس کا تقابل کیا ہے اس لیے کہ شان دار محفلیں سربراہانِ قوم کے اجتماع اور ان کی شان وشوکت کے اظہار سے ہوتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۲

وَ يَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

اَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾

۷۶۔اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ اُن کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے اور باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی آپ کے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہترین ہیں۔

۷۷۔کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ آخرت میں مجھے مال واولاد کی نعمت ملے گی۔

۷۸۔کیا اسے غیب کا پتا چل گیا ہے، یا اس نے رحمان سے کوئی معاہدہ کر رکھا ہے۔

۷۶۔وَ يَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى۔

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ اُن کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ سب کے سب گمراہی میں پڑے ہوئے تھے نہ وہ ولایت امیرالمومنین پر اور نہ ہی ہماری ولایت پر ایمان لائے تھے وہ گمراہ تھے اور گم راہ کر رہے تھے اللہ نے ان کی گم راہی اور سرکشی میں ڈھیل دے دی یہاں تک کہ وہ موت کی آغوش میں چلے گئے تو اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں بدترین جگہ میں رکھا اور کم زور ترین لشکر قرار دیا ہے فرمایا اور اللہ کا یہ قول حَتّٰى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ تو اس سے مراد قائم علیہ السلام کا ظہور ہے اور وہ معیّن گھڑی ہے وہ عن قریب جان لیں گے کہ وہ کون سا دن ہے اور اللہ کی طرف سے اس کے قائم کے ہاتھوں پر ان کے لیے کیا نازل ہوا ہے۔ اس بارے میں اللہ کا قول مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا ہے یعنی قائم کے نزدیک ان کا بُرا مقام ہوگا اور کمزور ترین لشکر ہوگا فرمایا کہ اس روز ہدایت یافتہ افراد کی ہدایت میں حضرت قائم علیہ السلام کا اتباع کر کے اضافہ ہوگا اس طرح کہ وہ نہ اُن کو جھٹلائیں گے اور نہ ہی اُن کا انکار کریں گے۔ [1]

وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔

اور باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی یعنی وہ اطاعتیں جن کی منفعتیں اَبَدُ الْاٰباد تک قائم رہتی ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱ ح ۹۰ سے ماخوذ

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا- آپ کے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں۔
کفار جن سقط شدہ (وہ بچہ جو وقت پیدائش سے پہلے گر جائے) اور فانی نعمتوں پر فخر ومُباہات کررہے وہ واپس آنے والی ہیں۔
وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا-
اور انجام کے لحاظ سے بہترین ہیں اس لیے کہ اس کا مآل اور انجام باقی رہنے والی نعمتیں ہیں اور اس حسرت وناکامی کا مآل اور انجام دائمی عذاب ہے اور آیت میں لفظ"خَيْرٌ" زیادتی اور کثرت کو واضح کرنے کے لیے آیا ہے۔
اور الباقیات الصالحات کی تفسیر کے ذیل میں احادیث سورۂ کہف میں بیان کی جاچکی ہیں۔
۷۷-أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا-
کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا۔
وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا- اور کہا کہ آخرت میں مجھے مال اور اولاد کی نعمت ملے گی۔
تفسیر قمیؔ میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ عاص بن وائل بن ہشام قریشی، سہمی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑانے والوں میں سے ایک تھا خبّاب بن الارت [1] کا اس کے اوپر حق تھا خباب نے آکر عاص بن وائل سے اپنے مال کا تقاضا کیا تو عاص نے انھیں جواب دیا کہ تمھارا یہ خیال نہیں ہے کہ جنت میں سونا، چاندی اور ریشم ہوگا خباب نے کہا ہاں عاص نے کہا تو میری اور تمھاری وعدہ گاہ جنت ہے تم نے مجھے دنیا میں جو کچھ دیا ہے میں جنت میں تمھیں اس سے کچھ زیادہ دے دوں گا۔ [2]
۷۸-أَطَّلَعَ الْغَيْبَ- کیا اسے غیب کا پتا چل گیا ہے؟
کیا وہ اس عظمت وشان کا مالک بن گیا ہے کہ وہ اس علم غیب تک رسائی پا گیا جو صرف واحد وقہار اللہ کے پاس ہے یہاں تک کہ اس نے یہ دعویٰ کر دیا کہ اُسے آخرت میں مال اور اولاد کی نعمت ملے گی اور وہ اس بارے میں قسم بھی کھا رہا ہے۔
أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا- یا اُس نے رحمان سے کوئی معاہدہ کر رکھا ہے۔
یا اس نے علّام الغیوب اس اللہ سے جو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے اس سلسلے میں کوئی معاہدہ کر لیا ہے اس لیے ان دو راستوں کے علاوہ علم تک رسائی کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔

---

(۱) خبّاب بن الارت فتنہ سے پہلے مر گئے حضرت علی علیہ السلام نے ازروئے ترحُّم اُن کے لیے کہا یرحم اللہ خبابا ولقد اسلم راغباً وھاجر طائعاً وعاش مجاھداً (مجمع البحرین ج ۲ ص ۴۸) اللہ خباب پر رحم کرے اپنی مرضی سے ایمان لائے اطاعت کرتے ہوئے ہجرت کی اور مجاہد کی طرح زندگی بسر کی (۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۴-۵۵

كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَ نَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾

وَّ نَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَ يَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾

كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿٨٣﴾

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾

ع ۵ / ۱۷ / ۸

۷۹-ایسا ہرگز نہیں ہے جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اسے لکھ رہے ہیں اور ہم اس کے عذاب میں اور زیادہ اضافہ کریں گے۔

۸۰-اور جو کچھ وہ کہتا ہے اس کے وارث ہم ہوں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا حاضر ہوگا۔

۸۱-اور انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے کچھ معبود بنا لیے ہیں تا کہ وہ معبود ان کے معین و مددگار ہوں۔

۸۲-ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ معبود ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور اِن کے مخالف بن جائیں گے۔

۸۳-کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم نے شیاطین کو ان منکرین حق پر مسلط کر دیا ہے جو انھیں مخالفت حق پر اکسا رہے ہیں۔

۸۴-اے نبی آپ اِن لوگوں پر نزولِ عذاب کے لیے جلدی نہ کریں ہم تو بس اِن کے دِن گن رہے ہیں۔

۷۹-كَلَّا-

ایسا ہرگز نہیں ہے۔

كَلَّا حرف ردع ہے اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ کافر جو کچھ اپنے دِل میں سوچ رہا ہے وہ غلطی پر ہے۔

سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ-

وہ جو کچھ کہتا ہے اسے ہم لکھ رہے ہیں۔

وَ نَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا-

ہم اس کے عذاب میں اور اضافہ کر دیں گے یعنی اس کے عذاب کو اور طویل بنا دیں گے۔

۸۰-وَّ نَرِثُهُ-

اور اسے ہلاک کرکے ہم اس کے وارث بن جائیں گے۔

مَا يَقُوْلُ -

جو کچھ وہ کہہ رہا ہے یعنی مال اور اولاد اور ان میں جو کچھ اس کے پاس ہے۔

وَ يَأْتِيْنَا -

اور وہ قیامت کے دن ہمارے پاس آئے گا۔

فَرْدًا -

تنہا، اکیلا، دنیا میں جو کچھ اس کے پاس تھا اس کے ساتھ کچھ نہ ہوگا نہ اس کا مال اور نہ ہی اولاد چہ جائے کہ اسے مزید کچھ دیا جائے۔

٨١-وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً -

اور انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے کچھ معبود بنا لیے ہیں۔

لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا -

تا کہ وہ معبود اُن کے معین ومددگار ہوں۔

وہ اپنے معبودوں سے مدد حاصل کریں کہ وہ انھیں اللہ تک پہنچا دیں اور اللہ سے ان کی شفاعت کریں۔

٨٢-كَلَّا -

ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ وہ اپنے معبودوں سے مدد حاصل کرسکیں۔

سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ -

وہ معبود اُن کی عبادت کا انکار کردیں گے۔

وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا -

اور وہ اُن کے مخالف بن جائیں گے۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اُن لوگوں نے اللہ کے علاوہ جنھیں اپنا معبود بنا لیا تھا وہ روز قیامت ان کے مخالف ہوں جائیں گے اور وہ معبود عبادت کرنے والوں اور اُن کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کریں گے پھر فرمایا کہ عبادت صرف سجدوں اور رکوع کا نام نہیں ہے بلکہ یہ انسانوں کی اطاعت ہے جس نے خالق کی نافرمانی کرتے ہوئے کسی مخلوق کی اطاعت کرلی تو گویا کہ اُس نے اُس مخلوق کی عبادت کی ہے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں "من اطاع مخلوقاً في معصية الخالق فقد عبده " سے مراد وہ معبود ہیں

---

(١) تفسیر قمیؒ ج ٢ ص ٥٥

جنھیں ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ بنا لیا تھا یعنی ان کے وہ امراء ان لوگوں نے خالق کی معصیت کرتے ہوئے جن کی اطاعت کی تھی۔

۸۳-اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا-

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم نے شیاطین کو ان منکرین حق پر مسلّط کر دیا ہے جو انھیں مخالفت حق پر اکسا رہے ہیں۔

وہ شیاطین جو بہلا پھسلا کر اور خواہشات کو محبوب بنا کر ان لوگوں کے جذبات کو اُبھار رہے ہیں اور انھیں فریفتہ کر رہے ہیں۔[۱]

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ جب انھوں نے خالق کی معصیت اور اس آزمائش میں سرکشی کی اور خودساختہ معبودوں کی اطاعت کرنے لگے تو ان کی سرکشی اور گمراہی میں ڈھیل دے دی گئی اور ان کی طرف انسانوں اور جنوں کے شیاطین کو بھیجا گیا جو انھیں مخالفت پر اکسا رہے تھے یعنی جس طرح خارش زدہ اونٹ کو لکڑی سے اکساتے ہیں اور وہ شیاطین ان کافروں کو خودساختہ معبودوں کی اطاعت اور عبادت کے لیے اُبھار رہے تھے۔

۸۴-فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا-

اے نبی آپ ان لوگوں پر نزولِ عذاب کے لیے جلدی نہ کریں ہم تو بس ان کے دِن گن رہے ہیں۔

فرمایا یعنی ان کی سرکشی ان کی آزمائش اور اُن کے کفر کے بارے میں جلدی نہ کریں۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے نبی آپ ان کی ہلاکت کے بارے میں جلدی نہ کریں تا کہ آپ کو ان شرانگیزیوں سے راحت مل جائے بس یوں سمجھ لیے کہ یہ تو اپنی سانسیں گن رہے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا تمھارے نزدیک وہ کیا ہے؟ سائل نے کہا دنوں کی تعداد فرمایا ماں باپ اس کا احصا کر لیتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اِس سے مراد سانسوں کی گنتی ہے۔[۳]

تفسیر قمیؒ میں ایسی ہی روایت موجود ہے۔[۴]

نہج البلاغہ میں ہے انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو اسے موت کی طرف بڑھائے جا رہا ہے۔[۵]

اور فرمایا جو چیز شمار میں آئے اسے ختم ہو جانا چاہیے اور جس بات کی توقّع ہو وہ آ کر رہے گی۔[۶]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۵ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۵
(۳) الکافی ج ۳ ص ۲۵۹ ح ۳۳ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۵
(۵) نہج البلاغہ کلمات قصار نمبر ۷۴ (۶) نہج البلاغہ کلمات قصار نمبر ۷۵

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾
وَّنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾

۸۵۔جس روز ہم متقین کو رحمان کی طرف بطور مہمان اکٹھا کر کے لائیں گے۔
۸۶۔اور ہم مجرمین کو جہنم کی طرف پیاسا ہانک کر لے جائیں گے۔

۸۵۔يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ ۔

جس روز ہم متقین کو یکجا کریں گے۔

اِلَى الرَّحْمٰنِ ۔

ان کے پروردگار کی جانب جس نے انھیں اپنی رحمت میں ڈھانپ رکھا ہے۔

وَفْدًا۔

بطور مہمان آنے والے شخص کی طرح جس طرح لوگ بادشاہ کے حضور میں آتے ہیں اور ان کی کرامت اور انعام کے منتظر ہوتے ہیں۔

۸۶۔وَّنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ ۔

اور ہم مجرمین کو اس طرح ہانک کر لائیں گے جیسے چوپایوں کو لایا جاتا ہے۔

اِلَى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔

جہنم کی طرف پیاسا اس لیے کہ جو بھی نہر یا چشمے پر آتا ہے تو محض اس لیے کہ وہ پیاسا ہوتا ہے یا چوپایہ کی طرح جو پانی کے قریب آتا ہے۔

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ۔ یُحشَرونَ عَلَی النَّجائِب کہ (متقین کو) تیز رفتار اور شریف الاصل اونٹوں پر لاکر اکٹھا کیا جائے گا۔[۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اور قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قول ''یوم یحشر المتقین '' کی تفسیر دریافت کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علی وہ لوگ سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے یہ وہ افراد ہوں گے جنھوں نے اللہ کا تقویٰ اختیار کیا تھا اللہ نے انھیں اپنا محبوب بنا لیا۔ انھیں مخصوص قرار دیا اور ان کے اعمال سے راضی ہوگیا اور ان کا نام متقین رکھ دیا پھر فرمایا اے علی اس ہستی کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ہواؤں کو چلایا کہ ضرور بالضرور وہ لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے ان کے اوپر سونے کا کجاوہ ہوگا جس پر دُرّ و یاقوت جڑے

(۱) المحاسن ج ۱ ص ۲۸۷ ح ۵۶۷ باب ۴۱

ہوئے ہوں گے اس کا جھول استبرق (قیمتی کپڑا) اور سندس (عمدہ ریشمی کپڑا) کا ہوگا اور اس کی نکیل سرخ رنگ کی مضبوط بٹی ہوئی رسی کی ہوگی اور ان کی لگام زمرد کی ہوگی وہ انھیں لے کر محشر میں محوِ پرواز ہوگا ان میں ہر شخص کے ساتھ ایک ہزار فرشتے آگے اور دائیں جانب اور بائیں جانب ہوں گے وہ انھیں سجا سنوار کے لے جا رہے ہوں گے یہاں تک کہ انھیں جنت کے بابِ اعظم تک پہنچا دیں گے اور جنّت کے دروازے پر پتّوں والا درخت ہوگا جس کے سایے کے نیچے ایک لاکھ افراد ہوں گے اور درخت کے دائیں طرف ایک پاک و پاکیزہ چشمہ ہوگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس چشمے سے ایسا شربت پئیں گے اللہ جس کے ذریعے سے ان کے دلوں سے حسد کو پاک کر دے گا اور ان کی کھال سے بال گر جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (الانسان: ۲۱) کہ اس پاک و پاکیزہ چشمے سے اللہ انھیں پاک و پاکیزہ شراب پلائے گا پھر وہ دوسرے چشمے کی طرف پلٹ کر آئیں گے جو درخت کے بائیں طرف واقع ہے وہ لوگ اس چشمے میں نہائیں گے یہ چشمۂ حیات ہے وہ اس میں نہانے کے بعد موت سے ہم کنار نہیں ہوں گے۔ فرمایا پھر انھیں عرش کے سامنے ٹھہرایا جائے گا اور وہ سب کے سب آفات، بیماریوں گرمی اور سردی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیں گے فرمایا تو اس وقت جبّار (طاقت ور) ان فرشتوں سے مخاطب ہو کر کہے گا جو ان متّقین کے ساتھ ہوں گے۔ میرے دوستوں کو جنت میں لے جاؤ دوسری مخلوق کے ساتھ انھیں انتظار نہ کراؤ ان کے لیے پہلے ہی میری رضا مندی ہو چکی ہے اور میری رحمت اُن کے لیے واجب قرار پا چکی ہے تو بھلا میں کیسے چاہوں گا کہ انھیں حساب و کتاب والوں اور برائی کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ ٹھہراؤں۔

فرمایا، فرشتے انھیں جنت کی طرف لے جائیں گے۔ جب وہ جنت کے دروازہ اعظم پر پہنچیں گے تو فرشتے حلقہ پر ضربت لگائیں گے جس سے آواز پیدا ہوگی اور وہ آواز ہر اس حور تک پہنچے گی اللہ تبارک وتعالیٰ جسے اپنے اولیاء کے لیے خلق اور آمادہ کر رکھا ہے جب حوریں آواز سنیں گی تو آنے والوں کی خوش خبری سنیں گی اور وہ ایک دوسرے سے کہیں گی کہ ہمارے پاس اولیائے خدا آ رہے ہیں دروازہ اُن کے لیے کھول دیا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو حور العین اور انسانوں میں سے جو اُن کی ازواج ہوں گی وہ کہیں گی مرحبا، خوش آمدید ہم آپ لوگوں کے کس قدر مشتاق تھے اور اولیاء اللہ بھی اُن سے اسی قسم کی گفتگو کریں گے۔ اور قمیؒ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ یہ کون لوگ ہوں گے؟ تو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی یہ تمھارے شیعہ ہوں گے اور تم اُن کے امام ہو اور یہ اللہ کے قول سے ثابت ہے يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا جب ہم متقین کو سواریوں کے اوپر وفد کی صورت میں محشور کریں گے یعنی بطورِ مہمان بلائیں گے۔[1]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۹۵ ح ۶۹ تفسیر قمی ج ۲ ص ۵۳۔۵۴

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

۸۷-وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھیں گے مگر جس نے رحمان سے عہد و پیمان کر رکھا ہو۔

۸۷-لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا مگر وہ جو اللہ کا فرماں بردار ہو امیرالمومنین علیہ السلام اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام کی ولایت کے ذریعے یہی عہد ہے جو اس نے رحمان سے لے کر رکھا ہے۔[۱]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نہ اُن کے لیے شفاعت کی جائے گی اور نہ ہی وہ شفاعت کریں گے مگر وہ جس نے رحمان سے عہد و پیمان کر رکھا ہے مگر وہ جسے حکم دیا گیا ہے امیرالمومنین علیہ السلام اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام کی ولایت کا یہی وہ عہد ہے جسے اس نے رحمان سے کر رکھا ہے۔[۲]

کتاب کافی، فقیہ، تہذیب اور قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے جو اپنے والد سے اور وہ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جس شخص نے مرتے وقت اچھی طرح وصیت نہ کی تو یہ اُس کے مروّت میں کمی کا موجب ہے۔ سوال کیا گیا یا رسول اللہ وہ موت کے وقت کس طرح وصیت کرے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب اس کی وفات کا وقت قریب آجائے اور لوگ اس کے گرد جمع ہوں وہ کہے۔ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمَ اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا اَنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ○ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَاَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ الدِّيْنَ كَمَا وَصَفْتَ وَاَنَّ الْاِسْلَامَ كَمَا شَرَعْتَ ○ وَاَنَّ الْقَوْلَ كَمَا حَدَّثْتَ وَاَنَّ الْقُرْاٰنَ كَمَا اَنْزَلْتَ وَاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ وَحَيَّا اللّٰهُ مُحَمَّدًا وَاٰلَ مُحَمَّدٍ بِالسَّلَامِ ○ اَللّٰهُمَّ يَا عُدَّتِيْ عِنْدَ كُرْبَتِيْ وَيَا صَاحِبِيْ عِنْدَ شِدَّتِيْ وَيَا وَلِيِّيْ فِيْ نِعْمَتِيْ اِلٰهِيْ وَاِلٰهَ اٰبَائِيْ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ اَبَدًا فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ كُنْتُ اَقْرَبَ مِنَ الشَّرِّ وَاَبْعَدَ مِنَ الْخَيْرِ فَاٰنِسْ فِي الْقَبْرِ وَحْشَتِيْ ○ وَاجْعَلْ لِيْ عَهْدًا يَوْمَ اَلْقَاكَ منشوراً ○

اے اللہ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے اے غیب وشہود کے عالم جو رحمان ورحیم ہے میں تجھ سے اس دنیا کے گھر میں عہد کرتا ہوں، بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے تیرے کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور یہ کہ محمدؐ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ اور یہ کہ جنّت برحق ہے اور جہنّم برحق ہے اور دوبارہ اٹھایا جانا برحق ہے اور حساب برحق ہے اور تقدیر برحق ہے اور میزان برحق ہے اور دین وہی ہے جیسا تو نے بیان فرمایا ہے اور قرآن ویسا ہی جیسا تو نے نازل فرمایا ہے اور بے شک تو ہی اللہ ہے جو حق مبین ہے اللہ تعالیٰ حضرت محمدؐ کو ہماری جانب

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۷

سے بہترین جزا مرحمت فرمائے اور اللہ تعالیٰ محمدؐ اور آلِ محمدؐ کو سلامتی عنایت فرمائے یا اللہ اے مصیبت کے وقت میرے سہارے اور سختی کے وقت میرے صاحب (ہمراہ) اے نعمت کے وقت میرے ولی میرے معبود اور میرے آباء کے معبود تو ایک لمحے کے لیے بھی ہرگز مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اس لیے کہ اگر تو نے مجھے میرے نفس کے حوالے کر دیا تو میں شر سے زیادہ قریب ہو جاؤں گا اور خیر سے دور تر ہوتا چلا جاؤں گا اسے اللہ تو قبر میں میری وحشت کو دور فرما اور جس روز میں تجھ سے ملاقات کروں تو میرے عہد و پیمان کو نشر کر دینا۔

اس کے بعد اپنی حاجتوں کے بارے میں وصیّت کرے اور اس وصیّت کی تصدیق سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے۔ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا مرنے والے شخص کا یہ عہد اور وصیّت ہر مسلمان کا حق ہے اور ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ اس وصیّت کی حفاظت کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ وصیّت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تعلیم دی اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے یہ وصیت مجھ کو سکھائی۔[۱]

تفسیر جوامع میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو صبح و شام اللہ سے یہ عہد و پیمان نہ کر سکے، لوگوں نے پوچھا وہ عہد کیا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا وہ یہ کہے۔ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ ۝ وَاَنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تُقَرِّبْنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاَنِّيْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِيْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُوَفِّيْنِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ (اے اللہ اے آسمانوں اور زمین کے خالق غیب اور شہود کے عالم یقیناً میں عہد کرتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں تو یکتا اور لاشریک ہے اور یہ کہ محمدؐ تیرے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ اگر تو نے مجھے میرے نفس کے سپرد کر دیا تو گویا کہ تو نے مجھے شر سے قریب کر دیا اور تو نے مجھے خیر سے دور کر دیا بس مجھے تو تیری رحمت پر اعتماد اور بھروسا ہے تو میرے یہ عہد و پیمان اپنے پاس محفوظ کر لے جسے تو روز قیامت میرے لیے پورا کر دینا بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔) پس جب یہ کہے گا تو اس عہد پر مہر لگا کر اسے عرش کے نیچے رکھ دیا جائے گا جب قیامت کا دن ہوگا تو منادی ندا دے گا وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد و پیمان کیا تھا اس وقت وہ جنت میں داخل ہوں گے۔[۲]

---

(۱) الکافی ج ۷ ص ۲۔۳ ح ۱ باب الوصیہ ومن لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۱۳۸ ح ۴۸۲ وتہذیب الاحکام ج ۹ ص ۱۴۷ وباب ۶ وتفسیر قمی ج ۲ ص ۵۵۔۵۶ (۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۴۱۰

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾

اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾

وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾

وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

۸۸–اور انھوں نے کہا کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔

۸۹–تم نے یہ بڑی (بے ہودہ) بات زبان سے نکالی ہے۔

۹۰–قریب ہے کہ اس بات پر آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں۔

۹۱–کہ انھوں نے رحمان کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔

۹۲–رحمان کے لیے یہ شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔

۹۳–آسمانوں اور زمین میں جو بھی مخلوق ہے سب اس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والی ہے۔

۹۴–وہ ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور اس نے انھیں شمار کر رکھا ہے۔

۹۵–اور یہ سب کہ سب قیامت کے دن فرداً فرداً اُس کے حضور میں پیش ہوں گے۔

۸۸–وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۔

اور انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنا لیا ہے۔

تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ قریش نے یہ کہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بیٹا ہے اور فرشتے اُس کی بیٹیاں ہیں۔[1]

---

(۱) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۷

۸۹-لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا-

توتم نے یہ بڑی (بے ہودہ) بات زبان سے نکالی ہے۔

۹۰-تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ-

قریب ہے کہ اس بات پر آسمان پھٹ پڑیں۔

فرمایا جو کچھ انھوں نے کہا ہے اور جو کچھ الزام لگایا ہے اس کی وجہ سے آسمان شگافتہ ہو جائے۔[1]

وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا-

اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں۔

هَدًّا کا مفہوم ہے مهدودة ٹوٹ پھوٹ جائیں یا ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں یا ان کے قول کی بنیاد پر ٹوٹنے کے لیے جھک جائیں۔

۹۱-أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا-

کہ انھوں نے رحمان کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔

۹۲-وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا-

اور رحمان کے لیے یہ شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنا لے اس کے لیے مناسب نہیں ہے اور اگر چاہے بھی تو وہ اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا کیوں کہ یہ امر محال ہے۔

۹۳-إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا-

آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی مخلوق ہے سب اُس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والی ہے۔

وہ اللہ کی طرف بندگی کے ذریعے پناہ حاصل کرے گی اور اُس کی مطیع ومنقاد ہوگی اللہ نے اپنے لیے یہ دعویٰ نہیں کیا جو دعویٰ یہ لوگ کر رہے ہیں۔

۹۴-لَقَدْ أَحْصٰهُمْ-

وہ اللہ اِن سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اللہ نے انھیں محصور کر رکھا ہے اور ان کا احاطہ کرلیا ہے اس طرح سے کہ وہ اس کے دائرۂ علم اور اس کے قبضے اور اُس کی قدرت سے باہر نہیں جاسکتے۔

وَعَدَّهُمْ عَدًّا-

اور اُس نے انھیں شمار کر رکھا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۵۷

یعنی گن لیا ہے کہ ان کی تعداد کتنی ہے ان کی سانسیں کتنی ہیں اور ان کی کارکردگی کیا ہے۔ ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے کے مطابق ہے۔

۹۵-وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا-

اور یہ سب کے سب قیامت کے دن فرداً فرداً اُس کے حضور میں پیش ہوں گے۔

تفسیرِ قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ایک ایک کرکے آئیں گے۔[1]

اور ہوسکتا ہے کہ حکمِ ترتیب صفتِ رحمانیت کے ساتھ اس جانب توجہ مبذول کرانے کے لیے ہو کہ جو لوگ کسی کو اللہ کا بیٹا قرار دے رہے ہیں ان کے پاس جو کچھ ہے وہ نعمت ہے اور اسے دی گئی ہے تو یہ اس ہستی کے مشابہ نہیں ہوسکتا جو تمام نعمتوں کا مَبدا ہے۔ اور نعمتوں کے اصول و فروع کا مولیٰ ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اسے اپنا بیٹا بنالے۔[2]

تفسیرِ قمیؒ میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ درخت مکمل طور سے فصلوں سے لدا ہوا ہوگا۔ یہاں تک کہ رحمان کے لیے بیٹا تجویز کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند و بالا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (قریب ہے کہ اس بات پر آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں) ایسے عالم میں درخت میں لرزہ پیدا ہوگا اور اس میں کانٹے اگ جائیں گے اس ڈر سے کہ کہیں اس کے ذریعے عذاب نہ نازل ہو جائے۔[3]

---

(۱) تفسیرِ قمیؒ ج ۲ ص ۵۷ (۲) بیضاوی تفسیر انوارالتنزیل ج ۲ ص ۴۳

(۳) تفسیرِ قمیؒ ج ۱ ص ۸۵-۸۶

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾

ع ۱۶/۶ ۹ النصف

۹۶۔بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے عن قریب رحمان اُن کے لیے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

۹۷۔اے محمدؐ یقیناً ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان بنایا ہے تا کہ آپ اس کے ذریعے متقین کو خوش خبری سنائیں اور ہٹ دھرم لوگوں کو اس کے ذریعے ڈرائیں۔

۹۸۔اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر ڈالا ہے۔کیا آپ اُن میں سے کسی کا نشان پاتے ہیں یا آپ اُن کی بھنک بھی سُنتے ہیں۔

۹۶۔إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے۔

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا۔

عن قریب رحمان اُن کے لیے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے تشریف فرما تھے۔آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا اے علی تم یہ کہو! اللّٰھمّ اجعل لی فی قلوب المومنین ودّا (اے اللہ تو مومنین کے دلوں میں میرے لیے مؤدت پیدا کر دے) تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔[۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی نماز کے آخر میں بلند آواز سے امیر المومنین علیہ السلام کے لیے دعا طلب کی جسے لوگ سُن رہے تھے۔اللّٰھمّ ھب لعلی المودّۃ فی صدور المومنین والھیبۃ والعظمۃ فی صدور المنافقین (اے اللہ تو مومنین کے دلوں میں علی کے لیے مؤدت عطا کر دے اور منافقین کے دلوں میں ان کی ہیبت اور عظمت کا سکّہ بٹھا دے) تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا نازل فرمائی۔[۲]

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۱۔۱۴۲ ح ۱۱

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے فرمایا کہ اس سے مراد امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت ہے اور یہ وہ ''وُدّ'' ہے جس کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ۱

تفسیر قمیؔ میں بھی اس جیسی روایت موجود ہے۔ ۲

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام فرمایا کہو! اللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ عِنْدَكَ عَھْدًا وَاجْعَلْ لِیْ فِیْ قُلُوبِ المومنین وُدًّا اے اللہ تو میرے لیے اپنے پاس سے عہد قرار دے اور تو میرے لیے مومنین کے دلوں میں مؤدّت کو قرار دے حضرت علی علیہ السلام نے یہ جملے ادا کیے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ۳

۹۷–فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ –

اے محمدؐ یقیناً ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے۔

یعنی ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں نازل کیا ہے۔

لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ –

تاکہ آپ اس کے ذریعے متقین کو خوش خبری سنائیں۔

وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا –

اور ہٹ دھرم لوگوں کو اس کے ذریعے سے ڈرائیں۔

قَوْمًا لُّدًّا وہ قوم جو دشمنی میں سخت ہو۔

تفسیر قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ یعنی ہم نے قرآن کو آسان بنا دیا ہے۔ قَوْمًا لُّدًّا سے مراد ہے باتیں بنانے والے اور دشمن حضرات۔ ۴

کتاب روضۃ الواعظین میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور قَوْمًا لُّدًّا سے مراد بنی امیہ ہیں۔ ایسی قوم جو ظلم ڈھائے گی۔ ۵

کتاب کافی اور قمیؔ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس قرآن کو نبی کی زبان پر آسان بنا دیا جس وقت امیر المومنین علیہ السلام کو ایسا پرچم بلند قرار دیا جس کے ذریعے مومنین کو خوش خبری سنائی اور جس سے کافرین کو ڈرایا اور یہ وہی لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جنھیں قَوْمًا لُّدًّا کے نام سے یاد کیا ہے یعنی کُفّار۔ ۶

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱ ح ۹۰ (۲) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۷

(۳) تفسیر مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۳۲۔۵۳۳ (۴) تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۶

(۵) روضۃ الواعظین ص ۱۰۶ (۶) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱ و تفسیر قمیؔ ج ۲ ص ۵۷

۹۸۔وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ۔

اور ہم نے اُن سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر ڈالا ہے۔

کافروں کو خوف زدہ کرنا مقصود ہے اور رسول اکرم کو ہمّت و جُرأت دلانی ہے کہ انھیں ڈراتے ہیں۔

هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ۔

کیا آپ اُن میں سے کسی کا نشان پاتے ہیں۔

کیا آپ اُن میں سے کسی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں اور آپ نے انھیں دیکھا ہے۔

اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا۔

یا آپ اُن کی بھنک بھی سنتے ہیں۔

رِكْزًا سے مراد ہے پوشیدہ آواز۔

تفسیر قمیؒ میں اس آیت کے بارے میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اتنی امتوں کو ہلاک کیا تم جن کا شمار نہیں کر سکتے تو فرمایا اے محمدؐ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا کیا آپ اُن میں سے کسی کا نشان پاتے ہیں یا آپ ان کی بھنک بھی سنتے ہیں۔ رِكْزًا کے معنیٰ ہیں ذِكْرًا کیا ان کا کوئی ذکر سنائی دیتا ہے؟[1]

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ جو شخص سورۂ مریم کو پابندی کے ساتھ پڑھے گا تو اسے موت نہ آئے گی جب تک اسے وہ شے نہ مل جائے جو اسے نفس مال اور اولاد کے اعتبار سے غنی نہ بنا دے اور وہ شخص آخرت میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ وعلیٰ نبیّنا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے اصحاب میں سے ہوگا اور اسے اس قدر اجر دیا جائے گا جتنا حضرت سلیمان بن داوٗد کو دنیا میں ملا تھا۔[2]

چوتھی جلد سورۂ مریم پر تمام ہوئی۔

اس جلد کا ترجمہ ۱۴ فروری ۲۰۱۱ء کو مکمل ہوا

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۵۷ (۲) ثواب الاعمال ص ۱۰۱ و مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۵۰۰

تصدیق نامہ

میں نے ادارہ نشر دانش، نیو جرسی، امریکا کے مطبوعہ قرآن پاک کی تفسیر صافی جلد چہارم (سورۃ ہود تا سورۃ مریم) کو بغور پڑھا اور اس کے متن کے تمام اعراب کو چیک کیا۔ اس میں جو اغلاط تھیں، وہ درست کردی گئی ہیں۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورۂ بالا قرآنِ پاک کی یہ تفسیرِ صافی اغلاط سے پاک و منزّہ ہے۔

المصدق

سید محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمۂ اوقاف سندھ) کراچی

از